

رویت ہلال

فقہ اسلامی کی روشنی میں

www.KitaboSunnat.com



ایفا پبلیکیشنز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

جدید فقہی تحقیقات

رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع کا مسئلہ

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ساتویں سمینار منعقدہ مورخہ ۳۰ دسمبر
۱۹۹۴ء تا ۲ جنوری ۱۹۹۵ء دارالعلوم ماٹلی والا گجرات میں
پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ]

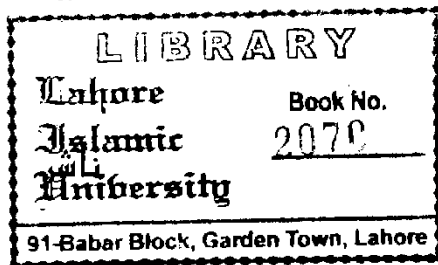
ایفا پبلیکیشنز - نئی دہلی

جملہ صفحہ بہ صفحہ نامبر محفوظ

۵۲۰
۱۵۱

نام کتاب : رویت ہلال اور اختلاف مطالع کا مسئلہ
صفحات : ۴۷۶
قیمت : ۱۵۵ روپے
سن طباعت : جون ۲۰۱۰ء

www.KitaboSunnat.com



ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

ای میل: ifapublications@gmail.com

فون: 011 - 26983728, 26981327

مجلس اولیٰ

- ۱- مولانا مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی
- ۲- مولانا محمد برہان الدین ^{سنہلی}
- ۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
- ۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- ۵- مولانا عتیق احمد بستوی
- ۶- مولانا عبید اللہ سعدی



www.KitaboSunnat.com

فہرست

۷	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	ابتدائیہ
۱۰		سوالنامہ

باب اول: تفصیلی مقالات

۱۷	مولانا محمد یعقوب قاسمی	رویت ہلال یا وجود قمر کا مسئلہ؟ قرآن و سنت کی روشنی میں
۲۹	مولانا ٹیٹس پیرزادہ	ایک مقام کی رویت کا اعتبار دوسرے مقام کے لئے
۵۳	مولانا زبیر احمد قاسمی	رویت ہلال اور اس سے وابستہ احکام
۶۹	مولانا صدر الحسن ندوی	رویت ہلال سے متعلق پیدا ہونے والے مسائل اور حل
۸۹	مفتی احمد خان پوری	رویت ہلال میں علم ہیئت کی حیثیت
۱۰۸	مولانا قاری ڈاکٹر ظفر الاسلام	رویت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار
۱۲۶	مولانا مصلح الدین قاسمی	رویت ہلال سے متعلق مسائل
۱۴۶	مولانا عبدالرحمن قاسمی	رویت ہلال میں جدید آلات و وسائل سے مدد
۱۶۵	مفتی ابوسفیان مفتاحی	شریعت میں اختلاف مطالع کا اعتبار
۱۸۵	مولانا مجیب الغفار اعظمی	رویت ہلال سے متعلق مسائل کا شرعی حل
۱۹۴		رویت ہلال اور ثبوت احکام کے حدود
۲۱۰	مفتی معز الدین قاسمی	رویت ہلال کے ثبوت میں خبر مستفیض کی اہمیت
۲۲۲	مولانا محمد عبداللہ سلیم شاہ گکو	اسلامی مہینہ رویت سے یا حساب سے

۲۴۵	مولانا محی الدین قاسمی بڑودہ	روایت ہلال کے احکام
۲۶۰	مولانا شعیب اللہ مفتاحی بنگلور	روایت ہلال کا مسئلہ اور اختلاف مطالع کے حدود
۲۸۰	مفتی نسیم الدین قاسمی	روایت ہلال اور مطالع کی تحدید
۲۹۴	مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی	روایت ہلال اور اعلان کے اصول و ضوابط
۳۳۴	مولانا ابوبکر قاسمی	روایت ہلال کے شرعی اصول و ضوابط
۳۴۹	مولانا عزیز اختر قاسمی	روایت ہلال موجودہ تناظر میں
۳۸۴	مفتی سعید الرحمن قاسمی	روایت ہلال ایک تفصیلی رپورٹ
۴۱۰	مولانا قاضی حسین احمد آسی	روایت ہلال کمیٹی

باب دوم: مختصر تحریریں

۴۲۳	مفتی عزیز الرحمن	روایت ہلال اور ریڈیو کے ذریعہ اعلان
۴۳۰	مولانا انیس الرحمن قاسمی	مسائل روایت ہلال
۴۳۶	مولانا دادا دود احمد	روایت ہلال، اعلان و آداب
۴۴۱	مولانا محفوظ الرحمن	جواب متعلقہ سوال روایت ہلال
۴۴۴	مولانا عبدالوہاب صاحب	روایت ہلال کے اعلان کا شرعی ضابطہ
۴۴۶	مولانا نسیم الدین	روایت ہلال سے متعلق سوالات کے جوابات
۴۵۴	جناب عرفاضل	رمضان کب شروع ہو، امکان یا یقینی روایت پر
۴۶۳	جناب ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی	روایت ہلال کا مسئلہ

پیش لفظ

قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق سورج اور چاند وقت کی پیمائش کا ذریعہ ہیں، اس لئے ان ہی سے عبادتوں کو متعلق رکھا گیا ہے، مثلاً فجر، ظہر اور عصر کی نمازیں سورج سے متعلق ہیں، اور رمضان المبارک کا آغاز نیز قربانی اور نماز عیدین چاند کے دیکھنے سے متعلق ہیں: ”الشمس والقمر بحسبان“ (سورہ رحمن: ۵) اور حج کی نسبت سے فرمایا گیا: ”قل ہی مواقیت للناس فی الحج“ (سورہ بقرہ: ۱۸۹)، البتہ چاند کے مہینے مسلسل مساوی دنوں پر مشتمل نہیں ہوتے، کوئی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اور کوئی اسیس کا، اس لئے چاند کی میقات پر مبنی احکام کی بنیاد چاند دیکھنے پر رکھی گئی ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ ختم بھی کرو۔

یہ ایک اصولی اور بنیادی حکم ہے، آگے اس کی تشریح و توضیح میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے، اور یہ اختلاف دو جہتوں سے ہے، اول: یہ کہ چاند کی رویت سے مراد پوری دنیا میں کہیں بھی ایک جگہ چاند کا نظر آ جانا ہے اور اس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں پر اس سے متعلق احکام جاری ہوں گے، یا ہر علاقہ میں وہاں کی رویت معتبر ہوگی؟ اس سلسلہ میں دو نقاط نظر پائے جاتے ہیں، ایک نقطہ نظر کے مطابق مطالع کا اختلاف معتبر نہیں ہے اور ایک جگہ کی رویت پوری دنیا کے لئے ہے، اور دوسرے نقطہ نظر کے حاملین کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہے؛ لہذا ہر علاقہ کی رویت صرف اس علاقہ کے لئے ہی معتبر ہوگی، ان دونوں رایوں کی قائل فقہاء کی ایک بڑی جماعت ہے۔

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ رویت سے رویت بصری - یعنی آنکھوں سے چاند کا دیکھنا - مراد ہے، یا رویت معنوی — یعنی دیکھے بغیر کسی اور ذریعہ سے رویت ہلال کی اطلاع بھی کافی ہے؟ جو لوگ رویت ہلال میں فلکیاتی تحقیق کو معتبر مانتے ہیں، وہ اس دوسرے نقطہ نظر کے قائل ہیں اور اس سلسلہ میں اہل علم نے دو تین شخصیتوں کا ذکر کیا ہے اور اسے قول شاذ شمار کیا ہے، مگر اور جمہور فقہاء ہر دور میں پہلی رائے کے قائل رہے ہیں۔

مسلمان حکومتوں میں حکومت کا اعلان اور اس کی تحقیق کو فقہاء نے کافی سمجھا ہے، اسی لئے عام طور پر ایسے ممالک میں رویت ہلال کے مسئلہ کو لے کر کوئی بڑی نزاع پیدا نہیں ہوتی ہے اور ایسی صورت حال نہیں بنتی ہے کہ ایک ہی شہر؛ بلکہ ایک ہی محلہ اور بعض اوقات ایک ہی خاندان میں دو اور تین دنوں عید کرنے کی نوبت آجائے؛ لیکن جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں یہ اختلاف بہت ہی ناخوشگوار کیفیت اختیار کر لیتا ہے اور دوسری قوموں کے سامنے مسلمانوں کی رسوائی اور اسلام کے بارے میں غلط فہمی کا باعث بنتا ہے، چاہے ہندوستان ہو یا برطانیہ اور کناڈا، ہر جگہ مسلمان اس صورت حال سے دوچار ہیں۔

شریعت کے تمام احکام مکمل، قانون فطرت سے ہم آہنگ اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں، لیکن مسلکی کشاکش، جماعتی اور تنظیمی عصبیتیں، روابط کا فقدان اور نظم و نسق کی کوتاہیاں نزاع اور اختلاف کا سبب بنتی ہیں، اگر ملک کے مختلف علاقوں میں مقامی اور دار السلطنت میں مرکزی رویت ہلال کمیٹیاں ہوں، یہ کمیٹیاں تمام مسلک و مشرب اور جماعتوں کی نمائندگی کرتی ہوں اور وہ باہمی اتفاق سے فیصلہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس نزاع سے بچانہ جاسکے اور مسلمان اپنے آپ کو جگہ ہنسائی سے بچانہ سکیں، مگر افسوس کہ آپسی رنجشیں اور کدورتیں اس درجہ بڑھ گئی ہیں کہ مسلمانوں کے مختلف گروہ دریا کے دو کنارے بن گئے ہیں، جو ایک دوسرے سے بے تعلق بھی نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے کی صلاحیت سے بھی

محروم ہیں۔

گجرات کے مسلمان چونکہ مختلف مغربی ممالک میں بڑی تعداد میں آباد ہیں، اور بحمد اللہ بڑی حد تک انہوں نے اپنے دینی تشخص کو بھی باقی رکھا ہے، اس لئے وہ اس صورت حال سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں، اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمینار منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۲ جنوری ۱۹۹۵ء دارالعلوم ماٹلی والا، بھروچ (گجرات) میں جن موضوعات پر بحث کی گئی، ان میں رویت ہلال کا مسئلہ بھی تھا، یہ مقالات اتفاق سے اب تک طبع نہیں ہو پائے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ کسی قدر تاخیر کے ساتھ ہی سہی، اب یہ اہم مجموعہ طباعت کے لئے جارہا ہے، جس کو اکیڈمی کے شعبہ علمی کے رفقاء محبان عزیز مولانا نادرا احمد قاسمی اور مولانا محمد سراج الدین قاسمی نے مرتب کیا ہے، یہ مجموعہ چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب تمہیدی امور کا ہے، دوسرے باب میں تفصیلی مقالات ہیں، تیسرے باب میں موضوع سے متعلق مختصر تحریریں ہیں اور چوتھا باب سمینار میں ہونے والے مناقشات و مباحثات پر مشتمل ہے، قارئین محسوس کریں گے کہ ان تحریروں میں مختلف نقاط نظر کو علمی منانت اور دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

اس حقیر کا خیال ہے کہ اس موضوع کے علمی پہلو پر غور کرنے کے لئے یہ مجموعہ رہنما اور چشم کشا ثابت ہوگا؛ البتہ اصل مسئلہ تنظیم و تنسيق کا ہے کہ امت کے مختلف گروہ باہمی ارتباط کے ذریعہ رویت ہلال کے بارے میں فیصلہ کرنے کا مزاج بنائیں؛ تاکہ عیدین کی خوشیوں اور رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں کو اختلاف کی کڑواہٹیں بے مزہ نہ کر دیں اور برادران وطن کے سامنے مسلمانوں کی شبیہ ایک جھگڑالو اور باہم برسر پیکار امت کی نہ بن جائے، وبالله التوفیق وهو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

۲۲ جون / ۲۰۰۹ء

(جنرل سکریٹری)

۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

سوالنامہ

اسلام نے متعدد عبادات اور شرعی احکام کو قمری ماہ و سال سے وابستہ کیا ہے، اور قمری ماہ کے آغاز کا مدار ہلال کی بصری رویت پر رکھا ہے خصوصاً روزہ جیسی اہم ترین اسلامی عبادت کا آغاز و اختتام، اسی طرح دونوں اسلامی تہواروں عید الفطر اور عید الاضحیٰ (جن کی حیثیت اصلاً عبادت کی ہے) کی ادائیگی بھی قمری ماہ و تاریخ سے وابستہ ہے، اس لئے رویت ہلال سے متعلق قدیم و جدید سوالات کا شرعی حل ایک اسلامی فریضہ ہے، جو با بصیرت اور دقیق النظر علماء اور اصحاب افتاء پر عائد ہوتا ہے، رویت ہلال کے بارے میں کچھ اہم اور بنیادی مسائل پر علماء کی طرف سے متفقہ رائے نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے، جس سے روزہ جیسی اہم عبادت اور عید الفطر و عید الاضحیٰ کی پُر مسرت تقریبات متاثر ہوتی ہیں، ذرائع ابلاغ کی نئی ایجادات اور بعض علاقوں میں نظام قضاء کے فقدان کی وجہ سے بھی بہت سے نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، لہذا اس سلسلہ میں چند بنیادی سوالات اصحاب علم و تحقیق اور علماء و فقہاء کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں کہ آپ حضرات ان سوالات پر واضح اور مدلل جواب تحریر فرمائیں گے۔

۱- (الف) رویت ہلال کے سلسلے میں مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(ب) اگر مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟

(ج) ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟ بالخصوص جبکہ

ان علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے۔

(د) اگر مطلع ایک ہے تو کیا کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں؟ اور کیا دوسرے اس خطے کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابند ہے؟

(ه) ایک خطہ میں اگر رویت ہو جائے تو دوسرے خطہ تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملتی ہے تو اس خبر پر کیا عمل کرنا صحیح ہوگا؟ کیا ان کے اعتبار کے لئے کچھ شرائط ہیں؟ اور کیا ان کے مابین احکام میں کچھ فرق ہے؟

۲- ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے، اور فضا میں ابر، گرد و غبار یا مختلف طرح کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے، اس لئے قمری مہینے کی ۲۹ تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا ہے تو:

(الف) کیا رویت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے؟ تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پہ چاند کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں؟

(ب) بعض قدیم اور جدید علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، یا یہ کہہ کے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کر دی جائے گی؟

(ج) چاند کی رویت کے لئے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے؟ یعنی اس کے علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود و کثافت زدہ ہے اور چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں؟

(د) اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان

کا اعلان کر دیا ہو، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی ہو، ۳۰ رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی؟ یا یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا، یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا؟

۳- (الف) رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو کتنے افراد کی چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی؟ چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھے ہیں؟ یا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا، اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے؟ اور کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہوگی؟

(ب) چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے؟ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر؟ اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

(ج) چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟ اور اگر چاند دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن اور اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کر دی جائے گی؟ خصوصاً جبکہ رمضان وعید الفطر کے موقع پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف و انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔

۴- (الف) صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس کے حلقہ قضا

کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا یا نہیں؟

(ب) قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

(ج) ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت کا اعلان کیا، تو کیا یہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے یا اس کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

(د) ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے کیا معائنہ کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟ یا کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے، تو کیا اس پر اعتماد کر لینا کافی ہے؟

۵- (الف) بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی رویت ۲۹ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹ تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰ مردن کا مہینہ شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

(ب) اگر ہر مہینہ ۳۰ مردن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چار سال میں ایک مہینے کا فرق ہو جاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے؟ یا دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے؟

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کی ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا جو اعلان کرتے ہیں، دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں؟ اور اس کے لئے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

☆☆☆

رؤیت ہلال یا وجود قمر کا مسئلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی ☆

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

مغربی دنیا یورپ و امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں میں اسلامی ماہ بالخصوص رمضان و عیدین کے تعین کے بارے میں یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے کہ اسلامی ماہ کے آغاز کے لئے رؤیت بصری یعنی آنکھ سے چاند کو دیکھنا ضروری نہیں، بلکہ غروب آفتاب کے بعد چاند کا افق پر موجود ہونا کافی ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی میں رمضان و عیدین کے تعین اور اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں جو بنیادیں ہیں اور آج تک امت مسلمہ کا اس بارے میں جو قول و فعل رہا ہے اس کو واضح کیا جائے، تاکہ مسئلہ سمجھ میں آ سکے۔

شریعت مطہرہ میں اسلامی ماہ کے صحیح تعین کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس کے صحیح تعین پر رمضان و عیدین کے علاوہ دوسرے بہت سے دینی امور کا مدار ہے، اس کے دین فطرت ہونے کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے اسلامی ماہ کے تعین میں اصول فطرت اور دینی مصلحت پر مبنی قمری طریقہ حساب پسند فرمایا ہے، اسلامی تقویم کی خصوصیت یہ ہے کہ سال کبیسہ (یعنی لیپ) کے بغیر ۱۲ قمری مہینوں کا ہوتا ہے، یکم محرم سے سال شروع ہوتا ہے اور رؤیت ہلال کی شام سے مہینہ شروع ہوتا ہے، مذہبی امور کی انجام دہی کا دار و مدار قمری تاریخوں پر ہے۔ معاشرے

میں آغاز کے لئے رویت ہلال کے بغیر کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

اسلامی سال شمسی سال (جو کہ موسموں کے ساتھ چلتا ہے) سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اسلامی مہینے ادا لیتے بدلتے موسموں میں آتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے ہجری تقویم کے تقریباً ۳۳ سال میں سارے اسلامی مہینے تمام موسموں میں دورہ پورہ کر لیتے ہیں، اگر موسموں کے ساتھ مطابقت کے لئے شمسی سال اختیار کیا جاتا، یا قمری حساب ہی میں اور تقویموں کی طرح ”لوند“ بڑھا کر، یعنی کچھ مخصوص سالوں کو عام سالوں سے لمبا کر کے اس رجعت ایام کا ازالہ کر دیا جاتا تو نتیجہ لازماً یہ ہوتا کہ ماہ صیام خواہ موسم گرما میں واقع ہوتا یا موسم سرما میں نصف کرہ ارض کے مسلمانوں کے لئے وبال ہو جاتا، مثلاً دسمبر شمالی دنیا کے لئے موسم سرما کے سبب چھوٹے دنوں اور لمبی راتوں کا مہینہ ہے، اگر رمضان کا مہینہ ہر سال دسمبر میں آتا تو نصف شمالی دنیا کے لئے رحمت اور کرہ ارض کے جنوبی حصے والوں کے لئے زحمت بن جاتا، اور یہ کیفیت دوامی ہوتی اس میں تبدیلی نہ ہوتی، اس لئے اسلامی مساوات و ہمہ گیری کے تقاضے کے مطابق اسلامی سال کے حساب کا مدار لوند وغیرہ انسانوں کے وضع کردہ قواعد سے پاک خالص قمری حساب پر رکھا گیا تاکہ مذہبی اور اسلامی شعائر، یعنی روزہ، حج وغیرہ ادا لیتے بدلتے موسموں میں آتے رہیں۔

(لوند: وہ مہینہ جو ہر تیسرے حساب سے بڑھایا جاتا ہے تاکہ موسم اور قمری مہینوں میں

مطابقت ہو جائے، جیسا کہ یہود اور ہندو کرتے ہیں)۔

اسلامی سال اور ماہ پر مبنی احکامات

مہینوں کی تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

ترجمہ: ”یہ شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے“ (توبہ: ۳۶)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اسلامی سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، اس میں کمی و بیشی

نہیں ہوتی، اس لئے اسلامی سال میں ”لوند“ کے مہینہ کی قطعاً گنجائش نہیں، قرآن کریم میں بعض احکامات کو صراحتاً مہینوں سے مربوط کیا گیا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے ظاہر ہے:

الف- رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا (بقرہ: ۱۸۶)۔

ب- حج کے مہینے متعین و معروف ہیں (بقرہ: ۱۹۷)۔

ج- جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لئے مہلت ہے چار مہینے کی (بقرہ: ۲۲۶)۔

د- اور جو لوگ مرجاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہئے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن (بقرہ: ۲۳۴)۔

ھ- پھر جسکو میسر نہ ہو (غلام) تو روزے رکھے دو مہینوں کے متواتر (نساء: ۹۲)۔

اسلامی ماہ کا شرعی ثبوت

اسلامی ماہ کی ابتداء و انتہاء کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی آیت کریمہ صریحاً موجود نہیں، البتہ ماہ رمضان کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ:-

ترجمہ: تم میں سے جو چاند کو دیکھے وہ روزہ رکھے (بقرہ: ۱۸۷)۔

مفسر قرآن علامہ ابوبکر بھٹو رازی نے اسی کو اختیار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: مسلمانوں کا اس آیت کے معنی پر اتفاق ہے کہ رمضان کے روزے کے وجوب کے لئے چاند کی بصری رویت کا اعتبار ہے، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ چاند کی بصری رویت ہی ”شہود شہر“ ہے جس کا ذکر آیت کریمہ میں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر اپنی معروف تصنیف التمهید (۳۹/۱) پر تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”شہود شہر“ یعنی چاند کی رویت کا علم اور یہ اس لئے کہ یقین کے بغیر شک

دور نہیں ہوتا، نبی ﷺ نے لوگوں کو حکم فرمایا ہے نہ چھوڑو شعبان کے یقینی ماہ کو سوائے رمضان کے یقین کے، اور رمضان کا یقین روایت سے ہو سکتا ہے یا تم میں دن پورے کرنے سے، یقیناً اس کے علاوہ اور طریقہ نہیں جو شک و شبہ سے بالاتر ہو۔

”شہد“ کا دوسرا معنی علم کے ہیں، ترجمہ یوں ہوگا: جسے ماہ رمضان کا علم ہو وہ روزہ رکھے۔ علم سے مراد روایت کا علم یا کسی اور ذریعہ سے بغیر روایت بصری کے ماہ کے شروع ہونے کا علم ہے۔

”شہد“ کے تیسرے معنی ہیں: پانا۔ حاضر ہونا، موجود ہونا، اور ”شہر“ کا معنی مہینہ۔ ترجمہ یوں ہوگا: پس تم میں سے جو اس ماہ میں حاضر ہو وہ پورے ماہ کے روزے رکھے۔

”شہد“ کے آخری معنی میں اکثر مفسرین کے اپنے قول ہیں۔ بوجہ اختصار متقدمین میں سے دو کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

علامہ بخاری کشاف (۳۳۶/۱) میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”جو شخص رمضان کے مہینہ میں مقیم ہو مسافر نہ ہو اسکو چاہئے کہ روزے رکھے افطار نہ کرے۔“

اور لفظ ”شہر“ ظرف کی بنا پر منصوب ہے، ایسے ہی ”فلیصمہ“ میں ضمیر ہاء ”شہدت الجمعة“ کی طرح مفعول بہ نہیں، کیونکہ مسافر اور مقیم دونوں ہی مہینہ میں حاضر ہیں۔

حافظ ابن کثیر اپنی معروف تفسیر (۲۲۲/۱) میں فرماتے ہیں:

”یہ حتمی لزوم ہے، یعنی جو رمضان میں اپنے وطن میں مقیم اور تندرست ہو اس پر لازم ہے کہ روزے رکھے، اس سے پہلے کی آیت میں وطن میں مقیم تندرست کو رمضان میں فدیہ دے کر افطار کی رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔“

دور حاضر کے مفسرین و مترجمین میں سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ وغیرہ نے بھی ”مشہدہ“ کا ترجمہ: پانا، حاضر ہونا، موجود ہونا، سے کیا ہے۔

اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں احادیث

اسلامی ماہ بالخصوص رمضان و عیدین کی ابتداء و انتہاء کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے مندرجہ ذیل روایات منقول ہیں:

۱- چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ، اور اگر چاند مستور ہو یعنی چھپا ہوا ہو تو تیس دن پورے کرو (بخاری مسلم و نسائی)۔

۲- چاند دیکھے بغیر نہ روزہ رکھو نہ افطار کرو، اور چاند مستور ہو تو تقدیر کرو (بخاری شریف)۔

۳- بے شک اللہ تعالیٰ نے چاند کو وقت کی علامت بنایا ہے، جب اسے دیکھو روزہ رکھو اور جب دیکھو تو عید کرو، اور اگر تم سے چاند پوشیدہ رہے تو تقدیر کرو، یعنی تیس دن پورے کرو (رواہ مستدرک للحاکم و سنن الکبریٰ للبیہقی)۔

۴- رمضان کا چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اور جب تک عید کا چاند نہ دیکھو روزے رکھتے رہو، اگر اس کے دیکھنے میں بادل حائل ہوں تو تیس دن مکمل کرو (سنن ابوداؤد)۔

کتب احادیث میں ثبوت رمضان و عیدین کی روایات میں چاند مستور ہونے کی صورت میں دو قسم کے جملے منقول ہیں: ”فاقدروا لہ“ اور ”فاکملوا العدة“۔ روایات میں مذکور الفاظ کی روشنی میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور سلف کا یہی قول ہے کہ چاند نظر نہ آنے کی صورت میں مہینے کے تیس دن پورے کئے جائیں، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اور اسلاف نے احادیث کے یہی معنی سمجھے ہیں اور اسی کے مطابق آج تک امت کا عمل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے اور ائمہ اربعہ کا مفتی بہ مسلک یہی ہے۔

لفظ ”فاقدروا لہ“ کے معنی بھی دوسری روایات کی روشنی میں یہی ہے کہ ”پورا کرو“۔ حاجی کے حاشیے پر الحدوی میں لکھا ہے کہ تقدیر اتمام کے معنی میں بولا جاتا ہے، قرآن کریم میں بھی ”لکل شیء قدر“، تمام کے معنی میں آیا ہے، یہ مجمل ہیں اور اتمام و اکمال والے الفاظ مفسر ہیں۔ امام احمدؒ اور بعض کا خیال ہے کہ ”فاقدروا لہ“ کا معنی ہے کہ مہینے میں تنگی کرو اور ہلال کو بادلوں کے اوپر سمجھو اور احتیاطاً روزہ رکھو، مگر حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہؒ نے ”فاقدروا لہ“ کی تفسیر اکمال عدۃ سے کی ہے۔

جمہور نے ”فاقدروا لہ“ کی تفسیر تقدیر سے کی ہے نہ کہ قضیق سے، اور ابن عمر کا عمل احتیاطی ہے، پس یہ اجتہاد روایت اکمال عدۃ (تیس دن) کے خلاف ہے (المنی ۹۰/۳)۔ حافظ ابن حجرؒ نے ”فتح الباری“ میں اکمال عدۃ کو جمہور کا مسلک بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”حدیث کے الفاظ ”فاقدروا لہ“ کے بارے میں جمہور کی مراد یہ ہے کہ ماہ ابتداء سے گن کر تیس دن پورے کر لو، اس تاویل کی ترجیح دوسری ان روایات سے بھی ہوتی ہے جس میں صراحۃً ”اکمال عدۃ ثلاثین“ فرمایا گیا ہے، اور بہتر یہی ہے کہ حدیث کی تفسیر حدیث سے کی جائے (فتح الباری ۱۳۵/۴)۔

افق پر وجود قمر پر اسلامی ماہ کا ثبوت

تابعین میں سے مطرف بن عبد اللہ شخیر، قاضی ابو طیب، ابن سرتج، ابن قتیبہ، ابن دقیق العید اور تقی الدین سبکی کی رائے یہ ہے کہ اسلامی ماہ کی ۲۹ تاریخ کو ابرو بادیا کسی بھی خارجی

عارض کی وجہ سے چاند کی رویت نہ ہو سکے، اور حساب فلکی قطعی طور پر یہ بتائے کہ خارجی عارض نہ ہوتا تو یقیناً چاند کی رویت ہوتی، اس لئے ماہ کی ابتداء کر دی جائے گویا یہ ابتداء بھی حکماً رویت ہی پر ہے۔

قطع نظر اس سے کہ اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں جمہور اسلاف میں سے کوئی بھی رویت بصری کے بجائے حساب فلکی کا قائل نہیں اور جو قائل ہیں ان کی مراد بھی قرآن شمس و قمر کے بعد ہلال کا افق پر موجود ہونا نہیں بلکہ قرآن شمس و قمر کے بعد ہلال کا آفتاب کی شعاعوں سے اتنا دور ہونا ہے کہ اگر بادل وغیرہ نہ ہوتا تو اس کی رویت ممکن، بلکہ یقینی ہوتی، گویا وہ حساب فلکی کے امکان رویت کے قائل ہیں۔

افق پر وجود قمر کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے علامہ تقی الدین سبکی تحریر فرماتے ہیں:

”میرے خیال میں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ چاند کا آفتاب سے اس طور پر جدا ہونا کہ آفتاب سے قرب کی وجہ سے اس کی رویت غیر ممکن ہو، چاہے یہ حالت غروب آفتاب کے وقت یا اس سے پہلے یا بعد ہو اس پر شریعت کے کسی حکم کا مدار نہیں (العلم المنشور ۶)۔

علامہ تقی الدین ابن دقیق العید شرح عمدۃ الحکام میں تحریر فرماتے ہیں:

”میں یہ کہتا ہوں کہ ثبوت روزہ کے بارے میں اس حساب فلکی کا شرعاً جواز نہیں جو قرآن شمس و قمر کے فوراً بعد ہو، جیسا کہ فلکیین حسابی مہینہ کو رویت کے مہینہ سے ایک یا دو دن مقدم کرتے ہیں، کیونکہ یہ دین میں ایک ایسے نئے سبب کا اختراع ہے جسے اللہ تعالیٰ سے مشروع نہیں کیا“ (شرح عمدۃ الاحکام ۲۰۶)۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

”راجح یہ ہے کہ ہلال غروب آفتاب کے بعد افق پر اتنی دیر باقی رہے کہ ماہرین کی رائے کے مطابق اس کی رویت ممکن ہو سکے۔

دور حاضر کے دوسرے محقق ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی بھی یہی رائے ہے (الفقہ الاسلامی

والدہ)۔

نماز کے لئے وجود وقت سبب ہے

وجود قمر پر اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اسلام کے رکن نماز کے اوقات میں اصل مدار آفتاب کی گردش کی ظاہری علامات طلوع، غروب، زوال، مثل، مثلیں، صبح صادق وغروب شفق ہیں، مگر آج علماء، فقہاء اور عامۃ المسلمین میں سے کوئی بھی اوقات نماز کے لئے آسمان کی طرف نگاہ کر کے ان علامات کو نہیں دیکھتا، بلکہ حساب فلکی کے مطابق بنا ہوا اوقات نماز کا نقشہ اور تقویم دیکھ کر بلا تکلف نماز ادا کرتا ہے اور افطاری بھی اسی کے مطابق کرتے ہیں، اس پر قیاس کرتے ہوئے اسلامی ماہ کے ثبوت میں آبرز ریٹری کے حساب کو کیوں نہیں مانا جاتا اور اس کے مطابق اسلامی ماہ اور رمضان و عیدین متعین کیوں نہیں کئے جاتے، اس سلسلے میں علامہ قرانی تحریر فرماتے ہیں کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز کے لئے وجود وقت کو سبب قرار دیا ہے، اور وجود وقت کا علم جس طریقہ سے بھی ہو جائے نماز کا حکم لازم ہو جائے گا، اور اوقات نماز میں وسعت ہے (فرق: ۱۰۲)۔

دوسری بات یہ ہے کہ آفتاب کی گردش سال، ماہ اور تاریخ کے اعتبار سے متعین اور غیر متبدل ہے، مثلاً ۲۰ جنوری ۱۹۹۴ء کو برطانیہ اور کرہ ارض کے جس افق پر جتنے بجے طلوع، غروب، زوال، صبح صادق، سحری اور افطاری وغیرہ کا جو وقت تھا گذشتہ سالوں میں اس تاریخ پر یہی وقت تھا، اور آئندہ سالوں میں مذکورہ تاریخ پر یہی وقت ہوگا، اس میں کسی قسم کا فرق نہ ہوگا، یہ تجربہ سے ثابت شدہ بات ہے، اس لئے اوقات نماز میں ایک مرتبہ تجربہ کر کے جو بھی حساب متعین کیا جائے گا وہ ہمیشہ کے لئے معمول بہ ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور میں

جدید علم فلک ترقی کی انتہاء پر ہے جس نے آفتاب و ماہتاب کی رفتار کو منٹ و سکند کے حساب سے منضبط کیا ہے جس کی ادنیٰ مثال انسان کا چاند پر قدم جمانا اور چاند و سورج گہن کے بارے میں قبل از وقت پیش گوئی ہے جو مقام و وقت کے مطابق برسوں کے تجربات میں قطعاً صحیح ثابت ہوئی ہے۔

ان سب کے باوجود یہ بات قابل غور ہے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسلامی ماہ اور رمضان و عیدین کے تعیین کے ثبوت کے لئے چاند کی بصری رویت کو بنیاد قرار دیا ہے نہ کہ وجود قمر کو، کیونکہ چاند توافق پر ۲۴ گھنٹے موجود ہے اس کے معدوم ہونے کا سوال ہی نہیں، اور رویت خاص عملی اور حسی امر ہے حسابی یا نظریاتی نہیں، کیونکہ حساب و آلات امکان رویت کو بتا سکتے ہیں، فلکی حساب کے مقام متعین پر حتمی اور یقینی رویت بتانے کے باوجود غروب آفتاب کے وقت افق پر موجود ہلال وغیرہ کی وجہ سے ہلال کی رویت نہ ہو سکے۔ ہلال کی رویت نہ ہو سکے اس سے حساب و قیاس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر چاند کی رویت نہ ہونے کی وجہ سے شرعاً اسلامی ماہ اور رمضان و عیدین کے تعیین کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

تہہ خانے میں محبوس شخص پر قیاس

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تہہ خانے میں بند ہو اس کو شعبان کے تیس دن پورے ہونے پر یا اپنے اجتہاد سے یہ معلوم ہو جائے کہ آج رمضان ہے تو اس پر روزہ فرض ہے اگرچہ اس نے نہ تو خود چاند دیکھا ہے اور نہ ہی کسی دیکھنے والے نے اس کو اطلاع دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ثبوت صوم کے لئے رویت شرط نہیں ماہ کا علم ہونا کافی ہے، ان دو وجوہات کی بنا پر یہ قیاس صحیح نہیں ہے:

۱- یہ قیاس فاسد و باطل ہے، کیونکہ مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) منصوص نہیں،

اور صحت قیاس کی شرائط میں سے ہے کہ مقیس علیہ منصوص ہو۔

۲- تہ خانے میں مجبوس شخص کے لئے معذور ہونے کی وجہ سے اجتہاد جائز ہے، تہ خانے سے نکلنے کے بعد جب غلطی کا علم ہوگا تو قضا واجب ہوگی، اس پر صحیح و تندرست کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، یہ قیاس ایسا ہی ہے کہ معذور و مریض کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے کسی تندرست کو بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت دے دی جائے۔

شرعی و فلکی ماہ کی ابتداء و انتہاء

۱- فلکی ماہ کی ابتداء اجتماع شمس و قمر کے فوراً بعد افق پر موجود غیر مرنی ہلال سے ہوگی جبکہ شرعی ماہ کی ابتداء اجتماع شمس و قمر کے بعد ہلال کی بصری رویت سے ہوگی، نہ ہونے کی صورت میں تیس دن پورے کرنے سے ہوگی۔

۲- اجتماع شمس و قمر ۲۴ گھنٹے میں کسی بھی وقت ہوتا ہے، جبکہ شرعی ماہ کی ابتداء ہمیشہ غروب آفتاب سے ہوگی۔

۳- فلکی ماہ کی مقدار ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ہے، جب کہ شرعی ماہ کی مقدار پورے ۲۹ یا ۳۰ دن ہوگی۔

۴- فلکی ماہ شرعی ماہ سے ہمیشہ ایک یا دو دن پہلے شروع ہوگا، اسی طرح ختم بھی پہلے ہوگا۔ اس کے برعکس شرعی ماہ ہمیشہ فلکی ماہ سے ایک یا دو دن مؤخر شروع ہوگا اور مؤخر ختم ہوگا۔

افق پر وجود قمر کے فارمولہ کی قباحتیں

پہلی قباحت: اس فارمولہ کی بنیاد فلکی ماہ ہے جو محاق (یعنی نئے چاند) سے شروع ہو کر محاق پر ختم ہوتا ہے۔ اور محاق ۲۴ گھنٹے میں کسی بھی وقت ہوتا ہے، اس لئے فلکی ماہ کی مقدار ہمیشہ

مکمل ۲۹-۳۰ دن کے بجائے ۲۹ دن اور دن کا کچھ حصہ ہوگی، اس قباحت کو دور کرنے کے لئے محاق پر تعین کے بجائے اسکو کھینچ کر غروب آفتاب تک لے جایا گیا، اور مزید یہ شرط بھی لگانی پڑی کہ غروب آفتاب کے وقت چاند افق پر موجود ہو، چاہے ایک منٹ کے لئے، پتہ نہیں یہ شرط کس شرعی دلیل کے تحت وضع کی گئی ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلامی ماہ مکمل ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوگا، اور چودہ صدی سے اس پر امت کا اجماع ہے۔

دوسری قباحت: ہمارے سامنے افق پر وجود قمر کی بنیاد جنوری ۱۹۹۴ء بمطابق شعبان ۱۴۱۴ھ کی مرتب کردہ سالانہ تقویم ہے جس میں یکم ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کی حسابی کیفیت حسب ذیل ہے: محاق ۱۰ مئی ۱۹۹۴ء وقت ۷-۱۷ غروب آفتاب ۳۹-۱۹ غروب ماہتاب ۴۰-۱۹، افق پر غروب آفتاب کے بعد چاند ایک منٹ رہے گا، اصول کے مطابق یکم ذی الحجہ ۱۱ مئی کو ہونی چاہئے، مگر ایسا کرنے سے ذیقعدہ ۲۸ دن کا ہو جاتا اور ذی الحجہ ۳۱ دن کا ہو جاتا تھا، جبکہ قمری ماہ صرف ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہی ہو سکتا ہے، اس لئے اپنے بنائے ہوئے اصول کے خلاف ذی الحجہ کی ابتداء ۱۲ مئی سے کرنی پڑی۔ یہ قباحت آئندہ بھی ہر سال ہوتی رہے گی جو اس فارمولا کے غیر شرعی ہونے کے علاوہ ناقص اور غیر معمول بہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

اتحاد و اتفاق

دین اسلام کی بنیادیں قیامت تک کے لئے اٹل ہیں، اس میں تبدیلی کا حق اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ نماز، روزہ، حج کو دوسرے اعمال سے بدل کر اس کا قائم مقام کرے، اسی طرح قبلہ و کعبہ کو بدل کر دوسرا قبلہ متعین کرے، نہ ہی رمضان دوسرے مہینہ سے بدل کر اسے روزے کا مہینہ بنالے، نہ ہی حج، اس کے وقت اور اس کے مقام کو دوسرے وقت یا مقام سے بدل دے۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے یہ حرکت کی تو قرآن کریم

نے اسے کسی سے تعبیر کرتے ہوئے زیادتی اور کفر بتایا۔

اسی طرح شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے: ”صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ“ فرما کر اسلامی ماہ کی ابتداء و انتہاء اور رمضان و عیدین کے تعین کا مدار چاند کی بصری رؤیت کو بنایا ہے۔ قرآن شمس و قمر کے بعد افق پر چاند کا غیر مرئی وجود نہ تو اسلامی ماہ کے ثبوت کا سبب ہے، نہ ہی شریعت کے کسی حکم کا اس پر مدار ہے، نہ ہی شریعت میں اس کی کوئی حقیقت ہے۔

دین میں نہ تو ہر اتفاق محمود ہے نہ ہی ہر اختلاف مذموم، دین میں وہ اتفاق و اتحاد محمود و مطلوب ہے جو دین کو مفید ہو اور ہر وہ نا اتفاقی و اختلاف مذموم ہے جو دین کو مضر ہو، اگر اتفاق دین کو مضر ہو اور اختلاف دین کو مفید ہو اس وقت وہ اختلاف مطلوب دین ہوگا، یعنی ہر حال اور ہر صورت میں اتحاد و اتفاق نہ دین ہے نہ دین میں محمود و مطلوب، بلکہ ایسا اتحاد و اتفاق جو حق و باطل کی تمیز ختم کر دے، جائز و ناجائز کا فرق مٹا دے، حلال و حرام کے فرق کو اٹھا دے، شعبان میں رمضان اور رمضان میں شوال کرائے ایسے اتحاد کی دین و شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں، افق پر وجود قمر کی بنیاد یا باہر سے کسی غیر محقق دعوائے رؤیت کے فیصلہ پر رمضان و عیدین کا تعین شعبان میں رمضان اور رمضان میں عید الفطر منانا ہے اور دو یا تین روزے ضائع کرنا ہے، افق پر وجود قمر پر اسلامی ماہ کا نظریہ بعض اسلامی ممالک کے غیر محقق و غلط دعوائے رؤیت فیصلوں ہی سے پیدا ہوا ہے۔

اگر تحقیق شدہ رؤیت بصری پر اسلامی ماہ اور رمضان اور عیدین کا تعین کیا جائے تو کرہ ارض کے بہت بڑے خطہ پر صحیح وقت پر یکساں ایام میں رمضان و عیدین ہو سکتے ہیں، جس کا گذشتہ سالوں میں رمضان و عیدین کے موقع پر بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

ایک مقام کی رویت کا اعتبار دوسرے مقامات کے لئے

مولانا شمس پیرزادہ ☆

اس کی مثال فقہاء کا یہ قول ہے کہ: ”لکل بلد رویتہ“ ہر بلد کے لئے وہاں کے لوگوں کی رویت ہے، یہ قول قرآن و سنت کی کسی نص پر مبنی نہیں ہے، بلکہ رویت کے شرعی حکم کے انطباق Applicaton کی صورت تھی جو فقہاء نے نکالی تھی اور یہ اس لحاظ سے صحیح تھی کہ ایک مقام کی رویت کی اطلاع دور دراز کے مقامات تک بروقت نہیں پہنچ سکتی تھی، ایسی صورت میں دور کے مقامات کی رویت کو لازم قرار دینے کے معنی لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے تھے، لیکن موجودہ زمانہ میں تو کوئی فاصلہ نہیں رہا، خبر رسانی کے ایسے ذرائع ہو گئے ہیں کہ منوں میں ایک ملک کی خبر دوسرے ملک میں پہنچ جاتی ہے، اس لئے ہر مقام کے لئے وہاں کے لوگوں کی رویت والا فارمولا آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے، ویسے بھی ایک مقام کی رویت اسی مقام کے لئے معتبر ہونے کے اصول پر علماء و فقہاء کا اتفاق نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں علماء کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں ایک قول یہ ہے کہ جب ایک شہر میں رویت ہو جائے تو تمام شہروں کے لئے اس کا حکم لازم ہو جاتا ہے، مالکیہ کے نزدیک مشہور قول یہی ہے (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/ ۹۸)۔

اور جو لوگ رویت ہلال کے لئے قصر کے بقدر مسافت یا علاقہ کی تحدید کرتے ہیں ان

کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”یہ دونوں قول ضعیف ہیں، کیونکہ مسافت قصر کا ہلال سے کوئی تعلق نہیں ہے، رہے ممالک تو ان کی کیا حد؟ پھر یہ دونوں باتیں دو وجوہ سے غلط ہیں، ایک یہ کہ رویت مشرق و مغرب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اگر مشرق میں رویت ہوئی تو مغرب میں لازماً ہونی چاہئے، لیکن اس کے برعکس صورت نہیں ہو سکتی، کیونکہ مشرق کی بہ نسبت مغرب میں غروب آفتاب تاخیر سے ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ حج کے ہلال کے بارے میں مسلمان باہر سے آنے والے حجاج کی رویت کو قبول کرتے رہے ہیں، اگرچہ قصر کی مسافت سے زیادہ دوری پر ہلال دکھائی دیا ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مسافت قصر کا یا ممالک کا اعتبار کریں تو جو شخص مسافت یا ملک کی سرحد پر ہوگا اس کے لئے تو روزہ رکھنا روزہ چھوڑ دینا (عید منانا) اور قربانی کرنا لازم ہوگا اور دوسرا شخص جس کے اور پہلے شخص کے درمیان بس تیر کے نشانہ کے بقدر فاصلہ ہوگا وہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہ کر سکے گا اور یہ ایک ایسی بات ہے جو مسلمانوں کے دین سے نہیں ہے (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۵/۱۰۳-۱۰۵)۔

اور شوکانی لکھتے ہیں:

”جس بات پر اعتبار کیا جانا چاہئے وہ وہی ہے جو مالکیہ نے اختیار کی ہے اور قرطبی نے اپنے شیوخ سے نقل کی ہے کہ جب ایک بلد کے لوگ ہلال دیکھ لیں تو تمام اہل بلاد پر اس کا حکم لازم ہو جاتا ہے (تحتہ الاحوذی شرح جامع الترمذی ۳/۳۸۹)۔

اختلافات کو ختم کرنے کی صورت

قرآن میں اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب کوئی مسئلہ نزاعی صورت اختیار کر جائے تو وہ اس کو ختم کرنے کے لئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں:

”فان تنازعتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول“ (سورہ نساء: ۵۹)۔

(اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ)۔

اس لئے اس نزاعی مسئلہ کا حل یہ ہے کہ فقہی اقوال پر اصرار کرنے کے بجائے کتاب و سنت کے احکام کو اجتہادی بصیرت کے ساتھ حالات حاضرہ پر منطبق کر نیکی کوشش کی جائے یہ کوشش اجتماعی شکل میں ہونا چاہئے اس سلسلہ میں مختلف مسلکوں کے فقہاء کی آراء سے استفادہ تو ضرور کیا جائے، لیکن کسی کی فقہی رائے کو پتھر کی لکیر نہ سمجھا جائے اور نہ کسی مسلک کا اپنے کو پابند بنالیا جائے، کیونکہ حق کسی مسلک کے اندر محصور نہیں ہے۔

پوری دنیا میں ایک ہی دن عید منانے کی تجویز

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہمارا جدید جو قرآن و سنت کا براہ راست علم نہیں رکھتا اور شرعی احکام سے کم ہی آشنا ہے رویت ہلال کے مسئلہ میں تجد و پسندی اختیار کرنا چاہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ پوری دنیا میں ایک ہی دن عید منائی جانی چاہئے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ دنیا کے ایک حصہ میں جب نماز عید ادا کی جا رہی ہوگی تو دوسرے حصہ میں سورج غروب ہو رہا ہوگا، لہذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ مشرقی ممالک اور مغربی ممالک میں عید ایک ہی دن منائی جائے۔

کیا جنتری کے نیومون کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

ایک رجحان یہ بھی پایا جاتا ہے کہ علم الافلاک Astronomy کے ترین Accurate حساب کے پیش نظر رویت کے بجائے چاند کے نئے چکر کے آغاز کا اعتبار کیا جائے جسے اصطلاحاً نیومون New Moon کہتے ہیں، یہ بھی قلت فکر کا نتیجہ ہے کیونکہ اس صورت میں مزید مسائل پیدا ہوں گے، فلکیاتی نیومون کے اوقات مختلف ہوتے ہیں کسی مہینہ میں تو وہ صبح وجود میں آجاتا ہے

اور کسی مہینہ میں آدھی شب کو کبھی دوپہر میں تو کبھی فجر سے پہلے۔ فرض کیجئے کہ نیومون کا وقوع آسمان پر شب کے دو بجے ہوا تو تاریخ کا آغاز کس وقت سے ہوگا؟ دو بجے سے پہلے ۲۹ تاریخ قرار دینا ہوگی اور دو بجے کے بعد آئندہ ماہ کی یکم، گویا عید کی نماز بھی دس بجے کے بعد ادا کرنا ہوگی، کیونکہ دس بجے سے پہلے تو یکم شوال ہوئی ہی نہیں تھی، اس کے برخلاف اسلام میں نئی تاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے بعد ہوتا ہے۔ ہلال بالعموم مغرب کے بعد یا مغرب سے کچھ پہلے دکھائی دیتا ہے، اس لئے تاریخ کے آغاز میں کوئی اشکال پیش نہیں آتا مگر جنتری کے نیومون کو معیار قرار دینے کی صورت میں یہ نظام بالکل بدل جائے گا۔ اس لئے اس کے جواز کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر نیومون کو معیار قرار دیکر دنیا بھر میں عید ایک ہی دن منانے کی تجویز بھی قابل عمل نہیں ہے، کیونکہ دنیا کے ایک حصہ میں اگر دن ہوگا تو دوسرے حصہ میں رات اور اصولی بات یہ کہ شریعت نے عبادات کے اوقات کی تعیین کا ذریعہ آسمان پر ظاہر ہونے والے آثار کو بنایا ہے جس کا انسان بہ آسانی مشاہدہ کر لیتا ہے، رویت ہلال بھی ان ہی آثار میں سے ہے، جبکہ نیومون نہ آثار میں سے ہے اور نہ مشاہدہ میں آنے والی چیز کہا جاسکتا ہے کہ پھر نماز کے اوقات کی تعیین کے لئے جنتری کیوں استعمال کی جاتی ہے تو یہ اسلئے کہ آثار میں اور ان حسابات میں کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ جب تک ہلال دکھائی نہ دے آسمان پر ظاہر ہونے والے وہ کون سے آثار ہیں جو شرعاً معیار قرار پائیں گے اور جس سے جنتری کے اوقات کی مطابقت تلاش کی جائے گی؟ رابطہ کی مجلس ”المجمع الفقہی الاسلامی“ نے بھی اپنی قرارداد میں اثبات ہلال کے لئے رویت ہی کو معتبر قرار دیا ہے اور فلکی حساب کو غیر معتبر (ملاحظہ ہو قرارداد مجلس المجمع الفقہی الاسلامی ۶۶)۔

رویت کا اعتبار

افراط و تفریط کی ان صورتوں کے درمیان اعتدال کی راہ یہ ہے کہ مہینہ کے آغاز کے لئے جنتری کے نئے چاند New Moon کا نہیں بلکہ ہلال کا جو آسمان پر ظاہر ہوتا ہے اور دکھائی

دیتا ہے، اعتبار کیا جائے، قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ“ (البقرہ: ۹۲)۔

(لوگ تم سے ہلال کے بارے میں پوچھتے ہیں کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعیین

کا ذریعہ ہے)۔

ہلال عربی میں چاند کی اس ابتدائی شکل کو کہتے ہیں جو آسمان پر دکھائی دیتی ہے، فلکی چاند دکھائی نہیں دیتا اس کو ہلال نہیں کہتے اس کا اصطلاحی نام نیومون New Moon ہے، لہذا قرآن نے تاریخ کی تعیین کا ذریعہ جس چیز کو قرار دیا ہے وہ دکھائی دینے والا ہلال ہے، نہ فلکی یا حسابی چاند۔

اور حدیث میں روایت ہلال یعنی چاند کے دکھائی دینے ہی کو معتبر قرار دیا گیا ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فإن غمی علیکم فأكملوا عدة شعبان ثلاثین“ (بخاری کتاب الصوم)۔

(ہلال دیکھ کر روزہ رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ موقوف کرو، اگر ہلال تم سے پوشیدہ رہ جائے تو شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کرلو)۔

دوسری روایت میں ہے:

”عن النبی ﷺ أنه ذکر رمضان، فقال: لا تصوموا حتی تروا الهلال

ولا تفطروا حتی تروه، فإن أغمی علیکم فأقدروا له“ (مسلم کتاب الصیام)۔

(نبی ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا اور فرمایا: روزہ نہ رکھو جب تک کہ ہلال نہ دیکھ لو اور نہ روزہ موقوف کرو جب تک کہ اس کو دیکھ نہ لو اگر ابر حائل ہو جائے تو حساب لگا لو (یعنی تیس دن شمار کرلو)۔

یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں اس باب میں صریح ہیں کہ شریعت میں مہینہ کے لئے اعتبار رویت ہلال کا ہے اگر انتیس تاریخ کو ہلال نظر نہ آئے تو مہینہ تیس دن کا شمار کر لیا جائے۔ حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ چاند کے افق پر موجود ہونے کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، بلکہ اعتبار اس کی رویت، یعنی دکھائی دینے کا ہے اور ابن رشد لکھتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے۔

”علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عربی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی، نیز اس بات پر کہ ماہ رمضان کی تحدید کے لئے اعتبار رویت کا ہے“ (بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۷۴)۔

مطلع کے مسئلہ میں حقیقت پسندی

رویت کے اس حکم کی جو حدیث میں دیا گیا ہے مخاطب ملت اسلامیہ ہے اور اس میں مقام کی کوئی قید بیان نہیں ہوئی ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک مقام کی رویت کو اسی مقام کے لئے محدود مانا جائے، بلکہ یہ حکم دوسرے مقامات کے لئے بھی ہوگا، الا یہ کہ وہ مقام اتنی دوری پر ہو کہ ان دو مقامات کے درمیان تاریخ کا فرق ہمیشہ واقع ہوتا ہو، کیونکہ اس صورت میں دونوں کے درمیان چاند کا زاویہ مختلف ہوگا یا یہ کہ ایک مقام کی رویت کی اطلاع دوسرے مقام تک پہنچ نہ سکے۔ ان استثنائی صورتوں کی معقولیت بالکل واضح ہے۔

اگرچہ علماء اور فقہاء کی آراء اختلاف مطالع کے سلسلہ میں مختلف رہی ہیں جس کی تفصیل ”العذب الزلال فی مباحث رؤیة الهلال“ میں دیکھی جاسکتی ہے (عربی میں یہ رویت ہلال کے مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب ہے اور جسے ”قطر“ کے ”الشون الدینیہ“ نے شائع کیا ہے، لیکن اس مسئلہ میں توسع اختیار کرنے کے لئے کافی گنجائش موجود ہے، چنانچہ ”فقہ السنہ“ کے مؤلف لکھتے ہیں:

”جمہور کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا جب ایک شہر کے لوگوں نے ہلال دیکھ لیا تو تمام شہروں پر روزہ واجب ہو گیا، اس ارشاد رسول کی بنا پر ہلال دیکھ کر روزہ رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ موقوف کرو۔“

آپ کا یہ خطاب پوری امت کے لئے عام ہے جس شخص نے بھی جس جگہ چاند دیکھ لیا سب کے لئے رویت ہو گئی (فقدان تالیف السید سابق (۲۳۶)، اور مجلس تحقیقات شرعیہ (ندوة العلماء لکھنؤ) نے اپنے اجلاس میں بلاد قریبہ کے لئے رویت کو معتبر قرار دیا گیا ہے:

”محققین فقہاء احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے، البتہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے، بلاد بعیدہ سے مراد یہ کہ ان میں باہم اس قدر دوری ہے کہ عادتاً ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔“

جو لوگ توسع کے قائل نہیں ہیں وہ کرب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جو ”صحیح مسلم“ میں مذکور ہے اور جس میں بیان ہوا کہ شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا اور امیر معاویہ اور اہل شام نے سیچر کے دن روزہ رکھا، لیکن مدینہ میں اس روز چاند نہیں دیکھا گیا تھا، اس لئے وہاں اتوار سے رمضان شروع ہوا، کرب رمضان ہی میں مدینہ پہنچے اور انہوں نے شام میں ایتیس کا چاند ہونے کی اطلاع حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دی، لیکن انہوں نے اس اطلاع پر کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ اپنا عمل جاری رکھا، یہ بات اس وقت کے حالات کے لحاظ سے صحیح تھی، کیونکہ شام کے چاند کی اطلاع مدینہ بروقت نہیں پہنچ سکتی تھی، یہ فاصلہ طے کرنے میں کئی دن لگ جاتے ایسی

صورت میں رمضان کا آغاز یا عید اپنے اپنے مقام کا یا قرب و جوار کے چاند کا اعتبار کر کے ہی منائی جاسکتی تھی، لیکن اس طریقہ کو موجودہ دور میں بھی اختیار کرنے پر اصرار کرنا، جبکہ یہ کوئی نصی حکم نہیں ہے، حالات سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔

سائنس اور ٹکنولوجی کی ترقی حالات میں بہت بڑے انقلاب کا باعث ہوئی ہے، بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر توسع ناگزیر ہے اور اس کے لئے اجتہاد ضروری ہے۔

ہندوستان کا مطلع ایک ہی ہے

ہندوستان میں عام طور سے تاریخیں یکساں رہتی ہیں، البتہ رمضان اور شوال کے چاند کے سلسلہ میں ملک کے ایک حصہ اور دوسرے حصہ کے درمیان اختلاف ہوتا رہتا ہے، لیکن چونکہ عام طور سے یکسانیت پائی جاتی ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ پورے ملک کے لئے ایک مطلع کا حکم نہ لگایا جائے اور ”مجلس تحقیقات شرعیہ“ (لکھنؤ) نے واضح طور سے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایک ملک کے جس گوشہ میں بھی چاند دیکھا جائے وہ پورے ملک کے لئے معتبر ہوگا۔

”ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہی ہے علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔“

یہ رائے حدیث ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ موقوف کرو“ کے عین مطابق ہے، کیونکہ اس حکم میں مقام اور فاصلہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

ہم اس بات سے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے کہ سعودی عربیہ کے کسی ایک گوشہ میں اگر

رویت ثابت ہوتی ہے تو اس کو پورے ملک کے لئے معتبر مانا جاتا ہے اور حج کے دن کا تعین اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر چاند نجد (ریاض) میں یا ”ظہران“ میں دکھائی دیتا ہے تو مکہ کے لئے وہ معتبر ہوتا ہے، جبکہ ان کے درمیان فاصلہ ۱۰۰ تا ۱۵۰ کیلومیٹر ہے اور پھر سعودی عربیہ ہی کے چاند خلیجی ممالک اعتبار کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ان کے ہاں رمضان کا آغاز و اختتام ہوتا ہے اس سے کم از کم یہ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے کہ ہندوستان میں رویت ہلال کے مسئلہ پر جو شدت پائی جاتی ہے وہ ان مسلم ممالک میں نہیں پائی جاتی، بہر کیف ہندوستان کے کسی ایک مقام پر رویت ثابت ہو جاتی ہو تو اس رویت کو پورے ملک کے لئے تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے، عید ہی کے لئے نہیں رمضان کے آغاز اور تمام مہینوں کے آغاز کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے۔

رویت کا مسئلہ خبر سے تعلق رکھتا ہے یا شہادت سے؟

عام طور سے رویت ہلال کے مسئلہ کو شہادت سمجھا جاتا ہے نہ کہ خبر، اسی بنا پر ایک شہر کی رویت کو اگرچہ وہاں عام رویت ہوئی ہو اور اس کی اطلاع باوثوق ذریعہ سے مل رہی ہو دوسرے مقام یا علاقہ کے لئے قبول نہیں کیا جاتا حالانکہ اس مسئلہ کو شہادت کا مسئلہ قرار دینے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جن احادیث و روایات میں رویت کے سلسلہ میں شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ شہادت کے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا ہے نہ کہ عدالتی نوعیت کی شہادت کے معنی میں، اصطلاحی شہادت ان امور میں ہوتی ہے جو نزاعی نوعیت کے ہوں یا حقوق کے سلسلہ میں کوئی شخص کسی کے خلاف دعویٰ کر سکتا ہو اور جن کا فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہو۔

نبی ﷺ سے حدیث بیان کرنا نہایت نازک ذمہ داری کا کام ہے، لیکن محدثین نے اس کو شہادت کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ خبر قرار دے کر راوی کے ثقہ اور عادل ہونے کی شرط لگائی، اگر وہ اسے شہادت کا مسئلہ بنا دے تو ہر راوی کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر گواہی دینا پڑتی نیز خبر واحد

(ایک مرد یا ایک عورت کی روایت) کے قابل قبول ہونے نہ ہونے کا مسئلہ بھی پیدا ہو جاتا اور جب حدیث کا مسئلہ شہادت کا مسئلہ نہیں ہے تو پھر چاند کے مسئلہ شہادت کا مسئلہ کیوں قرار دیا جائے؟ غرضیکہ روایت کے مسئلہ کو عدالتی طرز کی شہادت سے جوڑنے اور اس کے تمام قواعد کا اس پر اطلاق کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت کے مسئلہ میں خبر مستفیض (مشہور) کو قبول کیا جاتا ہے، جبکہ خبر مشہور کی بنا پر عدالت مجرم کو سزا نہیں دے سکتی تا وقتیکہ یعنی شاہد عدالت میں حاضر ہو کر گواہی نہ دیں اور یہ بھی واقعہ ہے کہ کتنے ہی دینی معاملات میں خبر کو قبول کیا جاتا ہے اگر وہ کسی معتبر ذریعہ سے ملی ہو یا قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہو، مثلاً قبلہ کی سمت معلوم کرنے کے لئے ایک مسلمان کے بیان کو کافی سمجھا جاتا ہے اور اس کی بتلائی ہوئی سمت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ روایت ہلال کے سلسلہ میں ہر شخص کی بات کا اعتبار کیا جائے خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو، ایسی بات کیسے کہی جاسکتی ہے جب کہ قرآن کا صریح حکم ہے:

”إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا“ (سورہ حجرات) (اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تحقیق کر لو)۔

اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ جو شخص یہ خبر دے رہا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے وہ اس دینی معاملہ میں قابل اعتماد ہے یا نہیں، نیز یہ کہ قرآن اس کے بیان کے خلاف تو نہیں ہیں، موجودہ زمانہ میں، جبکہ جھوٹ عام ہو گیا ہے کسی کے بیان کو قبول کرنے کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے، لیکن اس احتیاط کو اتنا شدید بنا دینا کہ سراسر تکلف معلوم ہو اور جس کی وجہ سے چاند کا مسئلہ الجھ کر رہ جائے صحیح نہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

”اور اس زمانہ میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً ڈاڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہو گئی کہ ان کی وجہ سے مطلقاً شہادت کو رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم

نہ پہنچے گا“ (روایت ہلال مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۷۷)۔

روایت ہلال کے ثبوت کے لئے اصطلاحی شہادت کے ضروری نہ ہونے کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ روایت ہلال کی اطلاع اصطلاحی شہادت نہیں ہے اور اس کے وہ شرائط نہیں ہیں جو قاضی کی عدالت میں شہادت کے ہیں، بلکہ وہ خبر ہے اور اس کے لئے شرعی قاضی یا عالم دین و مفتی کا غلبہ ظن کافی ہے، فقہاء کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے۔“

اس سلسلہ میں موصوف نے مولانا تھانوی کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

”جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں (ٹیلیفون کا واسطہ) غیر معتبر ہے اور جن میں حجاب مانع قبول نہیں ہے ان میں اگر قرآنِ قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے (کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے) تو معتبر ہے“ (امداد الفتاویٰ ۷۸/۲)۔

اس فتوے کو نقل کر کے مولانا نعمانی فرماتے ہیں:

”حضرت حکیم الامتؒ کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ روایت ہلال کے ثبوت کی خبر وہ شہادت نہیں ہے جس کے لئے شاہد کا سامنے موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، بلکہ یہ ایک خالص دینی معاملہ کی خبر اور اطلاع ہے اس کے معتبر اور قابل قبول ہونے کے لئے خبر دینے والے کا سامنے ہونا ضروری نہیں، لہذا سوال میں جس خبر کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے وہ معتبر ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا“ (ماہنامہ الفرقان شمارہ اپریل ۱۹۸۷ء)۔

ٹیلیفون سے ملنے والی اطلاع

جس مقام پر روایت ثابت ہو جائے اس کی اطلاع مقامی روایت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران دوسرے مقامات کی کمیٹیوں کو بذریعہ ٹیلیفون دے سکتے ہیں۔ ٹیلیفون کی اطلاع کو قبول

کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، جبکہ آواز پہچان لی جائے یا ادھر سے ٹیلیفون کر کے اس کی تصدیق کرائی جائے، کتنے ہی معاملات ٹیلیفون کے ذریعے طے پاتے ہیں اور دینی معاملات میں بھی ٹیلیفون کی اطلاع کو، جبکہ اس کے غلط ہونے کا کوئی قرینہ نہ ہو تسلیم کر لیا جاتا ہے، مثلاً ایک عورت کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ٹیلیفون کے ذریعے ملتی ہے تو وہ عدت گزارنے لگتی ہے اسی طرح ایک باپ بچہ کے ولادت کی اطلاع جو اسے ٹیلیفون کے ذریعے مل گئی ہو قبول کرتا ہے اور بچہ کا نسب اپنے سے جوڑتا ہے، مگر چاند کی فقہ مرتب کرنے والے ایسے متشدد واقع ہوئے ہیں کہ ٹیلیفون کی اطلاع کو وہ قابل قبول نہیں سمجھتے، حالانکہ اس طرف سے ٹیلیفون کر کے اس کی تصدیق بہ آسانی کرائی جاسکتی ہے ان حضرات کا یہ کہنا کہ ٹیلیفون پر شہادت قبول نہیں کی جاسکتی ایک مغالطہ آمیز بات ہے، اول تو جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ روایت ہلال کا مسئلہ شہادت کے دائرہ میں نہیں، بلکہ خبر کے دائرہ میں آتا ہے، دوسرے یہ کہ جس مقام پر کسی روایت ہلال کمیٹی نے شہادتوں کی بنا پر روایت کا اعلان کر دیا ہو اس کی خبر کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے شہادت کے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اعلان اظہار اور ابلاغ کے ذرائع کو استعمال کیا جاسکتا ہے اگر ایک چاند کمیٹی کے فیصلہ کو مقامی لوگوں تک پہنچانے کے لئے ٹیلیفون اور دیگر ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے تو دوسرے مقامات کے لوگوں کو ٹیلیفون کے ذریعے اس فیصلہ کی اطلاع دینے اور ان کے اس خبر کو قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؛ جب ایک جگہ روایت ثابت ہوئی تو اس کی خبر کے لئے کسی بھی اعتماد ذریعہ کا ہونا کافی ہے۔

ٹیلیفون کی اطلاع کا اعتبار کرنے کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

”اسی طرح ایک شہر کے کوئی عالم دین دوسرے شہر کے عالم دین کو روایت ہلال کے ثبوت کی اطلاع ٹیلیفون سے دیں اور دونوں حضرات ایک دوسرے کی آواز کو پہچانتے ہوں اور اس میں کوئی شک شبہ نہ ہو تو ٹیلیفون کی اس اطلاع کا بھی اعتبار کیا جائے گا اور جن عالم دین کو ٹیلیفون سے اطلاع دی گئی ہے ان کے لئے درست ہوگا کہ وہ روایت ہلال کے ثبوت کا اعلان

کرادیں۔“

لہذا اگر ہندوستان کے چند بڑے شہروں کی رویت ہلال کمیٹیاں ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کا فیصلہ کر لیتی ہیں تو مسئلہ کے حل کی یہ صورت نکل سکتی ہے کہ ایک شہر کی کمیٹی رویت ثابت ہو جانے پر دوسرے بڑے شہروں کی ہلال کمیٹیوں کو اس کی اطلاع ٹیلیفون کے ذریعہ دے اور اس اطلاع کو یہ کمیٹیاں قابل قبول قرار دیں اگر اطمینان کے لئے ضروری ہو تو اس طرف سے ٹیلیفون کر کے تصدیق کرائیں اس طرح رمضان اور شوال کے چاند کے بارے میں اختلافات کی وہ شدت ختم ہو جائے گی جو سامنے آتی رہتی ہے فی الحال تو یہ کمیٹیاں افسوس ہے کہ اس کے سوا اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتیں کہ جس شخص نے چاند دیکھا ہو وہ خود ان کی مجلس میں حاضر ہو کر شہادت دے تو وہ اس شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کریں رہا کسی دوسرے شہر کی ہلال کمیٹی سے ربط پیدا کر کے صورت حال معلوم کرنا یا اپنے مقام کی رویت کی اطلاع اسے دینا تو وہ اس کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتیں۔ اسی وجہ سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور ہلال کمیٹیاں بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلیوژن کے ذریعہ اعلان

ہلال کمیٹیوں کی طرف سے رویت کا اعلان ریڈیو اور ٹیلیوژن پر بھی کیا جانا چاہئے، اس اعلان کو قبول کرنے میں شرعاً کوئی چیز مانع نہیں ہے، الا یہ کہ قرائن اس کے خلاف ہوں ایسی صورت میں اس کی تصدیق ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ کر لینا چاہئے ریڈیو اور ٹیلیوژن کی خبروں پر دینی معاملات میں بھی اعتماد کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر جب کسی عالم دین کے انتقال کی خبر ریڈیو یا ٹیلیوژن نشر کرتا ہے تو اس پر اعتماد کر کے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے پھر چاند ہی ایسا کون سا مسئلہ ہے جس کے لئے سب سے نرالے اور سب سے زیادہ شدید قواعد وضع کئے جائیں؟

”العذب اللال“ کے مؤلف الحاج محمد بن عبد الوہاب اندلسی فرماتے ہیں:

”فقد تبين بهذا ان وسائل التبليغ، كالتليفون والتلغراف والراديو

وغیرہا، يعمل بها فی نقل ثبوت رؤیة الهلال، ولكن بشرط عدم البعد جدا“
(العذب الزلال ۱۷۳)۔

(اس سے واضح ہوا کہ ذرائع ابلاغ، مثلاً ٹیلیفون ٹیلیگراف، ریڈیو وغیرہ کو رؤیت ہلال کے ثبوت کی خبر کو منتقل کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ دوری نہ ہو)۔
ریڈیو کی خبر کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

”رؤیت ہلال کے بارے میں ریڈیو کی خبر ٹیلی فون سے ملنے والی اطلاع نہ ہر صورت میں قابل قبول ہے، اور نہ ہر صورت میں قابل رد اور ناقابل اعتبار ہے، بلکہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ جس ریڈیو اسٹیشن کے متعلق تحقیق سے یہ معلوم ہے کہ وہ رؤیت ہلال سے متعلق خبر دوسری خبروں کی طرح اپنے عام ذرائع معلومات کی بنا پر نشر نہیں کرتا، بلکہ کسی معتبر دینی مرکز یا علماء کی کسی جماعت سے یا کسی قابل اعتماد رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی دی ہوئی اطلاع پر اسی کے حوالہ سے نشر کرتا ہے، جیسا کہ پاکستان کے ریڈیو اسٹیشن اور اسی طرح دہلی کے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن اور پٹنہ ریڈیو اسٹیشن کے بارے میں معلوم ہوا ہے تو اس کی یہ خبر قابل قبول ہوگی اور اس کی حیثیت فیصلہ کے صرف اعلان کی ہوگی، جیسا کہ مختلف زمانوں میں رؤیت ہلال کے ثبوت کے بعد مختلف طریقوں سے اس کا اعلان کیا جاتا رہا ہے اور اب بھی کیا جاتا ہے اور ان اعلانوں کو عمل کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے“ (ماہنامہ الفرقان شمارہ اپریل ۱۹۸۷ء)۔

”مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ“ نے اپنے بیان میں واضح کیا ہے:

”ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیل ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو یا کم از کم ان ذمہ دار کے حوالے سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے، مثلاً کوئی مسلمان ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت

(بتریح نام) نے یہ ثبوت شرعی کے بعد رویت ہلال کا اعلان کر دیا ہے، اس طرح کی صراحت کی ساتھ اعلان پر صوم اور افطار صوم درست ہے۔“

ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر متدین مسلمان نہ ہو، بلکہ غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتریح) کے فیصلہ کا اعلان کرے تو بھی یہ خبر قابل تسلیم ہوگی اور صوم و افطار صوم کا حکم درست ہوگا جس طرح توپ کی آواز اور ڈھنڈورچی کے اعلان پر فقہاء صوم و افطار صوم جائز قرار دیتے ہیں۔“

ہلال کمیٹیوں کے طریقہ کار میں تبدیلی کی ضرورت

جہاں تک بمبئی کی جامع مسجد ہلال کمیٹی کا تعلق ہے وہ اپنے فیصلہ کا اعلان تو ریڈیو سے کراتی ہے تاکہ لوگ اس کی خبر پر یقین کریں، مگر عجیب بات یہ ہے کہ وہ دوسرے شہروں کی ہلال کمیٹیوں کے فیصلوں کی خبریں جس کو آل انڈیا ریڈیو نشر کرتا ہے اپنے لئے سرے سے قابل قبول ہی نہیں سمجھتی، اس کے نزدیک تو جب تک عینی شاہدان کی مجلس میں حاضر ہو کر یہ گواہی نہ دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے، ٹیلیفون کے ذریعے ملنے والی اطلاع یا ریڈیو اور ٹیلیوژن کے ذریعہ نشر ہونے والی خبریں، خواہ وہ کتنے ہی اہتمام کے ساتھ دی گئی ہوں لائق تو نہیں ہیں، یہ طریقہ موجودہ حالات میں، جبکہ ایک جگہ کی خبریں دنیا میں آنا فنا پہنچ رہی ہیں نہ معقول ہیں اور نہ دینی مصالح کے مطابق، موجودہ حالات میں اس حد تک اجتہاد ناگزیر ہے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے، اگر ہلال کمیٹیاں اجتہادی بصیرت سے کام لینے کے لئے تیار نہیں ہیں تو ان کا بے اثر ہونا یقینی ہے۔

علم ہیئت کی رو سے ناقابل انکار حقیقتیں

علم ہیئت کے ذریعہ سورج کے طلوع و غروب کے جو اوقات معلوم کئے جاتے ہیں وہ ایسے قطعی ہوتے ہیں کہ چند سکند کا بھی فرق واقع نہیں ہوتا، اسی لئے نماز اور روزہ کے اوقات

کاتعین جنتری کے ذریعے کیا جاتا ہے، چاند کے معاملہ میں جہاں تک اس کی گردش اس کی گھتی
 بڑھتی شکلوں اور اس کے طلوع و غروب کے اوقات کا تعلق ہے علم ہیئت کے ذریعہ حاصل ہونے
 والی معلومات بالکل صحیح ہوتی ہیں، اس لئے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں دن چاند قرآن میں ہے
 یعنی چاند اور سورج جمع ہو گئے ہیں، یا قرآن کے بعد چاند سورج سے اتنے کم فاصلہ پر ہے کہ اس کا
 دکھائی دینا محال ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو
 اس یقینی علم کے پیش نظر اس کی شہادت کے قبول کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، ایسی شہادت کو
 اس بات پر محمول کرنا ہوگا کہ دیکھنے والے کو چاند کا وہم ہوا ہے، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ علم ہیئت
 کا سارا حساب ہی غلط ہے، جبکہ تجربہ اس کی صحت پر دلیل ہے، مثال کے طور پر چاند گہن کا جو وقت
 جنتری بتاتی ہے ٹھیک اسی وقت گہن لگتا ہے اور اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، پھر یہ کیونکر ممکن
 ہے کہ چاند اور سورج ایک جگہ ہوں اور رویت ہلال کی شہادت مل جائے، علامہ رشید رضا مصری
 نے ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال کا واقعہ ہے کہ میں نے
 سورج کو گہن کی حالت میں غروب ہوتے ہوئے دیکھا، اس کے بعد دو اشخاص نے جن کے
 بارے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ عادل ہوں گے قاضی کے پاس آ کر یہ شہادت دی کہ انہوں نے
 چاند دیکھا ہے ان کی شہادت کو قاضی نے قبول کر لیا اور لوگوں نے روزہ رکھا، حالانکہ اس میں شک
 نہیں کہ وہ اپنی شہادت میں جھوٹے تھے، کیونکہ سورج کے گہن کی حالت میں غروب ہونے کا
 مطلب ہی یہ ہے کہ چاند بھی سورج کے ساتھ غروب ہو گیا، رہے شہادت دینے والے تو میں نے
 اس کی یہی توجیہ کی کہ انہیں یہ خیال ہو گیا کہ انہوں نے چاند دیکھا اور وہم کی بنا پر شہادت
 دی (ملاحظہ ہو: فتاویٰ امام محمد رشید رضا ۱/۴۶)۔

چاند اپنی گردش ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۳۳ سکند میں پوری کر کے سورج سے
 جاملتا ہے، چاند اور سورج کا یہ اجتماع قرآن Conjunction کہلاتا ہے، اس وقت چونکہ چاند کے

اس رخ پر جس کو ہم دیکھتے ہیں سورج کی روشنی نہیں پڑتی اس لئے وہ بالکل تاریک ہوتا ہے اور اس قابل نہیں ہوتا کہ کوئی اسے دیکھ سکے، یہ اجتماع قرآن ایک لحظہ کے لئے ہوتا ہے اور پوری دنیا کے لئے اس کا وقت ایک ہی ہوتا ہے، البتہ ہر ملک کے لئے وہاں کے وقت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر بمبئی میں شام کے سات بجے قرآن ہو رہا ہو تو اس وقت سعودی عرب میں شام کے ساڑھے چار بج رہے ہوں گے، مصر میں دوپہر کے ساڑھے تین، لندن میں دوپہر کا ڈیڑھ، واشنگٹن میں صبح کے ساڑھے آٹھ، انڈونیشیا میں رات کے نو اور جاپان میں رات کے ساڑھے دس بج رہے ہوں گے، قرآن کے بعد چاند سورج کے مغربی جانب سے مشرق جانب گردش کرنے لگتا ہے اور جیسے ہی اس کی نئی گردش کا آغاز ہوتا ہے، سورج کی شعائیں اس پر پڑنے لگتی ہیں، فلکی Astronomical اصطلاح میں اسے نیومون (New Moon) یعنی نئے چاند سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیومون اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے کوئی دیکھ سکے، البتہ سورج سے اس کا فاصلہ بڑھ جاتا ہے تو وہ دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے، بالعموم وہ ہلال کی صورت میں دوسرے دن ہی دکھائی دیتا ہے، لیکن اگر صبح میں نیومون ہوا ہو تو کم از کم آٹھ گھنٹے گزر جانے پر شام کے وقت بعض ممالک میں اس کے دکھائی دینے کا کسی قدر امکان ہوتا ہے چاند ایک دن سورج سے ۱۲ ڈگری فاصلہ طے کرتا ہے یعنی ایک گھنٹہ میں نصف ڈگری۔ اگر چاند سورج سے ۳ ڈگری یعنی ۸ گھنٹے کے فاصلے سے کم ہو تو اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے کیوں کہ سورج سے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی تیز شعائیں نگاہوں کو متاثر کر دیتی ہیں اور جیسے جیسے یہ فاصلہ بڑھتا جاتا ہے رویت کا امکان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب فاصلہ ۱۰ ڈگری سے زیادہ ہو جاتا ہے، یعنی ۲۰ گھنٹے گزر چکے ہوتے ہیں تو اس کے دکھائی دینے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں، مگر تعجب ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں رویت ہلال کا اعلان بعض اوقات ایسی صورت میں کر دیا جاتا ہے، جبکہ علم ہیئت کی رو سے نیومون (New Moon) کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا یعنی ابھی چاند کانیا

چکر شروع بھی نہیں ہوا اور ہلال بن کر دکھائی دیا یہ دو متضاد باتیں ہیں جن کا جمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں، جب نیا چاند پیدا ہی نہیں ہوا تھا تو دکھائی کس طرح دیا؟ اگر شاید جھوٹے نہیں ہیں تو رویت میں وہم کا دخل ضرور ہو سکتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جب رویت عام نہ ہو اور ایک یا چند گواہوں کے بیان پر رویت کا فیصلہ کیا جا رہا ہو تو ان قطعی معلومات کو سامنے رکھا جائے جو علم الافلاک Astronomy کے ذریعہ حاصل ہو رہی ہیں اور اس قدر عام ہو گئی ہیں کہ روزانہ اخبارات میں چاند کے طلوع اور غروب کے اوقات دیکھے جاسکتے ہیں اور جہاں چاند کے دکھائی دینے کا سرے سے امکان ہی نہ ہو وہاں محض گواہی کی بنیاد پر فیصلہ نہ کیا جائے کیونکہ ایسے فیصلے کو حقیقت واقعہ کے خلاف ہونے کی بنا پر عقل عام Common sense قبول نہیں کر سکتی، نتیجہ یہ کہ اس کا فیصلہ کرنے والوں کی ایسی ہوتی ہے۔

قدیم زمانہ میں، جبکہ چاند کے طلوع و غروب کے اوقات منضبط شکل میں لوگوں کے سامنے موجود نہیں تھے گواہی کا کافی خیال کیا جاتا تھا مگر موجودہ دور میں، جبکہ سورج اور چاند کے طلوع و غروب کے اوقات سکند کی حد تک منضبط شکل میں ہر خاص و عام کے سامنے موجود ہیں اس حد تک ان کی رعایت ضروری ہے کہ ایسی شہادت جو خلاف واقعہ ہو تسلیم نہ کی جائے۔

”العذب الزلال“ کے مؤلف لکھتے ہیں:

”یہ ایک معلوم و متعین بات ہے کہ شہادت جب کسی ایسی چیز کی دی گئی ہو جو عقلاً یا عادتہً محال ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ رد کر دیا جائے گا“ (العذب الزلال ۳۸۰)۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ قمری ماہ کے آغاز کے لئے رویت کو نہیں، بلکہ فلکی حساب کو بنیاد بنایا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیصلہ تو رویت ہی کی بنیاد پر کیا جائے، لیکن جب رویت عام نہ ہو اور ایک یا چند شہادتوں کی بنیاد پر رویت کا فیصلہ کرنا پڑ رہا ہو تو ان شہادتوں کو قبول کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ قرآن اس کے خلاف تو نہیں ہیں یعنی ایسا تو نہیں ہے کہ ابھی نئے چاند

کا چکر شروع ہی نہیں ہوا اور نیومون نے جنم ہی نہیں لیا یا نیومون کو جنم لئے ہوئے ابھی آٹھ گھنٹے بھی نہیں گزرے ہیں جو رویت کے لئے کم از کم حد ہے اور یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے ہلال دیکھ لیا ہے، ایسی صورت میں چاند کی رویت کے محال ہونے کے بنا پر شہادتوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کو وہم پر محمول کرنا چاہئے، البتہ رویت عام ہونے کی صورت میں کسی تفصیل میں جانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، کیوں کہ عام مشاہدہ خلاف واقعہ بات کا وہی نہیں سکتا۔

رویت کا غلط یقین کرنے کی واضح مثال گذشتہ سال (۱۴۰۷ھ) کا واقعہ ہے، ۲۷ مئی ۱۹۸۷ء کو بمبئی میں رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی اس روز فلکیاتی حساب سے چاند کے نئے چکر کا آغاز (نیومون) رات کے ۸ بجکر ۳۳ منٹ پر ہو رہا تھا اور دہلی میں سورج ۷ بجکر ۱۰ منٹ ۶ سکند پر غروب ہو رہا تھا، دہلی میں رویت ہلال کا اعلان ہوا اور ۲۸ مئی ۸ء کو عید منائی گئی، جبکہ فلکیاتی حساب سے ۲۷ مئی کو مغرب کے وقت نیا چاند وجود ہی میں نہیں آیا تھا پھر اسے ہلال کی شکل میں دیکھا کس طرح گیا؟

سورج سے چاند کے ۴ ڈگری سے زائد فاصلہ پر ہونے، یعنی نومون سے پیدا ہو جانے پر آٹھ گھنٹے سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ چاند دکھائی دے، مگر اس کا ہر جگہ نظر آنا ضروری نہیں کیونکہ اس سلسلے میں کچھ دوسری چیزیں بھی اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً:

۱- چاند کے غروب کا وقت

اگر سورج کے غروب کے بعد چاند دیر تک رہتا ہے تو اس کے نظر آنے کے امکانات قوی ہوتے ہیں ورنہ شفق کی تیز روشنی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

چاند کے غروب کے اوقات میں بھی ایک ملک اور دوسرے ملک کے درمیان طول البلد کے حساب سے فرق واقع ہوتا ہے ہر ۱۵ طول البلد پر مغربی جانب چاند دو منٹ تاخیر سے غروب ہوتا ہے۔

۲- فضا کا ابراؤ دیا مکدر ہونا۔

چاند کے قابل رؤیت ہونے کی صورت میں جس مقام کی فضا مکدر ہوگی وہاں دکھائی نہیں دے گا۔

۳- دیکھنے والوں کی نگاہوں کا تیز نہ ہونا۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ چاند جب ایک مقام پر دکھائی دیتا ہے تو اس عرض البلد پر واقع مغربی جانب کے تمام مقامات کے لئے وہ قابل رؤیت ہوتا ہے، لیکن دوسرے عرض البلد پر واقع مقامات کے لئے اس کا قابل رؤیت ہونا ضروری نہیں۔

مقام کا بلند یا پست ہونا

مشرق میں جب چاند دیکھا جائے تو مغرب میں اس کا طلوع لازم ہے لیکن مغرب میں دکھائی دینے کی صورت میں مشرق میں اس کا طلوع ضروری نہیں۔ دہلی اور پٹنہ بمبئی کے مشرق میں ہیں اس لئے اگر دہلی یا پٹنہ میں رؤیت ہوئی تو بمبئی میں اس کا طلوع لازمی ہے یہ اور بات ہے کہ ابراؤ وغیرہ کی وجہ سے بمبئی میں چاند دکھائی نہ دے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اہل ہیئت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ چاند سورج سے کتنے درجہ کی دوری پر ہونے کی صورت میں قابل رؤیت ہوتا ہے، لیکن چار درجہ کم کا فاصلہ ہونے کی صورت میں اس کے قابل رؤیت ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں اس لئے ہم نے چار درجہ یعنی قرآن

کے بعد آٹھ گھنٹے گزر جانے کو قابل رویت ہونے کی کم سے کم حد تسلیم کر لیا ہے۔

اسی طرح اہل ہیئت کے نزدیک رویت کے لئے چاند کا غروب آفتاب کے بعد کم از کم

پندرہ منٹ تک باقی رہنا (یعنی غروب نہ ہونا) ضروری ہے (ملاحظہ ہو: العذب اللال ۸۲)۔

اوپر علم ہیئت کے تعلق سے جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے خلاف ممکن ہے اس حدیث

سے استدلال کیا جائے جس میں فرمایا گیا ہے:

”أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا، يعني مرة

تسعة وعشرين ومرة ثلاثين“ (بخاری کتاب الصوم)۔

(ہم امی لوگ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا، مہینہ اس طرح اور اس طرح

ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا)۔

تو واقعہ یہ ہے کہ اس وقت عرب حساب کتاب نے نابلد تھے ان میں ایسے لوگ بہت کم

تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں، اس لئے ان پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی کہ وہ پہلے ہیئت دانوں

سے چاند کے طلوع و غروب کا حساب معلوم کر لیں اور اس کے بعد تاریخ کا تعین کریں بلکہ اس

سادہ سی صورت پر اکتفا کیا گیا کہ رویت ہونے پر نئے ماہ کا آغاز کیا جائے ورنہ مہینہ تیس دن کا

شمار کر لیا جائے۔

اب اگر موجودہ دور کی امت مسلمہ بھی امی ہو اور پڑھنا لکھنا نہ جانتی ہو تو اس سے بھی

شریعت کا مطالبہ اتنا ہی ہوگا، لیکن اللہ کے فضل سے امت مسلمہ میں اب پڑھے لکھے لوگوں کی کمی

نہیں رہی تعلیم کے عام ہو جانے اور سائنس اور جغرافیائی معلومات سے لوگوں کے آشنا ہونے کی

بنا پر آفتاب و ماہتاب کے طلوع و غروب کے اوقات جن کا قطعی ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے ان

کے علم میں آتے رہتے ہیں پھر ایک قطعی بات کے خلاف عمل کرنے کے لئے ان کے پاس کیا وجہ

جواز ہے؟ حدیث کا منشاء یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک بات آپ کو یقینی طور سے معلوم ہو جائے اور آپ

اسے رد کر دیں۔ اگر اس زمانہ میں لوگوں کے لئے یقینی علم حاصل کرنے کے ذرائع مسدود تھے تو موجودہ زمانہ میں مسدود نہیں ہیں، اس لئے ان کا عذر معقول تھا اس کی بنا پر رعایت بھی ضروری تھی، مگر ہمارے لئے کیا عذر ہے؟

مزید برآں حدیث میں نہ حساب کی مذمت کی گئی ہے اور نہ حکم دیا گیا ہے کہ اس سے کسی حال میں استفادہ نہ کیا جائے، بلکہ مہینہ کے آغاز کے لئے رویت کو معتبر قرار دیتے ہوئے اس کی ایک مصلحت یہ واضح کی گئی ہے کہ رویت کا طریقہ ہی لوگوں کے لئے آسان ہے، کیونکہ اس میں حساب کتاب کی ضرورت نہیں پڑتی اور یہ سہولت جس طرح چاند کے بارے میں دی گئی ہے اسی طرح سورج کے بارے میں بھی دی گئی ہے، چنانچہ شریعت نماز کے اوقات کو آسمان پر ظاہر ہونے والے آثار سے متعلق کر دیا ہے اور سورج کے طلوع و غروب کے اوقات کو ہیئت دانوں سے معلوم کرنے کی کوئی ہدایت نہیں دی مگر پھر ہم ان کے اوقات جنتری میں تلاش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے استفادہ کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔

رویت میں اسلامی حکومتوں کے فیصلوں کی پابندی

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ رویت ہلال کے مسئلہ میں اصولی طور پر صحیح موقف اختیار کرنے کے تعلق سے تھا جس کی ذمہ داری ملت اسلامیہ پر اور خاص طور سے اصحاب امر اور اسلامی حکومتوں پر عائد ہوتی ہے، لیکن اگر کوئی اسلامی حکومت اجتہاد کی غلطی یا اپنی بے تدبیری کی بنا پر رویت کا غلط فیصلہ کرتی ہے تو اس کی ذمہ دار وہ خود ہے اور اس معاملہ میں اس کی غلطی اس پر واضح بھی کرتے رہنا چاہئے تاکہ آئندہ وہ صحیح تدابیر اختیار کرے، لیکن ایک اسلامی حکومت کے ایسے فیصلہ کو جس کا تعلق اجتماعی عبادات سے ہے عملاً تسلیم کرنا ہوگا اور لوگوں کی عبادتیں اپنی اپنی نیت کے مطابق ادا ہو جائیں گی اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے وہ عید یا حج کا دن نہ ہو، مگر غلط شہادتوں

کی بنا پر عید یا حج کی تاریخوں کا تعین کر لیا گیا ہو، کیونکہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہی پڑھی جائے گی اور حج تو حکومت کے زیر اہتمام ہی انجام پائے گا، لہذا چاند کے مسئلہ میں اس حد تک الجھنا صحیح نہ ہوگا کہ اس کا اثر حج پر پڑے اور ایک اسلامی حکومت کے لئے جس درجہ کی بھی وہ اسلامی حکومت ہو مسئلہ کھڑا کر دیا جائے اگر کسی کا احساس یہ ہو کہ روایت کا فیصلہ غلط ہوا ہے اور آج ذی الحجہ کی ۹ نہیں بلکہ ۸ تاریخ ہے تب بھی اسے وقوف عرفہ اسی دن کرنا ہوگا، جس دن کہ سب لوگ وقوف کریں گے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے: ”إِذَا أَخْطَأَ الْقَوْمُ الْهَلَالَ“ (جب لوگ ہلال کے مسئلہ میں غلطی کریں) اور اس کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”وَفَطْرُكُمْ يَوْمَ تَفْطُرُونَ وَأَضْحَاكُمْ يَوْمَ تَضْحَوْنَ“ (ابوداؤد کتاب الصیام)۔

(تمہاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تم عید الفطر مناتے ہو اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرتے ہو)۔
امام خطابی کہتے ہیں:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد کی صورت میں جو غلطی ہو جائے وہ لوگوں کے لئے قابل درگزر ہے اگر کسی گروہ نے چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر تمیں تاریخ سے پہلے چاند دکھائی نہیں دیا اس لئے تیس روزوں کی تعداد مکمل کر کے عید منائی اور اس کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ مہینہ ۲۹ ہی کا تھا تو ان کا روزہ اور ان کی عید کے بارے میں جو کچھ ہو چکا ان پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ملامت، اسی طرح اگر انہوں نے حج کے موقع پر عرفات کے دن کے معاملہ میں غلطی کی تو ان پر دوبارہ حج کرنا واجب نہ ہوگا اور ان کی قربانیاں ادا ہو جائیں گی یہ اللہ سبحانہ کی طرف سے اپنے بندوں کے حق میں تخفیف اور نرمی ہے“ (عون المعبود ۶/۴۳۲)۔

اگر لوگ غلطی سے دس تاریخ کو عرفات میں وقوف کریں تو سب کا اتفاق ہے کہ ان کا

وقوف ادا ہو جائیگا اور وہی دن ان لوگوں کے حق میں عرفات کا دن ہوگا اور اگر غلطی سے آٹھ تاریخ کو وقف کریں تو اس کی ادائیگی کے بارے میں اختلاف ہے اور زیادہ واضح بات یہی ہے کہ وقف صحیح ہوگا (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۵/۲۰۲)۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

لیکن قربانی کے مہینہ کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے یہ بات کہی ہو کہ جس شخص نے چاند دیکھا ہو وہ تمام حاجیوں کو چھوڑ کر (عرفات میں) تنہا وقف کرے اور دوسرے دن قربانی اور جمرہ عقبہ کی رمی کر کے تنہا احرام اتار دے۔

مطلب یہ ہے کہ حج اجتماعی طور پر ہی ادا کیا جائے گا کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ رویت میں اختلاف کی بنا پر تنہا وقف کرے اور حج کے دوسرے مناسک ادا کرے۔

ہندوستان میں ایک مقام کی رویت کی خبر دوسرے مقامات کے لئے معتبر

رہا ہمارے ملک کا مسئلہ تو یہاں نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ مسلمانوں کی کوئی مرکزیت ہے جو مقامی ہلال کمیتیاں ہیں وہ عام طور پر جمود کا شکار ہیں۔ وہ نہ حالات کو سمجھتی ہیں اور نہ ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں، ایسی صورت میں اگر کسی مقام پر عام رویت ہو جاتی ہے یا شہادتوں کی بنا پر کوئی رویت ہلال کمیٹی رویت کا فیصلہ کرتی ہے اور اس کی خبر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے دوسرے مقامات کے لوگوں کو ملتی ہے اور بظاہر اس خبر میں کوئی احتمال نہیں ہے تو لوگوں کے لئے اس کو قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر پٹنہ میں عام رویت ہو جائے یا شہادتوں کو بنا پر امارت شرمیہ بہار جو ایک ذمہ دار ادارہ ہے رویت کی خبر کو ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے نشر کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بمبئی کے مسلمان اس خبر کو قبول نہ کریں۔

رویت ہلال اور اس سے وابستہ احکام

☆ مولانا زبیر احمد قاسمی

سورج، چاند اور ستارے قدرت کی نشانیوں اور عجائبات میں سے ہیں، جس طرح ساری مخلوقات کو انسان ہی کی منفعت اور فائدے کے لئے خالق کائنات نے بنایا اسی طرح سورج چاند اور ستارے انسان ہی کی خدمت پر مامور کیا ہے، سورج اور چاند سے انسانوں کے بہت سارے امور متعلق ہیں۔ ”هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نورا وقد ربه منازل لتعلموا عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلك إلا بالحق“ (سورہ) نیز ”يسئلونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج“ (سورہ بقرہ:)۔ ان دونوں آیتوں میں آفتاب و مہتاب سے متعلق اور وابستہ منفعت اور ضرورت کی نشاندہی قدرت نے کر دی ہے۔

انہیں منفعتوں میں سے اہم منفعت و غرض جو چاند سے متعلق ہے وہ رمضان المبارک کے روزے کی ابتداء و انتہا اور عید الفطر و عید الاضحیٰ منانے کا مسئلہ ماہ قمری سے متعلق ہے۔ چاند اپنے طلوع میں کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ کا ہوتا ہے، طلوع میں اختلاف کے سبب روزہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ یہ سبھی عبادت متاثر ہو کر بسا اوقات ان عبادتوں کی روح ختم ہو جایا کرتی ہے اور خوشی کے ایام پر شرمندگی کی شکل و ہیئت اختیار کر لیتے ہیں۔

☆ اشرف العلوم کہنواں، بیتا مڑھی بہار۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے رویت ہلال کے سلسلے میں جن مسائل کا استخراج کیا ہے اس کی تنقیح کر کے حتیٰ الوسع ایک متحد نقطہ فکر و نظر سامنے لایا جائے تاکہ رویت ہلال کے سلسلہ میں ہونے والے اختلاف سے محفوظ رہا جاسکے اور عبادتوں کی اصل روح فوت نہ ہونے پائے۔

کیا اختلاف مطالع معتبر ہے:

متقدمین فقہاء احناف کا مسلک یہی ہے جو ظاہر الروایت ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، دنیا کہ کسی گوشہ میں شرعی طور پر چاند کا ثبوت ہو جائے تو اگلے دن سے رمضان کا روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا، ایسا ہی ماہ شوال کے ہلال کی رویت ہے کہ اگلے دن روزہ نہ رکھنا ضروری ہے، بلکہ افطار کر کے عید الفطر کی خوشی منانا لازم ہے۔

”اختلاف المطالع غیر علی ظاہر المذہب و علیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتویٰ فیلزم أهل المشرق بروية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب“ (در مختار)۔

متاخرین فقہاء حنفیہ میں سے حافظ زیلعیؒ نے کنز کی شرح تبیین الحقائق میں لکھا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع ہمارے نزدیک معتبر ہے، لہذا بلاد بعیدہ کی رویت کافی نہیں، بقیہ متاخرین احناف سے اسی قول پر فتویٰ منقول ہے۔ ”وقال الزیلعی: والأشبه أن يعتبر، وهو مختار صاحب التجريد و غيره من المشائخ لكن قال الشيخ ابن الهمام -الأخذ بظاهر الرواية أحوط“۔

ماضی قریب کے علماء دیوبند مثلاً حضرت کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر علماء کبار نے بلاد بعیدہ میں اعتبار اختلاف مطالع ہی کو رائج قرار دیا ہے۔

متاخرین فقہاء کرام کی صراحت اور علماء و یوہند کا مسلک اور عمومی طور پر سالوں سال سے معمول بہ یہی ہے جو دراصل اجماع کی حیثیت رکھتا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر اور بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، اب یہ امر قابل توجہ اور قابل تحقیق ہے کہ بلاد بعیدہ اور بلاد قریبہ کے مابین کون سی مقدار و مسافت حد فاصل کی صلاحیت رکھتا ہے، اس سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں:

- ۱- علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جائے وہ بعیدہ ہے۔
- ۲- مسافت قصر بعیدہ ہے، اسی قول کو شاہ ولی اللہ نے ”المصنفی شرح موطا“ (ص ۲۷۷) میں ذکر فرمایا ہے، اور شارح مسلم علامہ نووی نے اسی قول کو رائج فرمایا ہے۔
- ۳- مقام رؤیت سے اتنا فاصلہ کہ جہاں عادیہ چاند نظر آنا چاہئے وہ قریب ہے، اس کے علاوہ بعیدہ ہے۔
- ۴- سلطان کے نزدیک اگر رؤیت ثابت ہو جائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں تمام لوگوں پر اس حکم کو نافذ کر سکتا ہے، گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے، اور بیرون ملک بعیدہ ہے۔
- ۵- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہیں اور دوسری اقلیم میں واقع حصے بعید ہیں، ساری دنیا کو ہفت اقلیم مانا گیا ہے۔
- ۶- مقام رؤیت سے جو جگہ طبعی و جغرافیائی اعتبار سے مختلف ہو وہ بعید ہے اس کے علاوہ قریب ہے، مثلاً بلند مقام پر چاند نظر آیا تو اس رؤیت کو نشیبی علاقے کے لئے نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح اس کے برعکس۔

کیا قاضی کا فیصلہ محدود علاقہ میں قابل عمل ہوگا:

اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی تشریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فیصلہ اسی

علاقے تک محدود ہوگا جس علاقہ کے لئے اسے عہدہ قضاء سپرد کیا گیا ہے، مقررہ حدود کے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی کی طرح بلا امتیاز و تفریق ہے، اس سلسلہ میں فقہی روایات نیچے تین پیش کی جا رہی ہیں، اول روایت ”فتاویٰ عالمگیری“ کی ہے جب کہ ثانی اور ثالث روایت فتح القدیر سے ماخوذ ہے:

”لا يقبل إخباره (القاضي) قاضيا آخر في غير عمله أو غير عمله ولو كان على قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غيره أن الكتاب خص في ذلك بالإجماع“ (۳۸۹/۲)

اس کا مستفاد یہی ہے کہ قاضی کا کار قضاء مقررہ حدود تک محدود و محصور ہوگا، بعینہ یہی بات حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے اس وقت تحریر فرمائی ہے، جبکہ حضرت علیہ الرحمہ دارالعلوم دیوبند کے مسند افتاء پر فائز تھے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

”اگر مفتی صاحب خود بھی آکر دوسرے شہر کے قاضی یا مفتی کے پاس اپنا فتویٰ بنا کر شہادت بیان کریں جب بھی ان کے قول پر افطار کا حکم دینا اور افطار کرنا کسی کے لئے جائز نہیں (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳/۶۴)۔“

رویت ہلال کی خبر بذریعہ فون، ریڈیو، فیکس، ٹیلی گرام معتبر ہے یا نہیں؟

ان آلات جدیدہ کے ذریعے حاصل ہونے والی خبر کے صحیح غیر صحیح کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ قرون سابقہ ماضیہ میں خبر رسانی کے کون سے طریقے موجود تھے جس پر افطار و صوم کا وجود ہو جایا کرتا تھا، اس سلسلے میں خبر رسانی کے تین طریقے رائج تھے:

(۱) توپ کی آواز، (۲) ڈھنڈورچی کا اعلان، (۳) قندیلوں کی روشنی۔

خبر رسانی کے ان تین طریقوں کے بارے میں فقہی روایت نقل کی جا رہی ہے:

”الظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو لرؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد“ (شامی ۹۹۲، حاشیہ بحر الرائق ۲/۲۷۰)۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح طور سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی علامات کے بارے میں بار بار کے تجربہ کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ رویت کے اعلان ہی کے لئے ان علامات سے کام لیا جاتا ہے، اور یہ تجربہ یقیناً ظن غالب کا فائدہ پہنچا دیتا ہے، اس لئے ان کے مقتضایہ عمل کرنا ضروری ہوگا، اگرچہ عقلی طور پر اس احتمال کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ یہ علامات اس غرض سے نہیں، بلکہ کسی اور غرض سے وجود میں لائی گئی ہوں، اس کے باوجود یہ احتمال ان کے موجب ہونے میں خلل انداز نہیں ہوتا کیونکہ فقہی اصول ”غلبة الظن حجة موجبة للعمل مسلمہ“ قاعدہ ہے جس پر دیگر اور بھی مسائل کی بنیاد قائم ہے۔

ان تمام تفصیلات اور توضیحات کے بعد مردجہ خبر رسانی کے آلات کے بارے میں حکم صادر کرنا بعید از قیاس نہیں، بلکہ قریب از قیاس ہے، اور بدیہی امر ہے کہ کسی علامت کی صداقت کا بار بار ہونے والا تجربہ ایک سادہ اور غیر ناطق چیز توپ، قندیل وغیرہ کی علامت کو موجب عمل بنایا جاسکتا ہے تو ریڈیو جو تفصیلات سے بھی آگاہ کرتا ہے اور جس کی اطلاع و اعلان پر اطمینان توپ کی آواز یا میناروں کی روشنی سے حاصل شدہ اطمینان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے، اور جس کے بارے میں تجربہ کی مدت بھی کافی طویل ہے، تو اس کے مذکورہ شرائط پر مشتمل ہونے کی حالت میں اعلان پر یقین آجانا کم سے کم اس کی صحت کا غلبہ ظن حاصل ہو جانا بدیہی امر ہے اور اس بارے میں غلبہ ظن ہی کافی اور حجت سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ فقہی اصول ”غلبة الظن حجة موجبة للعمل“ مؤید ہے۔

اس لئے ریڈیو کے اعلان پر عمل کرنا خود رائی اور سلف کے طریق سے انحراف نہیں بلکہ

اگر بغور دیکھا جائے تو توپ کی آواز اور روشنی کے مقابلہ میں ریڈیو کی خبر افادہ خبر اور حصول غلبہ ظن میں بدرجہا آگے ہے۔

ریڈیو کی خبر مخصوص شرائط کے ساتھ حضرت مفتی محمد شفیع نے بھی معتبر فرمایا ہے چنانچہ وہ ”آلات جدیدہ کے شرعی احکام“ میں لکھتے ہیں:

”جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کریں صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے، جن الفاظ میں فیصلہ کیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں، جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں (ص ۱۸۸-۱۸۹)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ریڈیو کی خبر معتبر اس صورت میں ہوگی جب کہ کسی جگہ علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رویت کا فیصلہ کیا ہے، اور اب اناؤنسر اس فیصلہ کو پوری تفصیل و تصریح کے ساتھ ہلال کمیٹی یا ثقہ عالم کی جانب منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ ریڈیو سے اعلان کے طور پر نشر کرتا ہے تو اس طرح اعلان کو حجت سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

مخصوص شرائط کے ساتھ ریڈیو کا اعلان اس وقت معتبر ہوگا جب کہ اعلان کرنے والا مسلمان ہو غیر مسلم نہ ہو۔ قرآن پاک کی آیت: ”لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا“ (سورہ) کی بنیاد پر فقہائے کرام کی عبارت: ”لَا يَقْبَلُ قَوْلُ الْكَافِرِ فِي الدِّيَانَاتِ“ ایک اصل کلی کی حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن اس شہر میں یا اس کے مضافات میں رہنے والے لوگ جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے ان کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا، اس لئے یہ اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا اور اگر عید کا ہے تو افطار کرنا لازم ہوگا۔

ریڈیو کی خبر کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ روایت کی خبر اپنے ذرائع پر مبنی ہو جسے وہ نشر کر رہا ہے تو ریڈیو کی یہ خبر قطعاً صوم و افطار میں معتبر نہیں۔

ٹیلی فون کا شرعی حکم

ٹیلی فون کا شرعی حکم اپنے وجود میں کسی ایسے نظیر اور مقیس علیہ کا محتاج ہے جس نظیر کا حکم متقدمین کے نزدیک ثابت شدہ ہو اس پر قیاس کر کے ٹیلی فون کا شرعی حکم نافذ کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں کتاب، یعنی خط کا جو درجہ شرعی حکم میں فقہاء کرام نے احادیث کی روشنی میں دیا ہے اس پر قیاس کر کے ٹیلی فون سے ملنے والی خبر کو معتبر یا غیر معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔

خط اور فون میں جہاں یہ امر مشترک ہے کہ غائب کا پیغام ان دونوں کے ذریعہ بالواسطہ پہنچتا ہے وہاں یہ فرق بھی ہے کہ خط میں یہ واسطہ تحریر (یعنی زبان قلم) ہوتی ہے اور فون میں تار کے واسطہ اور مشین کے واسطہ آواز ہے، جس طرح خط میں کاتب سامنے موجود نہیں ہوتا اس لئے تزیور و جعل کا احتمال رہتا ہے اسی طرح فون پر متکلم بھی سننے والے کے سامنے نہیں ہوتا، اس طور پر یہاں بھی آواز بنا کر اور نقل اتار کر دھوکہ دہی کی گنجائش رہتی ہے، اسی بات کو فقہاء کی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ”الخط یشبہ الخط“ والا کلی احتمال موجود ہے اور فون میں ”الغمة تشبہ الغمة“ کی گنجائش سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے یہ دونوں، یعنی خط و فون پیغام کو مشکوک بنا کر پہنچاتے ہیں۔

خط کے معاملہ میں احتمال جعل و تزیور کے باوجود بہت سے شرعی اور اہم دنیاوی امور

میں مکتوبات کو مدار حکم قرار دیا گیا ہے، احادیث نبوی و سیرت رسول اور سنت خلفاء راشدین پر نظر رکھنے والے افراد اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر اور واقف ہیں، عمال حکومت کے نام تحریری آرڈر جاری کئے گئے، ان سب عمال نے ان تمام امور کو عملی جامہ پہنایا اور ہدایات پر عمل کرنا ضروری سمجھا، ایسا نہیں کیا کہ محض ”الخط یشبہ الخط“ کے احتمال کی بنیاد پر ان تحریروں میں نظر انداز کر دیا ہو، احادیث نبوی اور سیرت رسول کو معیار عدل قرار دیکر فقہاء نے بہت سے مواقع پر خطوط کو مدار حکم اور حجت قرار دیا ہے، بشرطیکہ ان خطوط کے اصلی ہونے کا اطمینان حاصل کر لیا جائے، اس کی نظیریں کتب فقہ میں بکثرت موجود ہیں، محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

”الكتابة المرسومة و خط السمسار والصراف حجة للعرف الجاری“ (فتح القدیر ۶/۴۶۳)۔

غور کیا جائے عرف عام میں رواج پا جانے سے صداقت کا یقین حاصل ہو جانے کی بنا پر محقق موصوف نے خط کو حجت قرار دیا ہے۔

اسی مقام پر علامہ ابن ہمام نے محمد بن مقاتل کا ایک اہم جواب نقل کیا ہے: ”من نسی شہادته و وجد خطه و عرفه هل يسعه أن يشهد قال: إذا كان الخط في حوزة يسعه أن يشهد“ (فتح القدیر ۶/۴۶۵)۔

اس سلسلہ کی مزید ایک اور مثال ملاحظہ ہو جسے علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے:

”صراف كتب على نفسه بمال و خطه معلوم بين التجار وأهل البلد ثم مات فجاء غريم يطلب المال من الورثة وعرض خط الميت بحيث عرف الناس خطه يحكم بذلك في تركته إن ثبت أنه خطه وقد جرت العادة بين الناس بمثله وهو حجة“ (شامی ۴/۳۶۷)۔

اس سلسلہ میں اہم قیمتی اصول کی طرف علامہ شامیؒ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ خط کی

خبروں میں صداقت کا پہلو ایسا غالب ہے کہ غلط پہلو نادر الوقوع ہے جیسے یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ خط کی خبر عادتاً صحیح اور غلط خبر عادتاً محال اور ناممکن ہے گو عقلاً غلطی کا امکان باقی ہے۔

”لأن الغلط نادر وأثر التغيير يمكن الإطلاع عليه و قلما يشبه الخط

من كل وجه، فإذا تيقن جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس“ (۳۶۸/۳)۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

”چاند کی خبر تحریر سے دریافت ہو سکتی ہے جب مکتوب الیہ کو گمان غالب یہ ہے کہ فلاں کاتب عادل کا خط ہے اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا تو اس پر عمل درست ہے، کتاب القاضی الی القاضی جس میں توثیق و تکید ضروری نہیں ہے، اعتبار خط کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی دجیہ کلثی کے ہاتھ اپنا نامہ مبارک ہر قل کو بھیجا تو ہر قل نے یہ نہیں کہا کہ ایک آدمی کا اعتبار نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا، علی ہذا بسلسلہ ارسال ناجات آپ کے زمانہ میں اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں کہیں دودگو گواہ نہیں گئے (فتاویٰ رشیدیہ ۱، ۳۰، ۳۱، مطبوعہ برلاس پریس مراد آباد)۔

خطوط کی بحث کا اجمالی جائزہ لے لینے کے بعد اب آسان ہو جاتا ہے کہ ٹیلی فون کے بارے میں مسئلہ کا جواب معلوم کیا جاسکے، ماقبل میں ذکر شدہ مضمون سے یہ ثابت ہو چکا کہ جو حکم خط کا ہوگا اسی پر قیاس کردہ چیز یعنی ٹیلی فون کا بھی ہوگا، اور علت اشتراک بھی ذکر کی جا چکی۔

پس اگر خطوط کے بارے میں قلبی اطمینان اور ظن غالب ہو جائے کہ وہ اصلی ہے جعلی نہیں تو ان کے مقتضیاً پر عمل کر کے فیصلہ کرنا درست ہے، اسی طرح اس کے مشابہ ٹیلی فون کے بارے میں اطمینان حاصل ہو جائے کہ یہ پیغام جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے واقعی وہ اسی کا ہے اور وہ شخص دیندار مسلمان ہے تو اس کی خبر کو معتبر مان کر بدرجہ خبر اس پر عمل درست ہوگا۔

اس استنباط کی تائید فتح القدیر میں ذکر کردہ ایک جزیئہ سے بھی ہوتی ہے:

”ولو سمع من وراء حجاب كفيف لا يشف من ورائه لا يجوز له أن يشهد، لأن النعمة تشبه النعمة إلا إذا أحاط بعلم ذلك، لأن المسوغ هو العلم غير أن رؤيته تكليماً بالعقد طريق العلم به، فإذا فرض تحقق طريق آخر جاز“ (فتح القدیر ۶/ ۴۶۳)۔

ابن ہمام کے کلام سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اصل بات اطمینان کا حاصل ہو جانا ہے اور اس یقین کا پیدا ہو جانا ہے کہ یہ آواز اسی شخص کی ہے جس کی سمجھی جا رہی ہے۔
گذشتہ متعدد صفحات میں ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبروں کو شرع کے نظائر و امثال کی روشنی میں اس وقت معتبر صحیح اور درست قرار دیا گیا، جبکہ ان خبروں کو سن کر اس کی صحت کا یقین یا کم سے کم غلبہ ظن پیدا ہو جائے ورنہ وہ خبریں غیر معتبر ہوں گی، اسی سے فیکس اور ٹیلی گرام کی خبروں کا معیار متعین کیا جاسکتا ہے، فیکس اور ٹیلی گرام سے ملنے والی خبر اگر قلبی اطمینان اور غلبہ ظن کی حد تک ہے تو اسے قبول کر کے صوم و افطار کا حکم لگا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

ضروری تنبیہ

مذکورہ تحریر میں آلات جدیدہ کی خبروں کو بصورت یقین و غلبہ ظن معتبر مانا گیا، لیکن یہ سب خبریں اس وقت معتبر ہوں گی، جبکہ ہلال کی رویت شرعی طریقہ پر ہو چکی ہو، اگر ہلال برائے رمضان ہے تو شرعی رویت کا ثبوت بطریقہ شہادت قاضی کی مجلس میں دینا ضروری ہے، اور اگر ہلال برائے افطار ہے تو شرعی رویت پہلے ثابت ہو جائے۔

رویت ہلال میں محکمہ موسمیات اور فلکیات سے مدد لینا

زیر بحث مسئلہ میں نفیاً و ثبوتاً حکم لگانے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ اس باب میں شارع

نے رویت کا ہر کس چیز پر رکھا ہے، اس باب کی دو حدیث بہت معروف و مشہور ہے:

۱- ”لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ۔“

۲- ”فإن غم علیکم فاقدرُوا له۔“

یہاں پر دو باتیں ہیں: ایک ہے رؤیت ہلال، دوسرا ہے وجود ہلال۔ ثبوت شہر کے لئے رؤیت ہلال ضروری ہے، رؤیت کے بغیر شہر کا وجود نہیں ہوگا جب کہ پہلی روایت ”صوموا لرؤیتہ الخ“ اسی پر دال ہے، اسی سے ثابت ہوا کہ ثبوت شہر و وجود ہلال سے نہیں ہوگا، لہذا محکمہ موسمیات و فلکیات کا قول چاند کے سلسلہ میں قابل استناد نہیں ہوگا، کیونکہ ان لوگوں کا قول وجود ہلال کے سلسلہ میں ہوتا ہے، جبکہ ثبوت شہر کے لئے شارع نے مدار رؤیت اور شہود ہلال کو ٹھہرایا ہے، اس سلسلہ میں نفیس بحث حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رسالہ رؤیت ہلال میں کی ہے جو درج ذیل ہے:

یہ دونوں حدیثیں حدیث کی دوسری سب مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا اور دونوں میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے، لفظ رؤیت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس کے معنی کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کے ہیں، اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں مجاز ہے، اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے، معلوم ہوا کہ مدار احکام چاند کا افتق پر وجود نہیں، بلکہ رؤیت ہے، اگر چاند افتق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رؤیت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا رہے، یعنی تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل

کرو یا آلاتِ رصدیہ اور دوربینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو بلکہ فرمایا: ”فإن غم علیکم فأكملوا لعدة ثلاثین“۔

اس میں لفظ ”غم“ خاص طور سے قابلِ نظر ہے، اس لفظ کا لغوی معنی عربی محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ قاموس و تشریح قاموس یہ ہے: ”غم الہلال علی الناس عماً إذا حال دون الہلال غیم رقیق أو غیرہ لم یُر“ (لفظ ”غم الہلال علی الناس“ اس وقت بولا جاتا ہے، جبکہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند دیکھنا نہ جاسکے) (تاج العروس شرح قاموس)۔

جس سے معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے چاند کے وجود کو تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے، کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے، جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے محاورات میں اس کو مستور نہیں بولتے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو جانے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، ان میں کوئی بھی سبب پیش آئے بہر حال جب نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھنا نہ جاسکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ و عید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ کچھ صحابہ کرام عمرہ کے لئے نکلے، راستہ میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا ساز و ساز اور روشنی دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی، بعض نے کہا: یہ دو رات کا چاند ہے، اور بعض نے کہا: تین رات کا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے اس کو اول کس رات میں دیکھا؟ بتلایا گیا کہ فلاں شب میں رویت ہوئی تھی، ابن عباسؓ نے فرمایا: ”إن رسول اللہ ﷺ مده للرؤية فهو لليلة رأيتموه“ (صحیح مسلم ۳۴۸۱)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس کو رویت کی طرف منسوب فرمایا ہے، اس لئے رات کا چاند سمجھا جائے گا جس میں اس کی رویت ہوئی ہے۔

اس سے حقیقت واضح ہوگئی کہ یہاں مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں، بلکہ اس کے عام نگاہوں کے لئے قابل رویت ہونے کا ہے، اور دور بین کے ذریعہ شمسی شعاعوں سے مستور چاند کو دیکھ لینا یا بذریعہ ہوائی جہاز پرواز کر کے بادلوں سے اوپر جا کر چاند کو دیکھ لینا عام رویت کہلانے کا مستحق نہیں، اور کسی چیز کا قابل رویت ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمہ موسمیات و فلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے، یہ عام واقعاتی معاملہ ہے، اگر کوئی شخص ایک معین جگہ میں کسی واقعہ کے دیکھنے کا مدعی ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت وہاں موجود تھے ہم نے یہ واقعہ نہیں دیکھا تو اس کا فیصلہ نہ محکمہ موسمیات کے پاس جانے کی چیز ہے نہ محکمہ فلکیات و ریاضیات سے اس کا کوئی تعلق ہے، اس کا فیصلہ اسلامی عدالتوں میں قاضی شرعی اور عام حکومتوں میں کوئی جج ہی کر سکتا ہے جو شہدوں کے حالات اور بیانات کو پرکھ کر معتبر یا غیر معتبر شہادت کو پہچانے گا۔ یہاں اگر مسئلہ چاند کے وجود کا ہوتا تو بیشک وہ قاضی شرعی یا جج کے دیکھنے کی کوئی چیز نہیں، وہ ماہرین فلکیات ہی بتا سکتے ہیں، وہیں کوئی قاضی یا جج بھی اس مسئلہ کا فیصلہ کرتا تو ماہرین فلکیات کے یہاں پر ہی کرتا (رویت ہلال ۱۵)۔

یہ تھی تفصیلی عبارت جسے آپ نے ملاحظہ فرمایا، جس سے دو ٹوک انداز میں معلوم ہوا کہ چاند کی رویت کے سلسلہ میں نہ تو محکمہ موسمیات کا قول معتبر ہے اور نہ فلکیاتی حساب کا۔ اسی سے اس جزئیہ کا جواب نکل آیا کہ اگر کسی خط میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خط سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، جواب اثبات میں ہے کہ ایسی رویت شرعی سے صوم و انظار کا حکم نافذ کیا جائے گا۔

۳- (الف): اگر مطلع بالکل صاف ہے تو رویت ہلال کے ثبوت کے لئے ایک جم غفیر کی رویت کا اعتبار ہوگا خواہ وہ چاند رمضان کا ہو یا شوال کا ایک بڑی جماعت کے سلسلے میں مختلف

قوال موجود ہیں، تاہم سب اقوال میں ایک چیز مشترک ہے کہ وہ سب دیکھنے والوں کی تعداد ایسی کثیر ہو کہ سب کا کذب پر اتفاق کر لینا محال و معذور ہو، اور یہ تعداد زمان و مکان کے لحاظ سے کثیر و قلیل بھی ہو سکتے ہیں۔

اگر مطلع غبار آلود ہے خواہ کسی بنا پر ہو تو ایسے موقع پر رمضان کے چاند کے سلسلے میں ایک عادل شخص کی شہادت پر رویت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اور اگر رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں کا چاند ہو تو ایسے وقت میں شہادت شرعی کے بعد ہی رویت ہلال کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، یہ وہ مسئلہ ہے جو فقہ کی بھی کتاب میں موجود ہے (ہدایہ ۲/۳۱۵)۔

مستور الحال شخص کی شہادت پر رویت کا اعتبار کر لینا صحیح ہے اور مستور الحال شخص کا قول دیانات میں معتبر ہے۔

”قول الطحاوی عدلاً کان أو غیر عدل أن یکون مستوراً“

(ہدایہ ۱/۲۱۵)۔

اسی مقام پر ہدایہ کے حاشیہ پر یہ عبارت: ”وفی رواية الحسن وهی المذکورة تقبل شهادة المستور وبه أخذ الحلواني“ مستور الحال کی شہادت کے معتبر ہونے پر دل ہے۔

شہادت ہلال کی شرطیں

- (۱) شاہد کا مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) بالغ ہونا۔ (۴) مینا ہونا۔
- (۵) شاہد کا عادل ہونا۔ (۶) لفظ شہادت کا ہونا۔ (۷) جس واقعہ کی شہادت ہو اسے پچشم خود دیکھنا۔ (۸) مجلس قضاء کا ہونا۔

شہادت کے باب میں پانچویں شرط عدالت کے متعلق یعنی اور فتح القدیر کے حوالہ سے

کنز کے حاشیہ ص ۲۸۸ پر یہ عبارت مذکور ہے:

جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر عادل کی شہادت بر بنائے عدم اطمینان فی امور الدین غیر معتبر ہے، لیکن دوسری طرف امام ابو یوسفؒ کے قول کو نقل کیا گیا جس میں اس غیر عادل فاسق کی گواہی کو معتبر مانا گیا جو بامروت ہو، معاشرہ میں لوگ عمومی طور سے اسے سچا سمجھتے ہوں۔

شہادت کا تعلق باب قضاء سے ہے اور باب قضا میں امام ابو یوسفؒ ہی کا قول معتبر ہوتا ہے اس لئے فاسق کی شہادت معتبر ہونی چاہئے جو بظاہر صوم و صلوة کا پابند ہو، حیا دار اور بامروت انسان ہو جسے لوگ اپنے ماحول میں اسے صادق الوعد اور عادل پرست سمجھتے ہوں، تو ایسے فاسق کی شہادت صوم و افطار کے باب میں قابل عمل اور قابل حجت ہونی چاہئے، جس کی تائید اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے کہ اہل ہوئی رافضی وغیرہ کی شہادت فاسق ہونے کے باوجود معتبر ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا فق مفضی الی الکفر نہ ہو۔

”(تقبل من اهل الأهواء) أى أصحاب بدع لا تکفر کجبر و قدر ورفض و خروج الخ“ (الدر المختار علی حاشیہ رد المحتار ۳/۲۱۸)۔

۴- الف: صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور اسی کے مطابق صوم و افطار کا حکم عائد ہوگا۔

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہو تو اس کا اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کا قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا تو یہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا دوسرے صوبہ و علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہیں ہوگا، یہ رویت

ہلال ان لوگوں کے حق میں محض ایک خبر ہے، اور یہ اعلان ان لوگوں کے حق میں اعلان سلطان کا درجہ نہیں رکھتا۔

الایہ کہ ایک صوبہ و علاقہ میں شرعی طور سے رویت ہلال ثابت ہو جانے کے بعد دیگر صوبہ و علاقہ جات کے قاضی یا ہلال کمیٹی اس رویت ہلال کی تصدیق نہ کر دے، ان علاقوں کے قاضی کی تصدیق کے بعد اب یہاں کے لوگوں پر بھی رویت کا تحقق ہو جائے گا۔

لیکن یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ مطالع ایک ہی ہوں، مطالع کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے معتبر نہیں، کیونکہ اختلاف مطالع کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے سلسلہ میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر اختلاف مطالع معتبر نہیں مانا جائے اور ایک جگہ کی رویت سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے رویت ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں ایک اہم خرابی کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ یہ کہ مہینہ کبھی کبھی ۳۱ اور ۲۸ کا ہونے لگے گا حالانکہ مہینہ ۲۹ اور ۳۰ سے کم اور زائد کا ہوتا ہی نہیں، اسی خرابی کے پیش نظر اکثر فتاویٰ کی کتاب ”بدائع الصنائع، مجمع الانہر، تبیین الحقائق“ وغیرہ جس کے حوالے گزر چکے ہیں سب میں اختلاف مطالع کو معتبر مانا گیا ہے۔

د- ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کیونکہ قرآن کی آیت: ”لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا“ (سورہ.....) کے بموجب فقہاء نے لکھا: ”لَا يَقْبَلُ قَوْلُ الْكَافِرِ فِي الدِّيَانَاتِ“ جس کا مقصد یہی ہے کہ کافر کی خبر ہرگز نہ مانی جائے اگرچہ تجربات خبر صحیح نقل کرنے اور صحیح اعلان کرنے میں تصدیق کرتے ہوں۔

رویت ہلال سے متعلق پیدا ہونے والے مسائل اور حل

مولانا مفتی محمد صدر الحسن ندوی، مدنی ☆

اختلاف مطالع:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صوم و افطار صوم کے باب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ کی درج ذیل عبارت حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اسی فتوے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

”ولا عبرتہ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ“ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ کتاب

العلوم؛ الباب الاثنی فی درجۃ الصوم)۔

لیکن اس کے برعکس دیگر ائمہ کرام اور محققین احناف نے صوم اور افطار صوم کے باب میں بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، موجودہ دور میں مطلع کا اختلاف ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جو محتاج دلیل نہیں۔

محقق زبیلی نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، فرماتے ہیں۔

”الأشبه أن يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال

عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما في دخول وقت الصلاة وخروجه يختلف باختلاف الأقطار“ (تبیین الحقائق للربيعی)۔

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ کاشٹ العلوم اور نگ آباد، مہاراشٹر۔

(قرین انصاف بات یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا جائے، اس لئے کہ ہر قوم اس کی مخاطب ہوتی ہے جس سے وہ دو چار ہو اور چاند بھی سورج کی شعاعوں سے انفصالِ مطالع کے فرق سے مختلف ہوتا ہے، جیسا کہ وقتِ نماز کا دخول و خروج، مناطق (علاقوں) کے اختلاف کی بنا پر مختلف ہوتا ہے)۔

اس سلسلہ میں ”مجلس تحقیقات شرعیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ“ نے اختلافِ مطالع پر بحث و تجویز کے بعد جو تجویز مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے:

یہ تجویز اس مسئلہ کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کیلئے رہنماء اصول فراہم کرتی ہے اس تجویز پر ۳۳/۴ مئی ۱۹۶۷ء کی تاریخ درج ہے۔

۱۔ نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلافِ مطالع مسلم ہے۔
یہ ایک واقعاتی چیز ہے اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ البدتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطارِ صوم کے باب میں یہ اختلاف مطلع معتبر ہے یا نہیں؟ محققین احناف اور علمائے امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلافِ مطلع معتبر ہے۔

۳۔ بلادِ بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاً ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد، ان بلادِ بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا ہو جائے گا اور کسی جگہ ۳۰ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

۴۔ بلادِ قریبہ وہ شہر ہیں جن کی روایت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، فقہاء ایک

ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے۔

بلادِ بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم کو بلادِ قریبہ، مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔

۵- ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔ علماء ہندو پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دو ملکوں میں جہاں چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

۶- مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندو پاک کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رویت ان ملکوں کیلئے اور ان ملکوں کی رویت یہاں کیلئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں، اس لئے کہ ان میں اور ہندو پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

بلادِ بعیدہ اور بلادِ قریبہ کی تعیین میں فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔

۱- جس مسافت میں قصر کی جاتی ہے وہ بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے (شرح مسلم

للنووی؛ کتاب الصوم: باب لكل بلد رؤیتہم)۔

۲- جس جگہ پر مطلع میں اتحاد ہے وہ قریب ہے اور جس جگہ سے بدل جائے وہ بعید

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، باب ما جاء لكل اهل بلاد رؤیتہم)۔

۳- ایک ماہ یا اس سے زیادہ پیدل چلنے کی مسافت بعیدہ ہے اور اس سے کم کی مسافت

قریب ہے (رد المحتار ج ۲ کتاب الصوم: مطلب فی اختلاف الطالع)۔

۴- خراسان و اندلس کے درمیان کا فاصلہ بعیدہ ہے اور اس کے کم قریب (تحفۃ الاحوذی باب ماجاء لکل اہل بلد رؤیتہم)۔

۵- مدینہ اور شام کے درمیان کا فاصلہ بعیدہ ہے اور اس سے کم قریب (ترمذی: کتاب الصوم: حدیث کریب)۔

۶- مبتلیٰ بہ جس کو قریب سمجھے وہ قریب ہے اور جس کو بعید سمجھے وہ بعید (العرف الشذی باب ماجاء فی ان لکل بلد رؤیتہم)۔

۷- اسلامی حکومت کے تمام شہر ایک شہر کے حکم میں ہیں، یعنی اگر خلیفۃ المسلمین شہادت کی بناء پر چاند تسلیم کر لے تو ملک کے تمام شہروں میں چاند تسلیم کرنا ضروری ہے (تحفۃ الاحوذی باب ماجاء ان الصوم لرؤیۃ الهلال والافطاریہ)۔

۸- ایک ملک کے تمام شہر آپس میں قریب ہیں اور دوسرا ملک بعید ہے (تحفۃ الاحوذی ایضاً)۔

۹- کسی جگہ کی رؤیت دوسری جگہ تسلیم کرنے میں اگر ایک دن کا فرق لازم آئے تو اختلاف مطلع کا اعتبار ہوگا اور اس سے کم میں اختلاف مطلع کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں ۲۹ کے بجائے ۲۸ یا ۳۰ کے بجائے ۳۱ دن کا مہینہ ہو سکتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے (فتح الملہم شرح مسلم باب بیان ان لکل بلد رؤیتہم)۔

اسی طرح تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے اور نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت ہے اور نہ عادت ایسا ہو سکتا ہے۔ حضرت کریبؓ کا واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ وہ مدینہ سے شام حضرت معاویہؓ کے پاس گئے تھے، وہاں رمضان کا چاند جمعہ کی شب میں دیکھا اور سب نے جمعہ کا پہلا روزہ رکھا۔ کریبؓ جب واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے رمضان کا چاند کس

روز دیکھا انہوں نے عرض کیا کہ جمعہ کی شب میں فرمایا کہ آپ نے خود دیکھا تھا عرض کیا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور حضرت معاویہؓ اور سب مسلمانوں نے بھی دیکھا اور سب نے جمعہ کا روزہ رکھا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا، لیکن ہم (اہل مدینہ) نے تو شنبہ کی رات چاند دیکھا ہے، اس لئے ہم تو اس وقت تک روزہ رکھیں گے جب تک یہاں چاند نظر نہ آئے یا تیس دن پورے ہو جائیں، حضرت کریمؐ نے عرض کیا کہ کیا آپ کیلئے حضرت معاویہؓ اور سب مسلمانوں کی رویت کافی نہیں تو فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے (صحیح مسلم ۳۳۸)۔

حضرت ابن عباسؓ کا یہ فیصلہ خواہ اس بناء پر ہو کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کر کے ملک شام کی رویت کو اہل مدینہ کیلئے کافی نہیں سمجھا یا اس بناء پر کہ شہادت دینے والے تنہا حضرت کریمؐ تھے، اور ایک آدمی کی شہادت عید کرنے کیلئے کافی نہ سمجھی گئی، بہر حال اس واقعہ سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اس فکر میں نہ رہتے تھے کہ سب جگہ عید یا رمضان ایک ساتھ ایک ہی دن میں ہو (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۸۶-۱۸۸)۔

درج بالا تحریر سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

الف۔ ایک یہ کہ شریعت نے عبادات میں علم ریاضی اور علم ہیئت کی دقیقہ سنجیوں کا انسان کو مکلف نہیں بنایا ہے، اسی لئے ائمہ اربعہ نے ثبوت ہلال کے سلسلہ میں علم ہیئت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

”واتفق الأئمة الأربعة على أنه لا اعتبار بمعرفة الحساب والمنزل“

(کتاب المزاج للشرعانی ج ۱ کتاب الصوم)۔

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاند کے ثبوت کے سلسلہ میں حساب و منازل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

”رد المحتار“ میں اس کی صراحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

”فلا عبرة تقول الموقتین“ (رد مختار ج ۲ مطلب ۲ لا عبرة لقوم الموقتین)۔

(چاند کے اوقات بتانے والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے)۔

لیکن اس سلسلہ میں تھوڑی سی وسعت اس طرح پیدا کی جاسکتی ہے کہ علم ہیئت کے اعتبار سے جس تاریخ میں چاند کا امکان نہ ہو اور جس تاریخ میں چاند کا امکان ہو دونوں صورت حال کو پیش نظر رکھ کر کسی یقینی رائے تک پہنچنے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے۔

علم ہیئت کی حقیقت اور علم ہیئت کی بنیاد پر چاند کی رویت و عدم رویت کے بارے میں اس فن کے ماہر ابو ریحان البیرونی کی رائے ملاحظہ ہو:

تمام ماہرین علم ہیئت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رویت ہلال اور اس کے مشاہدہ کے سلسلہ میں جو مقدمات فرض کی جاتی ہیں ان سب کا تعلق صرف تجربات سے ہے اور مناظر کے کچھ حساب قواعد ہیں جن کے سبب آنکھ کے ذریعہ مشاہدہ میں آنے والی چیزیں چھوٹی بڑی دکھائی دیتی ہیں، احوال فلکیہ کچھ اس طرح کے ہیں کہ کوئی بھی انصاف پسند شخص اگر ان کے بارے میں غور کرے گا تو وہ ہلال کی رویت و عدم رویت کے بارے میں کسی قطعی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے گا (الآثار الباقیہ من القرون الخالیہ ۱۹۸)۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار سے مقامات قریبہ اور بعیدہ میں رویت میں ایک دن یا اس سے کم بیش کا فرق ہوتا ہے، جبکہ علم ہیئت میں طول و عرض کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے، اسی لئے علم ہیئت کے ماہرین کہتے ہیں کہ جب شمس و قمر کی تقویم میں صفر کا فرق ہو تو ہلال (New moon) وجود میں آتا ہے جو پوری دنیا کیلئے ہوتا ہے۔

اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت نے بصری رویت کا اعتبار کیا ہے علم ہیئت و فلکیات کی حسابی رویت کا نہیں، ہاں وہ معاملات جن کا تعلق عبادات سے نہ ہو ان میں علم ہیئت کی حسابی رویت کا اگر اعتبار کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔

ب۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام کہ ہر شہر میں رمضان اور عید ایک ہی تاریخ میں ہو اس کا مکلف شریعت نے مسلمانوں کو نہیں بتایا ہے، یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن اگر اس بات کی کوشش کی جائے کہ وہ ملک جس کے تمام شہروں یا صوبوں کا مطلع ایک ہے وہاں پورے ملک میں رمضان کی ابتداء اور عید ایک ہی تاریخ میں ہو تو یہ ایک مستحسن بات ہوگی، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ”کل ہند رویت ہلال کمیٹی“ تشکیل دی جائے جس میں علمائے کرام ہوں اور اس کی شاخیں ہر صوبہ میں ہوں تاکہ تمام صوبوں کیلئے اس کا اعلان قابل قبول ہو سکے، یا ”آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ“ جو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ ”کل ہند رویت ہلال کمیٹی“ کے نام سے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دے تاکہ ان کا اعلان تمام مسلمانان ہند کے لئے قابل قبول ہو سکے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایک مستحسن اقدام ہوگا۔

اور کل ہند رویت ہلال کمیٹی کے پلیٹ فارم سے علماء کرام کا یہ فیصلہ سلطان کے اعلان کے قائم مقام ہوگا، کیونکہ ایسا خطہ زمین جو سلطان سے خالی ہو علماء ہی اس کی نیابت کرتے ہیں۔

”وإذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالأمور مؤكلة إلى العلماء ويلزم للأمة الرجوع إليهم“ (الحمد لله الحمد لله)۔

اور اگر کوئی زمانہ ایسے سلطان سے جو دینی امور کو انجام دیتا ہو خالی ہو تو یہ تمام دینی امور علماء کرام انجام دیں گے اور امت کیلئے ضروری ہوگا کہ ان سے دینی امور میں رجوع ہوں۔

اس طرح جو اختلافات رویت ہلال کے سلسلہ میں عموماً پیش آتے رہتے ہیں ان کا سد باب ہو سکتا ہے۔ علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اختلاف مطلع کے باوجود اگر خلیفہ وقت رویت ہلال کا اعلان کر دے تو ملک کے تمام باشندوں پر اس کا اطلاق ہوگا اور ہر شخص پر اس کی اطاعت ضروری ہوگی۔ کیونکہ ملک کے تمام شہر اس کے حق میں ایک ہی شہر کے مانند ہیں۔

ابن ہاشون کا قول یہ ہے کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے باشندوں کیلئے لازم

نہیں ہے، الا یہ کہ خلیفہ وقت اسے تسلیم کرے اس صورت میں تمام لوگوں کیلئے اس کی تعمیل لازم ہوگی، اس لئے کہ ملک کے تمام شہر اس کیلئے ایک شہر کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کا حکم پورے شہر پر نافذ ہوگا کیونکہ وہ پورے ملک کیلئے واجب الاتباع ہے۔

خط، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹی وی، اور تار کے ذریعہ روایت ہلال کی اطلاع اور جہاد وغیرہ کے ذریعہ روایت کے سلسلہ میں چند باتیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں (الراج الجامع للاصول ۲/۱۹۸)۔

۱- ہوائی جہاز کے ذریعہ روایت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ عہد رسالت، خلافت راشدہ اور خیر القرون کے تعامل کی بنا پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہازوں میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اتفاقی طور پر ہوائی جہاز کا کوئی مسافر چاند دیکھ لے اور آ کر شہادت دے تو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے، کیونکہ اس کی شہادت کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ نیچے کی ہوا میں گرد و غبار اور بخارات کی وجہ سے مستقبل نہیں کہ چاند نظر نہ آئے اور بلند جگہ ہوا صاف ہونے کی وجہ سے نظر آئے: ”كما قال الشامي: وقد يرى الهلال من أعلى لأماكن ما لا يرى من الأسفل فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر“۔

شرط یہ ہے کہ ہوائی جہاز کی پرواز اتنی اونچی نہ ہو جہاں تک زمین والوں کی نظریں پہنچ ہی نہ سکیں، کیونکہ شرعاً روایت وہی معتبر ہے کہ زمین پر رہنے والے اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھ سکیں اس لئے اگر بیس تیس ہزار فٹ کی بلند پرواز کر کے کوئی شخص چاند دیکھ آئے تو اس بہت سی کیلئے وہ روایت معتبر نہیں جس کو عام انسان باوجود مطلع صاف ہونے کے اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

”مجلس تحقیقات شرعیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ“ نے ہوائی جہاز کے ذریعہ رویت کے بارے میں جو تجویز پاس کی ہے وہ اس سلسلہ میں میری نظر میں واقع ہے وہ تجویز یہ ہے:

”ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر اڑ کر چاند دیکھنا جس سے مطلع متاثر ہوتا ہو معتبر نہیں ہے اور شریعت نے اس کا مکلف بھی نہیں کیا ہے، فقہی کتابوں میں جہاں اونچی جگہوں پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ اونچائی ہے جو عموماً شہروں میں ہوا کرتی ہے تاکہ مکانات اور درختوں کی بلندی افق کو دیکھنے میں نہ حائل ہو، خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو، لہذا ہوائی جہاز سے اس قدر اونچائی پر پہنچ کر اگر چاند دیکھا جائے جس سے مطلع بدل جائے تو وہاں کی زمین والوں کیلئے معتبر رویت قرار نہیں پائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس سلسلہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں، پہلی بات تو یہ کہ ہوائی جہاز سے رویت کا اہتمام کرنا کوئی مستحسن فعل نہیں ہے اور نہ شریعت نے اس کا مکلف بنایا ہے، دوسری بات یہ کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے اس کا اہتمام کرنے ہی جا رہا ہے تو اس سلسلہ میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ اتنی ہی بلندی تک پرواز کی جائے جس سے مطلع متاثر نہ ہو اگر پروازی کی وجہ سے مطلع متاثر ہو جائے تو پھر اس رویت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۵۔ تار، خط اور ٹیلیفون کے ذریعہ رویت کی اطلاع

تار، خط اور ٹیلیفون کی خبر کے بارے میں ”مجلس تحقیقات شرعیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ“ کی تجویز درج ذیل ہے:

تار، خط، ٹیلیفون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار، خطوط اور ٹیلیفون آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔“

خاتم الفقہاء مولانا عبدالحی فرنگی بھلی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”کہ بہ شب گذشتہ در آنجا رویت ہلال یا بوساطت تار برقی دریافت اس امر شد تا وقتیکہ شہرت آں نہ شود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نہ باید ساخت“
(مجموعۃ الفتاویٰ ۲۵۰/۱)

(رویت ہلال کے ثبوت کیلئے وہی خبر معتبر ہے جو مشہور ہو جائے، اگر کسی مقام سے خبر پہنچے کہ وہاں گذشتہ شب چاند کی رویت ہوئی ہے یا ٹیلی گرام کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی تو اس خبر کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ متعدد تحریروں اور مختلف خبروں سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے۔)

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ رویت کی اطلاع

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ٹیلیفون کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”آواز“ اول تو ٹیلیفون میں صاف پہچانی جاتی ہو دوسرے اگر پہچانی بھی جائے تب بھی آوازوں میں تشابہ ہوتا ہے اور جو شرط ہے محجب کے تعین کی کہ اس کے تکلم کے وقت دو معتبر شخص اس کو دیکھ رہے ہوں اور وہ اس کو دیکھ کر کہیں کہ یہ متکلم فلاں شخص ہے اور یہ محتاج ابی التعین اس وقت ان دونوں کو دیکھ رہا ہو یہ یہاں ممکن نہیں، لہذا یہ شہادت ٹیلیفون کے واسطے سے رمضان یا فطر میں معتبر نہیں“ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام)۔

خلاصہ کلام یہ کہ عام حالات میں ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، لیکن اگر قرآنِ قویہ سے اور خصوصی نظم کے ذریعہ ٹیلیفون سے اطلاع آتی ہے اور اس سے ظن غالب پیدا ہو جاتا ہے تو معتبر ہے۔

یہی حال تحریر کا بھی ہے جس طرح ٹیلیفون میں آواز میں مشابہت کا اندیشہ ہوتا ہے اسی

طرح تحریر میں بھی اس فن کے ماہرین اپنی فنی مہارت کا اس طرح کمال دکھلاتے ہیں کہ اصل و نقل میں شناخت محال ہو جاتی ہے، اس لئے تحریر کا بھی اعتبار نہ ہوگا الا یہ کہ خارجی قرائن کے ذریعہ اس بات کا ظن غالب پیدا ہو جائے کہ یہ تحریر مزدور نہیں ہے اور یہ اس کی تحریر ہے جس کے دستخط مثبت ہیں چاہے یہ خارجی قرائن مہر کی صورت میں ہوں یا لیٹر ہیڈ اس پر دلالت کر رہا ہو یا قاصد متدین شخص ہو یا اس کے علاوہ جو بھی خارجی قرائن ہو سکتے ہوں۔

اس سلسلہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں:

۱- پہلی بات تو یہ کہ اگر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ رویت ہلال کی اطلاع دی جاتی ہے کہ دہلی میں یا مدراس میں یا فلاں مقام پر چاند دیکھا گیا، لیکن معتبر اور مستند عالم یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داریاں جہاں نظام قضاء قائم ہے اور امارت ہے وہاں کے امیر شریعت یا قاضی کے حوالہ کے بغیر ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور یہ خبر بے بنیاد سمجھی جائے گی۔

۲- ہاں اگر یہ خبر حوالہ کے ساتھ نشر کی جاتی ہے، مثلاً امارت شریعہ بہار واڑیہ کے قاضی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کے فیصلہ کے بموجب یہ اطلاع دی جا رہی ہے کہ آج پٹنہ میں چاند دیکھا گیا تو یہ خبر قابل اعتبار ہوگی، کیونکہ ہندوستان میں علماء کرام، حاکم اور سلطان کے قائم مقام ہیں اور جس سلطان کا حکم واجب العمل ہوتا ہے اسی طرح علماء کرام کا فیصلہ بھی واجب التعمیل ہوگا۔

”إذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالأمور مؤكدة إلى العلماء ويلزم الأمة الرجوع إليهم“ (الطريقة المحمدية)۔

(اگر کوئی زمانہ سلطان سے خالی ہو جو دینی امور کو انجام دیتا ہو تو یہ تمام دینی امور علماء کرام انجام دیں گے اور امت کے لئے ضروری ہوگا کہ ان سے دینی امور میں رجوع ہوں)۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں:

”العالم الثقة في بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه“ (عمدة الرعاية ۳۹۰)۔

ایسا شہر جس میں کوئی مسلمان حاکم نہ ہو وہاں کا ثقہ عالم حاکم کا قائم مقام ہوگا، اس لئے اس فیصلہ پر جس کی اطلاع ریڈیو ٹیلی ویژن کے ذریعہ دی جا رہی ہو عمل کرنا ان لوگوں کیلئے ضروری ہوگا جو اس رویت ہلال کمیٹی یا امارت کے دائرہ میں آتے ہیں ہاں جو لوگ اس دائرہ میں نہیں آتے ہیں، ان کیلئے اس پر عمل کرنا ضروری نہ ہوگا اور ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے خبر نشر کرنے والے کی حیثیت منادی سلطان کی ہوگی اور منادی سلطان کی خبر معتبر ہے اور وہ واجب التعمیل ہے چاہے منادی عادل ہو یا فاسق ”قادی عالمگیری“ میں صراحت موجود ہے:

”خبر منادی السلطان مقبول، عدلا کان أو فاسقا“ (قادی عالمگیری ۲/۲۷۷)۔
(منادی سلطان کی خبر مقبول ہے چاہے وہ عادل ہو یا فاسق)۔

رویت ہلال کے ثبوت کے شرعی ضابطے

شریعت مطہرہ نے ثبوت ہلال کیلئے کچھ ضوابط متعین کئے ہیں۔

ان ضابطوں کی تفصیلات ذیل میں دی جا رہی ہیں، اثبات ہلال کے وقت اگر یہ ضابطے پیش نظر رہیں تو شرعی طور پر ثبوت ہلال کے فیصلہ میں غلطی کے امکانات باقی نہیں رہتے، بعض دفعہ اس شرعی ضابطوں کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے یا ان سے ناواقفیت کی وجہ سے اس مسئلہ میں فروگزاشت ہو جایا کرتی ہے۔ وہ ضابطے یہ ہیں۔

۱- رویت عامہ

اگر مطلع ابراؤد نہ ہو اور ملک جم غفیر چاند دیکھ لے تو عید الفطر اور رمضان کے چاند کے ثبوت کیلئے یہ رویت عامہ کافی اور قطعی ہے اس کے بعد شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جب آسمان صاف ابراؤد نہ ہو تو ایک یا دو آدمیوں کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ چاند کی خبر اچھی طرح مشہور اور مبرہن ہو جائے، رمضان اور عید کے ہلال کے لئے یہی

شرط ہے، امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی یہی روایت ہے، لیکن امام حسنؒ کی امام ابوحنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دومردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول ہوگی، جیسا کہ حقوق العباد میں قبول ہوتی ہے (المبسوط للسرہنی ۱۳۰۳، کتاب نوا اور الصوم، درمختار ۱۲۶/۲)۔

”درمختار“ میں ہے:

”وبلا علة جمع عظیم يقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم..... وعن الامام انه یکتفی بشاہدین“ (درمختار ۱۳۸/۲ کتاب الصوم)۔

(اور اگر مطلع ابراؤد نہ ہو تو ایک بڑی جماعت کا دیکھنا ضروری ہے تاکہ علم شرعی حاصل ہو اور علم شرعی سے مراد غلبہ ظن ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دو گواہوں کی شہادت کافی ہے)۔

شریعت نے اکثر معاملات و مسائل میں غلبہ ظن ہی کا اعتبار کیا ہے، کیونکہ فقہاء کے نزدیک غلبہ ظن کو بھی یقین کا حکم دیا جاتا ہے۔

”وغالب الظن عندهم يلحق بالیقین، وهو الذی یتنی علیہ الأحکام ویعرف ذالک من تصفح کلامهم فی الأبواب“ (الاشباہ والنظائر ۳۷)۔

(فقہاء کرام کے نزدیک غلبہ ظن کو یقین کا حکم دے دیا جاتا ہے اور اس پر شرعی احکام کا دار و مدار ہے اور یہ بات مختلف ابواب میں تلاش و جستجو سے معلوم ہوتی ہے)۔

شریعت مطہرہ میں عموماً فیصلے دومرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں، دومردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے اور اسی غلبہ ظن کی بنیاد پر عمومی فیصلے کئے جاتے ہیں۔

”أما أكبر الرأی و غلبة الظن الطرف الراجح إذا أخذ به وهو المعتبر عند الفقهاء“ (الاشباہ والنظائر ۳۷)۔

(اکبر رائے اور غلبہ ظن کسی ایک جانب رجحان کو کہتے ہیں، جبکہ اس کی بنیاد پر عمل کرے، فقہاء کے نزدیک یہی معتبر ہے)۔

امام ابو حنیفہؒ کی دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہوئے ابن نجیم وابن عابدین نے مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو شخصوں کی گواہی کو کافی خیال کیا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ لوگ عموماً چاند دیکھنے میں سستی اور کاہلی برتتے ہیں۔

ابن عابدین فرماتے ہیں:

”أنت بصير بأن كثيرا من الأحكام تغيرت لتغير الأزمان ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم أن لا يصوم الناس إلا بعد ليلتين أو ثلاث لما هو مشاهد من تعامل الناس“ (رد المحتار ۹۲/۲ کتاب الصوم)۔

(عمیاں را چہ بیاں کہ بہت سے احکام زمانہ کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں اگر ہمارے زمانے میں شہادت کیلئے بڑی جماعت کی شرط رکھی جائے تو لوگ دو دن یا تین دن کے بعد ہی روزہ رکھ سکیں گے، کیونکہ اس سلسلہ میں لوگوں کی سستی ایک عام بات ہو گئی ہے)۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں اگر شہر کے رہنے والے ایک شخص نے اونچی جگہ سے چاند دیکھا یا شہر سے باہر رہنے والے ایک شخص نے چاند دیکھا تو اس ایک شخص کی شہادت معتبر ہوگی۔

”ذكر الطحاوی أنه تقبل شهادة الواحد اذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع وإليه الإشارة في كتاب الاستحسان وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر“ (ہدایہ کتاب الصوم)۔

(امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی شہادت قبول ہوگی اگر وہ بیرون شہر سے آیا ہو کیونکہ وہاں رکاوٹیں کم ہوتی ہیں۔ ”کتاب الاستحسان“ میں اس کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح

ایک شخص کی گواہی کافی ہوگی اگر اسے بلند مقام سے دیکھا ہوا اگرچہ شہر کارہنے والا ہو۔

”وعلى قول الطحاوى اعتمد الامام المرغينانى و صاحب الاقضية والفتاوى الصغرى“ (فتاویٰ عالمگیری ار کتاب الصوم)۔

امام طحاویؒ کے قول کو امام مرغینانی صاحب ”ہدایہ“ نے ترجیح دی ہے اور اسی طرح اس قول الاقضية والفتاوی الصغری کے مصنف نے راجع قرار دیا ہے۔

فقہاء کرام نے بعض علامات کو بھی غلبہ ظن کے لئے کافی قرار دیا ہے:

” يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل“ (رد المحتار ج ۱ کتاب الصوم)۔

(شہر سے توپ کی آواز سنائی دے یا روشنی نظر آئے تو دیہات کے رہنے والوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ ان ظاہر علامتوں سے غلبہ ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور غلبہ ظن کسی عمل کے وجوب کیلئے حجت ہے)۔

۲۔ خبر مستفیض

مطلع اگر صاف ہو تو رمضان المبارک اور عید دونوں کے لئے خبر مستفیض شرط ہے، خبر مستفیض سے مراد ایسی خبر ہے جس کو بکثرت ایسی جگہ کے بارے میں جہاں رویت ہو چکی ہے ایسے لوگ بیان کریں جن کا کذب پر اتفاق محال ہو، ایسی جگہ آکر بیان کریں جہاں ابھی تک رویت ثابت نہیں ہوئی ہے صرف سنی سنائی باتوں اور افواہ سے کوئی خبر مستفیض کا درجہ حاصل نہیں کرتی۔

”إن المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین من بلدة الثبوت إلى البلدة التي لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة“ (حاشیہ البحر الرائق ۲۷۰)۔

علامہ رحمۃ فرماتے ہیں:

استفاضة کا مطلب یہ ہے کہ جہاں چاند ہوا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں ہر جماعت یہ خبر دے کہ اس شہر کے مسلمانوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض خبر کا پھیل جانا کہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ یہ بات کہی، خبر مستفیض نہیں ہے۔

”قال الرحمتی: معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشیوع من غیر علم عن إشاعته“ (شامی ۱۲۹/۲، السیوطی للسرخی ۱۳۰/۳ کتاب نوادر الصوم)۔
اگر خبر مستفیض اور متحقق ہو جائے دوسرے شہر کے باشندوں کے درمیان تو اس شہر کا حکم ان کیلئے لازم ہوگا۔

جس طرح متعدد آنے والی جماعتوں کی خبر میں مستفیض کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں اسی طرح متعدد تحریریں، چاہے تحریر خط کی صورت میں ہو یا ٹیلی گرام کی صورت میں خبر مستفیض کا درجہ حاصل کر لیں گی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تحریر میں تعداد کثرت ہو۔
مولانا عبدالحی فرنگی مکی فرماتے ہیں:

”در رویت ہلال شہرت اخبار معتبر است۔ اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ در آنجا رویت ہلال شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شد تا وقتیکہ شہرت آن نشود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نشود اعتبار آن نہ باید ساخت“ (مجموعۃ الفتاویٰ ۱۲۵/۱)۔

(رویت ہلال کے ثبوت کیلئے وہی خبر معتبر ہے جو مشہور ہو جائے، اگر کسی مقام سے خبر پہنچے کہ وہاں گذشتہ شب چاند کی رویت ہوئی ہے یا ٹیلی گرام کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی ہے تو اس خبر کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جائیگا جب تک کہ متعدد تحریروں اور مختلف خبروں کے ذریعہ اس کی تصدیق نہ ہو جائے)۔

۳- شہادت:

مطلع اگر ابرآلود ہو تو رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت میں اور عید الفطر کے چاند کے ثبوت میں فقہاء نے فرق کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف- مطلع اگر ابرآلود ہو تو رمضان المبارک کے چاند کے سلسلہ میں ایک دیندار پابند شریعت مسلمان مرد یا عورت کے خبر پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے، جبکہ وہ خبر دیں کہ انہوں نے بذاتِ خود پچشم خود چاند دیکھا ہے (الدر المختار ۲/ ۱۲۳-۱۲۴، مختصر القدوری ۴۹)۔

رمضان المبارک کے چاند کی رویت ایک مرد یا ایک عورت کی خبر سے ثابت ہو جاتی ہے اگر مطلع بادل یا غبار یا دھوئیں کی وجہ سے صاف نہ ہو (الفتاویٰ المیزان ۲۱۶-۲۱۷)۔

اور برائے شہادت ماہ رمضان اگر آسمان ابر یا مانند آس وادیک مرد یا زن عادل کافی است حرباً شدیداً رقیق (ملا بدینہ ۹۳)۔

(رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت کے لئے اگر مطلع ابر یا کسی درجہ سے صاف نہ ہو تو ایک عادل مرد یا عورت کی چاہے وہ آزاد ہو یا غلام، خبر کافی ہے)۔

علامہ شامی نے تو فاسق شخص کی خبر کو بھی کافی سمجھا ہے اگر قاضی کو اس کی خبر کی سچائی کے سلسلہ میں ظن غالب ہو جائے۔

”فإن تحرى القاضى الصدق فى شهادته تقبل و إلا فلا“ (ر)

المختار ۳/ ۵۱۶)۔

مستور الحال شخص کی خبر کو بھی فقہاء نے اس ضمن میں کافی سمجھا ہے (خاصہ

الفتاویٰ ۱/ ۲۳۸)۔

ب- مطلع ابرآلود ہونے کی صورت میں ثبوت ہلال عید کیلئے خبر کافی نہیں ہے، بلکہ

باقاعدہ شہادت ضروری ہے اور نصاب شہادت یہ ہے کہ دو آزاد پابند شریعت مسلمان مرد یا ایک

مرد اور دو عورتیں رویت ہلال کمیٹی، قاضی، مفتی یا عالم کے پاس رویت کی شہادت دیں اور ان حضرات کے ذریعہ ان کی شہادت قبول کر لی جائے (الدر المختار ۲/۱۳۳)۔

”وتثبت رؤية الهلال للعيد بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين إذا كانت بالسما علة من غيم أو غبار أو دخان“ (الفقہ المبر ۲۱۶-۲۱۷)۔

(ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اگر مطلع ابر و غبار یا دھوئیں کی وجہ سے صاف نہ ہو۔

”و برائے شہادت شوال دریں چہنیں حال دو مرد عادل یا ایک مرد و زن احرار و عدول باللفظ شہادت شرط است“ (مالا بد منہ ۹۳)۔

(مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں عید کے چاند کے ثبوت کیلئے دو آزاد عادل مرد یا ایک آزاد عادل مرد اور دو آزاد عادل عورتوں کی شہادت شرط ہے)۔

امام قرانی سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اس صورت میں اگر فاسق کی شہادت کی سچائی کا قاضی کو ظن غالب ہو جائے تو اس کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ ”وإذا غلب على الظن صدق الفاسق قبلت شهادته وحكم بها“ (فتاویٰ عالمگیری ۱۰۱/۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک صورت میں خبر مطلوب ہے، دو صورتوں میں خبر مستفیض مطلوب ہے اور ایک صورت میں شہادت مطلوب ہے:

الف- مطلع ابر آلود ہو اور مسئلہ ہلال رمضان کا ہو تو اس صورت میں خبر مطلوب ہے۔

ب- مطلع ابر آلود نہ ہو تو ہلال رمضان عید دونوں کیلئے خبر مستفیض مطلوب ہے۔

ج- مطلع ابر آلود ہو تو ہلال عید کے لئے شہادت مطلوب ہے۔

۴- شہادۃ علی الشہادۃ

اگر اصل شاہد کیلئے دارالقضاء یا مفتی یا کمیٹی کے سامنے حاضر ہونا ممکن نہ ہو تو اصل گواہ

دو ثقہ آدمیوں کو گواہ بنا کر اپنی طرف سے دارالقضاء مفتی یا کمیٹی کے سامنے شہادت کا فریضہ انجام دینے کے لئے بھیجیں اور وہ دونوں گواہ قاضی، مفتی یا کمیٹی کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں آدمی نے شہادت دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور انہوں نے ہمیں گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ ہم آپ تک ان کی گواہی پہنچا دیں، یہ ثبوت ماہ رمضان و ہلال عید کیلئے ہے اگر یہ گواہ اپنی طرف سے ایک گواہ بھیجے تو کافی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر گواہ اپنی طرف سے دو دو گواہ بھیجے (ردالمحتار ۴/۵۳۴-۵۳۵)۔

۵- شہادت علی قضاء القاضی

مفتی یا قاضی کی مجلس میں شرعی شہادت پیش ہو اور مجلس میں دو دیندار پابند شرع مسلمان شروع سے آخر تک حاضر ہوں اور وہ پھر کسی دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دیں کہ فلاں مقام پر قاضی یا مفتی کی مجلس میں ہمارے سامنے رویت ہلال کی شہادتیں پیش ہوئی ہیں اور ان کی شہادت کی سماعت کے بعد قاضی یا مفتی نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا ہے تو یہ بھی ثبوت ہلال رمضان و عید کیلئے کافی ہے (الدر المختار ۲/۱۲۸)۔

۶- کتاب القاضی الی القاضی

ایک جگہ کے قاضی یا مفتی کے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی اور اس نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا، اب وہ دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے نام دو دیندار مسلمان کے سامنے خط لکھے کہ میرے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی ہے جس کی بناء پر میں نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے اور اس پر دستخط کرے اور مہر لگائے۔ ان کو سنا کر بند کر کے مہر لگا کر ان کے حوالے کر دے، وہ دونوں شخص وہ خط لے کر دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے پاس جائیں اور گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی یا مفتی کا مکتوب ہے، اس نے ہمارے سامنے اس خط کو لکھا ہے اور لکھنے کے بعد پڑھ کر

سنایا ہے اور ہمارے حوالے کیا ہے کہ ہم آپ تک یہ مکتوب پہنچا دیں تو دوسری جگہ کا قاضی یا مفتی اس کو منظور کر کے اعلان کر سکتا ہے یہ بھی ثبوت ہلال کیلئے حجت ہے۔ مگر یہ حجت اسی وقت ہے کہ جب وہ دونوں شخص گواہی دیں کہ فلاں قاضی یا مفتی نے ہمارے سامنے اس خط کو لکھا ہے اور پڑھ کر سنایا ہے اور ہمارے حوالے کیا ہے۔ اگر اس طرح کی شہادت نہ دیں محض ایک خط کی حیثیت سے صرف پہنچا دیں تو اس کی حیثیت ایک خط ہوگی (رد المحتار)۔

www.KitaboSunnat.com

ثبوت رویت ہلال میں علم ہیئت کی حیثیت

مفتی احمد خان پوری ☆

جواب (۱)

الف۔ امام اعظم ابوحنیفہ سے ظاہر روایت یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے، اسی کو عام فقہائے احناف نے رائج قرار دیا ہے، یہاں تک کہ مشرق و مغرب کے فاصلہ میں اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر ایک جگہ کی رویت کو دوسری جگہ کے لئے حجت قرار دیا ہے، ”در مختار“ میں ہے:

”و اختلاف المطالع و رؤیتہ نہاراً قبل الزوال و بعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب و علیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ، فیلزم أهل المشرق برویة أهل المغرب إذا ثبت عندهم روىة أولئك بطریق موجب كما مر، وقال الزیلعی: الأشبه إنه يعتبر، لكن قال الكمال: الأخذ بظاهر الروایة أحوط“ (در مختار علی حاشی الثانی ۲/ ۱۰۳-۱۰۵)۔

ہمارے اکابر علماء میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے (فتاویٰ رشیدیہ ۱/ ۲۱) میں اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ نے (فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۳۷ مطبوعہ کراچی) میں، اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ نے (امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۱۲) میں

☆ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔

اور مفتی الاعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے (کفایت المفتی ۲/۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲) میں اسی پر فتویٰ دیا ہے، حنابلہ اور مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس کے برخلاف فقہاء حنفیہ میں سے بعض حضرات نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے، حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے (العرف الشذی ۱/۲۰۳) میں اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے (فتح الملہم ۳/۱۱۳) میں اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ (رویت ہلال ۸۸-۴۹) میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ شوافع اسی کے قائل ہیں۔ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”وإنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أحداً العمل بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها، بل يجب العمل بالأسبق رؤية حتى لو رؤى في المشرق ليلة الجمعة وفي المغرب ليلة السبت وجب على أهل المغرب العمل بما رآه أهل المشرق فقليل بالأول، واعتمده الزيلعي وصاحب الفيض وهو الصحيح عند الشافعية؛ لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم كما في أوقات الصلوة وأيده في الدرر بما مر من عدم وجوب العشاء والوتر على فاقده وقتها وظاهر الرواية الثاني وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة“ (شامی ۲/۱۰۵)۔

مجموعہ رسائل ابن عابدین میں علامہ شامیؒ کا ایک رسالہ بنام ”تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان“ اس میں انہوں نے اختلاف مطالع کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے لئے مستقل ایک فصل بعنوان ”الفصل الرابع في بيان اختلاف المطالع“ قائم فرمائی ہے، اس میں احناف، حنابلہ اور مالکیہ کے یہاں اختلاف مطالع کے عدم اعتبار والے قول کے معتمد اور رائج ہونے کی تصریح فرمائی ہے: ”لكن المعتمد الراجح عندنا إنه لا اعتبار به وهو ظاهر الرواية وعليه المتون كالكنز وغيره وهو الصحيح عند

الحنابلہ کما فی الإنصاف، وکذا هو مذهب المالکیۃ الخ (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲۵۱/۱)۔

نیز اختلاف مطالع کے اعتبار والا قول جمہور مشائخ اور ظاہر مذہب کے خلاف ہونے کے علاوہ وجوہ ذیل کی بناء پر بھی ناقابل عمل ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ کا قول: ”یسئلونک عن الأہلۃ قل ہی موافیت للناس والحج“ (سورہ بقرہ) اور اللہ تعالیٰ کا قول: ”وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب“ (سورہ.....) میں واضح ہدایت ہے کہ احکام شرع کا مدار قمری حساب پر ہے، شمسی پر نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ شمسی تاریخوں کو ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا، بلکہ دنیا کے چند افراد یہ تاریخیں متعین کرتے ہیں اور باقی ساری دنیا محض ان کی تقلید کرتی ہے، اس کے برعکس قمر کے مشاہدہ سے ہر ناخواندہ شخص بھی تاریخ معلوم کر سکتا ہے، چونکہ احکام شرع ہر شہری و جنگلی اور خواندہ و ناخواندہ کے لئے یکساں ہیں اس لئے ان کا مدار سہولت اور عام فہم طریقہ پر رکھا گیا ہے، مگر مطالع قمر کے اختلاف کا علم اتنا مشکل اور اس قدر پیچیدہ ہے کہ تسخیر قمر کے موجودہ دور ترقی میں بھی ایسے لوگ بہت ہی کم، بلکہ کالعدم ہیں جو اختلاف مطالع کا خط کھینچ کر یہ بتادیں کہ اس خط کے ایک جانب رؤیت کا امکان ہے اور دوسری جانب نہیں، اختلاف مطالع قمر کے علم کی بہ نسبت تو شمسی حساب بھی ہزاروں درجہ سہل اور آسان ہے، پس جبکہ شریعت نے شمسی حساب کو عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے تو اختلاف مطالع قمر جیسے پیچیدہ اور مشکل ترین حساب کا مکلف بنانا بطریق اولیٰ مقتضائے شرع کے خلاف ہے۔

۲- اگر یہ مسئلہ مقتضائے شرع کے خلاف، اختلاف مطالع قمر کے علم میں مہارات رکھنے والے چند افراد کے سپرد کر بھی دیا جائے تو اس میں ایک مزید قباحت یہ لازم آئے گی کہ ایک ہی مملکت کے اندر واقع دو متقارب مقامات کے درمیان خط اختلاف مطالع واقع ہونے کی

صورت میں ایک شہر میں مرکزی حکومت رویت کی بنا پر عید کا فیصلہ کرے اور دوسرے ملحق شہر میں اختلاف مطالع کی بنا پر روزہ کا حکم دے، ایسے فیصلہ کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

۳- خط اختلاف مطالع کا محل وقوع ہر ماہ مختلف ہوتا ہے، لہذا ہر مہینہ میں اس کی تعیین کے لئے ماہرین فن کی ضرورت پڑے گی جو کالعدم ہیں، نیز اس میں ہر ماہ تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے اجراء احکام میں عسرت اور عوام میں انتشار پیدا ہونا لازمی ہے (حسن الفتاویٰ ۳/ ۴۹۳)۔

ب- جواب سابق میں اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی تصریح و ترجیح مذکور ہے، نیز اعتبار کی صورت میں تحدید بھی دشوار ہے، میرۃ شہر کی تحدید جس قول میں کی گئی ہے وہ متعدد وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

ج- یہ یاد رہے کہ بلندی کی سطح مختلف ہونے سے مطالع قمر میں اختلاف نہیں ہوتا، ہاں مطالع و مغارب شمس میں ہوتا ہے۔

د- اگر ہندو پاک و بنگلہ دیش و نیپال کے تمام مسلمان رویت ہلال کے فیصلہ کے لئے کسی کمیٹی کو اختیار دیدیں اور اس کمیٹی کے سامنے رویت ہلال کا شرعی ثبوت مہیا ہونے پر وہ فیصلہ و اعلان کر دے تو ان تمام مسلمانوں پر وہ اعلان و فیصلہ واجب العمل ہوگا بشرطیکہ کمیٹی کے ارکان میں ماہرین فقہ کی اکثریت ہو اور ان کی رائے کو قانونی غلبہ حاصل ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو مقامی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار ضروری ہے۔

ہ- ہلال رمضان کے علاوہ دیگر اسلامی مہینوں کے ہلال کے لئے خبر کافی نہیں، بلکہ شہادت شرط ہے (کما ہو مصرح فی کتب الفقہ) اس لئے ان میں محض خبر رویت پر عمل درست نہیں، چاہے وہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملی ہو، البتہ اگر ہلال رمضان میں خبر اس طرح پہنچی کہ اس میں احتمال تو دیر نہ ہو تو اس پر عمل کر سکتے ہیں بشرطیکہ جس جگہ خبر پہنچ رہی ہے وہاں کا مطلع صاف نہ ہو۔

جواب (۲)

الف۔ صرف اتنی مدد میں تو بظاہر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ب۔ اگر رویت ہلال کی شرعی شہادت ملی ہے تو محض فلکیاتی حساب سے عدم امکان کی بنیاد پر اس کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

رویت ہلال کے معاملہ میں آلاتِ رصدیہ اور حساباتِ ریاضیہ کے ناقابلِ اعتبار ہونے کا مسئلہ تقریباً اجماعی مسئلہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

”والمراد بالحساب هنا حساب النجوم و تسييرها ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضاً إلا النزر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لدفع الحرج عنهم في معاناة الحساب التسيير، واستمر الحكم ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلاً ويوضحه قوله في الحديث الماضي: فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين ولم يقل فاسئلوا أهل الحساب، والحكمة فيه كون العدد عند الإغماء يستوى فيه المكلفون فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم، وقد ذهب قوم إلى الرجوع إلى أهل التسيير في ذلك وهم الروافض، ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم قال الباجي، وإجماع السلف الصالح حجة عليهم، وقال ابن بزيمة: وهو مذهب باطل فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم؛ لأنها حدس وتخمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب مع انه لو ارتبط الأمر بها لضاق إذ لا يعرفها إلا القليل“ (فتح الباری ۳/۱۰۲)۔

علامہ ابن رشد مالکی فرماتے ہیں:

”فإن العلماء أجمعوا على أن الشهر العربي يكون تسعاً وعشرين

ویکون ثلاثین، وعلى أن الاعتبار في تحديد شهر رمضان إنما هو الرؤية“ (بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۱۷)۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

”واختلف العلماء في معنى فاقدروا له، فقالت طائفة من العلماء: معناه ضيقوا له وقدروه تحت السحاب و ممن قال بهذا: أحمد بن حنبل وغيره ممن يجوز صوم ليلة الغيم عن رمضان كما سنذكره إن شاء الله تعالى، وقال ابن سريج وجماعة منهم مطرف بن عبدالله وابن قتيبة وآخرون: معناه قدّروه بحساب المنازل، وذهب مالك والشافعي وأبو حنيفة وجمهور السلف والخلف إلى أن معناه قدروا له تمام العدد ثلاثين يوماً قال المازري: حمل جمهور الفقهاء قوله ﷺ أن المراد إكمال العدة ثلاثين كما فسره في حديث آخر قالوا ولا يجوز أن يكون المراد حساب المنجمين، لأن الناس لو كلفوا به ضاق عليهم؛ لأنه لا يعرفه إلا أفراد البشر والشرع إنما يعرف الناس بما يعرفه جماهيرهم“ (نووی شرح مسلم ۱/ ۳۴۷)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ”أوجز المسالك شرح مؤطا إمام مالک“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”والثالث معناه قدروه بحسب المنازل قاله أبو العباس: ابن سريج من الشافعية ومطرف بن عبد الله من التابعين وابن قتيبة من المحدثين، قال ابن عبد البر: لا يصح عن مطرف وأما ابن قتيبة فليس هو ممن يعرج إليه في مثل هذا قال الناجي: و ذكر الداودي إنه قيل في معنى قوله فاقدروا له أي قدروا المنازل وهذا لا نعلم أحداً قال به إلا بعض أصحاب الشافعي أنه يعتبر

فی ذلك بقول المنجمين والإجماع حجة عليه“ (أوجز: ۱۶/۵)۔

ملا علی قارئی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

”وفی شرح السنة قال ابن سريج: فاقدرُوا خطاب لمن حظه الله بهذا العلم وقوله فأكملوا العدة خطاب للعامة وهو مردود لحديث نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب فإنه يدل أن معرفة الشهر ليس إلى الكتاب والحساب كما يزعمه أهل النجوم للإجماع على عدم الاعتبار بقول المنجمين ولو اتفقوا على أنه يرى لقوله تعالى مخاطباً لخير أمة أخرجت للناس خطاباً عاماً فمن شهد منكم الشهر فليصمه ولقوله ﷺ بالخطاب العام صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته ولما في نفس هذا الحديث لا تصوموا حتى تروه ولما في حديث أبي داود والترمذي عن أبي هريرة أنه عليه الصلوة والسلام قال: الصوم يوم يصومون والفطر يوم يفطرون، بل أقول لو صام المنجم عن رمضان قبل رؤيته بناءً على معرفته يكون عاصياً في صومه ولا يحسب عن صومه، إلا إذا ثبت الهلال على خلاف فيه ولو جعل عيد الفطر بناءً على زعمه الفاسد يكون فاسقاً وتجب عليه الكفارة في قول وهو الصحيح وإن استحل إفطاره فرضاً عن عده واجباً صار كافراً“ (مرقات ۳/۲۳۲ جید)۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”قوله لا عبرة بقول الموقتين) أى فى وجوب الصوم على الناس بل فى المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفى النهر: فلا يلزم بقول الموقتين أنه أى الهلال يكون فى السماء ليلة كذا وإن كانوا عدولاً فى الصحيح كما فى الإيضاح“ (شامی ۲/۲۰۰)۔

ان تمام عبارات منقولہ سے بات صاف صاف معلوم ہوتی ہے کہ رویت ہلال کے معاملہ میں حسابات ریاضیہ اور آلات رصدیہ کا اعتبار نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہے، بعض شافعیہ حساب کے معتبر ہونے کے قائل ہیں، لیکن خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے انکار کیا ہے، علامہ شامی نے اپنے رسالہ ”تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان“ میں ایک مستقل فصل قائم فرما کر اس مسئلہ پر کلام فرمایا ہے جس میں مذاہب اربعہ کی کتب معتبرہ کی نقول پیش فرما کر اس کا اجماعی ہونا ثابت فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: رسائل ابن عابدین ۲۳۶/۱-۲۳۹)۔

عمومی طور پر جب یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ حسابات ریاضیہ کا اس معاملہ میں اعتبار نہیں تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس کا اعتبار جس طرح وجوب صوم میں نہیں کیا گیا اسی طرح اگر ثقہ اور عادل گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اور حسابات ریاضیہ کے اعتبار سے اس روز رویت کا امکان نہیں تو اس صورت میں بھی محض حسابات ریاضیہ کی وجہ سے ان شہدوں کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا، لیکن چونکہ عام طور پر حضرات مصنفین جہاں حسابات ریاضیہ کے عدم اعتبار کو بیان فرماتے ہیں وہاں بطور مثال پہلی صورت تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا اور منہمیں دابل ہیئت یہ بتلاتے ہیں کہ چاند موجود ہے تو محض ان کی بات پر روزہ واجب نہ ہوگا (بلکہ ملا علی قاریؒ کی عبارت میں تو یہاں تک ہے کہ کسی حساب داں نے محض اپنے حساب کی بنیاد پر بلا رویت شرعی روزہ رکھا تو وہ گنہگار ہوگا اور اسی بنیاد پر عید الفطر منائی تو فاسق ہوگا اور افطار کو وجوبی طور پر حلال سمجھا تو کافر قرار دیا جائے گا)، اس سے شاید یہ غلط فہمی ہو کہ دوسری صورت میں یعنی جب کہ حسابات ریاضیہ سے رویت کا عدم امکان ثابت ہوتا ہو اور شرعی شہادات رویت کی میسر ہو جائے تو وہ رد کر دی جائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ علامہ شامیؒ نے جہاں علامہ سبکی شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”اہل حساب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ حساب قطعی چیز ہے“ وہیں انہوں نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ علامہ

سبکی کے اس قول کی خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے تردید فرمائی ہے اس موقع پر جو عبارات مشائخ شافعیہ کی نقل فرمائی ہے اس میں دوسری صورت کی صراحت موجود ہے اور اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ اہل حساب کے قول کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، بلکہ شہادات پر ہی عمل ہوگا، اس لئے کہ شارع نے شہادات کو یقین کا قائم مقام قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار علی الدر المختار ۲/۱۰۰)۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رصد گاہ والے یہ اعلان کریں کہ فلاں روز رویت ممکن نہیں اور شہادت شرعیہ سے اس روز رویت ثابت ہو جائے تو شہادات پر ہی عمل ہوگا، محض رصد گاہ کی تحقیق و حساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس شہادت کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ۲۹ سے کم کا لازم نہ آتا ہو، اس لئے کہ اگر مہینہ ۲۹ سے کم کا لازم آتا ہے تو وہ دن محل شہادت ہی نہیں، ”لقوله عليه الصلوة والسلام: الشهر هكذا وهكذا وهكذا، وعقد الإبهام في الثالثة، ثم قال: الشهر هكذا وهكذا وهكذا، يعني تمام الثلاثين، يعني مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين“ (متفق علیہ)۔

اس جگہ ان حضرات کو جو حساب کے قطعی ہونے کے قابل ہونے کے قائل ہیں بڑا اشکال یہ پیش آتا ہے کہ جب آیات قرآنی سے شمس و قمر کا ایک حساب سے جاری ہونا ثابت ہے تو پھر ہم حساب کی قطعیت کی بنیاد پر شہادت کو کیوں رد نہ کریں؟ کیا ان آیات قرآنی سے صرف نظر کر لیا جائے؟ تو ان حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ جو بات قرآن مجید سے ثابت ہے وہ تو صرف اتنی ہے کہ ”الشمس والقمر بحسبان“ (سورہ رحمان) شمس و قمر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک حساب مقرر فرمایا ہے اور یہ دونوں اس حساب سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتے، لیکن اس حساب کی تفصیل تو قرآن یا حدیث میں موجود نہیں، یہ کیا ضروری ہے کہ اہل ہیئت دریا ضی جس حساب کے دعویدار ہیں وہی مراد ہو، او اگر مان بھی لیں کہ وہی حساب مراد ہے تب بھی یہ دعویٰ کہ

وہ حساب قطعی ہے محل نظر ہے۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ خود ان فنی معلومات کی حقیقت پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ حساب بحیثیت حساب کے قطعی ہو کہ دو اور دو چار ہی ہو سکتے ہیں تین یا پانچ نہیں ہو سکتے، لیکن ان دو کا دو ہونا یہ ہماری نظر میں اندازے اور تخمینہ ہی کا حکم ہو سکتا ہے، کتنے ہی باریک سے باریک پیمانوں سے تولی اور پرکھا جائے یہ احتمال ختم کرنا ہماری قدرت میں نہیں کہ ہم نے جس کو دو سمجھا ہے وہ دو سے کسی قدر کم یا زیادہ ہو، خواہ یہ کمی یا زیادتی ایک بال کے ہزارویں حصہ کے برابر ہو، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کے فرش پر کسی زاویہ میں ایک بال کے ہزارویں حصہ کی کمی یا زیادتی اگرچہ بالکل غیر محسوس زیادتی ہے، مگر اوپر کی فضا اور سیاروں تک جب اس زاویہ کے خطوط ملائے جائیں گے تو میلوں کا فرق ہو جائے گا۔

”مذہب اور سائنس“ کتاب میں گارڈن بلیف کا ایک اقتباس لیا ہے جس میں صراحت ہے کہ چاند ہم سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے، سورج قریباً نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے (ص ۶۹)، ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مثلاً آفتاب کو جب ہم کسی وقت دیکھتے ہیں تو وہ آٹھ منٹ پہلے کا آفتاب ہوتا ہے، اسی طرح قریب ترین جس ستارہ کو ہم دیکھتے ہیں وہ چار سال پہلے کا ہوتا ہے (ص ۷۱) ہم سے قریب ترین ستارہ بھی اتنی دور ہے کہ اس کی روشنی ہم تک آنے میں چار سال لگ جاتے ہیں، حالانکہ روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل سفر کرتی ہے (ص ۷۲)۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کیمرہ کی طرح ترقی یافتہ آلات جھوٹ نہیں بولتے، مگر ان آلات کو واقعات پر منطبق کرنا تو بہر حال انسانی نظر اور انسانی عمل ہے، اس میں غیر محسوس فرق ہو جانا کسی وقت بھی مستبعد نہیں، بلکہ واقع ہے جس کا مشاہدہ ہمیشہ اہل فن کے اختلاف سے ہوتا رہتا ہے، دنیا میں جتنی جدید اور قدیم تقویمیں اور جنتریاں اور کیلنڈر وجود میں آئے ہیں ان میں سے صرف ان کو لیا جائے جو مسلم ماہرین فن نے تیار کئے ہیں تو ان میں بھی باہمی اختلاف نظر آتا ہے، اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا

کوئی احتمال نہ رہتا، سائنس کی نئی ترقیات اور فن ریاضی و فلکیات کی جدید ترقیات کا آج کی دنیا میں بڑا ہنگامہ ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی نئی تحقیقات نے پرانے فلسفہ اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس کے خلاف مشاہدہ کرادیا، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے اس کی تغلیط آئندہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ آئندہ کو چھوڑ کر اسی موجودہ دور میں اسی درجہ کے دوسرے ماہرین اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں (رؤیت ہلال ۳۸-۳۹)۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہوگئی کہ ان قواعد و آلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی اور یقینی کہنا محض خوش گمانی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں، چوتھی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلاسفر ماہر نجوم و فلکیات ابو ربیعان بیرونی جو شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ایک مدت دراز تک ہندوستان میں بھی رہا ہے اور ان فنون کا بے نظیر امام مانا جاتا ہے، اس نئی روشنی اور نئی تحقیقات کے دور میں بھی اس کی امامت سب کے لئے مسلم ہے، روسی ماہرین نے اس کی تحقیقات سے راکٹ وغیرہ کے مسائل میں بڑا کام لیا ہے، ان کی مشہور کتاب ”الآثار الباقیة عن القرون الخالیة“ ایک جرمن ڈاکٹری ایڈورڈ سٹاد کے حاشیہ کے ساتھ لیننزیک میں چھپ کر شائع ہوئی ہے، اس میں ان آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”علماء ریاضی و ہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقدمات فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے، اور مناظر کے احوال مختلف ہوتے ہیں جن کی وجہ سے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز کے سائز میں چھوٹے بڑے ہونے کا فرق ہو سکتا ہے، اور فضائی و فلکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا

غور کرے گا تو رویت ہلال کے ہونے اور نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کر سکے گا۔

اور ”کشف الظنون“ میں بحوالہ زرع شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سالہ تجربہ یہی لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی صحیح اور یقینی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے (کشف الظنون ۹۶۹/۲، رویت ہلال ۳۱-۳۲)۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رصد گاہوں اور آلات رصدیہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رویت ہلال کے مسئلہ میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلا سکتی، بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے تو اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تاکید ہو گئی جو رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیر بالکل سادگی کے ساتھ رویت ہونے نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھ دیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کر سکے (رویت ہلال ۳۲)۔

شہادت کے لئے جب ایک ضابطہ شریعت نے مقرر فرمایا تو اس میں مزید قیود کا اضافہ دلیل شرعی کے بغیر ممکن نہیں، وہ شہادت اہل ہیئت کے قطعی حساب کے خلاف نہ ہو، یہ ایک ایسی قید ہے جس کا کوئی شرعی ماخذ نہیں، پھر حساب کو قطعی کہنا خود بلا دلیل اور اہل ہیئت کی تصریحات کے خلاف ہے، جو حضرات قطعیت حساب کے دعویدار ہیں ان کے غور و فکر کے لئے دو واقعات پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ دنیا کی تمام مساجد محض تحریر و تخمینہ سے قائم کی گئی ہیں لیکن مسجد نبوی کی سمت بطور حجت و مکاشفہ قائم کی گئی ہے، حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے بیت اللہ کو بطور معجزہ کر دیا تھا اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے مسجد مدینہ کی بنیاد رکھی۔ ”بحر الرائق“ میں ہے: ”نقل عن أبي بكر الرازي في محراب المدينة أنه مقطوع به فإنه إنما نصبه رسول الله ﷺ بالوحي“ (۳۳/۱)، درمختار میں ہے: ”وكذا المدنى

لشوت قبلتها بالوحي“ (در مختار علی ہاشم الشامی ۱/۳۱۵)، اس لئے باجماع امت مسجد نبوی کی سمت بالکل یقینی ہے، لیکن حسابات ریاضیہ سے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو چند ماہرین ہندسہ کو مدینہ منورہ بھیج کر پہلے مسجد نبوی کی سمت قبلہ کو آلات ریاضیہ سے جانچا، تو معلوم ہوا کہ آلات کے ذریعہ نکالے ہوئے خط سمت قبلہ سے مسجد نبوی کی سمت قبلہ دس درجہ مائل بجنوب ہے، جیسا کہ علامہ مقریزی نے (کتاب الخطط ۲/۲۵۶) میں بالفاظ ذیل اس کا ذکر کیا ہے: ”إن أحمد بن طولون لما عزم على بناء هذا المسجد بعث إلى محراب رسول الله ﷺ من أخذ سمتہ، فإذا هو مائل عن خط سمت القبلة المستخرج بالصناعة نحو عشر درج إلى جهة الجنوب“۔

اب جو لوگ آلات رصدیہ پر مدار رکھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں وہ دیکھیں کہ ان کی تجویز پر تو مسجد نبوی کی سمت قبلہ بھی پوری نہیں اترتی، اگرچہ موجودہ زمانہ کے آلات کے مطابق مسجد نبوی کی سمت قبلہ کے عین مطابق ہے لیکن اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ آلات پر مدار رکھنا اور اصول شرع کو محض آلات رصدیہ کی وجہ سے چھوڑنا غلط طریقہ ہے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اس کی نماز بھی پڑھی اور پڑھائی تھی، ”بخاری شریف“ اور دیگر کتب حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سورج گرہن کا یہ واقعہ اس روز پیش آیا تھا جس روز آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی، اس موقع پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اکثر اہل سیر کے حوالہ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی وفات دس چاند کو ہوئی تھی، دو قول اور بھی ذکر کئے ہیں جن میں ایک چار چاند کا اور دوسرا چودہ کا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”قوله يوم مات إبراهيم يعني ابن النبي ﷺ وقد ذكر جمهور أهل السير أنه مات في السنة العاشرة من الهجرة ففيل في ربيع الأول وقيل في

رمضان، وقیل: فی ذی الحجۃ، والأکثر علی أنها وقعت فی عاشر الشهر وقیل فی رابعة وقیل فی رابع عشرة“ (فتح الباری ۲/۴۲۳)۔

چنانچہ خود حافظ ابن حجر نے اپنی دوسری تصنیف الاصابہ ۱/۹۳ میں اور علامہ ابن عبد البر مالکیؒ نے ”الاستیعاب“ (علی ہامش الاصابہ ۱/۴۳) میں بھی دس چاند والا قول نقل فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے ”مرقات شرح مشکوٰۃ“ (۲/۲۷۵) میں حافظ کے حوالہ سے اسی کو ذکر کیا ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اوجز المسالک میں اس کو ”شرح احیاء“ اور ”تاریخ الخلیس“ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، دیکھئے: (اوجز المسالک ۲/۲۵)۔

اہل بیعت کے نزدیک یہ بات اصول مسلمہ میں سے ہے کہ سورج گرہن قمری مہینہ کی آخری تاریخوں (۲۷/۲۸/۲۹) میں ہوتا ہے اور یہاں حدیث میں تصریح موجود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے روز سورج گرہن ہوا اور اکثر اہل سیر یہ فرماتے ہیں کہ ان کی وفات دس چاند کو ہوئی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دس چاند کو سورج گرہن ہوا، اب اگر اہل بیعت سے اس سلسلہ میں دریافت کیا جائے تو وہ صاف صاف لفظوں میں یہ کہیں گے کہ یہ ناممکن اور محال ہے، لیکن علماء کرام اور محدثین عظام اسی واقعہ کو ان کی تردید کے لئے پیش فرماتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اسی موقع پر تحریر فرماتے ہیں: ”وفیه رد علی أهل الهيئة؛ لأنهم یزعمون أنه لا یقع فی الأوقات المذكورة وقد فرض الشافعی وقوع العید والكسوف معاً واعترضه بعض من اعتمد علی قول أهل الهيئة وانتدب أصحاب الشافعی لدفع قول المعترض فاصابوا“ (فتح الباری ۲/۴۲۳)، دیکھئے حافظ نے اس موقع پر اہل بیعت کی تردید فرمائی ہے (بلکہ ان کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ عید اور کسوف دونوں جمع ہو جائیں، اور اہل بیعت کی بات کا اعتبار کرنے والوں کی طرف امام پر جو اعتراض وارد کیا گیا اس کا اصحاب شوافع نے جواب دیا اور ان کے اس جواب کی

خود حافظ ”فأصابوا“ فرما کر تصویب و تائید کی ہے۔ ملا علی قاریؒ بھی ”شرح مشکوٰۃ“ میں یہی بات فرماتے ہیں: ”وفیه رد لقول أهل الهيئة لا يمكن كسوفها في غير يوم السابع أو الثامن أو التاسع والعشرين إلا أن يريدوا أن ذلك باعتبار العادة وهذا خارق لها“ (مرقات ۲/۲۷۵)۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے ”اوجز“ میں اس مسئلہ پر مستقل بحث فرمائی ہے: ”والسادس فيما قال أهل الهيئة أن الكسوف لا يكون إلا في الثامن والعشرين أو التاسع والعشرين، وقد ورد عند أهل التاريخ وقوعها في الأوقات المختلفة وورد أن الشمس كسفت عند شهادة الإمام حسين في العاشوراء وتقدم عن العيني ردًا على أهل الهيئة إنه لو كان الكسوف لوقوعه في ظل الأرض في وقت لكان ذلك محدوداً معلوماً؛ لأن المجرى منهما محدود معلوم فلما كان تأتي في الأوقات المختلفة والمجرى واحد علم قطعاً فساد قولهم انتهى“ (أوجز المسالك ۲/۲۵۴)۔

اس لئے رویت ہلال کی شہادت بھی محض اس وجہ سے رد نہیں کی جاسکتی کہ رصد گاہ والے اس روز رویت کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔

ج۔ مطلع کا صاف یا گرد آلود ہونا خسی چیز ہے، جس کا فیصلہ بہ آسانی کیا جاسکتا ہے، اس کے لئے حکمہ موسمیات کی مدد لینا سمجھ میں نہیں آتا، اور رویت کے امکان و عدم امکان کا سوال، تو جب اس سلسلہ میں ان کی بات کا شرعاً اعتبار ہی نہیں تو پوچھنے سے کیا حاصل؟

د۔ اگر ہلال رمضان میں غیر واحد عادل پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم دیا گیا اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد بھی رویت ہلال نہ ہوئی تو بحالت صومعید کرنی جائز نہیں اور بحالت علت عید کرنی جائز ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ۱/۱۰۳، نیز دیکھئے: تقریرات

الربیع ۱/ ۱۳۷۱ھ۔

نوٹ: اس مسئلہ میں علماء پاکستان نے اسی پر اتفاق فرمایا ہے جو احقر نے جواب میں کہا ہے، ان اتفاق کرنے والوں میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری بھی شامل ہیں۔
علامہ شامیؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ثم اعلم أنه إذا تم عدد رمضان ثلاثين بشهادة فرد ولم ير هلال الفطر والسماء مصحبة لا يحل الفطر اتفاقاً لظهور غلط الشاهد..... ولا خلاف في حل الفطر إذا تم العدد وكان بالسماء علة ليلة الفطر وإن ثبت رمضان بشهادة الفرد كما حرره في إمداد الفتاح“ (رسائل ابن عابدین ۲۳۶)۔

جواب (۳)

الف- مطلع صاف ہونے کی صورت میں جمع عظیم کی رویت شرط ہے، البتہ صاحب ”بحر الرائق“ علامہ ابن نجیم کے بقول دو کی گواہی سے بھی کام چل جائے گا، اور اگر خارج مصر یا بلند مقام سے دیکھنے والا ایک بھی ہو تو اس کی شہادت سے ثبوت ہو جائے گا، علامہ شامیؒ اپنے رسالہ ”تنبيه الغافل والوسنان“ میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمانے کے بعد آخر میں خلاصہ تحریر فرماتے ہیں: ”حاصل ما مر فيما يتوقف عليه وجوب الصوم عندنا رؤية الهلال من عدل أو مستور لو في السماء علة وإلا فجمع عظيم أو اثنان على ما اختاره في البحر في زماننا أو واحد عدل إذا جاء من خارج المصر أو من مكان عال“ (رسائل ابن عابدین ۲۳۸)۔

فاسق کے صدق کا اگر ظن غالب ہو تو اس کی شہادت قبول کرنا جائز ہے، درمختار میں ہے:

”فلو قضی بشهادة فاسق نفذ وأثم فتح“ (در مختار شامی ۴/۱۴۱)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ”کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہو جائے، کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا، ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لئے غلبہ ظن بصدق مجبّر ضروری ہے، جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی ورنہ قبول کرنا چاہئے تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں، ”معین الحکام“ میں (باب الثانی والعشرون ۱۴۵) میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔

ب۔ حاکم مسلم نہ ہونے کی صورت میں تمام شرائط شہادت ساقط نہ ہوں گی، بلکہ ممکنہ شروط کا اعتبار ضروری ہے۔ ”ولو كانوا ببلدة لا حاکم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بأخبار عدلين مع العلة للضرورة“ (در مختار مع الشامی ۲/۹۹-۱۰۰)، اس میں عدد کی صراحت ہے جو شروط شہادت میں سے ہے (دیکھیے: البحر الرائق ۲/۲۸۷)۔

اس میں الفاظ ”إن أمکن ذلک“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکنہ شروط کی رعایت ضروری ہے۔

ج۔ اگر ثبوت روایت ان کی شہادت پر موقوف ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ فوری طور پر شہادت دیں (شامی ۲/۹۹)۔

اگر ان کی یہ تاخیر اس لئے ہے کہ مقامی علماء یا چاند کمٹی تک پہنچنا اس کے لئے فوری طور پر ممکن نہ تھا، تب تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی ورنہ رد کی جاسکتی ہے۔ ”وعليه تفرع مالمو شهدوا في آخر رمضان بروية هلاله قبل صومهم بيوم إن كانوا في المصر ردت لتركهم الحسبة وإن جاؤا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً“ (شامی ۲/۹۹)۔

نوٹ: آج کل عوام مسلمین میں مسائل شریعت سے جہالت و ناواقفیت بھی عام ہے، اگر ان کی یہ تاخیر اسی جہالت کی وجہ سے تھی تو ان کی شہادت روکی جائے یا نہیں؟ اس کی صراحت نہیں ملی۔

جواب (۴)

الف، ب۔ اگر قاضی کا تقرر تمام مسلمین کی تراضی سے عمل میں آیا ہے تو سب کے حق میں واجب العمل ہے۔

ج۔ دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کے حق میں واجب العمل نہیں ہے، محض خبر کی حیثیت رکھتا ہے۔

د۔ اگر اعلان بایں الفاظ ہو کہ فلاں رویت ہلال کمیٹی چاند کا شرعی ثبوت ملی جانے کے بعد یہ اعلان کر رہی ہے یا اپنے انتظام سے کر رہی ہے کہ رویت شرعاً ثابت ہو چکی ہے اور یہ کمیٹی جانی پہچانی اور معتبر ہو اور اس کے تمام ارکان پابند شرع ہوں تو یہ اعلان مقبول اور واجب العمل ہوگا۔

اور اگر اعلان کے طور پر نہیں، بلکہ محض خبر کے طور پر نشر کر رہا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہو کہ یہ ریڈیو کسی خاص ضابطہ کے تحت ہے، بلا اجازت معتبر خبر شائع نہیں کی جاسکتی تو ہلال رمضان کے اثبات کے لئے کافی ہے، ہلال فطر کے اثبات کے لئے کافی نہیں۔

جواب (۵)

الف، ب۔ دیگر قریبی ممالک جہاں مطلع عموماً صاف رہتا ہو اور رویت ہوتی ہو، ان سے رابطہ قائم فرما کر بطریق موجب ثبوت مہیا کیا جائے۔

ج۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ”مختلف ریڈیو اسٹیشنوں کی خبریں

بھی جب وہ حد تو اتر کر پہنچ جائیں تو استفادہ میں داخل ہیں“ (فتاویٰ دارالعلوم ۳۸۷/۲ مطبوعہ کراچی)۔
 تین ریڈیو اسٹیشنوں سے بھی حصول استفادہ ممکن ہے۔ ”قال الحافظ ابن حجر
 العسقلانی“ والثانی وهو أول أقسام الآحاد ماله طرق محصورة بأكثر من اثنين
 وهو المشهور عند المحدثين سمى بذلك لوضوحه وهو المستفيض على
 رأي جماعة من أئمة الفقهاء“ (شرح نخبہ افکار)، مگر حقیقت یہ ہے کہ استفادہ کے لئے کوئی
 عدد متعین نہیں، بلکہ جتنی اخبار سے غلبہ ظن متحقق ہو جائے وہ خبر مستفیض ہے، واللہ تعالیٰ
 أعلم۔

www.KitaboSunnat.com

رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام ☆

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده، أما بعد۔

الف۔ نفس اختلاف مطالع میں تو کوئی نزاع نہیں اس طرح پر کہ دوشہروں کے بیچ اتنا فاصلہ ہو کہ اگر ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو دوسرے شہر میں نہ ہو ایسا ہونا ممکن ہے اور اس کا وقوع بھی ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه، بمعنى أنه قد يكون بين البلدين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في إحدى البلدين دون الأخرى“
(در مختار ۲/۱۳۱)۔

اس کے بعد شامیؒ فرماتے ہیں:

”وإنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع، بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أحد العمل بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها، بل يجب العمل بالأسبق رؤية“ (در مختار ۲/۱۳۲)۔

مفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”اختلاف مطالع کا حنفیہ کے یہاں اعتبار نہیں“

☆ خادم الحدیث والفقیر والفقہ، جامعہ دارالعلوم (منو)۔

(کفایت المفتی ۳/۲۰۷)

فقہ ابو الیث سمرقندی اور بعض شوافع کے نزدیک اگر ایک شہر میں رویت ہو جائے تو ملک کے تمام شہروں کے باشندوں پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا، یعنی ان حضرات کے نزدیک اختلاف مطالع نہیں اور بعض لوگوں نے مسافت کی قلت و کثرت پر منحصر کرتے ہوئے کہا کہ اگر مسافت قریب ہو تو دوسرے شہر کی بھی رویت سمجھی جائے گی، ورنہ نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:

”جو شہر ایک دوسرے سے اتنے دور ہوں کہ دونوں کے درمیان اختلاف مطالع کا فرق ہے ایسے شہروں پر ظاہر مذہب تو یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے اگر دو شہروں کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہو تب بھی ایک شہر کی رویت دوسرے کے حق میں حجت ملزمہ ہے بشرطیکہ رویت کا ثبوت شرعی طریقہ سے ہو جائے، یہی مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے لیکن بعض متأخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ جہاں اختلاف مطالع کا واقعی فرق ہے وہاں اس کا شرعاً بھی اعتبار ہونا چاہئے، حضرات شافعیہ کا بھی یہی قول ہے، لیکن فتویٰ ظاہر مذہب پر ہے کہ اختلاف مطالع کا گ مطلقاً اعتبار نہیں نہ بلاد قریبہ میں اور نہ بلاد ناسیہ میں“ (آپ کے مسائل

اور ان کا حل از مولانا محمد یوسف لدھیانوی ۳/۲۵۹، ۲۶۰)۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے اپنے رسالہ ”رویت ہلال کی شرعی حیثیت“ میں اختلاف مطالع کے اعتبار کر لینے پر چند خرابیوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جس مکان یا جس گاؤں پر یہ مقدار پوری ہوگی اس جگہ اور اس گھر سے مطلع بدل جانے کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر ۲۹ رمضان کا چاند ہوگا تو اس گھر اور محلہ تک روزہ رکھنے کا حکم ہوگا اور اس کے بعد متصل ہی نماز عید پڑھنے کا حکم وجوبی ہو جائے گا اور پھر اس سے جس افراتفری کا ظہور ہوگا وہ افراتفری اس افراتفری سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

بہر کیف رویت ہلال کے ثبوت اور عدم ثبوت میں اختلاف مطالع جمہور فقہاء کے نزدیک موثر نہیں بلکہ ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول میں اہل مشرق کی رویت اہل مغرب کے لئے جب کہ وہ طریق موجب سے آئے تو اس کے مطابق حسب ضابطہ شرع عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

”اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب، وعلیہ اکثر المشائخ، وعلیہ الفتویٰ بحر عن الخلاصۃ، فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب إذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب“ (در مختار علی ہاشم الشامی ۲/۹۶، فتاویٰ ہندیہ ۲/۱۱۱)۔

اب رہی یہ بات کہ وہ عبارتیں جمہور ائمہ و فقہاء کے مسلک کے خلاف ہیں جیسے صاحب ”تبيين الحقائق“ کی درج کردہ عبارت ”لأهل كل بلد رؤيتهم“ یا سید عمیم الاحسان کی ”کتاب قواعد الفقہ“ میں موجود ضابطہ ”ان جواب السؤال یجوز علی حسب ما تعارف کل قوم فی مکانہم“ (قواعد الفقہ ۷/۷۷) کی کیا توجیہ ہوگی۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب اپنے رسالہ ”رویت ہلال کی شرعی حیثیت“ میں یوں رقمطراز ہیں: ”ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ ہر قوم اپنے یہاں کی رویت کی مکلف ہے اپنے یہاں چاند حسب ضابطہ شرع نظر آجائے تو عمل کر لیا جائے، چاند تلاش کرنے کے لئے گرد و پیش میں دوڑنا ضروری نہیں، بلکہ دور دراز کا سفر اس کے لئے اختیار کرنا منشاء شرع و شارع علیہ السلام کے خلاف ہو جائے گا، البتہ اگر طریق موجب سے دور یا نزدیک سے رویت ہلال کی اطلاع آجائے تو اس کا لحاظ کرنا بھی مفتی بہ قول کی رو سے ضروری ہوگا“ (رویت ہلال کی شرعی حیثیت ۳۲)۔

(۱) ب: اب آئیے ذرا اس کا بھی علماء و فقہاء کے اقوال سے جائزہ لیا جائے کہ اختلاف مطالع کتنی مسافت پر ہوتا ہے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں چند درج ذیل ہیں:-

- ۱- علامہ ابن عابدین شامی نے چھ سو اسی میل بیان کیا ہے۔
- ۲- علامہ شامی ہی نے کسی کا قول پانچ سو اسی میل انگریزی بھی نقل فرمایا ہے۔
- ۳- بعض چار سو اسی میل کے قائل ہیں۔
- ۴- کچھ لوگوں نے ایک ماہ کی مسافت کا پیمانہ بیان کیا تو کسی نے
- ۵- تبدیل اقلیم سے تبدیل مطلع ہونا بیان کیا۔

(۱) ج: ہوائی جہاز پر اڑ کر چاند دیکھنے کی اجازت نہیں اور نہ ایسی شہادتیں معتبر ہیں اگر بلندی کا اعتبار ہوتا تو حجاز میں پہاڑوں کا لاتعداد سلسلہ ہے، علامہ ابن تیمیہ نے ایک جگہ لکھا ہے: ”قد قيل إن بمكة اثني عشر ألفا من جبل“ لیکن عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں ایک بھی ثبوت نہیں ملتا کہ بلندی پر چڑھ کر چاند دیکھا گیا ہو، اس لئے بلندی کی سطح کا کوئی اعتبار نہیں۔ مذکورہ سطور سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کے مطالع الگ الگ ہیں تو ضرور، مگر ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں، اس لئے اگر ہندوستان میں رویت ہو جائے اور شرعی شہادت صداقت کے سبھی حضرات قائل ہوں تو یہ خبر ہندوستان کے سوا دوسرے مذکورہ ممالک میں بھی معتبر ہوگی۔ ۱۳۷۰ء میں اکابر کا اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ بھی ہو چکا ہے، اس لئے سطح کی بلندی و پستی کا رویت ہلال میں کوئی دخل نہیں۔

(۱) د: جن جن علاقوں میں محکمہ قضایا رویت ہلال کمیٹی ہے وہاں پر اس اعلان کے اعتبار کی دو صورتیں ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ یہ اعلان مرکزی قاضی کا ہو یا مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا ہو جس کے تحت یہ دارالقضاء اور کمیٹیاں قائم ہیں، ایسی صورت میں تمام علاقوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو یہ ماننا پڑے گا، دوسری صورت یہ کہ اعلان ماتحت کسی قاضی کا ہے سو وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ موجب للحکم ہے، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے اسکی تفصیل یوں بیان کی ہے بعینہ درج ہے:

”مذہب اربعہ اور جمہور علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے علماء اس نتیجے پر پہنچے کہ اصولی طور پر ذیلی ہلال کمیٹی کا فیصلہ مرکزی ہلال کمیٹی کے لئے اس وقت قابل تقلید ہو سکتا ہے، جبکہ وہ فیصلہ دوسرے قاضی کے پاس شرعی شہادت کے ساتھ دو گواہ لے کر پہنچیں صرف ٹیلیفون وغیرہ پر اس کی خبر دینا کافی نہ ہوگا، جمہور فقہاء امت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا اصل مذہب یہی ہے۔“

اعلان رویت کا طریقہ کار

”ہدایہ، کتاب الام لمام الشافعی“ اور مغنی لابن قدامہ“ وغیرہ میں اس کی تصریحات درج ہیں، مگر اس میں طوالت ہے اور دشواری ہے، اس لئے حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہوں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو، بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار بھی دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے، اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار آدمی مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ سن کر اس طرح نشر کرے کہ ”مرکزی کمیٹی کے سامنے کوئی شہادت نہیں آئی بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں“ اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا اعلان ٹیلیفون سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہو سکتا ہے۔

اسی سے ملتا جلتا قول حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کا بھی ہے جسے

انہوں نے آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲۵۷/۳) میں نقل فرمایا ہے۔

(۱) ہ: سب سے پہلے ریڈیو ٹیلیفون، فیکس یا ٹیلی گرام سے ملنے والی خبروں پر مفتیان

کرام و فقہاء عظام کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوری فرماتے ہیں: بذریعے ریڈیو، خط، و ٹیلی گراف سے عید منانا روزہ رکھنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ حجت شرعیہ نہیں اس کی دلیل ”ترمذی شریف“ کی وہ روایت ہے جس میں ابو کریمؒ سے حضرت ابن عباسؓ نے جب کہ وہ شام سے مدینہ تشریف لائے تھے پوچھا کہ آپ نے بذات خود چاند دیکھا تھا؟ فرمایا نہیں اوروں نے دیکھا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم نے شنبہ کی رات دیکھا اسی حساب سے تیس روزے پورے کریں گے“ (ترمذی ۸۷۱، مغنی لابن قدامہ ۷۳۷)۔

حدیث پاک میں موجود ہے: ”لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفتروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا۔“

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”ٹیلی فون کی خبر پر رویت ہلال کے ثبوت کا حکم دینا ناجائز ہے، کیونکہ ٹیلیفون شہادت شرعیہ کی حدود میں داخل نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے“ (کفایت المفتی ۲۰۴)۔

اسی طرح حضرت مفتی صاحبؒ تارکی خبر کے متعلق لکھتے ہیں: ”تار میں چونکہ کمی بیشی اور غلطی ہوتی رہتی ہے، اس لئے وہ ثبوت رویت ہلال کے لئے کافی نہیں“ (کفایت المفتی ۱۹۸)۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ فتاویٰ محمودیہ میں لکھتے ہیں: ”محض ٹیلی فون کی خبر پر صوم و افطار درست نہیں“ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱۱/۳)۔

حضرت تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں: ”اگر قرآن تو یہ سے متکلم کی تعیین معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے تو ٹیلیفون کی خبر معتبر ہے“ (امداد الفتاویٰ ۷۸/۲)۔

مفتی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں ”تاریخ ذریعہ ذاک سرکاری آئے ہوئے خطوط سے روایت درست نہیں“ (فتاویٰ محمودیہ ۳/۱۱۴)۔

ایک دوسرے مقام پر ریڈیو کی خبر کے سلسلہ میں مفتی صاحب فرماتے ہیں: ”ریڈیو کے ذریعے سے بھی شرعی شہادت حاصل نہیں ہوتی“ (فتاویٰ محمودیہ ۳/۱۱۴)۔

حضرت مفتی محمود صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں: ”اگر حاکم مسلم یا رویت ہلال کمیٹی جس کے افراد حدود شرعی سے واقف ہوں اور متبع شریعت ہوں ثبوت رویت کے بعد ریڈیو پر اعلان کرے یا اعلان کرائے اس طرح پر کہ ہم نے شہادت لی ہے اور رویت کا ثبوت ہو گیا ہے تو یہ اعلان شرعاً قابل تسلیم ہوگا، جبکہ رویت یوم الشک یعنی ۲۹ شعبان میں ہو اور مطلع نا صاف ہو“ (ایضاً ۳/۱۲۱)۔

اسی سے ملتی جلتی تقریر حضرت مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم کی ہلال رمضان کی متعلق ٹیلیفون کے ذریعہ اعتبار کر لینے کی بھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”اگر ہلال رمضان کی اطلاع ریڈیو سے مل رہی ہو یا ٹیلیفون فون یا تار سے اور یہ معلوم ہو جائے اور پورے وثوق سے سمجھ لیا جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے یا یہ تار فلاں شخص کا ہی ہے جو قابل اعتبار ہے اور اس کی آواز کو خوب اچھی طرح پہچانا جاتا ہے اور اگر ایسی خبروں سے صدق کا ظن غالب ہو جائے تو ان کی معتبر مان لیا جائے گا“ (ایضاً ۳/۱۲۹)۔

خلاصہ کلام یہ کہ جن مسائل میں خبر بھی کافی ہے ان میں اگر متعدد تار، ریڈیو، ٹیلیفون کی اطلاع سے ظن غالب ہو جائے تو ایسی خبر معتبر ہے اور اس میں حجاب مانع قبول نہیں۔ درمختار میں ہے: ”وقیل بلا دعویٰ و بلا لفظ اشہد و بلا حکم و بلا مجلس قضاء لانه خیر لا شہادة“۔

بعض فقہاء نے اس میں مزید کچھ شرطیں بڑھادی ہیں مثلاً کلام پوری طرح سنا گیا ہو

آواز برابر پہچانی گئی ہو قرآن سے پورا یقین ہو گیا ہو کہ چاند ہوا ہے اور مستند علماء نے اسے قبول کر لیا ہو (فتاویٰ رحمہ ۲۷۸/۱، ۲۷۹)۔

مذکورہ سطور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ریڈیو ٹیلیفون وغیرہ سے خبر دینا صحیح ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایک آدمی کے فون کی خبر معتبر نہیں تا وقتیکہ تین، چار دیندار آدمیوں کی اطلاع نہ ہو اور آپ سبھی کو جانتے ہوں آواز پہچانتے ہوں، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے ایسی خبر موجب للحکم ہے، بلکہ وہ صرف شخصی طور سے عمل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی ہے، البتہ تار، ٹیلیفون، تار برقی، خطوط اخبارات اتنی کثرت سے آجائیں کہ غلبہ ظن کو مفید ہوں تو صوم و افطار کا حکم دیا جاسکتا ہے (کفایت المفتی ۲۰۹/۳)۔

مفتی صاحب کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ خبر بھی کبھی شہادت کا درجہ رکھتی ہے اور حجت شرعیہ بن سکتی ہے۔

اب آئیے ہلال عید کے متعلق تھوڑی گفتگو ہو جائے، ہلال عید کے لئے باتفاق امت شہادت شرط ہے، ان میں تار، ریڈیو، ٹیلیفون کی اطلاع مطلقاً معتبر نہیں یا تو دیندار اور معتبر آدمی خود چاند دیکھنے کی گواہی دیں یا چاند دیکھنے والوں سے گواہی لی جائے یا قاضی مفتی مام یا ہلال کمیٹی کے صدر کا سندی فرمان لائیں یا ریڈیو کے ذریعہ اس طرح اعلان ہو کہ ”شہادت کے ذریعہ چاند کا ثبوت ہو گیا ہے اور رویت ہلال کمیٹی (جس کے ذمہ دار مسائل شرع سے واقف اور مقبول الشہادۃ ہیں) یا حکومت مسلم (قاضی یا وزیر) کی طرح سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کل فلاں روز نماز عید ادا کی جائے گی اگر ان شرطوں کے علاوہ ہوتا ہے تو وہ معتبر نہ ہوگا۔

خلاصہ کلام تار، ریڈیو، ٹیلیفون، فیکس وغیرہ کی خبر و شہادت من وجہ معتبر ہے اور من وجہ غیر معتبر، اس لئے اگر ایسا کر لیا جائے کہ ہر خطہ میں ایک ایسی ذیلی کمیٹی ہو جس میں باوثوق علماء ہوں اور جنہیں صرف شہادت یا خبر مہیا کرنے کا اختیار نہ ہو بلکہ نفاذ احکام کا بھی حق ہو اگر اس ذیلی

کمیٹی کا کوئی مستند عالم جو مذکورہ شرط رکھتا ہے ٹیلیفون یا مذکورہ بالا طریق سے مرکزی کمیٹی کو رویت سے مطلع کرتا ہے تو یہ رویت ہر خط میں قابل تسلیم ہوگی اور اس پر عمل ضروری ہوگا۔
حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی یہی رائے ہے۔

رویت سے متعلق ماہر فلکیات کی حتمی رائے

الف وج: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ علوم فلکیات و موسمیات موجب للیقین ہیں یا نہیں؟ اور ان کی بنیاد پر رویت ہلال کا حکم لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مسٹر ڈی میکنا لی اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبہ علوم و طبعیات یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری کی رائے درج ذیل ہے،
جو ضیاء الدین صاحب ایم اے لاہوری کے استفسار کا جواب ہے:

”آپ کے استفسار کے متعلق کہ آیا آبزرویٹری سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے اب نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشین گوئی کر سکیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، درحقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا“ (القاسم دیوبند: شمارہ ۱۲ صفحہ ۵-۶)۔

اسی مسئلہ پر وائل گرین ووج آبزرویٹری انگلستان کی سائنس ریسرچ کونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ ان کے تیار کردہ فلکیاتی معلومات شیٹ ۶ میں یوں درج ہے: ”ہر ماہ نئے چاند کی پہلی مرتبہ دکھائی دی جانے والی تاریخوں کے متعلق پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہیں جنہیں ان شرائط کے تعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار دکھائی دیئے جانے کے لئے کافی ہوں رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے (ایضاً شمارہ ۱۲ ص ۶)۔

آپ کے سامنے ماہرین علوم فلکیات و طبعیات کے اقوال پیش کر دیئے گئے جس سے

معلوم ہو گیا کہ آج بھی سائنس دان پہلی رویت کے تعین پر ناکام ہیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس پر عبادات کا انعقاد سائنسی آلات اور جدید علوم کا مرہون منت نہیں کسی کو بھی عبادات کے اوقات یا دنوں میں ترمیم کا حق نہیں ہے۔

آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ ہمیں اس کا مکلف بناتی ہیں کہ ہم بصری رویت پر عمل کریں البتہ بعض علماء و فقہاء سے اتنا اشارہ تو ضرور ملتا ہے کہ فلکیاتی و موسمیاتی علوم سے بصری رویت میں مدد لی جاسکتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر علماء کی تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ آج شام ہلال عید یا ہلال رمضان ہوگا اور بصری رویت بھی حاصل ہوگی تو وہ حجت ہے اور اگر صرف فلکیاتی تحقیق ہوئی، مگر بصری رویت نہ ہو سکی تو وہ قطعاً حجت نہیں، اب وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش خدمت ہیں جو ان علوم کے اصالة اعتبار کرنے کی مخالفت کرتی ہیں:

۱- ”فمن شهد منكم الشهر فليصمه“ (سورہ.....)

۲- ”يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج“
(سورہ.....)

۳- ”صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فاكملوا العدة شعبان ثلثين“

۴- ”الشهر تسع وتسعون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا ثلثين“

۵- ”روى ابن عمر قال تراءى الناس الهلال فاخبرت رسول الله ﷺ انى رأته فصام وامر الناس بصيامه“ (رواه ابو داود والداري)

۶- ”لا تقدموا الشهر حتى ترو الهلال او تكملوا لعدة ثم صوموا حتى ترو الهلال او تكملوا العدة“ (رواه ابو داود والترمذی)

۷- ”نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا و هكذا (۸)“
صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته وانسكولها فان غم عليكم فاتموا ثلاثين وان
شهد شاهدان فصوموا وافطروا“ (النسائی)۔

مذکورہ بالا تمام آیات و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہرین فلکیات و موسمیات کو
رؤیت میں کچھ بھی دخل نہیں۔

شہاب الدین رملی فرماتے ہیں: ”إن الشارع لم يعتمد الحساب بل أُلغاه
بالكلية“۔ حضرت تھانوی سے بھی تردید ہی کا ثبوت ملتا ہے وہ فرماتے ہیں: ”شریعت کا حکم
سہل قواعد پر مبنی ہوتا ہے، نہ کہ دقائق پر (امداد الفتاویٰ ۲/۱۱۹)۔

(۲) ب: رؤیت ہلال کے سلسلہ میں بصری رؤیت کا ہی اعتبار ہوگا فلکیاتی علوم خواہ
کچھ بھی کہیں شہادت شرعیہ کا اعتبار ہوگا ہاں اس کے بالمقابل صرف فلکیاتی رؤیت غیر معتبر ہوگی۔
علامہ تقی الدین سبکی کے قول ”فلکیات کا علم قطعی ہے، لہذا شہادت کے مقابلہ میں اس
پر عمل واجب ہے“ کی تقریباً سارے ہی فقہاء عظام و مفتیان کرام نے تردید کی ہے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اس صورت کے اعتبار کر لینے
کی صورت پر نماز روزہ جیسی اہم عبادات اوقات کی تعیین و ثبوت علم ہندسہ یا علم فلکیات کے تابع
ہو جائے گا، پھر اس سے اس دین کے فطری اور دین الہی نہ ہونے کا بھی الہام ہوتا ہے (رؤیت
ہلال کی شرعی حیثیت ۳۵)۔

حضرت مولانا مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی نے فلکیات کے عدم اعتبار پر انتہائی
پر مغز اور بسیط مقالہ لکھا ہے جس میں ائمہ اربعہ کے اقوال قدیم و جدید فقہاء مفتیان کرام کی آراء
اور اس موضوع پر منعقد ہوئے بہت سارے سیمیناروں کی رپورٹ پیش کی ہے (بحث و نظر شمارہ ۲۳
ص ۳۰-۳۱)۔

(۲) د: مطلع گرد آلود تھا اور قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان ایک شخص کی خبر پر کر دیا ۳۰ تاریخ ہونے کے بعد جب کہ مطلع صاف ہے اگر چاند نہیں ہوتا ہے تو اگلے دن روزہ رکھا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ چاند دیکھنے والے کو مغالطہ ہوا ہے، حدیث پاک میں موجود ہے: ”ولا تفطروا حتی تروہ“ (مشکاۃ ۱/۱۷۴)، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس چاند دیکھنے والے کی تصدیق کی جاتی ہے تو مہینہ ۳۱ دنوں کا ہو جاتا ہے جو قطعاً درست نہیں اور اس آدمی کو جس کی خبر پر روزہ رکھا گیا تھا شرعی سزا دی جائے گی، کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی (درمختار ۲/۹۳)۔

الف: چونکہ ہلال رمضان کی روایت خبر ہے اور ہلال شوال کی روایت شہادت ہے، اس لئے دونوں کے احکام جدا گانہ ہیں، ہلال رمضان کے لئے مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں صرف ایک شخص کی روایت کافی ہے جیسا کہ صاحب ”ہدایہ“ فرماتے ہیں:-

”وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في روية الهلال رجلا كان أو امرأة حراً أو عبداً“ (ہدایہ ۲/۲۱۵) ”وعن عبد الله بن عباس قال جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال: رأيت الهلال قال: أتشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله قال: نعم! قال: يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غداً“ (رواہ البوداءود والنسائی والترمذی)۔

یعنی مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں رمضان شریف کے ثبوت کے لئے ایک عادل کی شہادت کافی ہے عورت مرد آزاد اور غلام سب اس میں مساوی ہیں۔

اسی طرح عید کے ثبوت کے لئے دو عادل کی شہادت ضروری ہے: ”وإذا كان بالسماء علة لم تقبل في هلال الفطر إلا شهادة رجلين أو رجل امرأتين“ (ہدایہ ۲/۲۱۶)۔

صاحب مغنی فرماتے ہیں: ”ولا يفطر إذا رآه وحده“ (مغنی لابن قدامہ ۳/۹۵)۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:- روایت ہلال عید کے لئے باتفاق

امت شہادت شرط ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۳۹۹)، اگر مطلع صاف ہو تو اتنے لوگوں کو چاند دیکھنا چاہئے جن کی خبر سے غلبہ ظن ہو جائے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں: ”قبل بلاعلة جمع عظیم يقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم“۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عدالت کا تعلق ظاہر حال سے ہے، اس لئے اگر چاند دیکھنے والا سماج میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم و صلوة کا پابند ہے تو اس کی شہادت معتبر ہونی چاہئے، کیونکہ عموماً ایسے لوگوں پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں: ”الثقة هي التي يعتمد عليها في الأقوال والأحوال“ اور امید ہے کہ وہ شخص کبار سے اجتناب بھی کرتا ہوگا اور صغار کے اصرار سے بچتا ہوگا اس لئے اس کی خبر بطریق موجب ہوئی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: ”العدالة تعمل ملكة على زمة التقوى والمروءة أو الشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار على الصغائر وما يخل بالمروءة“۔ مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ یہاں دیہات میں عدالت بالکل مفقود ہے، اکثر لوگ داڑھی منڈے ہیں اور جو داڑھی والے ہیں وہ بھی ناچ گانا سنتے ہیں، اگرچہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور وعظ بھی سنتے ہیں تو کیا ان کی شہادت معتبر ہوگی؟ اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر امام کو ان کی صداقت کا یقین ہو جائے تو ان کی گواہی معتبر ہوگی۔

اس سلسلہ میں حضرات صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ عدالت کا تعلق ظاہر حال سے ہی نہیں ہے، بلکہ مزید متعلقہ امور کی بھی وضاحت درکار ہوگی، اس ناقص کے خیال میں اس دور قحط الرجال کے اندر شہادت کے معتبر ہونے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ سچا ہے اور نماز

روزہ کا پابند ہے، کیونکہ صرف اتنے ہی سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے گا جو موجب للحکم ہے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے جواب سے بھی اس کی مزید توثیق ہوتی ہے۔
مستور الحال کی شہادت رویت ہلال عید کے لئے تو غیر معتبر ہے، البتہ اس کی خبر ہلال رمضان کے لئے معتبر ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ”وتقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان الشاهد أو غير عدل والمراد بغير العدل المستور“ (شامی ۲/۱۲۳)۔

(۳) ب:- ابن قدامہ لکھتے ہیں: ”فإن رآه اثنان ولم يشهدا عند الحاكم جاز لمن سمع شهادتهما الفطر إذا عرف عدالتهما“ (مفتی ابن قدامہ ۳/۹۵)۔
اگر دو آدمیوں نے چاند دیکھا اور حاکم کے سامنے جا کر گواہی نہ دی تو بھی جن لوگوں کو ان کی عدالت پر اعتماد ہے ان کی گواہی کی اطلاع کے بعد افطار جائز ہے۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی عدالت میں پہنچ کر گواہی دینا ضروری نہیں، مگر علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق حاکم یا نائب حاکم قاضی وغیرہ کی عدالت میں پہنچ کر گواہی دینی چاہئے وہ فرماتے ہیں: ”ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة و افطروا باخبار عدلين“ (شامی ۲/۳۸۵) یعنی حاکم قاضی یا والی کے پاس حاضر ہو کر شہادت دینا ضروری ہے ان میں سے کوئی نہ ہو تو دوسری صورت ہے، اس سلسلہ میں صحیح قول تو یہی ہے کہ اگر خبر ہے تو حاضری ضروری نہیں۔

صاحب ”در مختار“ فرماتے ہیں: ”وقبل بلا دعوى وبلا لفظ أشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لأنه خبر لا شهادة“۔ برخلاف اس کے کہ اگر ہلال شوال کی رویت ہے تو یہ شہادت ہے اور شہادت میں حاضری ضروری ہے۔

تکلمہ ابن عابدین میں لکھا ہے: ”لأن إثبات معجى رمضان لا يدخل تحت

الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضي لمجئى رمضان يقبل و يأمر الناس بالصوم، يعنى فى يوم الغيم ولا يشترط لفظ الشهادة و شرائط القضاء، أما فى العيد فيشترط لفظ الشهادة وهو يدخل تحت الحكم؛ لأنه من حقوق العباد“ (تكملة ابن عابدین ۲/۲۸۹)۔

یعنی ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے حاکم کی ضرورت نہیں یہاں تک کہ اگر کسی عادل شخص نے مطلع یا صاف ہونے کی صورت میں قاضی کو رمضان کی خبر دیدی تو وہ معتبر ہوگی اس میں شہادت و شرائط قضاء کی ضرورت نہیں البتہ ہلال عید میں لفظ شہادت شرط ہے۔

عبارت مذکورہ سے پتہ چلا کہ ہلال کا تعلق قاضی سے ہے، لیکن مفتی نظام الدین صاحب اس تعلق کو ضمنی قرار دیکر ”رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت“ پر یوں رقمطراز ہیں: رؤیت ہلال کا مسئلہ ”من کل الوجوه تحت القضاء“ یا تحت حکم حاکم الحکومت داخل ہی نہیں، جیسا کہ اس عبارت ”لا يدخل تحت الحكم حتى لو أخبر رجل عدل الخ“ سے ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ قاضی عموماً شہر میں ہوتے ہیں اور قاضی کے لئے بغیر دعویٰ و بینہ و شہادت جو بقدر نصاب ہو فیصلہ کرنا اور حکم دینا وغیرہ جائز نہیں ہے ”کما هو مبہن فى کتاب القضاء وفى باب أدب القاضي“ اور یہاں مسئلہ رؤیت ہلال میں کچھ بھی نہیں سوائے عادل شخص کی خبر کے اور قاضی کو صرف اس منجر کی عدالت دیکھ کر حکم دینا لازم ہو جاتا ہے یہ کھلی دلیل ہے کہ مسئلہ رؤیت ہلال تحت القضاء داخل نہیں ہے اور عید کے چاند کے ساتھ چونکہ کچھ حقوق العباد بھی متعلق ہوتے ہیں، اس لئے اس کے چاند کے ثبوت کے لئے عند القاضی دعویٰ و بینہ اگرچہ شرط نہیں ہے، لیکن بتقاضائے احتیاط دو عادل شخص کی خبر لازم ہوتی ہے، آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں کہیں یہ مسئلہ تحت القضاء داخل ہوتا ہے تو وہ محض ضمنی ہے اس بندے کے خیال میں اس کا تعلق اگر ضمنی ہی سہی اس کا اعتبار کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے اعتبار کر لینے کی شکل میں بہت سارے مفاسد سے بچا

جاسکتا ہے خصوصاً بہار اور اڑیسہ میں جہاں ایک بڑے پیمانہ پر قضاء دار القضاء کا نظام ہے اس کے اعتبار کرنے سے ہم آہنگی اور ہمہ جہتی بھی پیدا ہو جائے گی جو اس طرح کی اجتماعی عبادتوں کا مقصد بھی ہے، اس لئے چاند دیکھنے کے بعد کمیٹی یا قاضی کے پاس حاضر ہو کر گواہی یا شہادت دیا جانا چاہئے تاکہ نفاذ احکام میں آسانی ہو اور انتشار سے بچا جاسکے۔

(۳) ج: چاند دیکھنے والے قاضی یا امام یا رویت ہلال کمیٹی کے پاس پہنچ کر فوری اطلاع دیدیں، لیکن اگر کسی وجہ سے تاخیر ہوگی تو بھی ان کی گواہی اور شہادت معتبر ہوگی، معیار شہادت کے پورے ہونے کے بعد یہ خبر اور شہادت موجب للحکم ہوگی۔

الف- سب سے پہلے قاضی کی شرائط پیش خدمت ہیں:

امام ابو الحسن البغدادی الماوردی نے اپنی کتاب ”الاحکام السلطانیہ“ میں قاضی کے لئے سات شرطیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مرد ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) مسلمان ہونا (۴) عادل ہونا (۵) سمع اور بصر کا صحیح

سالم ہونا (۶) احکام شرعیہ کا عالم ہونا (۷) عہدہ قضاء پر بالاتفاق مامور ہونا (الاحکام السلطانیہ للامام ابو الحسن الماوردی ۶۵، ۶۶)۔

یوں تو قاضی کا انتخاب امام کی جانب سے ہوتا ہے، لیکن جہاں امام نہ ہو وہاں بھی ضرورت شدیدہ کی بنیاد پر اجتماعی و ملی مسائل کے حل کی غرض سے کسی کو شہر کے لوگ متفق ہو کر جو شرائط قضاء رکھتا ہو منتخب کر سکتے ہیں۔

بہار اور اڑیسہ میں چونکہ قاضی کا تقرر بالاتفاق ہوتا ہے اور امیر شریعت کی نازدگی سے عمل میں آتا ہے، اس لئے اس کی حیثیت شرعی قاضی کی ہوئی اور امام و حاکم کی طرح اس کی پیروی کرنی چاہئے تاکہ انتشار سے حتی المستطاع بچا جاسکے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں: ”فإذا أتى بأحد هذه الألفاظ انعقدت ولاية

القضاء و غیرها من الولايات“ (الاحکام السلطانیہ ۶۹)۔

(۴) ب۔ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔ جس امام کو تمام مسلمان اپنے امور دینیہ کی اقامت کے لئے پسند کر کے مقرر کر لیں وہ سلطان کا نائب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے (کفایت المفتی ج ۳)۔

مفتی صاحب کے فتویٰ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بہار اور اڑیسہ میں قاضی کا تقرر امیر کے تحت وجود میں آتا ہے اور امام نائب سلطان کا درجہ رکھتا ہے تو قاضی کا فیصلہ بھی سلطان ہی کا درجہ رکھے گا، کیونکہ قاضی کا فیصلہ گویا امام ہی کا فیصلہ ہے، اس کی دلیل کے لئے صرف اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ جہاں حاکم شرعی نہیں وہاں مسلمانوں کا کسی کو امام بنا کر اس کے پیچھے جمعہ پڑھ لینا کافی ہو جاتا ہے کیا یہ امام نائب حاکم نہیں؟ اس کا جواز تو خود ہی نیابت حاکم کی طرف مشیر ہے۔

(۴) ج۔ اگر قاضی ہلال عید یا رمضان کا اعلان کر دیتا ہے تو اس کے حلقہٴ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس کا ماننا ضروری ہے۔

مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں: ”قاضی کا اعلان صرف اسی دائرہ میں محدود رہتا ہے جہاں تک قاضی کا حلقہ اقتدار ہے۔“

(۴) و۔ بہتر تو ہوتا کہ قاضی یا امام خود ہی ریڈیو اور ٹیلیوژن پر اعلان کر دیں، لیکن چونکہ ہمارے اس ملک میں ریڈیو، ٹی وی اسٹیشنوں پر غیروں کا قبضہ ہے، اس لئے اگر وثوق سے معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اعلان میں غلطی نہیں کرتے اور ماضی میں اس طرح کی غلطی کا وقوع بھی نہیں ہوا ہے تو ایسے اعلان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ ایسے مقامات پہ جہاں مطلع اکثر ابراؤں اور رہتا ہے وہاں ہمیشہ ۳۰ کا چاند شمار کرنا کسی طرح درست نہیں اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس طرح کے ممالک میں اس ملک کے قریب ترین ملک کے ہلال کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ہلال کی تعیین کیسے

ہوگی اور اعتبار کی کیا شکل ہوگی تو اگر ایسا کر لیں کہ اپنے ملک برطانیہ میں ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی قائم کر لیں اور اس دوسرے ملک میں جہاں سے رویت کا ثبوت مل جا رہا ہے ذیلی بااختیار کمیٹی قائم کر لیں، رویت کی شرعی شہادت ہو جانے کے بعد اس ذیلی کمیٹی کا صدر یا نائب صدر مطلع کر دیا کرے۔

(۵) ب۔ ”لاہل کل بلد رویتہم“ کے تحت ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کی ضرورت نہیں اس طرح کا تکلف شرعاً غیر مقبول ہے، سلف و خلف سے اس کی تردید بارہا ہو چکی ہے۔ سوال نمبر ۲ جزء الف وجیم میں اس کی تردید گزر چکی ہے اور اس کے عدم اعتبار پر آیات و احادیث پیش کی جا چکی ہیں، اہل برطانیہ ۲۹ کی رویت نہ ہونے کی بنیاد پر تیس تاریخ کے روزہ اور عید کے مکلف ہیں، پھر چونکہ حدیث ”الشہر ہکذا الخ“ یعنی مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين اس بابت نص صریح ہے اس لئے تیس کے بعد پہلی تاریخ شمار کریں اور اگر ۲۹ کی رویت ہو جائے تو مسئلہ ظاہر ہے۔ نیز ”فاغمی علیکم فاکملوا العدة ثلاثین“ سے بھی استدلال ہو سکتا ہے۔

(۵) ج۔ ریڈیو کے ذریعہ ملنے والی خبر اگر موجب للحکم ہو، یعنی اگر یقین کامل ہو جائے کہ مختلف جگہوں کی رویت ہلال کمیٹیوں نے باقاعدہ جانچ پرکھ کر اعلان کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اعلان کرنے والا بھی ذمہ دار اور معتبر شخص ہے تو دیگر مقامات پر بھی اس اعلان کو بنیاد بنا کر اعلان کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر کوئی ریڈیو اسٹیشنوں سے اعلان ہو جاتا تو اس پر مزید توثیق ہو جاتی۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ کم از کم تین چار جگہوں سے اعلان ہونا چاہئے اس سلسلہ میں اصولی بات اعتماد کی ہے اگر مکمل اعتماد اور وثوق ایک ہی ریڈیو اسٹیشن سے ہو جاتا ہے اور اس اسٹیشن کا سابقہ ریکارڈ بھی صحت ہی کا رہا ہے تو ٹھیک، ورنہ کئی مقامات سے ریڈیو کا اعلان ضروری قرار دیا جائے گا۔

رؤیت ہلال سے متعلق مسائل

مولانا سید مصلح الدین احمد بزدوی ☆

رؤیت ہلال کے طرق موجبہ

شرعی طور پر رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے درج ذیل چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ضروری ہے: (۱) شہادۃ علی الرؤیۃ (۲) شہادۃ علی الشہادۃ بالرؤیۃ (۳) شہادۃ علی القضاء (۴) استفاضہ (جو درحقیقت حکم حاکم میں داخل ہے)۔

شہادۃ علی الرؤیۃ: یہ ہے کہ چاند دیکھنے والا عادل (دیندار) یا مستور الحال (جس کا فسق ظاہر نہ ہو) مسلمان بذات خود قاضی، مفتی وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کے سامنے شہادت دے کہ بذات خود میں نے چاند دیکھا ہے۔

شہادۃ علی الشہادۃ بالرؤیۃ: یہ ہے کہ چاند دیکھنے والا شخص بذات خود قاضی، مفتی وغیرہ کے سامنے حاضر نہ ہو، مگر اپنی جانب سے دوسرے دو شخصوں کو گواہ بنا کر بھیجے یا دوسرے لوگ اس شخص کی طرف سے گواہ بن کر قاضی، مفتی وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہو کر اس بات کی گواہی دیں کہ ”ہمارے سامنے فلاں دیندار شخص نے بذات خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے اور چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے۔“

شہادۃ علی القضاء: یہ ہے کہ دو دیندار قابل وثوق مسلمان کسی جگہ کے قاضی، مفتی

وغیرہ کے سامنے گواہی دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی یا مفتی وغیرہ کے سامنے ہماری موجودگی میں شہادت کے قانون شرعی کے مطابق دو شخصوں کی شہادتیں پیش ہوئیں اور اس قاضی یا مفتی وغیرہ نے ان شہادتوں کی بنیاد پر ہمارے سامنے رویت ہلال (چاند نظر آنے) کا حکم اور فیصلہ کیا ہے۔ اصطلاح فقہ میں اس کو ”شهادة على قضاء القاضي اور شهادة على حكم الحاكم“ بھی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: رمضان شریف کے چاند کے سلسلہ میں ”شهادة على الشهادة اور شهادة على القضاء“ دونوں میں سے ہر ایک میں صرف ایک عادل (دیندار) مسلمان کی گواہی شرعاً معتبر ہے۔ دو شخصوں کی گواہی لازم اور ضروری نہیں (البحر الرائق ۲/۲۶۷، بدائع الصنائع ۸۱/۲، امداد الفتاویٰ ۸۸/۲)۔

عید کے چاند اور دیگر احکام میں ”شهادة على الشهادة اور شهادة على القضاء“ دونوں میں سے ہر ایک میں عدالت (دینداری اور عدد دونوں ضروری ہیں) ہر ایک شہادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ: عید کے چاند و دیگر احکام میں ”شهادة على الشهادة اور شهادة على القضاء“ میں سے ہر ایک میں چار گواہ ہونا لازم اور ضروری نہیں بلکہ اصلی دونوں گواہوں میں سے ہر ایک کی طرف سے یہ دونوں شخص گواہی دے سکتے ہیں (ہدایہ ۱۵۴/۳، رد المحتار ۹۶۲/۲، ۳۹۳/۳)۔ استفاضہ: یہ ہے کہ قانون شرعی کے مطابق شہادت تو پیش نہیں ہوئی مگر جس جگہ (گاؤں یا شہر میں) چاند ہوا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آویں اور ہر ایک جماعت یہ خبر دے کہ ”اس گاؤں یا شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے یا چاند دیکھ کر عید کی ہے۔“

الف- استفاضہ اور شہرت کے لئے خبر دینے والوں کا اشخاص و جماعتوں کی شکل میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ خطوط، تحریرات، اخبارات، ٹیلیفون، ٹیلیگرام وغیرہ ذرائع ابلاغ سے بھی یہ

بات اچھی طرح واضح ہو جائے بایں طور کہ اس بستی کے پچاس فیصد مسلمانوں میں اس کا جہ چا اور شہرت ہو جائے تو یہ شکل بھی استفاضہ ہے۔

ب۔ وہ خطوط یا اخبارات کہ جن کے ذریعہ خبر رویت اچھی طرح واضح و مشہر ہو جائے، ان کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں بلکہ وہ متعدد اور کثیر ہوں اتنا کافی ہے۔

ج۔ رمضان شریف اور عید دونوں کے چاند کا حکم یکساں ہے، کیونکہ فقہاء اور علماء کرام کی مذکورہ بالا تحریروں میں کوئی قید نہیں۔ فقہاء کرام کی اصطلاح میں ثبوت چاند کی مذکورہ بالا چاروں صورتیں طرق موجبہ کہلاتی ہیں، یعنی ان چار طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ سے موصول شدہ خبر جس شہر وغیرہ میں پہنچ رہی ہے وہاں کے مسلمانوں پر وہ حجت شرعیہ ہے، اس کو تسلیم کرنا اور اس کے مطابق رویت کا فیصلہ کرنا، اس پر عمل کرنا واجب اور لازم ہے۔

عدالت کی تعریف:

گواہوں کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گواہ کبیرہ گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرنا ہو اور اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں، محدود فی القذف کے سوا کسی شخص سے کوئی گناہ کبیرہ صادر ہو جائے اور وہ شخص اس گناہ کبیرہ سے سچی توبہ کر لے تو توبہ کے بعد اس کی شہادت معتبر و قابل قبول ہوگی۔ اور اس پچھلے گناہ کبیرہ کا کوئی اثر اس کی عدالت پر باقی نہ رہے گا۔

محدود فی القذف سے وہ شخص مراد ہے جو کسی پاک دامن عورت وغیرہ کو زنا کی تہمت لگا کر اس کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکنے کی وجہ سے اسلامی حاکم نے سزا کے طور پر اس کو اتنی کوڑے لگائے ہوں، ایسے محدود فی القذف شخص کی گواہی ہمیشہ کے لئے رد کر دی جاتی ہے اور توبہ کرنے کے بعد بھی اس کی شہادت قابل قبول نہیں قرار پاتی۔

اختلاف مطالع معتبر نہیں

جب کسی ایک جگہ (گاؤں یا شہر) رویت ہلال ہوگئی اور کتب فقہ میں مذکور شرائط کی رعایت و پابندی کے ساتھ رویت کی وہ خبر کسی دوسری جگہ (گاؤں یا شہر) میں پہنچے تو اس دوسرے مقام کے مسلمانوں پر اس رویت کا حکم (روزہ یا عید) لازم اور ضروری ہوگا یا نہیں؟

مذہب حنفی کی کتابوں میں وضاحت اور صراحت ہے کہ اس دوسری بستی کے مسلمانوں پر رویت کا یہ حکم (روزہ یا عید) ثابت اور لازم ہو جائے گا اور ان کے لئے یہ حکم واجب القبول اور واجب التعمیل ہوگا اگرچہ دونوں جگہوں (خبر موصول ہونے والی جگہ اور جہاں سے خبر حاصل ہو رہی ہے) کے درمیان مشرق و مغرب کا بُعد اور فاصلہ ہو، مالکیہ اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض فقہاء شوافع کا رجحان و میلان بھی اسی طرف ہے۔ اس مسئلہ کو فقہاء کرام اپنی کتابوں میں "اختلاف مطالع معتبر نہیں" کے عنوان سے بیان کرتے ہیں (معارف السنن ۵/۲۲۷، ۳۵۱، درمختار ۲/۹۶ وغیرہ)۔

کسی دوسرے مقام سے یہ شرط معتبرہ موصول ہونے والی خبر کے قابل قبول و عمل ہونے کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ اس خبر یا گواہی کے تسلیم کرنے کے نتیجہ میں مہینہ ۲۸ دن کا نہ ہو جاتا ہو، کیونکہ حدیث شریف کی تصریح کے مطابق اسلامی مہینہ ۲۹ اور ۳۰ کے درمیان دائر رہتا ہے، ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہیں ہو سکتا، مثلاً سعودی عربیہ وغیرہ کی خبر یا شہادت پر عمل ممکن نہیں ورنہ مہینہ اٹھائیس کا دن ہو جائیگا۔

ہندوستان کے معروف و مشہور مفتیان کرام و علماء عظام کی تحقیق و تصریح کے مطابق ہندوستان، پاکستان و بنگلہ دیش کے طول و عرض میں رویت ہلال کے سلسلہ میں اختلاف مطالع معتبر نہیں (رویت ہلال رمضان و عید کے مسائل و دلائل ۱۰۰)۔

لہذا اثبوت رویت سے متعلق درج بالا طرق موجبہ میں سے کسی بھی طریقہ سے پورے

ہندوستان میں سے کسی بھی جگہ سے موصول شدہ خبر و شہادت حجت شرعیہ ہے اور اس کو تسلیم کر کے اس کے مطابق عمل کرنا واجب و لازم ہے۔

کسی جگہ یہ طریق شرعی رویت ثابت ہو جانے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود جس جگہ چاند نظر نہ آیا ہو اس جگہ پر بھی یہ رویت واجب العمل ہوگی:

سوال: ۱۱ جن شہر میں ۲۹ شعبان کو مطلع بالکل صاف تھا اور پوری کوشش کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تھا، مگر دوسرے مقامات سے وہاں پر رویت کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ ۹ دسمبر ۱۹۳۶ء، ۲۳ رمضان ۱۳۵۵ء کے الجمعۃ میں ”کھرالہ“ کی عینی شہادت پر حضرت مفتی صاحب نے دہلی میں پیر کا پہلا روزہ تسلیم کر کے ایک روزہ کی قضا کا اعلان کیا ہے، اسی طرح اس اعلان کے نیچے امارت شرعیہ پھلواری شریف بہار کا اعلان چھپا ہے۔ مذکور دونوں جگہ آسمان پر بادل ہونے کی تصدیق ہوتی ہے، جس جگہ آسمان بالکل صاف ہو اور ہزاروں لوگوں میں سے کسی ایک شخص کو چاند نظر نہ آیا ہو ایسے حالات میں مذکور اعلانات کی بنا پر ایک روزہ کی قضا کرنا ہوگی؟

الجواب: رویت کی شہادت معتبر ہو تو اس کا اعتبار ہوگا، اور جن لوگوں کو چاند نظر نہ آیا ہو چاہے وہ کتنی بڑی تعداد میں ہوں تب بھی ان کو روزہ رکھنا پڑے گا۔ محمد کفایت اللہ دہلی (کفایت المفتی ۲۰۸)۔

رمضان شریف میں اپنے ملک سے دوسرے کسی مختلف مطلع ملک میں جانے والے کے لئے شرعی حکم:

جب ملکوں کے درمیان مسافت و فاصلہ اتنا ہے کہ یہاں اور وہاں کے اختلاف مطلع کی بنا پر رویت ہلال میں ایک دن کا فرق ہو جاتا ہے، جیسے کہ ہندوستان اور سعودی عرب وغیرہ، تو ایسی صورت میں رمضان شریف میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے والے شخص کے لئے

شرعی حکم درج ذیل ہے:

سعودی عربیہ سے وہاں کی رویت کے بہ موجب رمضان کا روزہ شروع کرنے عید سے پہلے ہندوستان آنے والے شخص پر یہاں کی رویت کے مطابق عمل کرنا واجب اور لازم ہے۔
رمضان شریف میں رخصت سفر کی بنا پر روزہ نہ رکھنے والا شخص جب دن میں مقیم ہو جائے تو روزہ داروں کی مشابہت اور احترام رمضان کے پیش نظر غروب آفتاب تک اس پر امساک یعنی کھانے پینے سے اجتناب واجب و لازم ہے، اسی طرح سعودی عربیہ وغیرہ بلاد بعیدہ سے ہندوستان آنے والے شخص کو یہی مذکورہ مشابہت اور احترام رمضان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۳۱ واں روزہ رکھ کر مسلمانان ہند کے ساتھ عید منانا واجب اور ضروری ہے، سعودی عربیہ وغیرہ کی رویت کی بنیاد پر اپنے تیس روزے پورے ہونے کے بعد روزہ ترک کرنا جائز نہیں (معارف السنن ۵/۲۳۳، جلد ۱، علی الدراج، ۱/۳۱۵، درمختار و رد المحتار ۲/۹۰، مرقا الفلاح ۵/۳۵۷)۔

ہندوستان کی رویت کے مطابق رمضان شریف کا روزہ شروع کرنے والا شخص عید سے پہلے سعودی عربیہ وغیرہ اثنائے رمضان میں چلا جائے تو وہاں پہنچنے کے بعد ۲۷ یا ۲۸ روزے رکھنے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ عید منائے، کیونکہ وہ دن وہاں عید کا دن ہے اور عید کا روزہ حرام اور ممنوع ہے، البتہ عید کے بعد باقی ماندہ روزے رکھ کر اپنے روزوں کا نصاب مکمل کرے، کیونکہ حدیث شریف کی تصریح کے مطابق اسلامی مہینہ ۲۹ اور ۳۰ کے درمیان دائر رہتا ہے۔ ۲۷ یا ۲۸ دن کا نہیں ہو سکتا۔

قاضی، مفتی، چاند کمیٹی کے صدر وغیرہ پر دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر رویت کی تحقیق واجب ہے:

۲۹ ویں تاریخ کو اپنے شہر یا بستی میں رمضان یا عید کا چاند نظر نہ آیا ہو تو دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر کی تحقیق قاضی، مفتی، چاند کمیٹی کے صدر وغیرہ پر اگرچہ فی نفسہ لازم اور ضروری

نہیں مگر دور حاضر میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلیفون، خطوط، اخبارات وغیرہ ذرائع ابلاغ سے رویت کی خبر پھیل جاتی ہے اور ہر جگہ پہنچ جاتی ہے، اور عام طور پر لوگوں میں اضطراب، انتشار، بے چینی وغیرہ پیدا ہو کر بسا اوقات فتنہ کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ایسے حالات میں خارجی قرآن و شواہد سے دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر کے صحیح ہونے کا ظن غالب ہو تو انتشار و افتراق اور عوام کی بے چینی اور فتنہ وغیرہ کے امکانات کے پیش نظر مفتی، قاضی، چاند کمیٹی کے صدر وغیرہ پر دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر کی تحقیق کر کے صحیح فیصلہ اور حکم سے عوام کو آگاہ کرنا لازم اور ضروری ہے، ان کا تمنا شائی کی حیثیت سے خاموش بیٹھے رہنا اور اس پر کوئی توجہ نہ دینا غلط اور نامناسب ہے۔

کسی صوبہ کے نامور اہل علم و اصحاب فتویٰ کا رویت ہلال سے متعلق فیصلہ پورے صوبہ کے لئے معتبر ہے:

کسی صوبہ میں کسی جگہ مفتیان کرام و علماء عظام نے شہادت کے شرعی قوانین کی رعایت کے ساتھ رویت کا فیصلہ کر دیا اور اخبارات کے ذریعہ یا اپنے خطوط کے ذریعہ (جوان کے دستخط و مہر زدہ ہوں) یا اشتہارات (ہینڈ بل) وغیرہ سے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا، اور اعلان کی مذکورہ بالا صورتیں دھوکہ، فریب، تزویر و بناوٹ سے محفوظ ہوں تو اس صورت میں ان کے اس فیصلہ پر پورے صوبہ کے مسلمانوں کو عمل کر کے روزہ رکھنا یا عید منانا جائز ہے۔

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں شرعی ضابطہ شہادت کی رعایت کے ساتھ کسی صوبہ کے قاضی یا چاند کمیٹی وغیرہ کا فیصلہ رویت پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پانے کی ایک شکل

اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی درج ذیل تحریر سے روشنی اور رہنمائی

حاصل ہو سکتی ہے، اس پر غور کر کے کوئی شکل نکالی جائے۔ وہ تحریر یہ ہے:

مذہب اربعہ اور جمہور علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ علماء اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصولی طور پر تو ذیلی ہلال کمیٹی کا فیصلہ مرکزی ہلال کمیٹی کے لئے اسی وقت قابل تنفیذ ہو سکتا ہے جب کہ وہ فیصلہ دوسرے قاضی کے پاس شرعی شہادت کے ساتھ دو گواہ لے کر پہنچیں، صرف ٹیلیفون وغیرہ پر اس کی خبر دیدینا کافی نہیں۔ جمہور فقہاء امت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کا اصلی مذہب یہی ہے۔ ہدایہ، کتاب الامام شافعی، مغنی ابن قدامہ حنبلی وغیرہ میں اس کی تصریحات درج ہیں، اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ حکومت اس اصول کے مطابق کوئی انتظام کرے، لیکن علماء کے اس اجتماع میں اس پر غور کیا گیا کہ اگر حکومت اس میں دشواریاں محسوس کرے تو کوئی دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ غور و فکر کے بعد متفقہ طور پر اس کا ایک حل یہ نکالا گیا کہ حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے، ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور شامل کیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہوں، اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دیدے، اور مرکزی کمیٹی اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگرچہ کوئی شہادت نہیں آئی، بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں، شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے، ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں، اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا یہ اعلان ٹیلی فون سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہو سکتا ہے۔

۱۔ بندہ محمد شفیع، ۲۔ ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ ۱۳/شوال ۱۳۸۶ھ، ۳۔ محمد یوسف

بنوری ۱۳/شوال ۱۳۸۶ھ، ۴۔ رشید احمد غفنی عفا اللہ عنہ ۱۳/شوال ۱۳۸۶ھ (جواہر الفقہ ۱/۲۰۳)۔

مطلع صاف ہو تو رمضان کے ثبوت کی صورتیں

الف- اتنے مسلمان خود اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ فیصلہ کرنے والوں (مفتی، چاند کمیٹی وغیرہ) کو چاند ہو جانے کا اطمینان ہو جائے۔

ب- ایک قابل اعتماد بالغ مسلمان (مرد یا عورت) شہر کے باہر یا کسی بلند مقام سے آکر شہادت دے جس پر طلوع ہلال کا اطمینان ہو جائے۔

”صحیح فی الأقضية الاکتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو مکان مرتفع“ (در المختار)۔

ج- کسی دوسری جگہ پر چاند ہونے کی اطلاع وہاں سے اتنے مسلمان آکر دیں کہ استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے اور اطمینان ہو جائے کہ یہ خبر صحیح ہے۔

مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے چاند کے ثبوت کی صورتیں

الف- ایک قابل اعتماد مسلمان (مرد یا عورت) کا بیان کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔

ب- کم از کم دو قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو دیندار عورتیں جو کسی دوسرے مقام سے آئے ہوں، شہادت دیں کہ وہاں کی ہلال کمیٹی، مفتی، قاضی وغیرہ نے باقاعدہ شہادت لے کر رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے۔

ج- ایک قابل اعتماد مسلمان شہادت دے کہ فلاں قابل اعتماد شخص نے چاند دیکھا ہے، وہ خود آنے سے معذور ہے، اس نے میرے سامنے شہادت دی ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور مجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ میں اس کی شہادت کی گواہی دوں۔

د- کل ہند ہلال کمیٹی کارڈیو پر اعلان کہ رویت عام یا باقاعدہ شہادت وغیرہ کی بنا پر چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

ھ- خاص ٹیلیفون یا لائننگ کال کے ذریعہ کوئی معتبر مسلمان، چاند کمیٹی یا قاضی مفتی وغیرہ فیصلہ کی اطلاع دے، جبکہ اس کی آواز پہچان لی جائے، اور کم از کم ایک ٹیلیفون پر کسی معتبر مسلمان سے اس کی تصدیق بھی کر لی جائے، دیگر قرائن سے اس کے صحیح ہونے کا اطمینان ہو جائے (کشف الظنون عن حکم الخطا وٹیلیفون ۸۹۷)۔

و- ریڈیو کے ذریعہ کسی مقام پر چاند ہونے کی اطلاع بشرطیکہ ٹیلیفون کے ذریعہ چاند کمیٹی کے صدر یا اس مقام کے کسی معتبر شخص سے اس کی تصدیق کر لی جائے۔

ز- متعدد ریڈیو اسٹیشن متعدد مقامات پر چاند ہونے کی اطلاع نشر کریں، اور چاند کمیٹی یا قاضی، مفتی وغیرہ کو اطمینان ہو جائے (معارف السنن ج ۶)۔

ح- کسی ایک مقام یا متعدد مقامات سے اتنے خطوط یا ٹیلیفون آجائیں کہ استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے جس سے چاند دیکھنے کا ظن غالب ہو جائے (فتاویٰ مولانا عبدالحی ۷/۷۷، امداد الفتاویٰ: کتاب الصوم ۱۷۲)۔

ط- وہ معتمد شخص جس کو کسی جگہ فیصلہ کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا تھا وہ واپس آ کر چاند ہونے کے فیصلہ کی خبر دے۔

”إذا كان رسول القاضي الذي يسأل عن الشهود واحداً جاز والاثان أفضل؛ لأنه ليس في معنى الشهادة“ (ہدایہ آخرین: کتاب الشہادہ) ”وکفی عدل واحد للتزكية وترجمة الشاهد والرسالة“ (تنویر الابصار: کتاب الشہادہ) ”کل اشترط العدد إذا لم يرسل الناقل ليكشف خبر رؤية الهلال أما إذا أرسل ليكشف الخبر فلا يشترط العدد في الناقل ويكون سماع الناقل من العدلين بمنزلة سماع المرسلين فيجب الصوم“ (ارشاد اہل الملئۃ لاثبات الابلۃ)۔

ی- کسی مقام کی ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا قاضی (جس نے فیصلہ کیا ہے) کا خط کسی

جگہ کی کمیٹی کے صدر یا فیصلہ کرنے والے قاضی، مفتی وغیرہ کے نام ہو اور مکتوب الیہ کو یقین ہو جائے۔ ”الفتویٰ علی قولہما اذا تیقن أنه خطہ سواء كان فی القضاء أو الروایة أو الشهادة علی الصک“ (در المختار ۴/۹۱)۔

ماہ شوال و ذی الحجہ کے چاند کا فیصلہ مطلع صاف ہونے کی حالت میں:

یہاں پر ثبوت ہلال کی دو صورتیں ہیں:

۱- مقامی طور پر اتنے مسلمانوں کی خبر جن کی تردید نہ کی جائے۔

۲- دوسرے مقام پر چاند نظر آنے کی خبر اتنے مسلمان دیں جن کی تردید نہ کی جاسکے اور استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے۔

مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں شوال و ذی الحجہ کے ثبوت چاند کے فیصلہ کی صورتیں:

الف- کم از کم دو بالغ قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو قابل اعتماد ہوں، لفظ گواہی سے چاند دیکھنے کی شہادت دیں۔

ب- کسی دوسرے مقام سے کم از کم دو قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک قابل اعتماد مسلمان مرد اور دو قابل اعتماد مسلمان عورتیں دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کے چاند دیکھنے کی شہادت دیں بشرطیکہ چاند دیکھنے والوں نے الگ الگ ان کے سامنے چاند دیکھنے کی شہادت دی ہو اور ان کو اپنی شہادت کا گواہ بنا کر بھیجا ہو۔

یہ ضروری ہے کہ ہر چاند دیکھنے والا دو شخصوں کے سامنے اپنے چاند دیکھنے کی شہادت دے کر ان کو اپنی شہادت بنائے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ دو دوسرے ہوں، مثلاً زید اور بکر جو ایک چاند دیکھنے والے کی شہادت کے گواہ بنے ہیں وہ دوسرے چاند دیکھنے کی شہادت کے گواہ بھی

بن سکتے ہیں، البتہ ان سب کا قابل اعتماد مسلمان ہونا ضروری ہے۔

”فعلى كل شاهد شاهدان سواء كانا هما أو غيرهما“ (البحر الرائق)۔

ج۔ ایک قابل اعتماد مسلمان خود اپنے چاند دیکھنے کی شہادت دے اور دوسرے دو قابل اعتماد مسلمان کسی اور دوسرے قابل اعتماد مسلمان کے چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب بھی رویت ہلال کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ ”لو شهد واحد على شهادة نفسه وآخران على شهادة غيره يصح“ (در المختار)۔

د۔ رویت ہلال کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا صدر یا قاضی، مفتی از خود اپنے فیصلہ کی تحریری طور پر اطلاع کسی قاضی وغیرہ کو دے تو مکتب الیہ اس پر بھی چاند کا فیصلہ کر سکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ دو شاہد شہادت دیں کہ یہ تحریر اسی کی ہے، اس تحریر کے لانے والے بھی شاہد بن سکتے ہیں۔

”لا يقبل الكتاب إلا بشهادة رجلين وامرأتين“ (ہدایہ اخیرین)۔

ه۔ ایک قابل اعتماد مسلمان کو چاند کے فیصلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا، اس نے واپس آ کر فیصلہ کی خبر دی اس خبر پر بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

و۔ کل ہند رویت ہلال کمیٹی کا باقاعدہ اعلان کہ رویت عام یا باقاعدہ شرعی شہادتوں کی بنا پر چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور کل سے کل رشوال ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام)۔

ز۔ کوئی ذمہ دار معروف و معتمد خاص ٹیلیفون یا لائٹنگ کال کے ذریعہ اپنے یہاں رویت ہلال کے فیصلہ یا رویت عام کی اطلاع دے اور اسکی آواز پہچان لیجائے اس پر بھی رویت ہلال کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، جبکہ کم از کم تین ٹیلیفونوں سے الگ الگ وہاں کے کم از کم پانچ معتمد مسلمانوں سے اس کی تصدیق کر لی جائے جس سے استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے اور ارکان کمیٹی یا مفتی، قاضی پوری طرح مطمئن ہو جائیں۔

ح۔ متعدد ریڈیو اسٹیشن الگ الگ متعدد مقامات پر چاند ہونے کی اطلاع نشر کریں،

مثلاً دہلی کارڈ یو ایشین دہلی میں، لکھنؤ کالکٹوئس، پٹنہ کالکٹوئس اور کلکتہ کالکٹوئس میں چاند ہونے کی اطلاع نشر کرے، اور ہلال کمیٹی یا قاضی یا مفتی ان کی صحت پر مطمئن ہو جائے۔

”الخبر المسموع مرة واحدة إذا تضاف إليه قرآن أفاد اليقين (شرح موتوف ۱۲۷، توضیح ۳۱۳) وقال الكمال الحق ماروی عن محمد و أبي يوسف أن العبرة لتواتر الخبر و مجيئه من كل جانب انتهى، و في التجنيس عن محمد إن أمر القلة والكثرة مفوض إلى رأى الإمام وهو الصحيح، وفي البرهان (في الأصح) لأن ذلك يختلف باختلاف الأوقات والأماكن وتفاوت الناس صدقاً“ (خطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصر ۳۵۹)۔

ط۔ روایت کے سلسلہ میں جانے پہچانے حضرات کے خطوط یا ٹیلیفون اس کثرت سے آجائیں کہ انکار کی گنجائش نہ رہے اور چاند ہو جانے کا یقین ہو جائے (فتاویٰ مولانا عبدالحی ۷/۷۷، ابداد الفتاویٰ: کتاب الصوم ۱۷۲)۔

شاہدوں کی عدالت کا معیار

شہادت دینے والے ایسے مسلمان ہونے چاہئیں جو بدینہ معلوم ہوں ان کی بددینی معلوم و ظاہر نہ ہو، اور ایسا شخص جس کی شکل و صورت، وضع قطع شریعت کے مطابق نہ ہو، لیکن وہ سنجیدہ اور باوقار ہو، جھوٹ بولنے کو خود اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہو تو اس کی شہادت بھی تسلیم کی جاسکتی ہے۔

”فإن عدالة الشاهد شرط لوجوبه لا لصحته فلو قضى بشهادة فاسق نفذ“ (در مختار: کتاب الشہادۃ) ”وفی البدائع لكن الصدق لا يقف على العدالة لا محالة فإن من الفسقة من لا يبالي بارتكابه أنواع من الفسق و يستكف عن الكذب (بدائع الصنائع ۲۷۱)۔“

مطلع صاف ہونے کی صورت میں دو شخصوں کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟
 سوال: اس زمانہ میں مطلع بالکل صاف ہونے کے باوجود دو عادل شخصوں کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر نہ ہو تو درمختار و رد المحتار کی درج ذیل عبارتوں کا کیا جواب ہے؟
 ”وعن الإمام إنه يكتفى بشاهدين واختاره في البحر“ (درمختار ۲/۹۲)
 حيث قال وينبغي العمل على ظاهر الرواية في زماننا..... فانفتت علة ظاهر الرواية فتعين الإفتاء بالرواية الأخرى“ (رد المحتار ۹۳-)

جواب: دو شخصوں کی شہادت جب کہ دونوں عادل ہوں اور ان کی شہادت کے ساتھ صدق کے قرائن ہوں تو اسی شہادت کو قبول کرنا نیز اس کے مطابق حکم کرنا بھی جائز ہے، پھر وہ شہادت رمضان سے متعلق ہو یا عید سے متعلق (کفایت المفتی ۴/۹۰۲)۔
 سوال: مطلع ابراؤد ہو تو فاسق کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب: ”و قبل بلا دعوى..... للصوص مع علة كغيم و غبار خبر عدل أو مستور على ما صححه البخارى على خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقا وهل له أن يشهد مع علمه بفسقه قال البزازی نعم، لأن القاضي ربما قبله - و شرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد - وهلال الاضحى وبقية الأشهر التسعة كالفطر على المذهب“ (درمختار مع رد المحتار ۲/۹۵، ۹۱)۔

یہ عبارت بتلاتی ہے کہ بادل وغیرہ کی حالت میں رمضان کے چاند کے سلسلہ میں ایک دیندار یا مستور الحال کی گواہی کافی ہے، اور عید الفطر و ذی الحجہ وغیرہ میں دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں گواہی دیں۔

پھر اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاسق بھی گواہی دیدے، ممکن ہے کہ قاضی امام طحاویؒ کے قول کے مطابق اس کی شہادت سن لیوے، اس لئے ثابت ہوا کہ اگر اس کے

سامنے فاسق کی گواہی کے صدق کے قرائن و آثار محقق ہوں تو قاضی فاسق کی گواہی بھی قبول کر سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر حکم بھی کر سکتا ہے (عزیز الفتاویٰ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳، ۴، ۵۰، ۵۱)۔

رویت ہلال میں فلکیاتی حساب و موسمیات سے استعانت:

”ولا عبرة بقول الموقنین ولو عدولا على المذهب قال في الرهبانية وقول أولى التوقيت ليس بموجب“ (در مختار) ”و تحته في رد المحتار أى في وجوب الصوم على الناس بالإجماع وفي النهر فلا يلزم بقول الموقنين أنه أى الهلال يكون في السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولا في الصحيح إلى قوله قلت ما قاله السبكي، رده متأخروا أهل مذهبه (أى الشافعي) ومنهم ابن حجر والرملي، ثم إلى قوله وما قاله السبكي الشافعي مردود، رده عليه جماعة من المتأخرين منه (أى الشافعي)۔ وليس في العمل بالبينية مخالفة لصلاته ﷺ ووجهه ما قلناه إن الشارع لم يعتمد الحساب، بل ألغاه بالكلية بقوله نحن أمة أمية، ثم إلى قوله: وقال ابن دقيق العيد الحساب: لا يجوز عليه الاعتماد في الصلاة انتهى“ (رد المحتار ۲/۱۲۵)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حساب منجمین اور موقنین کا اعتبار محققین ائمہ احناف اور محققین ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح نہیں، بلکہ طرق موجبہ سے جو ثبوت ہوگا فقط وہی معتبر ہوگا۔

علاوہ ازیں دین اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، یہ عالم، جاہل، متمدن، بدوی، بادشاہ، رعایا، حکماء، فلاسفہ، غرض سب کو یکساں مخاطب کرتا ہے اور اصول فطری و سادہ وضع کرتا ہے اور انہی سادگیوں پر بنیاد رکھتا ہے تاکہ تمام طبقے یکساں عمل کر سکیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کی بنیاد ہی سادگی اور فطرت پر ہے، جو علوم ہندسیہ ریاضیہ کی کشاکش سے معری ہے، اسی طرح

تکلفات، تدقیقات سانسہ سے مہری ومنزہ ہے، لہذا خوردبین سے تلاش ہلال کی ضرورت نہیں اور فضا میں پرواز کی بھی حاجت نہیں، بلکہ اگر نصوص صحیحہ و متون شرعیہ صریحہ میں غور کیا جائے تو یہ امر بخوبی واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے کہ تکلفات و تدقیقات غیر مطلوب ہی نہیں، بلکہ غیر مستحسن بھی ہیں، بلکہ بعض اوقات مضر اور غیر معتبر بھی ہوں گی (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۸۳)۔

ایک شخص کی خبر پر رمضان کا آغاز اور ۳۰ رمضان کو عید کا چاند نظر نہ آنے کا حکم:

۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہیں تھا اور ایک دیندار مسلمان کی خبر روایت کی بنا پر آغاز رمضان کا فیصلہ و اعلان ہوا اور ۳۰ روزے پورے ہونے کے بعد ۳۰ رمضان کی شام کو بھی عید کا چاند نظر نہیں آیا تو اب اکتیسویں دن عید منائی جائے یا پھر اکتیسویں روزہ رکھ کر تیسویں دن عید منائی جائے؟ اس مسئلہ کی کل چار صورتیں ہیں:

۱- ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہوا اور دیندار مردوں کی خبر کی بنیاد پر رمضان شریف کا ثبوت ہوا ہو پھر تیس روزے پورے ہونے کے بعد رمضان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہیں آیا۔

۲- مذکورہ بالا صورت میں تیس روزہ پورے ہونے کے بعد ۳۰ رمضان کی شام کو مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا۔

۳- ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے اور صرف ایک دیندار شخص کی خبر کی بنیاد پر رمضان شریف کا ثبوت ہوا ہو اور پھر تیس روزے ہونے کے بعد ۳۰ رمضان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہیں آیا۔

مذکورہ بالا تین صورتوں میں تیس روزے پورے ہونے کے بعد اکتیسویں دن عید منائی جائے اور اکتیسویں روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مذکورہ بالا تین صورتوں کا یہ حکم شیعین

اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کسی کا اختلاف نہیں۔

۲۹-۳۰ شعبان کو مطلع صاف نہ تھا اور صرف ایک دیندار کی خبر رویت پر رمضان کا ثبوت ہوا اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد ۳۰ رمضان کو مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہ آیا ہو۔

اس چوتھی صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اکتیسواں روزہ رکھ کر تیسویں دن عید منائی جائے گی، اکتیسویں دن عید منانا جائز نہیں، کیونکہ اکتیسویں دن عید منانے کی صورت میں عید الفطر کا ثبوت ایک شخص کی خبر و شہادت سے لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، اس لئے کہ ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو دیندار شخصوں کی شہادت لازم اور ضروری ہے۔ اس چوتھی صورت میں بھی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ تیس روزے پورے ہونے کے بعد اکتیسویں دن عید منائی جائے، اکتیسواں روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ جانبین کے دلائل اور شیخین کی دلیل کے جو جوابات امام محمدؒ نے دئے ہیں اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ امام محمدؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اکابر علماء دین (امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ) کے فتاویٰ کے بہ موجب مذکورہ بالا چوتھی صورت میں بھی اکتیسویں دن عید الفطر منانا جائز ہے (معارف السنن ۵/۳۵۳، ۳۵۴، رد المحتار ۲/۱۰۳، فتاویٰ رشیدیہ ۳۶۷، امد القادی ۲/۸۴)۔

چاند کی شہادت دینے کے لئے جانا ضروری ہے:

ثبوت ہلال کا مدار یا تو خود رویت پر ہے یا شہادت پر ہے، شہادت میں قاضی شرعی و مجلس قضا وغیرہ شرط ہے، اور بسا اوقات اس کا فقدان ہوتا ہے۔

ایسے مواقع میں عادل مسلمان کی خبر مع تفصیلات و شرائط شرعیہ معتبرہ اس طرح پر ہو کہ اس سے ثبوت رویت کا ظن غالب ہو جائے تو بھی عمل کے لئے کافی ہے۔

”تنویر الابصار“ میں ہے۔

”لو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة و افطروا لاخبار عدلين للضرورة“ (اگر لوگ ایسے شہر میں ہوں جس میں کوئی حاکم شرعی نہ ہو تو لوگ اس میں ایک ثقہ و معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھیں اور ثقہ و عادل دو شخصوں کی خبر پر افطار کریں، یہ حکم ضرورت کے بنا پر ہے)، چنانچہ ”در مختار“ میں ہے:

”اسی کے تحت ثامی میں ہے، یہی حکم ہے دیہات کا بھی، سراج میں ہے: اگر کوئی آدمی تنہا کسی ایسے دیہات میں چاند دیکھے جس میں کوئی حاکم نہیں ہے اور وہ شہر تک (قاضی کے پاس) گواہی دینے کے لئے نہ آوے اور وہ ثقہ و معتبر شخص ہو تو لوگ اس کے قول کے مطابق روزہ رکھیں، اور یہ حکم ظاہر اور مسلم ہے کہ دیہات والوں پر شہر کی توپ کی آواز سن کر یا شہر کے میناروں پر روشنی دیکھ کر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ ایسی ظاہری علامت ہے جس سے رویت کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور یہی (ظن غالب) عمل کرنے کے لئے حجت موجبہ ہے“ (در مختار ۲/۱۳۵)۔

”العالم الفقیہ کاف ببلدة لا حاکم فیہا“ (در مختار باب القضاء) ”العالم الفقیہ فی بلد لا حاکم فیہ قائم مقامہ“ (عمدة الراعی علی شرح الوکایہ ۱/۳۰۹)۔

ان عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس جگہ پر کوئی حاکم شرعی یا قاضی نہ ہو وہاں پر ایک فقیہ عالم اس کے قائم مقام ہے، لہذا رویت کی شہادتیں اسی کے سامنے پیش کی جائیں۔

فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے: مسلمانوں کو ہر ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھنا چاہئے اور رمضان، شوال، ذی الحجہ کے مہینوں کے لئے خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، اور چاند نظر آجائے تو فوراً بلاتاخیر چاند کمیٹی یا قاضی یا مفتی وغیرہ کے پاس حاضر ہو کر شہادت دینی چاہئے، اگر بغیر کسی عذر کے صرف غفلت و سستی کی بنا پر غیر معمولی تاخیر سے حاضر ہوا تو اس کی شہادت قاضی وغیرہ رد کر سکتا ہے اور ناقابل قبول قرار دے سکتا ہے۔

بیرون ملک کا فیصلہ رویت معتبر نہیں

پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان ان تینوں ملکوں میں رویت کے سلسلہ میں اختلاف مطالع معتبر نہ ہونے کے باوجود پاکستان یا بنگلہ دیش کا فیصلہ رویت ہندوستان میں نافذ و جائز العمل نہ ہوگا، کیونکہ حدود مملکت و سلطنت مختلف ہیں۔ ”لأن اجتهاد القاضی لا یثبت فی ولایة غیرہ“ (فتح القدیر) ”قضاء القاضی محدود فی ولایتہ“ (ہدایہ)۔

ہلال فطر میں شہادت شرط ہے:

ثبوت ہلال فطر میں خبر واحد کافی نہیں، بلکہ شہادت عدلین ضروری ہے۔ ”عن عبد الرحمن بن زید بن الخطاب أنه خطب الناس فی الیوم الذی یشک فیہ فقال: إلا أنى جالست أصحاب رسول الله ﷺ وسألتهم وإنهم حدثونی أن رسول الله ﷺ قال: صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ وانسکوا لها فإن غم علیکم فأتوا ثلاثین، وإن شهد شاهدان فصوموا وأفطروا“ (نسائی شریف)۔

مسلمان حاکم قاضی شرعی کے قائم مقام ہے

اگر مسلمان حاکم شرعی قانون کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہوگا، ”وتصح سلطنة متغلب أو من تولی بالقهر والغلبة بلا مبايعة أهل الحل والعقد“ (در المختار) ”ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل و الجائر ولو كان كافراً ذكره مسکین وغیرہ“ (در المختار ۳۴۲) ”أقول ولو اعتبر هذا أى عدم أهلية الفاسق للقضاء لانسد باب القضاء خصوصاً فی زماننا، فلذا كان ماجرى علیه المصنف هو الأصح، كما فی الخلاصة وهو أصح الأقاویل، كما فی العمادية نهر، وفى الفتح: والوجه تنفيذ قضاء كل من ولاه سلطان ذو شوكة

وإن كان جاهلا فاسقا وهو ظاهر المذاهب عندنا وحينئذ فيحكم بفتوى غيره“
(در المختار ۴/۳۳۳)۔

شہادت میں شرائط ممکنہ کی رعایت

مسلمان حاکم موجود و میسر نہ ہونے کی صورت میں شہادت کی تمام شرائط ساقط الاعتبار نہ ہوں گی، بلکہ شروط ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے، چنانچہ جزیات ذیل میں عدد کا لزوم مصرح ہے، حالانکہ عدد بھی شروط شہادت میں سے ہے۔ ”ولو كانوا في بلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بقول عدلين مع العلة للضرورة“ (در المختار و رد المختار) ”فی شرط فیہ ما یشرط فی سائر حقوقهم من العدالة والحرية والعدد وعدم الحد فی القذف ولفظ الشهادة والدعوى على خلاف فیہ إن أمکن ذلك وإلا فقد تقدم، إنهم لو كانوا في بلدة لا قاضی فیہا ولا والی فإن الناس یصومون بقول ثقة ویفطرون بإخبار عدلين“ (بحر ۲/۳۶۷)، اس جزیئہ میں ”إن أمکن“ اس پر دلیل ہے کہ شروط ممکنہ کا لحاظ ضروری ہے۔

فاسق کی شہادت پر فیصلہ:

فاسق کے صدق کا اگر ظن غالب ہو تو اس کی شہادت قبول کرنا جائز ہے، چنانچہ اگر کسی جگہ حاکم شرعی یا اس کے نائب (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ وغیرہ) نے رویت ہلال کے سلسلہ میں ظن غالب کے حصول کے بعد شہادت فاسق کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا تو نتیجہ وہ سب کے لئے قابل تسلیم سمجھا جائے گا۔

رؤیت ہلال میں جدید آلات و وسائل سے مدد

مولانا عبدالرحمن قاسمی ☆

۱- (الف): رؤیت ہلال کے سلسلہ میں احناف کا مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، جیسا کہ شرح التویر میں ہے: ”و اختلاف المطالع و رؤیتہ نہاراً قبل الزوال و بعده غیر معتبر علی ظاہر المذہب، و علیہ اکثر المشایخ، و علیہ الفتوی بحر عن الخلاصة“ (شرح تویر ۹۶/۲)۔

اور صرف احناف ہی کا مفتی بہ مذہب نہیں، بلکہ شوافع کے علاوہ حنابلہ اور مالکیہ کا معتد علیہ مذہب بھی، یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:

”وإنما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع بمعنی أنه هل یجب علی کل قوم اعتبار مطلعهم ولا یلزم أحد العمل بمطلع غیره أم لا یعتبر اختلافها بل یجب العمل بالأسبق رؤیة حتی لو رأی فی المشرق لیلة الجمعة و فی المغرب لیلة السبت و جب علی أهل المغرب العمل بمارآه أهل المشرق، فقیل بالأول واعتمده الزیلعی و صاحب الفیض و هو الصحیح عند الشافعیة؛ لأن کل قوم مخاطبون عندهم، كما فی أوقات الصلوة وأیدیه فی الدرر بما مر من عدم وجوب العشاء والوتر علی فاقد وقتها وظاهر الروایة الثانی و هو المعتمد عندنا

☆ جامعہ قاسمیہ، رتن پور (داتا)۔

وعند المالكية و الحنابلة لتعلق الخطاب عاماً بمطلق الرؤية في حديث صوموا لرؤيته بخلاف أوقات الصلوة“ (ثانی ۹۶/۲)۔

جبکہ احناف کے یہاں مطلع کے اختلاف کا اعتبار ہی نہیں ہے تو (ب) اور (ج) کے جواب کی ضرورت ہی نہیں۔

د- اگر ایک حصہ کی ثبوت ہلال کی خبر دوسرے خطہ میں طرق موجبہ کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو وہاں کے قاضی اور رویت ہلال کمیٹی کو اور اگر وہاں قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ اس پر عمل کریں، جیسا کہ ”شرح البتوری“ میں ہے: ”فیلزم أهل المشرق بروية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب“ (شرح تنویر ۹۶/۲)۔

ھ- ریڈیو اور ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے ثبوت رویت ہلال کے سلسلہ میں مختلف کتابوں کی مراجعت کے بعد بندہ کو جس تحقیق پر شرح صدر ہے وہی تحقیق ہے جو حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے اور عوام کو انتشار سے بچانے کے لئے ’نظام الفتاوی‘ میں تحریر فرمائی ہے۔

ریڈیو کے متعلق

مسئلہ ۱: جہاں حکومت کی جانب سے قاعدہ شرعی کے مطابق رویت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون و انتظام ہو اور اس پر عمل رائج و مشہور ہو وہاں پر مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر عمل کرنے کے لئے یہ مطلق اعلان بھی مثل اعلان قاضی و مثل طبل قاضی و صوت مدافع وغیرہ معتبر ہوگا، خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ، اس اعلان و نشریہ پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

”لحصول غلبة الظن بهذا الطريق في هذه الصورة“ (یہ حکم اس لئے ہے کہ

اس صورت میں اس طریقہ سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے)۔

اور اس صورت میں حدود مملکت سے باہر بھی اس اعلان و نشر پر عمل کرنا ضروری ہوگا

بشرطیکہ مہینہ بجائے ۲۹ و ۳۰ دن کا ہونے کے ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔

مسئلہ ۲: جہاں پر حکومت کی جانب سے ایسا انتظام نہ ہو وہاں ایسا مسلمان حاکم جس کو

حکومت کی جانب سے شرعی ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا اختیار ہو اور وہ اعلان کرے یا

ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد مسلمان باشندے ہوں اور اس کی پوری کارروائی میں کوئی مستند و تجربہ

کار مفتی شریک ہو یا مستند مفتی شہر یا عالم مقتداء و متدین، یہ لوگ اعلان کریں کہ شرعی ثبوت حاصل

کرنے کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے، اور قرآن شریعہ سے صحت کا ظن غالب ہو تو مقامی طور پر یہ

اعلان بھی معتبر ہوگا اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

مسئلہ ۳: جہاں پر حکومت کی جانب سے کوئی شرعی انتظام نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم

من جانب حکومت حسب قاعدہ شرعی ثبوت لے کر اعلان کا اختیار رکھتا ہو اور نہ کوئی شرعی ہلال کمیٹی

وغیرہ ہو، جیسا کہ ہمارے ملک کی اکثر آبادیوں کا بالخصوص دیہاتوں کا یہی حال ہے، حالانکہ وہاں

بھی مسلمان آباد ہیں اور بکثرت ہیں اور ان کو بھی روزے رکھنا اور شوال کی پہلی تاریخ متعین و معلوم

کرنا ضروری ہے، کیونکہ یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ہے، اور چاند ہر جگہ یا ہمیشہ نظر آنا ضروری نہیں،

اور ریڈیو قریب قریب ہر گاؤں میں بکثرت رائج ہو چکا ہے، اگر ریڈیو سے خبر آجائے اور آہی جاتی

ہے ایسے موقع پر کس طرح عمل کیا جاوے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ خبر اگرچہ اپنے ملک کے کسی حصہ

سے آئے، لیکن بایں الفاظ آئے کہ یہاں چاند ہوا ہے یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت سے

لوگوں نے دیکھا ہے تو یہ بالکل معتبر نہیں، خواہ کتنی ہی تعداد میں ایسی خبریں کیوں نہ آئیں۔

”لأنها حكاية محض لا خبر معتبر كما هو ظاهر“ اس لئے کہ یہ حکایت

محض ہے وہ خبر نہیں جو شریعت میں معتبر ہے، اور ہمارے ملک میں آج کل ریڈیو کی خبریں اکثر ایسی ہی ہوتی ہیں، اور عوام بھی اکثر بلا لحاظ شرائط و قیود اس کو معتبر اور قابل عمل قرار دیکر عمل کر بیٹھتے ہیں، اور ان ہی وجوہ کی بنا پر بعض حضرات علماء نے ریڈیو وغیرہ کی خبروں کو مطلقاً غیر معتبر و ناقل عمل قرار دیا ہے، ورنہ رائج و متحقق یہ ہے کہ اگر بایں الفاظ اعلان یا نشر خبر ہو کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے یا فلاں ہلال کمیٹی نے جس کے تمام افراد با شرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے یا فلاں عالم مقتدی و متدین نے یا فلاں مسلمان حاکم یا مسلمان وزیر نے (جس کو حکومت وقت کی جانب سے باختیار بنایا گیا ہو) ثبوت شرعی حاصل کر کے ثبوت روایت کا حکم یا فیصلہ دیدیا ہے، اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص بھی معلوم و معتبر ہو تو اس نشر پر بھی عمل کرنا درست اور صحیح ہوگا۔

”لأن البلدة لا تخلوا عن حاکم شرعی عادة ينفذ أحكامه فيستند هذا الخبر إلى موجب شرعی وأقله أن يحصل به غلبة الظن الموجب للعمل كما يحصل بسماع أصوات المدافع وبرؤية القناديل من المصر“۔

اس لئے کہ کوئی شہر ایسے حاکم شرع سے عادتاً خالی نہیں رہتا جس کے احکام اس شہر میں نافذ ہوتے ہیں، پس یہ خبر اس حالت میں صحیح شرعی جانب سے منسوب و مستند ہوگی اور اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس سے ایسا غلبہ ظن حاصل ہو جائے گا جو عمل کرنے کی وجہ سے ہو سکے گا۔

اسی طرح بایں الفاظ خبر یا اعلان نشر ہو کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے یا مجھ سے فلاں فلاں (کم از کم دو معتبر عادل) شخصوں نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص معلوم اور معتبر ہے اور قرآن شرعیہ سے صحت کا ظن غالب ہے تو مقامی طور پر یہ خبریں بھی طرق موجبہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے معتبر ہوں گی اور قابل عمل ہوں گی۔

جیسا کہ علامہ تھانویؒ نے اپنے رسالہ ”زوال السنة عن أعمال السنة“ میں اور ”امداد الفتاوی“ (۲/۷۲) میں اس کی تحقیق کی ہے۔

مسئلہ ۴: جود یہاں یا آبادی ایسی ہو کہ اس کے آس پاس آبادی میں ویسا متدین اور ذی علم شخص موجود نہ ہو جو اس قسم کے مسائل سے بخوبی واقف ہو اور اس کے مقتضی پر عمل کرتا ہو، یا موجود ہو، مگر وہاں تک ریڈیو سے خبر سننے والوں کا جانا آنا دشوار ہو اور ان عالم کا آنا بھی دشوار ہو تو مندرجہ ذیل طریقوں کو اختیار کرنا درست ہوگا، البتہ دوسروں سے الجھن یا زبردستی کرنا یا دوسروں کو ماننے پر مجبور کرنا ہرگز درست نہ ہوگا، وہ طریقے یہ ہیں:

الف۔ اگر مطلع صاف ہونے کی صورت میں اس معتبر مضمون کا نشر یہ آجائے جو مسئلہ نمبر ۳ میں رائج اور محقق کہہ کے لکھا گیا ہے یعنی یہ کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے (اور یہ شخص معلوم و معتبر ہو)، یا یہ مضمون ہو کہ مجھ سے فلاں (معلوم و معتبر) شخص نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، یا فلاں شرعی ہلال کمیٹی یا فلاں با اختیار مسلمان حاکم نے یا فلاں قاضی شرع نے یا فلاں مفتی شہر نے (اور یہ سب لوگ معتبر و معلوم ہوں) شرعی ثبوت لے کر روایت کا حکم دیا ہے، اور یہ اعلان یا خبر اتنی تعداد میں آجائے کہ عادتاً ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا مستعذر ہو تو عمل کر لینا جائز ہوگا، صرف ایک یا دو نشر یہ اس صورت میں عمل کے لئے کافی نہ ہوں گے، خواہ ہلال عید کے موقع پر ہو یا ہلال رمضان کے۔

ب۔ اگر مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو اور مضمون وہی ہو جو ابھی (الف) میں محقق اور رائج کہہ کے لکھا گیا ہے تو ایک نشر یہ بھی عمل کے لئے کافی ہوگا۔

ج۔ اگر مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو مثلاً شعبان یا بقر عید وغیرہ کا ہو تو ایسے معتبر مضمون کا نشر یہ جس کو رائج اور محقق کہہ کے ابھی لکھا گیا ہے کم از کم دو کی تعداد میں آنا ضروری ہے جو مختلف مقامات سے کیف ما اتفق آرہے ہوں، اور اس نشر یہ کے صادق ہونے کا اور نشر کرنے والوں کے عادل ہونے کا ظن غالب ہو (نظام الفتاویٰ ۲۳، ۲۸)۔

ٹیلیفون کے متعلق

اگر من جانب حکومت ثبوت رویت کا کوئی شرعی انتظام نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم منجانب حکومت شرعی قاعدہ کے مطابق بذریعہ ریڈیو وغیرہ اعلان نشر کرتا ہو اور نہ کوئی شرعی ہلال کمیٹی حسب ضابطہ شرع اس خدمت کو انجام دیتی ہو اور نہ وہ آبادی ایسی ہو کہ اس میں یا اس کے آس پاس کی آبادی میں کوئی ایسا متدین اور ذی علم ہو جو اس قسم کے مسائل سے بخوبی واقف ہو اور اس کے مقتضی پر عمل کراتا ہو، یا موجود ہو، مگر وہاں تک ریڈیو سے خبر یا اعلان سننے والوں کا جانا آنا دشوار ہو اور ان عالم کا آنا بھی دشوار ہو تو ان حالات میں ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے ٹیلیفون کے اعتبار کر لینے کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

ٹیلی فون سے آنے والی اطلاع اگرچہ شرعی شہادت نہیں ہوگی، کیونکہ باب شہادت میں شاہد کا مجلس شہادت میں حاضر ہونا ضروری ہے، اور وہ یہاں مفقود ہے، اور پس پردہ کی شہادت شرعاً معتبر نہیں، لیکن چونکہ اس پر دین کے ایک بہت بڑے مسئلہ کی بنیاد واقع ہو رہی ہے، اس لئے اس کو مؤثق کرنے کے لئے حتی الامکان ان قیود کا اعتبار کرنا ضروری ہے جو شہادت میں ملحوظ ہوتی ہیں۔

اس لئے ٹیلی فون کا مضمون وہی ہو جو مسئلہ نمبر ۳ میں محقق و راجح کہہ کر لکھا گیا ہے، یعنی یہ کہ ٹیلیفون سے بولنے والا یہ اطلاع ان الفاظ میں دے رہا ہو کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے، یا فلاں معتبر شخص نے جس کو میں خوب جانتا ہوں اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، یا میرے سامنے فلاں ہلال شرعی کمیٹی نے جس کو میں خوب جانتا ہوں اور اس کے تمام ارکان ذی علم اور متدین ہیں، شرعی ثبوت لے کر رویت ہلال کا حکم و فیصلہ دیا ہے، یا ٹیلیفون پر کہنے والا یہ کہہ رہا ہو میرے سامنے فلاں مسلمان حاکم جو اس قسم کے معاملات میں اعلان کرنے کا اختیار رکھتا ہے اس نے یا فلاں قاضی شرعی نے یا فلاں مفتی شہر نے شرعی ثبوت لے کر رویت کا حکم و فیصلہ دیا ہے اور اس مسلمان حاکم اور قاضی شہر یا مفتی شہر کو میں خوب جانتا ہوں اور یہ لوگ معتبر و متدین ہیں، اور پھر یہ شخص

جو ٹیلیفون پر بول رہا ہے یہ بھی خوب جانا پہچانا اور معتبر و متدین شخص ہو اور اس کی آواز بھی خوب پہچانی جا رہی ہو، اور پھر ان الفاظ میں ان قیود کے ساتھ آنے والے ٹیلیفون کے معتبر ہونے کے بعد اس پر عمل کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

الف۔ مطلع صاف ہو تو محض دو ایک ٹیلیفون کافی نہیں، خواہ کمیٹی ہی ثقہ اور معتبر لوگوں کی ہو بلکہ ملک کے مختلف گوشوں سے ان ہی مذکورہ بالا الفاظ میں اتنی تعداد میں آجانا ضروری ہے کہ عادتاً ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا متصور نہ ہو یا معتذر ہو۔

ب۔ مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو تو صرف ایک ٹیلیفون بھی اپنے عمل کے لئے کافی ہوگا۔

ج۔ مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو مثلاً شعبان یا بقر عید کا ہو تو کم از کم ان مذکورہ معتبر الفاظ میں دو ٹیلیفون کا آنا ضروری ہے جو مختلف مقامات سے کیف مآتفق آرہے ہوں اور ان کے صادق اور معتبر ہونے کا ظن غالب حاصل ہو رہا ہو (مستفاد از ”زوال السنۃ من أعمال السنۃ“، امداد الفتاویٰ)۔

ٹیلیون اور ریڈیو کی خبر و اعلان پر عمل کرنے کے لئے اہم شرط یہ ہے کہ ان اعلانات یا خبروں پر عمل کرنے سے مہینہ ۳۰ یا ۲۹ دن کے بجائے ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو ورنہ کسی صورت میں بھی عمل کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا (نظام الفتاویٰ ۲۸، ۳۱)۔

تار کے متعلق

ظاہر ہے کہ تار میں تار دینے والے کے الفاظ یا اس کی بعینہ نقل نہیں آتی، بلکہ ٹیلیگراف مشین (ایک آلہ) کی آواز (کھٹکھٹاہٹ) کے اصطلاحی اشاروں کی محض ترجمانی آتی ہے اور وہ بھی بالواسطہ یا بالواسطہ، اس لئے تار کی اطلاع کو نہ تو اعلان کہہ سکتے ہیں اور نہ خبر شرعی کا درجہ دے سکتے ہیں، اور یہ سب امور ظاہر ہیں، اس لئے محض تار کے ذریعہ ثبوت روایت کا حکم نہیں دیا جاسکتا

ہے، البتہ تقویت و تائید یا تصویب و تصدیق کا درجہ دیا جاسکتا ہے (نظام الفتاویٰ ۲۳۰، ۲۳۱)۔ اور بسا اوقات تاریکیوں میں غلطی کا بھی امکان ہوتا ہے کہ تار دینے والا کچھ اور خبر دینا چاہتا ہے اور مشین میں کچھ اور ٹائپ ہوتا ہے، جیسا کہ اس کا ایک نمونہ فتاویٰ محمودیہ میں درج ہے: تار کا حال یہ ہے کہ روزانہ اس میں غلطی ہوتی ہے، ڈاکخانہ کے کہنے مشق کچھ کا کچھ لکھتے ہیں اور کچھ کا کچھ پڑھتے ہیں، چنانچہ ایک تار آیا: ”کتا بے دین“، ڈاک کی تلاش کرتا پھرتا ہے، اس نام کا کوئی نہیں ملتا اور جس سے پڑھوایا سب نے یہی ”کتا بے دین“ پڑھا، یہ ناس مارا گیا تھا قطب الدین کا، غرض ان آلات و ایجادات پر خود ان کے استعمال کرنے والوں کا جس قدر اعتماد ہے وہ سائل کے علم میں ہے (فتاویٰ محمودیہ ۱۳۰)۔

لہذا معلوم ہوا کہ تاریکیوں کی خبر رویت ہلال کے ثبوت کے سلسلہ میں معتبر نہیں ہے۔ فیکس کے متعلق: بندہ کے پاس اپنے اکابر کی جتنی فتاویٰ کی کتب موجود ہیں اس میں کہیں بھی فیکس کے متعلق صراحتاً جزیہ موجود نہیں ہے، اور چونکہ ہمارے اس پالپور کے علاقہ میں وہ آلہ بھی دستیاب نہیں ہے اور بندہ کو اس آلہ کے سلسلہ میں معلومات بھی نہیں ہے، لہذا بندہ قیاس کر کے اپنی ذاتی رائے بھی نہیں دے سکتا۔

۲- (الف) و (ج): دین اسلام عالمگیر مذہب ہے اور اس کی بنیاد ہی سادگی پر ہے، لہذا رویت کے لئے نہ تو فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ تو محکمہ موسمیات سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اپنی کتاب ”نظام الفتاویٰ“ میں رقمطراز ہیں کہ دین اسلام عالمگیر مذہب ہے، یہ عالم، جاہل یا متمدن، بدوی، بادشاہ، رعایا، حکماء، فلاسفہ، غرض سب کو ایک سا مخاطب کرتا ہے اور اصول فطری و سادہ وضع کرتا ہے اور ان کی سادگی پر بنیاد رکھتا ہے، تاکہ سب یکساں عمل کر سکیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کی بنیاد ہی سادگی

اور فطرت پر ہے جو علوم ہندسہ و ریاضیہ کی کشاکش سے معری ہے، اسی طرح تکلفات و تدقیقات سائنسیہ سے مبرا و منزہ ہے، لہذا نہ خورد بین سے تلاش ہلال کی ضرورت ہے، نہ فضا میں پرواز کی حاجت ہے، بلکہ اگر نصوص صحیحہ و متون شرعیہ صحیحہ میں غور کیا جائے تو یہ امر بالکل واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے کہ تکلفات و تدقیقات غیر مطلوب و غیر مستحسن ہی نہیں، بلکہ بعض اوقات مضر و غیر معتبر بھی ہوں گی، جس طرح اگر بغیر تدقیق و تنقیق اور بغیر اجتہاد و التزام کے کوئی حکم ان سے مل جائے تو معتبر اور مقبول ہوگا ”کما حققہ الشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی فی رسالۃ ”آلات جدیدہ کے شرعی احکام“ ۱۸۳ (نظام الفتاویٰ ۲۱)۔

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ دین اسلام دین سادہ اور دین فطرت ہے، اس کے احکام بھی سادہ اور فطری اصول کے مطابق ہوتے ہیں، تاکہ ہر عاقل بالغ انسان، خواہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، خواہ امیر ہو یا غریب اور خواہ کسی خطہ کا رہنے والا ہو آسانی سے عمل کر سکے اور اپنے خالق و مالک و مربی سے اپنا رشتہ عبودیت صحیح طریقہ سے جوڑ سکے، سرکارِ دو جہاں ﷺ کے زمانہ میں رصد گاہیں ہندو و یون ہند میں موجود تھیں، اصطرباب و غیرہ آلات بھی موجود تھے، اور ان آلات و رصد گاہوں کے ذریعہ سے صحیح طریقہ سے معلوم بھی کیا جاتا تھا کہ اس وقت چاند کس مقام کے مطلع میں نمودار ہو رہا ہے، کیونکہ چاند تو ہر وقت کسی نہ کسی مقام کے مطلع میں موجود رہتا ہے، نظر آئے یا نہ آئے یہ دوسری بات ہے، اگر ان آلات اور رصد گاہوں کے ذریعہ تلاش ہلال کا حکم دیدیا جاتا تو کچھ مستبعد بات نہ ہوتی، مگر سرکارِ دو جہاں ﷺ نے ایسا حکم نہیں دیا، صاف صاف فرما دیا گیا کہ جب تم لوگ چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو، اسی طرح روزہ شروع کرنے کے بعد جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ ختم نہ کرو، بلکہ اگر تم پر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے اور مخفی رہ جائے تو تیس دن کی تعداد مہینہ کی ابتداء صوم میں بھی اور انتہائے صوم میں بھی، بلکہ ہر مہینہ کی تعداد ایسے حالات میں تیس دن کی پوری کرلو، نیز مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ

(منورہ) میں پہاڑیاں بھی موجود تھیں ان پر لوگ چڑھتے بھی تھے اور یہ بھی یقین تھا کہ اوپر کی فضا صاف ہوتی ہے اگر اس پر چڑھ کر چاند تلاش کرنے کا حکم دے دیا جائے تو لوگ عمل بھی کر لیں گے اور یہ بھی اطمینان تھا کہ اگر پہاڑ پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا حکم دیدیا جائے تو لوگ پہاڑ سے اوپر اڑ کر نہ جاسکیں گے کہ غلو کرنے یا افراط و تفریط کرنے کا اندیشہ یا خطرہ ہو پھر بھی پہاڑ پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ بالکل سادہ طریقہ پر جیسے عام انسان عام طور سے چاند دیکھتے ہیں چاند دیکھنے کا اور تلاش کرنے کا حکم دینے پر قناعت فرمائی گئی، یہی نہیں، بلکہ علمی و سائنسی موشگافیوں اور حسابی دقیقہ بندیوں کے احتمال سے بھی اعراض فرمایا گیا اور ”نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب“ کا فرمان ناطق فرمادیا گیا (نظام الفتاویٰ ۲۲۸)۔

الغرض ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت کے لئے نہ تو فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ تو محکمہ موسمیات سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔

ب- سوال ایک میں مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب ۲۹ تاریخ کو طرق موجبہ کے ذریعہ رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو اس کو قبول کیا جاوے گا اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ اسلام میں فلکیاتی حساب کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہذا ان دونوں مقدموں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی خطہ میں قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت شرعی شہادت سے ہو جاتا ہے تو وہاں والوں کے لئے عمل کرنا لازم ہوگا، اور اگر یہ خبر اور مقامات میں بھی طرق موجبہ سے ملتی ہے تو اس سے بھی قبول کیا جاوے گا، خواہ فلکیاتی حساب سے رویت کا امکان نہ ہو اس کو رد نہیں کیا جاوے گی۔

د- اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو اور اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی ہو اور ۳۰ رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہونے اور چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود بھی عید کا چاند دکھائی نہ

دے تو اگلا دن عید الفطر کا دن قرار نہیں دیا جائے گا اور عید نہیں منائی جائے گی، بلکہ وہ رمضان ہی کا دن شمار ہوگا اور یہ کہا جائے گا کہ رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے کو مغالطہ ہوا ہے، بلکہ بعض کتاب میں، مثلاً درر میں تو کہا ہے کہ اس کو یعنی رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے کو اس کے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کی وجہ سے تعزیر و سزا دی جائے گی (در مختار علی حاشیہ رد المحتار ۲/ ۹۳)۔

بطور تائید کے ملاحظہ ہو ”فتاویٰ محمودیہ“:

”اگر ہلال رمضان کی روایت کے وقت مطلع صاف نہیں تھا بلکہ ابر تھا اور قاضی کے پاس دو گواہوں نے اپنی روایت بیان کی جس پر قاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کر دیا اور تیس روزے پورے ہونے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہیں آیا حالانکہ یہ اکتیسویں شب ہے تو عید نہ کی جائے، بلکہ روزہ رکھا جائے، اگر ایک شخص کی خبر پر ثبوت رمضان کا اعلان کیا گیا تھا پھر تیس روزے ہو جانے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اس شخص کو جس کی خبر پر رمضان کا اعلان کیا گیا تھا شرعی سزا دی جائے، کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی (فتاویٰ محمودیہ ۱۲۰/ ۳)۔

۳- (الف): رمضان وعید کے ثبوت کے لئے، جبکہ مطلع صاف ہو تو اتنے لوگوں کی شہادت کافی ہوگی جس کے ذریعہ غلبہ ظن حاصل ہو اور ان لوگوں کا جھوٹ پر متفق ہونے کو عقل محال گردانے (در مختار علی حاشیہ رد المحتار ۲/ ۹۲)۔

موجودہ دور میں چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور رسوم و صلوٰۃ کا بھی پابند ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی، جیسا کہ حضرت امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر فاسق ذی وجاہت اور بامروت ہو تو اس کی شہادت بھی مقبول ہو جاتی ہے، اس لئے کہ ایسا آدمی جھوٹ نہیں بولتا، نیز قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فسق کسی انسان کو شاہد بننے کی صلاحیت سے نہیں روکتا، بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے وہ مانع ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اصل علت

کاذب ہونا ہے، اور جب انسان اپنے معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا تو علت مانعہ مرتفع ہوگی، اور ایسے آدمی کی شہادت قبول کی جاوے گی۔

”الفسق لا يمنع أهلية الشهادة عندنا وإنما يمنع أداء الشهادة لتهمة الكذب..... وعن أبي يوسف إن كان الفاسق وجيهاً ذا مروءة جازت شهادته، لأن مثله لا يكذب“ (قاضی خاں: کتاب الشہادۃ)۔

اوپر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب فاسق ذی وجاہت کی شہادت معتبر ہے تو مستور الحال کی بطریقہ اعلیٰ معتبر ہوگی، جیسا کہ شامی میں ہے:

”وقبل بلا دعوى بلا لفظ أشهد للصوم مع علة، كغيم خبر عدل أو مستور على ما صححه البزازی“ (در مختار ۱۰/۲)۔

ب۔ جبکہ روایت ہلال کا ثبوت موقوف ہوا اور کسی طریقہ سے بھی ثبوت اور عدم ثبوت کا یقین نہ ہوا ہو، بلکہ مسئلہ دونوں کے درمیان دائر ہو تو ایسے وقت میں اگر چاند دیکھنے والی پردہ نشین عورت باندی ہے تو بھی اس کے اوپر لازم و ضروری ہے کہ وہ قاضی وغیرہ کے پاس بغیر مولیٰ کی اجازت کے جا کر شہادت دے، اور ایسے ہی آزاد عورت پر بھی لازم اور ضروری ہے کہ وہ بھی بغیر شوہر کی اجازت کے نکل کر قاضی کے پاس جا کر شہادت دے۔

لہذا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اور لوگوں پر تو بطریقہ اولیٰ واجب و لازم ہے کہ وہ قاضی کے پاس جا کر اور جہاں نظام قضائہ ہو تو وہاں کے مقامی علماء یا روایت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کے پاس جا کر شہادت دیویں، (دیکھئے: شامی ۹۱/۲)۔

چاند کی روایت کی اطلاع شہادت ہے یا خبر

چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے یا خبر؟ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے اپنی ”کتاب نظام الفتاویٰ“ میں بالتفصیل مع تحقیق و تدقیق مسئلہ تحریر فرمایا

ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

”ہلال رمضان تو مطلقاً خبر سے متعلق ہے، باقی اور ہلال (عید وغیرہ) اگر حاکم یا والی مسلم یا قاضی شرع یا اس کا قائم مقام، جیسے رویت ہلال کمیٹی وغیرہ موجود ہو تو شہادت سے متعلق ہوتا ہے، ورنہ وہ بھی خبر شرعی سے متعلق ہوتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے:

الف- ”وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشهد وبلا حکم و مجلس قضاء لأنه خبر لا شهادة“۔

ب- ”وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم الحبد في قذف لتعلق نفع العبد.....“

ج- ”ولو كانوا ببلدة لا حاکم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة للضرورة إلى الآخر“۔

اور اس کے تحت شامی (کتاب الصوم ۲/۱۲۵) میں ہے: ”قوله للضرورة الخ ای ضرورة عدم حاکم يشهد عنده“۔

اس لفظ ”للضرورة“ سے معلوم ہوا کہ اگر حاکم شرع اس کا قائم مقام موجود ہوگا تو اس کو تقدم ہوگا اور فیصلہ کرنے کا استحقاق اسی کو رہے گا۔

شہادت کے متعلق ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ خصومات یا حقوق العباد میں واقع شدہ نزاعات کی طرح ہر اعتبار سے تحت القضاء داخل ہو، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ یہ چیز دیناات کے قبیل سے ہے، مگر چونکہ اس کا تعلق عامۃ المؤمنین سے ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں، جیسے رویت ہلال فطر میں کہ اس میں نفع عباد کا بھی تعلق ہو جاتا ہے، اس لئے درنگی نظم اور عہدگی امتثال کے لئے قضاء و امارات سے تعلق ہو جاتا ہے اور قضاء و امارات سے متعلق ہونے کے معنی بھی یہ نہیں ہے کہ امیر المؤمنین و صاحب قوت قہریہ کا موجود ہونا ضروری ہو، بلکہ اگر یہ موجود ہو تو فہو المراد ورنہ ایسا

معتمد وثقہ شخص جو تراخی مسلمین سے اس قسم کے معاملات میں حدود شرع میں رہ کر فیصلہ کرنے کے لئے اور اس میں جو اختلاف رونما ہوں ان کو رد کرنے کے لئے منتخب و نامزد کر دیا گیا ہو تو کافی ہے، اور اگر ایسا عند الکل معتمد شخص موجود نہ ہو تو جماعت مسلمین (جیسے رویت ہلال کمیٹی جس کے سب ارکان با شرع ہوں) یا خطیب جامع مسجد و عید گاہ یا وہاں کا معتمد مفتی یا عالم جس کے سامنے اس قسم کے معاملات میں رجوع کیا جاتا ہو قاضی شرع کی قائم مقامی دے کر اس کے سامنے حسب قاعدہ شرع شہادتیں گزار کر ثبوت رویت حاصل کر لیا جاوے، اور اگر ایسا بھی نظم موجود نہ ہو تو محض خبر شرعی پر حسب قواعد عمل کر لیا جائے، کیونکہ وجوب صوم و افطار کا مدار محض ثبوت رویت پر ہے جو شرعی ضابطہ کے مطابق ہو، جیسا کہ آیت کریمہ ”فمن شهد منكم الشهر فليصمه...“ کے منطوق اور احادیث صحیحہ کے مدلول و مفہوم سے واضح ہوتا ہے، مثلاً:

الف- ”صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته“ (چاند دیکھ کر روزہ رکھا کرو اور چاند ہی دیکھ کر افطار کیا کرو) (مسلم ۱/۳۳۷)۔

ب- ”لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان أغمي عليكم فاقدروا له (وفى رواية) فاقدروا له ثلاثين (وفى رواية) فعدوا ثلاثين“ (مسلم ۱/۳۲۵)۔

(روزہ مت رکھا کرو اور اسی طرح افطار مت کیا کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو، اور اگر (مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے) چاند مخفی رہ جائے تو (مہینہ کی) مقدار پوری کر لیا کرو، اور ایک روایت میں ہے کہ تیس دن پورے کر لیا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ تیس کا شمار کیا کرو)۔

ج- ”لا تقدموا الشهر حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة ثم صوموا حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة“ (ابوداؤد ۱/۳۲۵)۔

(کسی مہینہ کی ابتداء نہ کرو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو، یا اگر چاند نظر نہ آوے شمار (تیس)

دن کا) پورا کر لیا کرو، پھر (اسی طرح چاند دیکھ کر) روزہ رکھا کرو یا تیس دن کا شمار پورا کر لیا کرو)۔ اور جن شرائط و قیود کا قبول شہادت و خبر میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے ان کی تفصیل فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

۱- اگر موقع ہلال رمضان کا ہو اور مطلع صاف نہ ہو، یعنی کسی غبار وغیرہ کی وجہ سے رویت عامہ سے مانع ہو تو محض ایک عادل یا مستور الحال مسلمان کی شہادت سے روزہ رکھنے کا حکم دیدیں گے، خواہ وہ گواہ گواہی دینے کے لفظ میں (میں گواہی دیتا ہوں الخ) کہے یا نہ کہے دونوں صورتیں معتبر ہوں گی (درمختار)۔

۲- اگر موقع ہلال عیدین یا کسی اور مہینہ کا ہو اور مطلع صاف نہ ہو تو دو عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمان کی شہادت سے جو گواہی کے الفاظ (مثلاً میں گواہی دیتا ہوں الخ) کے ساتھ ہو (درمختار)۔

۳- اگر موقع ہلال رمضان یا غیر رمضان (عیدین و شعبان وغیرہ) کا ہو، مگر مطلع صاف ہو تو عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمانوں کی شہادت (گواہی) کے الفاظ کے ساتھ اتنی تعداد میں ہو کہ رویت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب ہو جائے۔

نوٹ: یہ تعداد متعدد ہونے کے بعد کسی خاص عدد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ قاضی شرع یا اس کے قائم مقام (ہلال کمیٹی وغیرہ) کی صواب دید پر محمول ہے۔

۴- اگر ایسے مقام میں رویت ہلال کے ثبوت کا مسئلہ پیش کیا جائے جہاں قاضی شرع یا اس کے قائم مقام (رویت ہلال کمیٹی یا خطیب جامع وغیرہ) کوئی موجود نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر لازم ہوگا کہ وہ لوگ انہیں تفصیلات مذکورہ کے ساتھ جو ابھی تین نمبروں میں مذکور ہوئی ہیں عادل یا مستور الحال مسلمان کے قول و خبر کے مطابق عمل کریں (درمختار) عوام خود رائی ہرگز نہ کریں (نظام الفتاویٰ ۱/۲۱۸، ۲۲۱)۔

ج۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے تاکہ تمام لوگ فرض روزہ ادا کر سکیں جو کہ فرض عین ہے۔

”قال الحلواني يلزم العدل ولو أمة أو مخدرة أن يشهد في ليلته كيلا يصبحوا مفطرين وهي من فروض العين“ (شامی ۹۱)۔

اگر چاند دیکھنے کے بعد چاند دیکھنے والوں نے تاخیر سے گواہی دی تو ان کی گواہی کے قبول کرنے اور عدم قبول کے سلسلہ میں تفصیل ہے کہ چاند دیکھنے والے اسی شہر کے رہنے والے ہیں اور محض کاہلی و سستی کی وجہ سے تاخیر ہے تو ان کی گواہی رد کی جاوے گی، اور اگر چاند دیکھنے والے باہر سے آکر گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی قبول کی جاوے گی۔

”وعليه تفرغ ما لو شهدوا في آخر رمضان بروية هلاله قبل صومهم بيوم إن كانوا في المصر ردت لتركهم الحسبة وإن جاءوا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً“ (شامی ۹۱/۲)۔

اور تائید کے طور پر ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم کا یہ مسئلہ:

سوال (۲۵۰) اگر رویت ہلال کی خبر بارہ بجے کے بعد ملے تو روزہ کو افطار کر دیوے

یا تمام کرے؟

الجواب: رویت ہلال کی خبر جس وقت بھی پختہ طور سے پہنچ جاوے خواہ غروب آفتاب سے تھوڑا ہی پہلے ہو بشرطیکہ شہادت معتبرہ ہو محض تاری وغیرہ کی خبر نہ ہو، تو روزہ فوراً افطار کر دینا چاہئے، بصورت روزہ نہ افطار کرنے گناہ ہوگا (فتاویٰ دارالعلوم ۶/۴۹۳)۔

۴۔ (الف): جہاں مسلم حاکم نہ ہو وہاں عالم ثقہ قاضی اور حاکم کے قائم مقام ہوگا۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: ”وفي الفتح إذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة

الآن يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم“ (شامی ۴/۳۴۲)۔

ان عبارتوں سے دو امور ثابت ہوتے ہیں: (۱) جن بلاد میں مسلمان حاکم نہ ہو، جیسا کہ ہمارے ہندوستان جیسے ممالک کا حال ہے وہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کسی عالم ثقہ و متدین کو اپنا امام تسلیم کریں اور وہ قاضی و حاکم کے قائم مقام ہوگا۔ (۲) وہ عالم ثقہ حاکم کے قائم مقام اسی بلد کی حدود تک ہوگا، یعنی اس کا فیصلہ اسکی حدود ولایت تک محدود رہے گا اور لوگوں پر اس کے فیصلہ کا عمل کرنا لازم ہوگا۔

لہذا صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

ب۔ یہ اعلان صرف اس کی حدود ولایت تک اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج۔ یہ اعلان دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں محض خبر ہے، ان کے حق میں اعلان سلطان کا درجہ نہیں رکھتا۔

د۔ جس طریقہ پر حاکم کی جانب نسبت کر کے کوئی ادنیٰ سا آدمی بھی اعلان کرے تو اس اعلان کو بھی حاکم ہی کا اعلان گردان کر اس پر عمل کرنا واجب و ضروری ہے خواہ اعلان کرنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو، اسی طریقہ پر ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ اتنا ظن غالب ہو جاوے کہ اعلان کرنے والا جو قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی جانب نسبت کرتا ہے وہ نسبت صحیح ہے تو یہ اعلان کافی ہو جاوے گا۔

۵۔ (الف) و (ب): برطانیہ جیسے علاقے جہاں بالعموم مطلع ابراؤد رہتا ہے وہاں ہمیشہ مہینہ تیس دن کا شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول کو حجت بنانا بھی درست نہیں ہے، بلکہ ان ممالک کے لئے تین صورتیں ہیں:

۱- دیگر ممالک کے ریڈیو کی خبر پر عمل کرنا بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ثبوت شرعی کے بعد ہی رویت کا اعلان کرتا ہے خواہ یہ معلوم ہونا علم یقین کے درجہ میں ہو یا ظن غالب کے درجہ میں ہو بشرطیکہ مہینہ ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو۔

۲- کسی دوسرے علاقہ کے معتبر عالم سے رابطہ قائم کیا جاوے اور ان سے ٹیلیفون پر معلوم کر لیا جاوے بشرطیکہ بولنے والے کی آواز سے معلوم ہو جاوے کہ یہ فلاں عالم صاحب ہی بول رہے ہیں۔

۳- مختلف ممالک سے ثبوت رویت کی اطلاع اتنی تعداد میں آ جاوے کہ وہ استفاضہ کا درجہ حاصل کر لے تو اس پر عمل کر لیا جاوے ورنہ پھر مہینہ تیس دن ہی کا شمار کیا جاوے، جیسا کہ ”نظام الفتاویٰ و احسن الفتاویٰ“ میں ہے۔

مذکورہ حالات بے شک پریشان کن ہیں اور ”المشقة تجلب التیسیر“ کا قاعدہ تیسیر کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے اس کا حکم مندرجہ ذیل ہوگا:

۱- جب کسی ریڈیو کے بارے میں یہ علم و یقین حاصل ہو جائے کہ وہ ثبوت شرعی کے بعد ہی رویت کا اعلان کرتا ہے تو اس اعلان پر عمل کر لینا درست رہے گا بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا نہ ہوتا ہو جیسا کہ دہلی میں کل ہند رویت ہلال کمیٹی قائم ہے، اور کمیٹی جو فیصلہ شرعی اصول کے مطابق کرتی ہے اس فیصلہ کو اس کمیٹی کے الفاظ میں آل انڈیا ریڈیو اپنی خاص خبروں میں نشر کرتا ہے۔

۲- اور اگر ایسا علم و یقین حاصل نہ ہو، لیکن ظن غالب حاصل ہو جائے کہ رویت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی یہ اعلان ہوا ہے تو اس پر بھی عمل کر لینا درست ہوگا، خواہ دنیا کے کسی خطہ میں آئے، بشرطیکہ اس پر عمل کر لینے سے مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا نہ ہو رہا ہو۔

۳- اور اگر صحت کا یہ ظن غالب بھی نہ ہوتا ہو، لیکن مختلف اطراف و ممالک سے ثبوت

رویت کی اطلاع اتنی تعداد میں آجائے کہ اتنی تعداد میں عادیۃً کذب پر اتفاق نہیں ہوتا تو استفادہ کی صورت بن کر اس کے مطابق بھی عمل کر لینا درست ہے (نظام الفتاویٰ ۱/۲۳۴، ۲۳۵)۔

سوال: برطانیہ میں ہر وقت ابر رہنے کی وجہ سے رویت ہلال ممکن نہیں تو رمضان وعیدین کا ثبوت کیسے ہوگا۔

ہلال رمضان کے لئے کسی ایسے ملک کے ریڈیو پر اعتماد کیا جائے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہاں ضوابط شرعیہ کے مطابق رویت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے، خواہ یہ ملک کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے علاقہ کے کسی معتبر عالم سے بذریعہ ٹیلیفون معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کیا جائے بشرطیکہ آواز کی پہچان یا دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلیفون پر کون بول رہا ہے، بندہ نے مسئلہ اختلاف مطالع پر افراد و اجتماعاً بارہا غور کیا ہر مرتبہ یہی نتیجہ نکلا کہ عند الاحتماف بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، اور یہی قول مفتی بہ ہے، ضرورت کے پیش نظر بلاد بعیدہ و قریبہ میں فرق کے قائلین کو بھی وسعت سے کام لینا چاہئے۔

ہلال عیدین سے متعلق خبر مستفیض موصول ہو تو اس پر عمل کیا جائے ورنہ تکمیل ثلاثین لازم ہے (احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۵، ۲۲۶)۔

ج۔ اس کا جواب سوال نمبر ۱ کے (ر) میں بالتفصیل تحریر کیا گیا ہے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں کتنے نشریہ کی ضرورت ہے، اور مطلع کے صاف نہ ہونے کی صورت میں موقع ہلال رمضان میں کتنے نشریہ کی اور موقع ہلال رمضان کے علاوہ میں کتنے نشریہ کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شریعت میں اختلاف مطالع کا اعتبار

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- الف: علماء حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات اختلاف مطالع کے قائل نہیں ہیں، بلکہ قائل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات روزہ کے باب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے۔

ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے پر متفق ہیں، صرف تنہا امام شافعیؒ نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، لہذا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر کہیں بھی رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا واجب ہوگا (اوپر السالک ۷۳)۔

اور علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کے کسی مطلع میں رویت کا ثبوت ہو جائے تو تمام اطراف دنیا میں مسلمانوں کو روزہ رکھنا لازم ہوگا جب کہ ثبوت رویت بطریق موجب ہو جائے (طحاوی علی المراقی ۳۵۹)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ نفس اختلاف مطالع کے وقوع سے تو بے شک کسی کو انکار نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، البتہ جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس میں ہے کہ رویت ہلال کا شرعی حکم ثابت ہونے میں اختلاف مطالع کا دخل ہے یا نہیں؟

☆ جامعہ عربیہ مفتاح العلوم منور۔

ظاہر الروایت میں اور جمہور امت کے علماء محققین کے نزدیک، خواہ کسی مجتہد کے مکتب خیال سے متعلق ہوں اس ثبوت روایت کا مدار اختلاف مطالع پر نہیں ہے، بلکہ حسب قاعدہ شرع براہ راست روایت پر یا روایت کی شہادت پر اور حسب ضابطہ اس کے اعلان و اخبار میں ہے۔

لہذا اس وقت گفتگو اسی منہج سے مبنی بر ظاہر الروایت پر ہونی چاہئے۔ اور اگر ثبوت روایت ہلال کا مدار ظاہر الروایت سے ہٹ کر اختلاف مطالع پر رکھ دیا جائے تو مسئلہ کی پیچیدگیاں ختم نہ ہوں گی، بلکہ اور بڑھ جائیں گی، اور عمل میں سہل کاری کے بجائے طرح طرح کی افراتفری اور دشواریاں پیدا ہو جائیں گی اور خرابیاں سامنے آ جائیں گی۔

پہلی خرابی: اختلاف مطالع کی حد مثلاً پانچ سو میل کے اندر اندر ہوگا، اسی طرح کلکتہ وڈھا کہ وپٹنہ اور اس کے اطراف میں بھی تمام پانچ سو میل کے اندر اندر عید و رمضان ہوگا، اور صرف درمیان میں کچھ دور عید نہ ہوگی نہ رمضان۔ تو ذرا خود خیال فرمائیے کہ اس علاقہ کے عوام کے اندر اس سلسلہ میں کیا کیا اور کتنا کچھ غلطی ہوئے گا۔ خطرہ یا ظن غالب ہے۔

دوسری خرابی: اختلاف مطالع کی یہ تحدید ظاہر ہے کہ منصوص تو نہیں ہے مبنی بر حساب و قیاس ہے تو پھر اس پر عبادات جیسے فریضہ کے وجوب و سقوط کا مدار کیسے رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کلکتہ سے ہلال رمضان کے ثبوت کا شرعی اعلان ہوا، اس کے مطابق پانچ سو میل تک کے لوگوں کو روزہ رکھنا فرض ہوگا اور اس کے بعد والوں کو ناجائز ہوگا، یا مثلاً عید کے ثبوت کا بھی شرعی اعلان کلکتہ سے ہوا تو پانچ سو میل تک مثلاً لکھنؤ تک کے لوگوں پر روزہ رکھنا حرام اور عید منانا فرض ہو جائے گا، اور اس کے مطابق، جیسے شاہجہاں پور وغیرہ کے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض اور عید منانا حرام کیا جائے گا، یہ فرض و حرام کا حکم کسی نص کے ذریعہ سے ہوگا؟ جبکہ یہ تحدید محض قیاسی و حسابی ہے۔

اگر کہا جائے کہ ”لکل اهل بلد رؤیتہم“ اس کا مستند ہوگا تو اول یہ نص شارح نہیں

ہے، نہ حقیقتاً نہ حکماً، بلکہ فہم راوی ہے، حتیٰ کہ فہم ابن عباسؓ بھی ہونا اس کا ضروری نہیں ہے، پھر ایسے حکم کی بنیاد اسی چیز پر کسی دلیل شرعی سے ہو سکے گی۔ اور اس قول ”لکل اهل بلد رؤیتهم“ فہم شارع علیہ السلام سے بھی تسلیم کر لیں، جب بھی اہل ملکۃ اور اس کے توابع تو اس کا مصداق ہو سکیں گے، لیکن لکھنؤ کے تمام شہر جو ملکۃ سے سیکڑوں میل دور دراز ہوں گے اور قطعاً کسی نوع سے توابع ملکۃ نہ ہوں گے وہ اس نص کے مصداق کس طرح ہو گئے۔

اگر کہا جائے کہ اعلان کی وجہ سے یہ سیکڑوں بلاد اس نص کے مصداق ہو گئے کہ یہ اعلان ان تک پہنچ رہا ہے تو بعینہ یہی سوال اور یہی جواب اعلان سننے کا لکھنؤ والوں سے بعد والوں کے لئے بھی ہوگا، تو اب ذرا ہونے والے خلفشار کا اندازہ کیجئے بالخصوص جب ملکۃ اور دہلی دونوں جانب سے یہ اعلانات یکساں ہو رہے ہیں۔

تیسری خرابی: اس سے مثلاً پانچ سو میل متحدہ کا کیا مفہوم ہے، آیا مقام رویت سے ہر طرف پانچ پانچ سو یا ہر طرف سے صرف ڈھائی سو میل یا محض پانچ سو میل مربع لیا جائے تو قطر ڈیڑھ سو پونے دو سو میل سے زائد نہ ہوگا، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ صرف ایک سو پچاس ایک سو پچھتر میل پر ہی مطلع بدل جائے، حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں، اور اگر ڈھائی سو ہر طرف لیا جائے تو بھی لازم آئے گا کہ دو سو پچاس میل کے بعد ہی مطلع بدل جائے، حالانکہ کوئی اس کا بھی قائل نہیں، اور اگر ہر طرف پانچ سو میل لیا جائے، جیسا کہ ظاہر و متبادر ہے تو اس صورت میں مثلاً لکھنؤ سے رویت ہلال کے شرعی ثبوت کا اعلان ہوا تو یہ اعلان لکھنؤ سے پانچ سو میل پچھتم دہلی تک اور پانچ سو میل پورب ملکۃ تک تمام مقامات کو یکساں شامل اور تمام مقامات کے لئے ثبوت رویت کا یکساں موجب ہوگا، اور اس تقدیر پر ملکۃ سے دہلی تک کا ایک مطلع ہونا لازم آجائے گا جو اپنے مفروض کے خلاف ہوگا۔

چوتھی خرابی: یہ ہے کہ مثلاً جب دہلی سے رویت ہلال کا شرعی ثبوت تسلیم ہو جائے گا تو

اس سے پورب سمت میں پانچ سومیل کے بعد بھی جتنے مقامات ہوں گے سب کے مطلع میں چاند کا ہونا لازمی ہوگا، پورب سمت کے کسی مقام میں اختلاف مطلع کا سوال ہی نہ ہوگا کہ ان میں رویت کا حکم نہ دیا جائے، پھر کس دلیل شرعی سے اس پورب سمت میں بھی پانچ سو کے بعد عدم رویت اور عدم صوم یا فطر کا حکم دیا جائے گا۔

اس لئے کسی مقدار پانچ سومیل یا آٹھ سومیل وغیرہ کی تحدید سے پہلے ان احتمالات مثلاً ث کے تعیین و تشریح اس طرح ضروری ہے کہ یہ عائد شدہ اشکالات مرتفع رہیں، ورنہ پھر خلفشار امت میں رونما ہوگا اس کی خرابی احاطہ بیان سے باہر ہے۔

پانچویں خرابی: ظاہر ہے کہ مطلع کا اختلاف آفتاب کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور اسی کے تابع رہتا ہے، جس نوع کی حرکت آفتاب کی ہوگی اسی نوع کا اختلاف مطلع ہوگا، پس جب حرکت آفتاب مسلسل اور تدریجی اور ہر آن متجدد ہوتی رہتی ہے تو اختلاف مطلع بھی مسلسل اور تدریجی ہوتا رہے گا، بلکہ حقیقت میں ہر آن متجدد ہوتا رہے گا، اور پانچ سومیل مقدار کی تحدید محض انتظامی اور تخمینہ ہوگی، جو محض میدانی علاقوں میں تو کچھ کام دے سکے گی، مگر پہاڑی مقامات میں یا ان مقامات میں جہاں ٹیلے اور گڈھے بکثرت ہوں جیسے حواشی سمندر کے اکثر علاقے ہوتے ہیں کام نہ دے سکے گی، اور قاعدہ کلی اور عام قرار دینے کی اس میں قطعی صلاحیت نہ ہوگی۔

چھٹی خرابی: اختلاف مطلع کی بنیاد پر پانچ سومیل کی تحدید یا کسی مقدار کی بھی تحدید پیچیدگیوں کو ختم کرنے والی نہ ہوگی، ٹیلے اور گڈھوں سے محفوظ میدانی علاقوں میں بھی بہت سی الجھنوں کا باعث ہوگی، پانچ سومیل کی تحدید سے کلکتہ کا مطلع پانچ سومیل پر ختم ہو جائے گا اور جو مقام کلکتہ سے، مثلاً سومیل جانب مغرب میں واقع ہے اس کا مطلع کلکتہ کے مطلع کی انتہاء سے سو میل بعد ختم ہوگا، اسی طرح دو سومیل بعد یا تین سومیل بعد کے مقام کا مطلع دو سومیل یا تین سومیل بعد ختم ہو جائے گا۔ اس مقدمہ کو ذہن میں رکھنے کے بعد اب غور فرمائیے کہ اگر کلکتہ سے سومیل

پچھتم کسی مقام پر رویت ہلال ہوئی اور وہاں ریڈیو اسٹیشن نہیں ہے اس لئے اس کا اعلان کلکتہ ریڈیو اسٹیشن سے ہو تو سننے والا اس اعلان کا حکم کلکتہ سے ٹھیک پانچ سو میل پر سمجھے گا، حالانکہ اس رویت کا حقیقت کے اعتبار سے یہ حکم شرعی مزید سو میل یا دو سو میل بعد تک جانا چاہئے، اسی طرح اگر کلکتہ سے سو میل یا دو سو میل پورب میں رویت ہلال ثابت ہو اور اعلان کلکتہ ریڈیو سے ہو تو کلکتہ سے پانچ سو میل یا سو میل یا دو سو میل یا تین سو میل سے قبل ہی مطلع کی انتہا ہونا چاہئے، حالانکہ اس اعلان سے لوگ پورے پانچ سو میل تک سمجھیں گے اور عمل کریں گے اور یہ غلط ہوگا، اب اگر اعلان میں یہ سب تفصیلات ظاہر نہ ہوں تو یہ اعلان کی طرح قابل عمل بھی نہ رہے گا، چہ جائیکہ واجب العمل قرار پانے کا تصور کیا جائے، اور اگر یہ سب تفصیلات اعلان میں ظاہر کی جائیں تو خیال فرمائیے کہ عوام کی الجھنوں کا کیا ہوگا اور کس طرح یہ اعلان قابل بنایا جاسکے گا۔

ساتویں خرابی: اختلاف مطالع کی یہ تحدید مقام اعلان سے ہر چار جانب پانچ سو میل ہو یا اس کا نصف نصف ہو یا صرف پانچ سو میل مربع ہو ہر تقدیر پر یہ ضابطہ اور تحدید طول البلد کے اعتبار سے اگر نافذ ہو تو عرض البلد کے اعتبار سے نافذ ہونا ضروری نہیں، اور اگر دونوں کا لحاظ کیا جائے تو ہر سمت کے اعتبار سے پانچ سو میل یا آٹھ سو میل یا ڈھائی سو میل وغیرہ ہونا صحیح نہ ہوگا بلکہ ہر جگہ اور ہر علاقہ کے اعتبار سے مختلف مقدار ہوگی پھر یہ تحدید محض ایک کھلونا ہی نہیں، بلکہ دین میں تماشہ بنانے کے مترادف فعل ہو جائے گا۔

غرض ثبوت رویت ہلال کی مقدار محض اختلاف مطالع پر رکھتے ہیں تو بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی جن کی اصلاح قابو سے باہر ہوگی، اور غالباً ایسی ہی وجوہ ہوں گی جن کی بنا پر ہر طبقہ خیال کے جمہور علماء نے اختلاف مطالع پر ثبوت رویت کی بناء رکھنے کو منع فرمایا ہے، بخلاف اس کے کہ اگر مدار ثبوت رویت کے بجائے اختلاف مطالع کے ظاہر روایت پر ہی رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ کوئی شرعی ہلال کمیٹی جس کے سب ارکان با شرع ہوں اور اس میں کم از کم ایک معتمد

وتجربہ کار مفتی شریک کار ہوا اور وہ روایت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کر کے بایں الفاظ ریڈیو پر خود اعلان کرے یا اپنے کسی نائب یا وکیل کے ذریعہ سے کرائے کہ ہم روایت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کر کے اعلان کر رہے ہیں کہ کل صبح یوم فلاں یکم رمضان ہے، روزے رکھے جائیں، یا یکم شوال ہے نماز عید الفطر پڑھی جائے، تو یہ اعلان چونکہ طبل قاضی یا قندیل منارہ یا توپ وغیرہ کی طرح محض علامت ہی نہیں ہے بلکہ اس سے قوی تر اور واضح شئی اعلان ہے، یہ بدرجہ اولیٰ غلبہ ظن حاصل ہونے کا سبب اور موجب ہوگا، اس لئے یہ اعلان ان تمام لوگوں کیلئے شرعاً حجت اور موجب عمل ہوگا جن کو یہ اعلان ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو سنائی دے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کا مہینہ ۲۸ دن کا یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔

اگر وہ لوگ اس اعلان کو صحیح اور قاعدہ شرع کے مطابق جانے اور سمجھتے ہیں تو ان پر اس کے مطابق عمل کرنا دیناً واجب اور ضروری ہو جائے گا، البتہ اس اعلان مذکورہ پر عمل کرنے کی وجہ سے جن لوگوں کا مہینہ ۲۸ دن کا یا ۳۱ دن کا ہونا لازم آیا تو ان کو اس اعلان پر عمل کرنا جائز نہ رہے گا، پس اگر عوام و خواص کے سامنے معیار عمل و معیار ثبوت صرف یہی اعلان رکھ دیا جائے تو امید ہے کہ کوئی الجھن سمجھنے اور عمل کرنے میں نہ ہوگی، اور نہ پانچ سو میل یا آٹھ سو میل یا کسی بھی مسافت کی تحدید وغیرہ کی بحث پیدا ہوگی، بلکہ اندرون مملکت و بیرون مملکت کی تحدید کی بحث بھی پیدا نہ ہوگی، بلکہ ظاہری مذہب کے مطابق اس عبارت:

”واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب، فیلزم أهل

المشرق برویة أهل المغرب إذا ثبت عندهم بطریق موجب“ (درمختار علی حاش الشامی

۹۶/۲)۔

کے تحت دنیا کے کسی گوشہ سے یہ اعلان ۲۹ تاریخ کو نہ مذکورہ بالا شرائط و قیود کے مطابق

آئے اور مہینہ ۲۸ دن کا یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو تو شرعاً حجت ہو جائے گا، البتہ اس پر عمل کے نفاذ

کا اختیار انتظاماً عوام کو نہ ہوگا، بلکہ مقامی شرعی ہلال کمیٹی کو ہوگا یا مقامی یا قریبی معتمد مفتی یا عالم کو ہوگا جو مسائل متعلقہ ضروریہ سے اچھی طرح واقف ہو (نظام الفتاویٰ ۵۹/۲-۶۵)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ روزہ کے باب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا اگر کہیں بھی بطریق موجب رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہوگا۔

ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع

ج۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان کا مطلع ایک ہی ہے جیسا کہ مراد آباد کے اجلاس میں اکابر تصریح فرما چکے ہیں (نظام الفتاویٰ ۳۶۲/۲)۔ اسی کے ساتھ بنگلہ دیش اور نیپال کو بھی شامل کر کے ان چاروں ملکوں کا مطلع ایک ہی کہنا چاہئے۔

خلاصہ کلام ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش کا مطلع ایک ہے۔ واللہ اعلم۔

د۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع ایک ہی ہے تو ان ملکوں کے کسی حصہ میں رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ اہل مشرق کی رویت اہل مغرب کے لئے لازم ہے جب کہ رویت بطریق موجب ہو، اور جس شہر میں نظام قضا نہ ہو تو وہاں کے لوگ کسی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کر کے اس کے مطابق عمل کریں۔ دوسرے خطہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے پاس جب رویت کی شرعی شہادت پہنچ جائے تو وہ اس اعلان کی پابند ہے تاکہ روزہ اور عید میں کسی طرح کا خلل نہ واقع ہو۔

غرض یہ کہ چونکہ ہندوپاک اور بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے اس لئے ان ملکوں کے کسی خطہ میں رویت کا ثبوت مل جائے تو اس کے اعلان پر دوسرے خطہ کے مسلمانوں کو لازم ہے کہ روزہ یا عید کیلئے عمل کریں۔

۷- اگر ایک خطہ میں رویت ہو جائے تو دوسرے خطہ تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملتی ہے تو اس خبر پر عمل کرنے کی تفصیل و شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔
فون و تار: محض تار اور ٹیلیفون کی خبر شرعاً حجت نہیں ہے، البتہ اگر اس کے ساتھ دیگر قرائن اور خبریں بھی موجود ہوں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۸۲)۔
متعدد تار کے ذریعہ خبر سے مفتی کو ظن غالب چاند ہونے کا ہو جائے تو اس پر حکم کرنا جائز ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۸۱)۔

تہا تار یا خط کی خبر پوری معتبر نہیں ہے، لیکن اگر خبریں بہت سی ہو کر مفید علم ظنی ہو جائیں تو ان پر عمل کرنا جائز ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۸۱)۔
جب کہ خبر رویت مستفیض ہو جائے، یعنی ہر طرف سے ایسی خبریں آویں کہ چاند ہو گیا اور ظن غالب اس کے صدق کا ہو جائے تو اس پر عمل کرنا سب کو لازم ہوتا ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۸۰)۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ”صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ“ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ مدار رویت ہلال پر ہے اور عدم رویت کی صورت میں نصاب شہادت کو رویت کا حکم دیا گیا ہے ہلال رمضان میں مطلع صاف نہ ہو تو ایک دیندار شخص کی رویت کی خبر کافی ہے اور ہلال عید کا ثبوت شرعی گواہوں کی شہادت سے ہوگا اور اگر مطلع صاف ہے تو جم غفیر کی شہادت ضروری ہے، جبکہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایک دیندار مسلمان کی خبر رویت، ہلال رمضان میں معتبر ہے تو اگر کسی دیندار مسلمان کے خط یا فون سے جب کہ وہ اپنا چاند

دیکھنا بیان کرے یا یہ کہ فلاں معتبر اور دیندار شخص نے مجھ سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے یا میرے سامنے قاضی صاحب نے یا مفتی صاحب نے یا کمیٹی کے صدر نے شرعی طور پر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے یا اس سے یقین یا غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ یہ فلاں شخص کا خط یا اس کی آواز ہے تو اس پر خود عمل کر سکتا ہے اور اگر دوسرے متعدد خطوط یا فون سے اس خبر کی تصدیق ہو جائے تو قاضی یا مفتی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو اعلان کرنے کا حق حاصل ہو جائے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ جن احکام میں جاب مانع قبول ہے اس میں ٹیلیفون کا واسطہ غیر معتبر ہے اور جن میں جاب مانع نہیں ان میں اگر قرآن قویہ سے مشکل کی تعیین ہو جائے کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے تو معتبر ہے (امداد الفتاویٰ ۷/۸۸)۔

ہاں جب متعدد جگہوں سے یا کسی ایک شہر سے کہ جہاں نامور علماء اور مفتیان کرام ہوں مختلف ثقہ لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا معتمد علیہ شخصیت نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے اور جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ ہونے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے اور خبر مستفیض کے درجہ میں آجائے اور ان خبروں کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبہ ظن مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو حاصل ہو جائے تو ان کو عید کے چاند کا اعلان کرنے کا بھی حق حاصل ہو جائے گا ایک دو فون کافی نہ ہوں گے (فتاویٰ رحیمہ ۱۸۷/۵-۱۸۸)۔

ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لئے محض ایسی خبروں سے رویت ہلال ثابت نہیں ہوگا، البتہ ٹیلیفون، ٹیلی ویژن، ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے اور یہ پہچانا جاسکتا ہے تو جب یہ معلوم ہو کہ خبر دینے والا کوئی ثقہ مسلمان عاقل بالغ اور بیباک ہے اور خود اپنے چاند دیکھنے کی خبر دے رہا ہے تو رمضان کا اعلان کرایا

جاسکتا ہے اور خبر دینے والے پر مکمل اعتماد نہ ہو تو رمضان کا اعلان کرنا بھی درست نہیں اور ثبوت رمضان کے لئے حکم حاکم، فیصلہ قاضی بھی شرط نہیں، عام آدمی جب کسی معتمد ثقہ مسلمان عاقل بالغ بیٹا سے یہ خبر سنیں کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، خواہ کوئی قاضی یا عالم یا ہلال کمیٹی فیصلہ دے یا نہ دے (عائگیری ۱/ ۱۲، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱/ ۱۷۷-۱۷۸)۔

ریڈیو: شرعی قاضی یا مستند علماء کرام کی مجلس یا چاند کمیٹی کا صدر یا ان کا معتمد نمائندہ بذریعہ ریڈیو نشر کرے اور دوسری جگہ کے علماء کرام اسے منظور رکھیں تو اس پر عمل کرنا درست ہے عوام کی منظوری کافی نہیں، بلکہ ان کی دخل اندازی اور اہل علم سے الجھنا رو انہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:- غرض آج کل ہر شخص مفسر و مترجم ہے اور ہر ایک شریعت میں رائے دیتا ہے گویا شریعت کا سمجھنا تمام فنون سے آسان ہے، حالانکہ یہ تو قانون الہی ہے، جب دینی سلاطین کے قوانین کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، بلکہ خاص و کلا اور پیر سٹر اور ہائی کوٹ کے جج ہی اس کو سمجھتے ہیں تو خدائی قانون کو ایسا کیا آسان سمجھ لیا ہے (وعظ الباب ۱۸)۔

ریڈیو کی خبر کے متعلق ہندوستان کے مستند علماء کا فیصلہ

ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اعلان اگر رویت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے کیا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتمد مسلم نمائندہ ہے تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر شریعت کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رویت ہلال کا فیصلہ کرے (فتاویٰ رحیمہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ”جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات اور دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے، صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے کہ جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کیا جائے جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں۔

اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے اپنے حدود و رعیت میں واجب العمل ہوگا، اس لئے جو فیصلہ پاکستان میں صدر مملکت کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اور اس میں مذکور الصدر احتیاط سے کام لیا گیا ہو وہ پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہو سکتا ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷۷)۔

خلاصہ کلام: ٹیلیفون، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے اور پہچانا جاسکتا ہے تو جب یہ معلوم ہو کہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان عاقل و بالغ اور بیٹا ہے اور وہ خود اپنے چاند دیکھنے کی خبر دے رہا ہے تو رمضان کا اعلان کرایا جاسکتا ہے، رمضان کے چاند میں چونکہ شہادت یا استفاضہ خبر دونوں شرط نہیں ہیں، ایک ثقہ مسلمان کی خبر کافی ہے، اس لئے خط اور آلات جدیدہ کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بخشم خود چاند دیکھنا بیان کرے اور جس کے ساتھ یہ خبر بیان کی جا رہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کی شہادت کو قابل اعتماد سمجھتا ہو۔

اور ریڈیو کا اعلان بشرط مذکورہ ہو تو وہ پورے ملک کیلئے نافذ العمل ہو سکتا ہے۔
 اور اگر مطلع صاف ہو تو تمام صورتیں ثبوت ہلال کیلئے ناکافی ہوں گی تا آنکہ شرعی شہادت یا خبر استفاضہ کی صورت نہ ہو جائے عید کے چاند کے ثبوت کیلئے چونکہ شہادت ضروری ہے اور شہادت کیلئے شاہد کی حاضری ضروری ہے، اس لئے اس میں فون یا خط کی خبر کافی نہیں سمجھی جائے گی اگرچہ آواز پہچان لی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو۔
 اور ریڈیو کے ذریعہ اعلان میں یہ شرط ہے کہ وہ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پورے احتیاط سے کام لے لے کہ جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں۔
 ٹیلی گرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اسلئے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہیں ہوگا۔

فلکیاتی حساب

۲- الف - اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“ (بقرہ: ۱۸۵)۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر و توضیح اور تفصیل احادیث رسول ﷺ اور آثار صحابہ میں مذکور ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ دین اسلام سیدھی سادی فطرت سلیمہ پر دار ہے تاکہ ہر طبقہ کا انسان، خواہ کسی خطہ کا ہو کسی طبقہ کا ہو جاہل و ان پڑھ ہو اور غیر متمدن ہو یا پڑھا لکھا اور متمدن ہو۔ غرض کوئی ہو صرف ایک قید ہے کہ عاقل ہو بالغ ہو ہر ایک یکساں طور پر اپنے معبود برحق سے رابطہ عبودیت قائم کر کے آسانی سے کامیاب و فائز المرام ہو سکے۔

اسلامی احکام کا مدار فلسفیانہ موشگافیوں یا علم الافلاک یا علم ریاضی و ہندسہ کی حسابی دقائق اور نکتوں پر دائر نہیں ہے، لہذا اہلال کی رویت اور عدم کا حکم بھی ان حسابی یا نجومی دقائق و حساب پر دائر نہیں ہوگا بلکہ صاف ارشاد فرمایا گیا: ”قال ﷺ: انا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا“ (متفق علیہ)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امت اسلام کے احکام کا مدار حساب و کتاب پر نہیں بالخصوص صوم رمضان کا بلکہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا، پس انتیس شعبان کو چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنا شروع کر دو اور اگر انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے رکھنا شروع کر دو، چاند نظر آئے یا نہ آئے چونکہ کوئی مہینہ تیس دن سے زائد کا نہیں ہوتا۔

اسی طرح ہلال عید کا حکم بھی بنا دیا گیا کہ انتیس رمضان کو چاند نظر آجائے تو عید مناؤ اور انتیس رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کر کے عید مناؤ چاند نظر آئے یا نہ آئے۔

مذہب اربعہ میں فلکیات کا عدم اعتبار

۱- علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: احناف کے متون و دیگر کتب اس پر متفق ہیں کہ رمضان کا ثبوت یا تو چاند دیکھنے سے ہوتا ہے یا یہ کہ شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں، لہذا مؤقتین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ چاند فلاں رات کو ہوگا، اگرچہ وہ عادل و معتبر کیوں نہ ہو، احناف کا قول صحیح یہی ہے اور اسی پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب و اتباع متفق ہیں (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۲۵)۔

۲- امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو مجتہد حساب و فلکیات پر اعتماد کرتا ہو اس کی اقتداء و اتباع نہ کی جائے اور علامہ قرانی نے ذکر کیا ہے کہ جو امام ایسا ہو اس کی اتباع نہ کی

جائے گی اس لئے کہ سلف کا اجماع اس کے خلاف پر ہے، نیز علامہ ابن عربی وغیرہ سب سے انکار مروی ہے اور علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ فلکین کے کہنے کی وجہ سے مہینہ کی ابتداء نہیں مانی جائے گی اور نفی تو بدرجہ اولیٰ درست نہیں ہے (رسائل ابن عابدین ۱/۲۲۵)۔

۳- علامہ علی شافعی فرماتے ہیں: روایت کے مسائل میں معمول بہ تو وہی چیز ہے جو کہ شرعی شہادت سے ثابت ہو، اس لئے کہ شارع نے شہادت کو یقین کی حیثیت دی ہے اور علامہ سبکی کا قول فلکیات کا علم قطعی ہے، لہذا شہادت کے مقابلہ میں اس پر عمل واجب ہے، مردود ہے اس کو متاخرین نے رد کیا ہے ہمارے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ شارع نے حساب کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔ فقہ شافعی کی کتاب ”الانوار“ میں ہے کہ چاند کے منازل و حساب کے واقفیت کی وجہ سے روزہ وغیرہ فرض نہیں ہوتا، نہ تو جاننے والے پر اور نہ ہی نہ جاننے والے پر، حافظ ابن حجر کی شرح ”منہاج“ میں مجموع سے نقل کیا ہے کہ اگر فن والے اپنے علم پر اعتماد و عمل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیں تو یہ روزہ رمضان کے روزے کی طرح سے کفایت نہیں کرے گا (رسائل ابن عابدین ۱/۲۲۵-۲۲۷)۔

۴- ابن مفلح حنبلی نے اپنی کتاب الفروع میں ذکر کیا ہے کہ جو آدمی نجوم و حساب کی بنیاد پر روزہ رکھے گا اس کا روزہ نہیں ہوگا اگرچہ اس کا فیصلہ صحیح ہو اور حساب و نجوم کی بنیاد پر چاند کے ثبوت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس کے فیصلے کثرت سے صحیح ہوتے ہوں (مجلد الجوش ج ۱۰۸)۔ اور حنابلہ کی ایک دوسری کتاب ”الغنائیہ“ اور اس کی شرح میں ہے کہ سورج گرہن وغیرہ کسی چیز میں منجمین و فلکین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ اس پر عمل کرنا جائز ہے (رسائل ابن عابدین ۱/۲۲۷)۔

۵- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اس بابت علماء فلکیات سے رجوع اور ان کے قول پر عمل کے قائل ہیں۔ یہ رائے روافض کی ہے، اگرچہ بعض فقہاء رحمہم اللہ بھی اس کی طرف مائل ہیں، علامہ باجی کا کہنا ہے کہ سلف صالح کا اجماع ایسے لوگوں پر حجت ہے اور ابن بزیہ

فرماتے ہیں کہ یہ مذہب باطل ہے (فتح الباری ۱۲/۷۷)۔

۶۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض قاضی عادل گواہوں کی شہادت کو فلکیات کے عالم کے کہنے کی وجہ سے، حالانکہ وہ جاہل و کاذب ہوتا ہے رد کر دیتے ہیں ایسے لوگ ان کا مصداق ہیں جن کے لئے فرمایا گیا ہے کہ حق کے سامنے آنے پر وہ حق کو ٹھکرا دیتے ہیں اور اس کو جھٹلا دیتے ہیں۔

علماء دیوبند کے فتاویٰ

۱۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (روزہ وغیرہ کیلئے) اگر دوسری جگہ سے خبر آ جاوے تو اس کے معتبر ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے اور طریق موجب یہ ہیں: ایک شہادت بالروایت دوسرے شہادت علی الشہادۃ بالروایت تیسرے شہادت علی حکم الحاكم، چوتھے استفاضہ جو حکم حاکم میں ہے اور جب ان ذرائع سے خبر آئے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ اول تو ان مقدمات ریاضیہ میں بعض مخدوش ہیں دوسرے قطع نظر اس سے شریعت میں ان کا بالکل اعتبار نہیں کیا گیا۔

حدیث: ”نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا

وهكذا“ (امداد الفتاویٰ ۲/۱۱۸۱۰۲)۔

ب۔ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بھری روایت کا امکان نہیں ہے، لیکن اگر اس کے باوجود اس خطہ سے روایت ہلال کی شرعی شہادت مل جائے تو اسے قبول کر کے اس کے مطابق ثبوت رمضان یا عید کا اعلان کر دیا جائے گا۔

ج۔ چاند کی روایت کے سلسلہ میں جہاں تک محکمہ موسمیات سے مدد لینے کی بات ہے

تو مدد لینے میں چنداں مضائقہ نہیں ہے، لیکن چاند کے ثبوت کیلئے محکمہ موسمیات پر مدار رکھنا درست نہیں بلکہ شرعی شہادت پر عمل کرنا واجب ہے۔

د- ۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد ہو تو ایک عادل شخص کی روایت کی شہادت سے رمضان ثابت ہو جائے گا اور قاضی اس کی شہادت سے ثبوت رمضان کا اعلان کرا سکتا ہے تو اس صورت میں تیس رمضان کی گنتی پوری ہونے پر عید الفطر منانا حلال اور واجب ہے بالا جماع (مراقی الفلاح ۳۵۹)۔

گرچہ تیس رمضان کو عید الفطر کا چاند نظر نہ آئے اور جبکہ رمضان شریف کا روزہ دو عادل شخص کی شہادت پر رکھا گیا ہو اور رمضان کی تیس تاریخ کو مطلع ابراؤد ہے تو رمضان کی گنتی تیس پوری ہو جائیکے بعد افطار کرنا اور عید الفطر منانا واجب ہے (شامی ۱۲۹/۲، مراقی الفلاح ۲۵۹)۔

خلاصہ کلام

ایک عادل یا دو عادل کی شہادت سے روزہ رکھا گیا ہے تو تیس روزہ پورا ہو جانے کے بعد عید الفطر منانا واجب ہے غلط بیانی سے کام لینے کا سوء ظن نہ رکھا جائے۔

۳- الف- رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جب کہ مطلع صاف ہو جماعت کثیرہ کی شہادت شرط ہے (ہدایہ ۹۵/۱-۱۹۶)۔

چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہی معیار ضروری ہے جو فقہاء کرام نے لکھا ہے، چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۲/۳۵۰) میں ہے عدل کی وہی تفسیر اب بھی ہے جو فقہاء نے لکھی ہے (شامی ۱۲۳/۲-۱۲۴)۔

بہر حال مطلع صاف ہونے کی صورت میں مجمع کثیر کی شہادت رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے شرط ہے، موجودہ دور میں عدل کیلئے وہی معیار ضروری ہے جو فقہاء نے لکھا ہے اور مستور کی گواہی معتبر ہے۔

ب۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ قاضی، مفتی، معتمد علیہ شخصیت اور ہلال کمیٹی کے صدر کے پاس جا کر رویت کی شہادت دیں (کذا فی فتاویٰ رحمیہ ۱۹۰/۵)۔

چاند دیکھنے والوں کا یہ بیان اصولی طور پر خبر ہے ان کے لئے لازم ہے کہ جہاں نامور علماء اور مفتیان کرام یا ہلال کمیٹی ہوا اپنے بیانات دیں کہ ہم لوگوں نے خود چاند دیکھا ہے اور یہ لوگ ثقہ و معتبر ہوں تو جب ان کی خبر کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبہ نظر ہو جائے تو مفتی یا قاضی یا ہلال کمیٹی کو چاند کے ثبوت کا اعلان کرانے کا حق حاصل ہو جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ

چاند دیکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ قاضی وغیرہ کے پاس جا کر رویت کی شہادت دیں اور ان کا بیان اصولی طور پر خبر ہے۔

ج۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے بلاتا خیر فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے، لیکن اگر سواری وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو یہ عذر تاخیر قبول کیا جاسکتا ہے۔

اگر چاند دیکھنے کے چند گھنٹوں کے بعد رات میں شہادت پہنچائی گئی تو قاضی یا مفتی کو فوری طور پر تصدیق کے بعد اعلان کر دینا ضروری ہوگا تا کہ صبح عید کی نماز ادا ہو یا رمضان کا روزہ شروع کیا جائے۔

اور اگر چاند دیکھنے کے بعد دن بھر کی تاخیر ہوگئی تو اگر چاند دیکھنے والے ثقہ و معتبر ہیں تو تصدیق کر کے فوراً اعلان کر دیا جائے گا اگر عیدین کا چاند ہے تو نماز عیدین مکمل ہو کر ادا کر لی جائے گی چونکہ یہ تاخیر بعد رہے اور فقہاء نے اس کی گنجائش رکھی ہے اور اگر رمضان کا چاند ہے تو ایک روزہ کے قضا کا اعلان کر دینا واجب ہوگا (کذا فی الشامی ۲۱۸)۔

۴۔ الف۔ ملک کے جس حصہ میں جہاں نظام قضا موجود ہے اور وہاں کے قاضی نے تصدیق کرنے کے بعد چاند ہونے کے ثبوت کا اعلان کر دیا تو اس حلقہ کے تمام مسلمانوں پر اس

اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ (کنذانی کتب الفقہ)۔

ب۔ اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کیلئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہوگا، اس لئے جو فیصلہ پاکستان میں صدر مملکت کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اس شرط سے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس کو قاضی یا ہلال کمیٹی نے دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں تو یہ اعلان پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہو سکتا ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۷/۱۷)۔

ج۔ ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوں چاند کے ثبوت کا اعلان کر دیا تو وہ اعلان سلطان کا درجہ رکھتے ہوئے پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہو سکتا ہے۔

د۔ ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے یہ اعلان اگر رویت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے، یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا مفتی مسلم نمائندہ ہو تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رویت ہلال کا فیصلہ کر دے (رویت ہلال ۹۶/۱ از مولانا محمد میاں صاحب)۔

۵۔ الف۔ جن بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ایر آلود رہتا ہے جس کی بناء پر چاند کی رویت ۲۹ تاریخ کو بہت کم ممکن ہوتی ہے مثلاً برطانیہ تو ایسے علاقوں میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک: ”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین“ پر عمل کرتے ہوئے مہینہ تیس دن کا شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ کیا جائے گا۔

ب۔ اگر ان علاقوں میں مہینہ ۳۰ دن کا شمار کئے جانے میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے چار سال میں جو ایک ماہ کا فرق پڑ جانے کا خطرہ ہو تو ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے اعتبار سے مہینہ ۳۰ دن کا شمار کر کے رمضان و عیدین کے لئے عمل کریں یہی حدیث کا تقاضا ہے۔

ج۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ”جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو، اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے۔ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں جس ریڈیو پر ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کیلئے درست نہیں“ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۷)۔

اس اعلان کے لئے تین جگہوں کے اعلان کی کوئی خبر شرط نہیں ہونی چاہئے۔
البتہ اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ کافر کی بات کا اس سلسلہ میں قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری (۳۴۲/۵) میں ہے:
”لا یقبل قول الکافر فی الدیانات“ یعنی غیر مسلم کی بات کا دینی معاملات میں کوئی اعتبار نہیں ہوگا یہ لیکن بدرجہ مجبوری غیر مسلم ملازم کا اعلان جب کہ وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کے فیصلہ کو بضرع نام اعلان کرے تو قابل تسلیم ہوگا۔

ریڈیو کی خبر کے سلسلہ میں آج سے بہت پہلے اکابر جمعیت علماء ہند کا بیان اور ابھی حال میں مجلس تحقیقات شرعیہ کا جو فیصلہ آیا ہے اس سے مسئلہ واضح ہو کر سامنے آ گیا ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان خبر ہے اصطلاحی شہادت نہیں ہے ریڈیو کا اجمالی اعلان کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا ہے یا کل عید منائی جائے گی قابل قبول نہیں ہے اور نہ اس طرح کے اعلان پر صوم یا افطار صوم درست ہے اسی طرح ایک ہی جگہ کے ریڈیو کے حوالے سے مختلف شہروں کے ریڈیو کی خبر بھی قابل توجہ نہیں ہے۔

ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ تفصیلی ہواور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہویا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالے سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہونے کا فیصلہ کیا ہے، مثلاً ریڈیو اسٹیشن سے اس طرح کے واضح اعلان پر صوم و افطار درست ہے ریڈیو پر اعلان کرنے والا کوئی متدین مسلمان نہ ہو، بلکہ ریڈیو کا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت کے فیصلہ کا بتصریح نام اعلان بھی قابل تسلیم ہوگا۔

پاکستان اور دیگر قریبی ممالک کے ریڈیو کا اعتبار بھی اسی وقت ہوگا جب ان کی اطلاع اصول و احکام مذکورہ کے مطابق ہوگی (فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۹-۴۰)۔

خلاصہ کلام

رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ریڈیو کے ذریعہ اعلان پر دوسرے علاقوں کے ذمہ داران اعتماد کرتے ہوئے اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں اور اس کے مطابق رمضان و عیدین کے لئے عمل کر سکتے ہیں اور ریڈیو کے غیر مسلم ملازم کا اعلان بھی قابل تسلیم ہوگا جب کہ وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کے فیصلہ کو بتصریح نام اعلام کرے۔

رؤیت ہلال سے متعلق مسائل کا شرعی حل

☆ مولانا مجیب الغفار اسعد اعظمی

۱- الف - رؤیت ہلال کے سلسلے میں شرائط معتبرہ عند الفقہاء کا مطالعہ کے اختلاف میں اعتبار ہوگا، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، اور اس پر علماء کا اجماع ہے، اس کے برخلاف فقہاء کے اقوال ہیں وہ مؤول اور مصروف عن الظاہر ہیں، ہم حدود اختلاف مطالع سے قطع نظر صرف اعتبار اختلاف مطالع کے سلسلے میں اختصار کے ساتھ علماء کے اقوال پیش کر رہے ہیں۔

مولانا عبدالحیٰ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

”علماء حنفیہ اس امر میں مختلف ہیں، بعض کے نزدیک اختلاف مطالع مطلقاً غیر معتبر ہے اور بعض کے نزدیک معتبر ہے، اور تیسرا مذہب معتمد یہ ہے کہ جن دو مقاموں میں ایک مہینہ کی مسافت ہوا ایسے مقاموں میں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ لازم نہ ہوگی اور اس سے کم میں حکم ایک مقام کا دوسرے مقام پر لازم ہوگا“ (۳۵۲/۱)۔

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں:

”اور محققین کے نزدیک یہ ہے کہ جو بلاد و اقوال و عہدینات کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہیں ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، اور ایک شہر کی رؤیت سے دوسرے شہر میں رؤیت کا حکم نہ دیا جائے گا، اور جو شہر اختلاف مطالع نہیں رکھتے ان میں رؤیت کا حکم دیا

جائے گا“ (۳۴۵/۱)۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: اور محققین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جن شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور جن میں اس سے کم فاصلہ ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے“ (۳۵۳/۱)۔

اور فرماتے ہیں کہ یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے، اور ابن عباسؓ کی ایک حدیث کے موافق ہے جو مسلم اور ترمذی میں مروی ہے (۳۳۸/۱)۔

مولانا نے اس کے لئے ”مراقی الفلاح، تاتارخانیہ، مختارات النوازل، تبیین الحقائق، شرح کنز الدقائق اور حواشی مراقی الفلاح“ وغیرہ کتب معتبرہ کے حوالے پیش کئے ہیں۔

مولانا یوسف بنوریؒ ”معارف السنن“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بھی زیلعی شارح ”کنز الدقائق“ کی رائے کی تصویب فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ابن رشد نے ”قواعد ابن رشد“ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

”قال الشيخ: وكنت قطعت القول بما قاله الزيلعي، ثم رأيت في ”قواعد ابن رشد“ نقل الإجماع على اعتبار الاختلاف في البلاد البعيدة أيضا“ (۳۳۷/۵، الاختیار ۱۲۸/۱)۔

(شیخ علامہ انور شاہ نے فرمایا کہ میں نے زیلعی کے قول پر جزم کر لیا تھا پھر میں نے ”قواعد ابن رشد“ میں دیکھا کہ انہوں نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر اجماع بھی نقل فرمایا ہے)۔

علامہ بنوریؒ فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی بات ”الاختیار شرح المختار“ میں ”فتاویٰ الحسامیہ“ کے حوالے سے مذکور ہے۔

اور اس پر ابن عباسؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مسلم، نسائی، ابوداؤد، اور ”ترمذی“ میں موجود ہیں (معارف السنن ۵/۳۳۸)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (۴/۱۰۵) میں علامہ ابن عبد البر مالکی کے حوالے سے اجماع نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:

”اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور کئی ایک مذہب ہیں، ایک مذہب یہ ہے کہ ہر بلاد والے کے لئے ان کی رویت ہے، صحیح مسلم میں ابن عباسؓ کی حدیث اس مذہب پر شاہد ہے، اور ابن المنذر نے یہی مذہب حضرت عکرمۃ، قاسم، سالم، اور اسحاق بن راہویہ کا نقل کیا ہے، اور ترمذی نے اس کو اہل علم سے نقل کیا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور بات ذکر نہیں کی ہے۔ ماوردی نے اسی کو شافعیہ کے یہاں ایک صورت قرار دی ہے۔

دوسرا مذہب اس کے بالمقابل ہے، وہ یہ کہ جب ایک بلد میں رویت ہوگئی تو وہی تمام بلاد کے لئے لازم ہے، مالکیہ کے یہاں مذہب مشہور یہی ہے، لیکن علامہ ابن عبد البر مالکی نے اس کے برخلاف اجماع نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ بلاد بعیدہ جیسے خراسان و اندلس ان میں سے ایک کی رویت کا دوسرے کے حق میں لحاظ نہیں کیا جائے گا، یہ بات علماء کے تیس متفق اور مجمع علیہ ہے۔“

مولانا یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ یہ صرف مالکی علماء کا اجماع نہیں ہے بلکہ تمام علماء مذاہب کا اجماع ہے مکما هو المتبادر، لہذا معلوم ہوا کہ ائمہ کا عدم اعتبار اختلاف مطالع کا مجمل قول ان بلاد قریبہ کے ساتھ مخصوص ہے جن کے افق میں اختلاف فاحش نہیں ہے۔ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے والے ائمہ کا قول اپنے عموم پر نہیں۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بظاہر تو ایسا ہی ہے کہ ائمہ سے صرف عدم اعتبار اختلاف مطالع ہی کی بات منقول ہے۔ اور اس میں کسی تفصیل اور قرب و بعد مسافت کا فرق ملحوظ نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان

سے جو کچھ بھی منقول ہے وہ ایک مجمل اور غیر مفصل بات ہے جس کا منشا اور وجہ یہ ہے کہ اس دور کے نظام مواصلات کے پیش نظر ایک ماہ میں اتنی طویل مسافت کو قطع کر لینا ممکن ہی نہیں تھا جس سے مطلع ہلال بدل جائے، اور اس کی کوئی صورت ہی نہیں تھی کہ آدمی کسی جگہ چاند دیکھے اور پھر اسی مہینہ میں ایسی جگہ پہنچ جائے جس کا مطلع مختلف ہو، اس لئے ایک شہر کے لوگوں کا چاند دیکھنا تمام لوگوں پر لازم ہو جاتا تھا اور اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا تھا، لہذا ان کے عدم اعتبار اختلاف مطالع کو اسی تناظر میں سمجھنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ ان ائمہ حکماء امت پر مشرق و مغرب کے درمیان واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے مطالع کا اختلاف مخفی نہ رہا ہوگا، لیکن بعد کے لوگوں نے ان کی منشا اور مقصد کے برخلاف ان کے اقوال میں غیر معمولی توسع سے کام لیتے ہوئے اسے ہر مطلع کے لئے عام سمجھنے لگے جو بالکل غیر مناسب بات ہے، لوگوں پر لازم تھا کہ ان ائمہ کے اقوال کو سمجھنے کے لئے اس دور کے احوال و ظروف کو پیش نظر رکھتے، اس لئے کہ اس طرح کے مسائل میں ظاہر پر جمود شان تفقہ کے مناسب نہیں۔

پھر حضرت کریب مولیٰ ابن عباسؓ کا قصہ جو مدینہ والوں سے پہلے اہل شام کی روایت کے سلسلے میں ہے، اور ابن عباسؓ کا اسے قبول نہ کرنا اگر بہت سی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے جن کو فقہاء نے بیان بھی کیا ہے جیسا کہ فتح اور بحر میں ہے، لیکن اس میں دورائے نہیں کہ اس واقعہ سے قدیم ترین عہد سلف میں اختلاف مطالع کے اعتبار کا سراغ ملتا ہے، بلکہ اگر اس مسئلہ میں اس کو حجت اور سند کہہ دیا جائے تو کچھ بعید نہیں“ (معارف السنن ۳۳۸/۵)۔

”أقل ما يختلف به المطالع مسيرة شهر كما في بحر الجواهر، أقل ما يختلف به المطالع شهر“ (جامع الرموز، مجموع فتاویٰ ۳۳۸-۳۵۲)۔

علامہ شامی نے بھی اسی تحدید کو اختیار کیا ہے:

”ذكر ابن عابدين قدر البعد الذي يختلف فيه المطالع مسيرة شهر“

فأكثر نقلاً عن الجواهر“ (معارف السنن ۳۴۱/۵)۔

علامہ شاہ انور کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کی کوئی متعین حد نہیں، اس کا معاملہ مبتلی بہ کی رائے پر ہے۔ ”وحد البعد مفوض إلى رأى المبتلى به وليس له حد معين“ (معارف السنن ۳۲۷/۵)۔

مولانا یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں میلان، استواء کے اعتبار سے اختلاف، نیز اختلاف عروض اور سطحوں کی بلندی و پستی میں تفاوت کے سبب اس کی حد بندی دشوار ہے، اس لئے کہ اختلاف میں کئی ایک باتوں کا دخل ہے، ان سب کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ بنانا مشکل ہے (معارف السنن ۳۴۱/۵)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دو شہروں میں ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق ہو تو اختلاف کا اعتبار ہوگا:

”نعم ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد لأن النصوص مصرحة يكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين، فلا تقبل الشهادة ولا يعمل وبها فيما دون أقل العدد لا في أزيد من أكثره“ (فتح المہم شرح مسلم ۱۱۳)۔

(اختلاف مطالع کا اعتبار وہاں کیا جائے گا جہاں اس کی وجہ سے (تاریخوں میں) ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق پڑ جائے، اس لئے کہ اس بات کی صراحت آئی ہے کہ مہینہ یا اکتیس دن کا ہو گا یا تیس دن کا، اس لئے اکتیس دن سے کم کی صورت میں (جب کہ اٹھائیس دن کا مہینہ لازم آتا ہو) یا تیس سے زیادہ کی صورت میں (جب کہ اکتیس دن کا مہینہ ہو جائے) نہ شہادت قبول ہوگی نہ اس پر عمل ہوگا۔

الجواب :- اس اعلان کے مطابق عمل کرنے میں جلدی نہ کی جائے، اپنے قاضی اور

جہاں نظام قضاء ہو وہاں کسی ہلال کمیٹی کے فیصلے اور اعلان کا انتظار کیا جائے۔

”إذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالأمور موكلة إلى العلماء ويلزم الأمة الرجوع إليهم“۔

(جب شرعی ضرورت کا پورا کرنے والا کوئی با اختیار حاکم نہ رہے تو تمام معاملات کی ذمہ داری علماء پر عائد ہو جاتی ہے، اور امت مسلمہ پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ علماء ہی کی طرف رجوع کریں) (الحدیقۃ الحمدیہ بحوالہ روایت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنہلی)۔

پھر شرعی ضابطوں کی تکمیل کے بعد ان کی طرف سے اعلان ہو تب عمل کیا جائے۔ ایک قاضی کی قضا دوسرے قاضی کے شہر میں نافذ نہیں ہوتی، اس لئے دوسرے خطے کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابند نہ ہوگی کما الّا سختی، اگر کتاب القاضی الی القاضی ہو تو وہ شرعاً حجت ہے۔

ھ۔ آلات (فون، فیکس، ٹیلی گرام، ریڈیو) کے ذریعہ جو خبر حاصل ہو وہ علی الاطلاق رویت ہلال کے مسئلے میں خبر و شہادت کے مقام میں شرعاً حجت نہیں اس لئے کہ یہ آلات فی نفسہا قضاء قاضی، شہادت شرعیہ، خبر مستفیض وغیرہ کے درجے میں نہیں آتے۔

ثبوت رویت ہلال کا مدار جن صورتوں پر ہے وہ سب تدلیس و تزویر سے پاک ہیں، برخلاف آلات مذکورہ کے کہ ان میں کم و بیش ہر ایک میں تزویر و تدلیس کا احتمال ہے، ہاں بشرائط معتبرہ عند العلماء یہ آلات رویت ہلال کے مسئلہ میں مفید ہو سکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفید ریڈیو کے ذریعے خصوصی انتظام کے تحت شرائط معتبرہ کے ساتھ شرعی اعلان ہے جسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

اس کے بعد ٹیلی فون بھی غنیمت ہے، بشرطیکہ قرآن قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے تو معتبر ہے، اگر خصوصی انتظام کے تحت شرعاً ثبوت رویت کے بعد اس آلہ

سے اطلاع و اعلان کا کام کیا جائے تو یہ بہتر صورت ہوگی۔

تاریخ و خط اور ٹیلی فون کی خبر کے سلسلے میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا فیصلہ احتیاط فی الدین کے پیش نظر واقع ہے، اس میں فیکس کا حکم مذکور نہیں، لیکن چونکہ خط اور فیکس دونوں کا حکم ایک ہی ہے اس لئے مجلس کا فیصلہ فیکس کو بھی شامل ہوگا، فیصلہ کا متن یہ ہے: ”تاریخ، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے فون اور خط آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا (روایت ہلال کا سلسلہ ۱۱)۔“

۲- الف- ”سدأ للذریعة“ یہ بہتر ہے کہ فلکیاتی حساب سے مدد نہ لی جائے

ب- شہادت قبول کی جائے گی۔

ج- ”سدأ للذریعة“ یہ بہتر ہے کہ محکمہ موسمیات سے مدد نہ لی جائے۔

د- امام حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت کی ہے کہ احتیاطاً روزہ نہ چھوڑے، اور

امام محمد سے یہ روایت ہے کہ روزہ توڑ دیں، یہ تبیین میں لکھا ہے کہ غایۃ البیان میں ہے کہ قول امام محمد کا صحیح ہے، یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

شمس الائمہ طوانی نے کہا کہ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ چاند نہ دیکھیں اور آسمان

صاف ہو، اور اگر آسمان پر ابر ہو تو بلا خلاف روزہ توڑ دیں، یہ ذخیرہ میں لکھا ہے (فتاویٰ ہندیہ)۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نہیں دکھائی دیا

تو امام محمد کے نزدیک افطار کیا جائے، اور امام یوسف کے نزدیک اکتیسواں روزہ بھی رکھا جائے۔

حموی شارح ”اشباہ“ لکھتے ہیں:

”وفی الذخیرۃ الواحد إذا شهد علی ہلال عند القاضی قبل شہادته

وامر الناس بالصوم فلما أتموا ثلاثین يوماً غم ہلال شوال قال أبو حنیفہ

وأبو یوسف: یصومون من الغد وإن کان یوم الحادی و الثلاثین یعنی لکونہ

خروجاً عن العبادة فيحْتَاط فيه وقال محمدٌ: يفطرون، قال شمس الأئمة الحلواني: هذا الاختلاف فيما إذا لم يروا هلال شوال والسماء مصحية، فأما إذا كانت متغيمه، فإنهم يفطرون بلا خلاف“ (مجموع فتاوى عبدالحی ۱/ ۳۵۷)۔

(ذخیرہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے رمضان کے چاند کی گواہی قاضی کے سامنے دی اور قاضی اس کی شہادت کو مان کر لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دے دے پھر تیسویں رمضان کو عید کا چاند نہ دکھائی دے تو لوگوں کو دوسرے دن روزہ رکھنا چاہئے گواہ تیسویں تاریخ ہو، کیونکہ اپنے ذمہ سے ایک عبادت کو ادا کرنا ہے اس لئے احتیاط کرنا چاہئے، یہ امام ابوحنفیہ اور ابو یوسف کا قول ہے، اور امام محمد کے نزدیک افطار کر لینا چاہئے۔ شمس الأئمة طحطاوی کہتے ہیں کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب آسمان صاف ہو اور پھر بھی شوال کا چاند نہ دکھائی دے، لیکن اگر ابر ہو تو بالاتفاق افطار کر لینا چاہئے)۔

۳- الف۔ ایسی جماعت کثیر کی گواہی قبول ہوگی جن کے خبر دینے سے یقین حاصل ہو جائے، اور وہ امام کی رائے پر موقوف ہے، کچھ مقدار مقرر نہیں ہے، یہی صحیح ہے، یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے۔ رمضان، شوال اور ذی الحجہ کا چاند اس حکم میں برابر ہے، ”بہشتی زیور“ میں ہے: اگر آسمان بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہ ہوگا، چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا، البتہ اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں، اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح نہیں ہو سکتا تب چاند ثابت ہوگا۔

”فإن لم یکن فی السماء علة لم تقبل الشهادة حتی یراه جمع کثیر یقع العلم بخبرهم“ (تقدیری)۔

سوال کے دوسرے جز سے متعلق عرض ہے کہ مستور الحال کی خبر بلا دعویٰ اور بلا الفاظ

شہادت کے رمضان کے بارے میں مقبول ہے، اسی طرح شہادت دینے والا صاحب مروت ہو کہ بظن غالب سچا ہوگا تو اس کا قول مان لیا جائے گا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے فتاویٰ میں اس کا ذکر ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

سوال: شاہد ہلال رمضان کا عادل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ظاہر الروایۃ میں عدالت شرط ہے اور امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جو روایت کی ہے اس کے اعتبار سے عدالت شرط نہیں ہے، بلکہ مستور الحال کی شہادت بھی قابل قبول ہے، اور یہی طحاوی اور شمس الامۃ حلوانی کا مذہب ہے، اور متاخرین نے بھی اسی کو صحیح لکھا ہے۔

”در مختار میں ہے کہ عادل یا مستور الحال کی خبر بلا دعویٰ اور بلا الفاظ شہادت کے رمضان کے بارے میں مقبول ہے جب کہ ابر یا غبار وغیرہ ہو، جس کی تصحیح بزازی نے کی ہے، ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہے، اور فاسق کی خبر بالاتفاق نہیں مانی جائے گی، اتنی ملخصاً۔ اور حمادیہ میں ہے کہ اگر خبر مستور الحال ہو پس ظاہر تو یہ ہے کہ اس کی خبر قبول نہ کی جائے لیکن امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اس کی شہادت مقبول ہے اور یہی صحیح ہے (انتہی)، اور ابوالکارم شرح نقایہ میں کہتے ہیں کہ طحاوی نے عدالت کی شرط نہیں لگائی ہے، بعضوں نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ عدالت حقیقیہ شرط نہیں ہے، بلکہ عدالت ظاہر یہ کافی ہے، نوادر میں ہے کہ شہادت مستور اس معاملہ میں مقبول ہے، اور اسی سے حلوانی نے اخذ کیا ہے۔ انتہی۔“

اور بحر العلوم رسائل الارکان میں لکھتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ شرط عدالت اس قسم کے معاملات میں ہمارے زمانے میں بکثرت خلل انداز ہوتی ہے خصوصاً رمضان کے معاملے میں۔ پس بہتر یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا جائے کہ اگر شہادت دینے والا صاحب مروت ہو کہ بظن غالب سچا ہوگا تو اس کا قول مان لیا جائے کہ روزے کا معاملہ بگڑ نہ پائے (مجموعہ فتاویٰ ۱/۳۵۶)۔

www.KitaboSunnat.com رؤیت ہلال اور ثبوت احکام کے حدود

نامعلوم

۱- الف - ایک جگہ چاند نظر آ جانے کے بعد اس جگہ سے کتنی مسافت تک ثبوت شرعی ہم پہنچ جانے کی بناء پر رؤیت کا حکم نافذ ہو جاتا ہے یہ بحث قبل زمانہ سے علماء کرتے چلے آئے ہیں اگرچہ ایک خیال یہ تھا جس کو عام خفی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے شوافع کے مشہور ترجمان علامہ نورئی نے اپنے بعض اصحاب کا قول بتایا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت سے تمام روئے زمین کے لوگوں پر اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ شرعی ثبوت فراہم ہو جائے، مسلک احناف کی ہر کتاب میں یہ مسئلہ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ساتھ موجود ہے اور نورئی نے اپنے اصحاب یعنی شوافع میں کچھ علماء کا بھی یہی مسلک بتایا ہے: ”قال أصحابنا: نعم الرؤية في موضع جميع أهل الأرض“ لیکن اب کوئی بھی عملی طور پر اس بات کا ماننے والا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت تمام دنیا کے رہنے والوں کے لئے موجب حکم ہوگی۔ علامہ محی الدین نووی شارح مسلم شوافع کا صحیح قول یہی بتاتے ہیں کہ:

”والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لا تعم الناس بل تختص بمن قرب

على مسافة لا تقتصر فيها الصلوة و قيل: إن اتفق المطلع لزمهم“۔

گویا اب تمام مذاہب فقہ اس پر متفق ہیں کہ کسی جگہ کی رؤیت اس مقام سے دور دراز علاقہ والوں کے لئے موجب حکم نہیں ہوگی، یہاں ہندوستان میں ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ

بلکہ اب تو آنے جانے والے دین دار افراد کے ذریعہ بھی یقینی خبریں ملتی ہیں کہ حجاز، شام، مصر اور دیگر عرب ممالک میں فلاں دن عید یا رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی مگر یہاں اس کے مطابق عید یا رمضان کا فیصلہ کرنے کی جرات تو درکنار اس کی تحریک بھی پیدا نہیں ہوتی گو یا عملاً اسی کا اتفاق ہے کہ اتنی دور کی رویت یہاں معتبر نہیں ہوگی اس بارے میں صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا اسم گرامی سرفہرست ہے (بخاری شریف کے علاوہ) حدیث کی تمام معتبر و متداول کتابوں میں جزوی فرق کے ساتھ ان کا یہ مشہور واقعہ مذکور ہے (اسی طرح بعض فقہ کی کتابوں میں بھی) کہ انہوں نے حضرت کریمؐ کی شہادت رویت اور شام (جن میں حضرت امیر معاویہؓ بھی ہیں) کے مدینہ سے ایک روز قبل روزہ رکھنے کے واقعہ کو حجت ماننے اور اس پر فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا (بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

ان تفصیلی عبارتوں پر غور کرنے سے اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے والوں کی بات میں وزن محسوس ہوتا ہے، تب ہی تو آج سب لوگ گویا اسی راہ کو عملاً اختیار کئے ہوئے ہیں، اب کچھ معتبر کتابوں سے وہ تفصیل پیش کی جا رہی ہے، جس سے استدلال کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

”در میں کہا ہے کہ اس میں مسلک اعتبار اختلاف کی تائید اس حکم سے بھی ہوتی ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے کہ جو لوگ ایسے مقامات پر رہتے ہیں کہ جہاں عشاء کا وقت ہی آتا، ان پر عشاء اور وتر ضروری نہیں اور ”فتاویٰ حسامیہ“ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر چاند دیکھ کر کسی شہر میں تیس روزے رکھے گئے اور دوسری جگہ اسی روزے تو اگر یہ دونوں مقام قریب ہیں کہ مطلع نہ بدلے تب قضاء واجب ہوگی، ورنہ نہیں“ (مجمع الانہر ۱/۳۲۹)۔

۱- فقہ کی مشہور و معروف کتاب ”مراقی الفلاح (شرح نور الایضاح)“ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے کی بابت لکھا ہے: ”اختارہ صاحب التحرير کما اذا رأى الشمس

عند قوم و غربت عند عیدہم فالظہر علی الأولین“ (مراقی الفلاح ۱۰۹)۔

۲۔ شمس الائمہ حلوائی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ”إنه الصحيح من مذهب أصحابنا“ مولانا عبدالحی نے ان صراحتوں کے علاوہ اور بھی چند نام ایسے علماء اور ان کتابوں کا ذکر کئے ہیں جن کے بیانات سے اس مسلک کی تائید ہوتی ہے، طوالت سے بچنے کے لئے یہاں علماء اور کتابوں کا نام ذکر کئے جاتے ہیں:

۳۔ مفتی ابوالسعود الطحاوی شارح مراقی الفلاح

۴۔ انہر الفائق

۵۔ الجواہر

۶۔ تاتارخانیہ

۷۔ الظہیریۃ عن ابن عباسؓ

۸۔ مختارات النوازل

۹۔ قدوری، ان قدیم علماء کے علاوہ عصر حاضر کے علماء نے بھی فی الجملہ اختلاف

مطالع کا اعتبار کیا ہے۔

ب۔ جس کا کچھ اندازہ گزشتہ صفحات سے ہو گیا ہوگا اور عملاً تو سب ہی اس پر متفق ہیں جب یہ چلن عملی طور پر ایک طرح سے مسلم ہے کہ مقام رویت سے دور دراز کے شہروں میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا قریب کے مقامات میں نہیں تو اب یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ کتنے فاصلے کو بعید قرار دیا جائے کہ اس کی وجہ سے دوسری جگہ رویت نافذ نہ ہو سکے اور کس فاصلے کو قریب کیا جائے کہ وہاں رویت کا اثر لازم ہو جائے اس بارے میں بھی قدیم زمانے سے اختلاف چلا آ رہا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں پانچ مذاہب بیان کرتے ہیں۔

مسافت بعیدہ کی میعاد

۱- علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہو وہ بعید ہے (یہ قول فتاویٰ مولانا عبدالحئیؒ میں بھی ذکر کیا گیا ہے) اور نووی نے بھی اپنے کچھ اصحاب کا مسلک بناتا ہے اور اسی طرح سے نوویؒ نے مذہب کے بارے میں لکھا ہے۔

۲- مسافت قصر بعید ہے (اسی قول کو شاہ ولی اللہؒ نے المحصفی ص ۲۲۷ شرح موطا (مطیع فاروقی دہلی میں) اختیار کیا ہے اور شارح مسلم نوویؒ نے بھی اسے رائج بتایا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

۳- مقام رؤیت سے اتنا فاصلہ کہ جہاں عادتہ چاند نظر آنا چاہئے اگر کوئی مانع نہ ہو قریب ہے اس سے زیادہ بعید ہے۔

۴- سلطان کے نزدیک اگر رؤیت ثابت ہو جائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں (چاہے وہ جتنے وسیع ہوں) تمام لوگوں پر اس کا حکم کو نافذ کر سکتا ہے گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے اور بیرون ملک کا بعید ہے۔

۵- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہے اور دوسری اقلیم میں واقع حصے بعید ہے (ساری دنیا کو ہفت اقلیم مانا گیا تھا (فتح الباری ۴/۸۷)۔

علامہ شوکانی سے ان تمام مذاہبی کو نسل کرنے کیساتھ ایک مذہب اور بیان کیا ہے اور چھ مذاہب ہو جائے۔

۶- مقام رؤیت سے جو جگہ (طبعی اور جغرافیائی اعتبار سے) مختلف و بعید ہے اس کے علاوہ قریب، مثلاً بلند مقام پر چاند نظر آیا تو اس رؤیت کو شبی علاقے کے لئے نہیں سمجھا جائے گا اسی طرح اس کے برعکس (فتح الباری ۴/۸۷) ان چھ افعال کے علاوہ چند مذاہب کتب فقہ اور ملتے ہیں۔

۷۔ ایک مہینہ مسافت بعید ہے اور اس سے کم مسافت قریب ہے (نیل الاوطار ۳/۲۰۶) اور اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

۸۔ حضرت علامہ عثمانی اپنی مایہ ناز ”تالیف فتح الملہم“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ينبغي أن تعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد؛ لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة و عشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا فيهادون العدد ولا أزيد من أكثره“ (فتح الملہم شرح مسلم ۳/۱۱۳)۔

(مناسب یہ ہے کہ ایسے مقامات کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے جہاں تاریخوں میں ایک دن سے زیادہ کا فرق عادتاً ہوتا ہے، کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے (کہ نہ زیادہ) تو ایسی جگہ کی شہادت پر عمل نہیں کیا جائے گا جہاں کی شہادت پر عمل کرنے سے ۲۹ سے کم یا ۳۰ سے زیادہ کا مہینہ بن جاتا ہو اپنی کسی جگہ کی رویت کی بناء پر دوسری اسی جگہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا جس سے مہینہ کی دنوں کی منصوص و مقرر تعداد ۲۹-۳۰ دن)۔

ب۔ فرق آجائے، کیونکہ اس صورت میں نصوص صریحہ صحیحہ کے خلاف ورزی لازم آئیگی گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حجاز، مصر، شام اور دیگر مشرق وسطیٰ کے ممالک میں رویت ہو جانے سے یہاں فیصلہ نہیں کیا جائیگا (چاہے ثبوت شرعی مل جائے)، کیونکہ وہاں اور یہاں کی قمری تاریخ میں کم سے کم ایک دن کا فرق تو اکثر ہوتا ہے اور کبھی کبھی دو دن کا بھی ہو جاتا ہے، لیکن ہندوستان و پاکستان کے کسی حصہ میں ایسا ہونا لازمی نہیں ہے، اس لئے ان دونوں ملکوں کے مابین اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، یہی بات حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے استدلال سے مترشح ہوتی ہے، علامہ کشمیریؒ زبلی کے قول (اختلاف مطالع کا اعتبار (کیا جائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں:

ریڈیو کی خبر کا حکم

ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر نشر ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، پہلی تو وہی ہے جس کا ہندوستان میں عام رواج ہے کہ ریڈیو خبر کی طور پر یہ بات بیان کر دے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا یا نظر آیا، یاد رکھا گیا خواہ ایک جگہ کی رویت کے بارے میں اطلاع دی جا رہی ہو یا کئی جگہ کی (در آں حالیکہ ریڈیو کی یہ اطلاع اس کے اپنے ذرائع پر مبنی ہو اس صورت میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار کر کے اس کی بنیاد پر کسی دوسری جگہ پر رویت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، چاہے اس خبر کو نشر کرنے والے کوئی معتبر مسلمان ہی ہو، کیونکہ فقہاء کرام نے اس نوعیت کی خبر جس میں یہ بات بیان کیا جائے کہ فلاں جگہ لوگوں نے چاند دیکھا۔ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اگر اک جماعت بھی بیان کرے تب بھی اس پر اعتماد کر کے کسی رویت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کتب فقہ میں ہے۔

”ایک جماعت اگر کسی جگہ چاند دیکھے جانے کی بابت گواہی دے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن قبل چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور وہ آج ان کے حساب سے ۳۰ تاریخ ہے حالانکہ ان گواہی دینے والوں نے خود چاند نہیں دیکھا، تو بلدہ رویت کے علاوہ دوسرے کے لوگوں کا اگلے عید منانا جائز ہے، اور نہ آج کی رات میں تراویح ترک کرنا درست ہے، کیونکہ اس جماعت نے نہ تو خود چاند دیکھا، اور نہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر شہادت دی ہے، اس لئے اعتبار نہیں ہے“ (فتح القدیر ۲/۳۲۲، عالمگیری ۲۱۱/۲، شامی ۲/۹۴، مجمع الانہر ۱/۲۳۹ بحوالہ رویت ہلال حضرت مولانا سہبلی صاحب)۔

مذکورہ جزئیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت بھی (ظاہر ہے مسلمانوں کی جماعت مراد ہے) کسی جگہ رویت ہو جانے کی شہادت دے جب کہ ان میں سے کسی نے خود چاند نہیں دیکھا اور نہ کسی چاند دیکھنے والے کی گواہی پر شہادت دی تو بھی اس کا اعتبار نہیں (حالانکہ شریعت میں جماعت کا بڑا وزن ہے اور اکثر معاملات میں اس کی خبر و شہادت حجت ہے، تو ریڈیو جس کی

صدائق و حجیت کے متعلق بہت سے احتمالات ہیں، اور مجالِ سخن موجود ہے اس کی خبر کو کس طرح فیصلہ کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے، یہاں یہ بات بھی صاف ہو گئی ہے کہ اس طرح کی خبریں متعدد مقامات کے ریڈیو اسٹیشن نشر کریں تب بھی یہی حکم ہے۔ جب تک ان خبروں میں استفاضہ کی شان پیدا نہ ہو کیونکہ اگر ایک جگہ ریڈیو اسٹیشن کی خبریں زیادہ سے زیادہ ایک جماعت کی خبر کے درجہ میں آئے گی اور جماعت کی خبر کے بارے میں حکم معلوم ہو چکا ہے کہ محض اس پر رویت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ استفاضہ خبر کے، درجہ تک پہنچ جائے یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ کہ محکمہ ریڈیو کی طرف سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ مقامی جامع مسجد کے امام یا شہر کے کسی بڑے عالم سے معلوم کر کے ریڈیو تک نشر کرتا ہے (شامی ۲/۹۴)۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ کسی جگہ علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رویت کا فیصلہ کیا اور انا و نسر اس فیصلہ کو پوری تفصیل و تصریح کے ساتھ ہلال کمیٹی یا عالم کی جانب سے منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ ریڈیو سے اعلان کے طور پر نشر کرتا ہے تو اس طرح کے اعلان کو حجت سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن اعلان سننے والوں کی دو قسمیں ہوں گی۔

اور دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔ قسم اول۔ اسی شہر یا اس کی مضافات میں رہنے والے لوگ (جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے) ان کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا، اس لئے یہ اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ اور اگر عید کا ہے تو افطار کرنا۔ حضرت مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند بنایا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبر پر نشر

نہ کرے۔ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ کا فیصلہ کیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں (بحوالہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۸۸)۔

رویت ہلال کا حکم فون کے ذریعہ

ٹیلی فون پر آنے والی چاند کی خبر کا حکم خط جیسا ہے جب تک اس فون کی خبر کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ جس کی طرف سے فون کیا جانا سمجھا جا رہا ہے وہ واقعتاً وہی شخص ہے کوئی دوسرا آواز کی نقل نہیں کر رہا ہے اور دیندار ہے جسے یہ فون سننے والا شخص خوب پہچانتا ہے۔ اور پھر اس مقام کے دیگر افراد سے تصدیق کی جائے، پوری اطمینان ہو جانے کے بعد اس اطلاع کو ایک خبر کی حیثیت حاصل ہوگی، چنانچہ جس حکم کے لئے ایک خبر کافی ہوتی ہے، اس کے بارے میں فون کی خبر سے فیصلہ کیا جانا ناممکن ہوگا۔ لیکن جن احکام میں ایک خبر کافی نہیں ہوتی ہے بلکہ شہادت کی ضرورت پڑتی ہے ان کے سلسلے میں فون کی خبر کسی طرح فیصلہ کی بنیاد نہیں بن سکتی، کیونکہ فون پر شہادت نہیں ہو سکتی، اس لئے شہادت میں شاہد کا سامع کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے ہاں اگر اتنے زیادہ فون آگئے کہ دن میں تو اترا و استفاضہ کی شان پیدا ہوگئی ایسی حالت میں کہ اس کا انکار کرنا ناممکن، انکار ناممکن ہو جائے اور فیصلہ کرنیوالی اٹھارتی کو پورا یقین ہو گیا تب اس کی بنیاد پر بھی فیصلہ کیا جانا ممکن ہوگا، اور اس فیصلہ کا اثر کمیٹی کے دائرہ کار تک رہے گا محض عام شہرت یا اس بات کی اطلاع کہ فلاں شہر میں چاند ہو گیا بالکل ناقابل اعتبار ہے فون سننے والے اسی طرح جس شہر سے فون پر چاند دیکھنے کی خبر آئی ہے اس شہر کی تصدیق کرنیوالے افراد کم سے کم دو ہوں۔ لیکن اگر فون سننے والا شخص قاضی ہے یا قاضی کا قائم مقام ہے تو ایک فرد بھی کافی ہوتا ہے۔

تار وائر لیس: چاند کی رویت کی اطلاع کے ایک دو تار آئیں یا وائر لیس، ان کا تو قطعاً

اعتبار نہیں ہاں اگر سے تارائیں اور دو سے زیادہ سے بھی اس کی تائید ہوگئی ہو تو یہ چیز جس مستفیض کے تحقیق میں معین ہو سکتی ہے اس لئے محض تار کی جس پر روزہ رکھنا یا توڑنا درست نہ ہوگا۔

توڑنے کی صورت میں قضا ضروری ہوگی (الا یہ کہ بعد میں یہاں بھی یہی فیصلہ ہو جائے کہ رویت ہوگی)

تار وائرلیس: ان دونوں کے بارے میں موجودہ در کے تمام قابل ذکر و صاحب نظر علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ ان کا تنہا قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ تار کسی کی طرف سے کوئی بھی شخص دے سکتا ہے، اس لئے یہ پتہ چلنا ہی دشوار ہے کہ یہ تار کسی شخص نے دیا ہے، جب تار دینے والے کا تعین ہی نہیں ہوا تو اس کے معتبر ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اب علماء کے اقوال سنئے! حضرت اقدس اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں، اس باب میں تار کی خبر اصلاً قابل اعتبار لائق علم نہیں ہوگی (فتاویٰ اشرفیہ حصہ ۳ ص ۱۲ دیوار النوا در ص ۲۳۱)۔

یہی بات مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں کسب ضوابط فقہیہ تار کا اعتبار نہیں کیا جائے گا (فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ ۳۲۸)۔

فتویٰ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کا ہے قواعد شرعیہ کے مطابق تار کا اعتبار اور اس پر اعتبار کر کے روزہ اور عید جائز نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳ ص ۴۱) مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تار وائرلیس، دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں، وائرلیس یعنی لاسکی پیغام اور ٹیلی گراف (تار) کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ امور میں کسی حال میں کوئی اعتبار نہیں نہ شہادت کے درجے میں آسکتے نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہو سکتا ہے نہ ہلال عید کے، ہاں اگر بہت سے خطوط آئے اور وہ دیگر مختلف ذرائع سے رویت کی خبر ملی اور اس میں کچھ تار بھی ہوں کثرت پیدا کرنے کی بناءء پر استفاضہ کی تحقیق کئی تار بھی کام آسکتے ہیں جیسا کہ مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں:

”باقی شہادت خطوط تاریخ حسب اس پر عام حکم بھی دیا جاسکتا ہے (بحوالہ رؤیت بلال مولانا

محمد برہان الدین سنبل قادی عبداللہ الحی ۳۸۰)۔

۲- ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”الشہر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا

حتى تروہ، فإن غم علیکم فأكملوا العدة ثلاثین“ (صحیح بخاری ۲۵۶۱)۔

(یعنی انیس راتوں کا ہے اس لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند

نہ دیکھ لو پھر اگر تم پر چاند ہو جائے تو (شعبان) کی تعداد میں دن پورے کر کے رمضان سمجھو)۔

”لا تصوموا حتى تروہ، فإن غم علیکم فأقدروا لہ“ (جب تک چاند نہ دیکھ

لو اور عید کے لئے افطار اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر تم پر چاند مستور ہو جائے

تو حساب لگا لو (یعنی حساب سے تیس دن پورا کرو))، یہ دونوں حدیثیں حدیث کی دوسری مستند

کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا اور دونوں میں عین روزہ رکھنے اور

عید کرنے کا مدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے، لفظ رؤیت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس سے معنی

کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کا ہے اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں

مجاز ہے، اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے

سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے، معلوم ہوا کہ عدد احکام

چاند کا فق پرورد نہیں ہے، بلکہ رؤیت ہے اگر چاند فق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رؤیت نہ

ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہیں کیا جائے گا حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے

آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر چاند تم سے مستعد اور چھپا ہوا ہو

یعنی تمہاری آنکھیں اس کو دیکھ نہ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ دیا منی کے حسابات سے چاند کا

وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو یا آلات عدلیہ اور دور بینوں کے ذریعہ اس کا وجود

دیکھو، بلکہ فرمایا: ”فإن غم علیکم فأكملوا العدة ثلاثین“ یعنی اگر تم سے مستند ہو جائے تو

۳۰ دن پورے کر کے مہینہ ختم سمجھو اس میں لفظ غم خاص طور پر قابلِ نظر ہے اس لفظ کا لغوی معنی عربی میں محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ قاموس و شرح قاموس یہ ہے۔ ”غم الهلال علی الناس إذا حال دون الهلال غیم“ سے بحوالہ اوغیرہ فلم یرتاج العروس شرح قاموس۔

لفظ غم الهلال علی الناس اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند نہ دیکھا جاسکے جس سے معلوم ہوا کہ چاند کا وجود خود حضور ﷺ نے تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے، کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے۔ جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کیا جاسکتا ہے۔

محاورات میں اس کو مستعار نہیں کئے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند مستور ہو جائے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں ان میں سے کوئی بھی سبب آوے بہر حال جب چاند نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جاسکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ و عید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ کے لئے راستے میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا ساز اور روشنی دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی بعض نے کہا کہ یہ دو رات کا چاند ہے بعض نے کہا کہ تین رات کا چاند ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے اس کو کس رات میں دیکھا بتلایا گیا کہ فلاں شب میں روایت ہوئی تھی ابن عباسؓ نے فرمایا: ”إن رسول الله ﷺ أمر للرؤية فهو لليلة رأيتمونه“ یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس کو روایت کی طرف منسوب فرمایا ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہاں مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں، بلکہ اس کے عام نگاہوں کے لئے قابلِ روایت ہونے کا ہے اور دور بین کا ذریعہ کسی شعاعوں سے مستور چاند کو دیکھ لینا یا بذریعہ ہوائی جہاز پرواز کر کے بالوں سے اوپر جا کر چاند کو دیکھ لینا عام روایت کہلانے کا مستحق نہیں اور کسی چیز کو قابلِ ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمہ موسمیات و فلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے یہ عام واقعاتی معاملہ ہے اگر کوئی شخص

ایک معین وقت یا معین جگہ میں کسی واقعہ کے دیکھنے کا مدع ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت وہاں موجود تھے تم نے یہ واقعہ نہیں دیکھا تو اس کا فیصلہ نہ محکمہ موسمیات کے پاس جانے کی چیز ہے نہ محکمہ فلکیات و رانیات سے اس کا کوئی تعلق ہے اس کا فیصلہ اسلامی عدالتوں میں قاضی شرعی اور عام حکمتوں میں کوئی جج ہی کر سکتا ہے جو شاہدوں کے حالات اور بیانات کو پرکھ کر معتبر شہادت کو پہچانے گا، ہاں اگر مسئلہ چاند کے وجود کا ہوتا تو بے شک وہ قاضی شرعی یا جج کے دیکھنے کی کوئی چیز نہیں، وہ ماہر فلکیات ہی بتا سکتا ہے کوئی قاضی یا جج بھی فیصلہ کرتا تو ماہرین فلکیات کے بیان سے کرتا (بحوالہ رویت ہلال مفتی محمد شفیع صاحب ۱۵-۱۶)۔

الف- چاند کی رویت کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد نہیں لی جاسکتی، جیسا کہ جواب ۶ میں تفصیل سے معلوم ہوا۔

ب- صورت مذکورہ عین رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے قبل کیا جائے گا اور فلکیات حساب سے چاند بصری رویت کا امکان نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

د- اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو اس کے بعد رمضان کی ۳۰ تاریخ مکمل ہو چکی ہو۔ ۳۰ رمضان کی شام موموم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ دی تو امام مالکؒ اس مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ وہ گواہ چھوٹا ہے اور امام غلیلؒ نے اپنے کتاب مختص میں لکھا ہے کہ باوجود منحو کے ۳۰ کو چاند نظر نہ آئے تو ان گواہوں کو چھوٹا قرار دیا جائے گا (بحوالہ اسلامی ماہ اور رویت ہلال ۲۸)۔

الف- اگر مطلع صاف ہو یعنی ایسا گرد و غبار دھواں یا بادل وغیرہ افق پر چھایا ہو نہیں ہے چاند کی رویت میں حائل ہو سکے اور اس کے باوجود کسی ہستی یا شہر کے عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا تو ایسی صورت میں ہلال عیدین کے لئے صرف دو چار گواہوں کے اس بیان کا کارآمد

ہوگا کہ ہم نے اس ہستی یا شہر میں چاند دیکھا ہے، بلکہ اس صورت میں ایک جم غفیر بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہوگی جو مختلف اطراف سے آتے ہوں اور اپنی جگہ چاند دیکھا کریں کسی سازش کا احتمال نہ ہو اور جماعت کی کثرت کے سبب عقلاً یہ باور نہ کیا ہے کہ اتنی بڑی جماعت جھوٹ بول سکتی ہے اس جماعت کے تعداد شرعاً نہیں جتنی تعداد سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ سب ماکر جھوٹ نہیں بول سکتے فدا کا کافی ہے، البتہ رمضان و عیدین کے علاوہ نو مہینہ کے چاند میں ہر ہوا مطلع صاف دو مرد یا ایک مرد و عورتوں کی شہادت کافی ہے (شامی ۲/۱۵۲)۔

اگر ابراہر اور گردغبار آسمان پر کچھ نہ ہو تو جمع عظیم کی شہادت ضروری ہے جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے۔

اگر مطلع صاف ہو تو رمضان اور عید الفطر کے لئے بڑی جماعت کی شہادت درکار ہے جو کہ متفقہ طور پر جھوٹ بولنا عقل تسلیم نہ کرے۔

”وإن لم يكن بالسماء علة لم تقبل الاشهاد جماعة يقع العلم بخبرهم“ (ہدایہ ۱/۱۹۶)۔

”الجم الغفير يقع به العلم في الهلال الصوم و افطروا لأضحى“ (رسائل

الاركان ۲۰۷)۔

اور مالا بدمنہ میں۔ اگر مطلع باشد در رمضان و شوال جمات عظیم می جاید ۹۳۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”وإن يكن بالسماء علة لم تقبل إلا شهادة جمع عظیم يقع العلم بخبرهم“ (۱/۱۹۸)۔

ب۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے، چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے اور اس کے لئے شہادت اور مجلس قضاء اور شہادت

کی دیگر تمام شرائط پایا جانا ضروری ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب رویت ہلال ص ۵۹ پر (۸) شرط مجلس قضاء ہے یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر شہادت دے۔

الف۔ صوبہ بہار اور اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان ضروری ہوگا دیکھئے حضرت مولانا سنبھلی کی کتاب ”رویت ہلال“ ص ۱۳ پر حضرت موصوف فرماتے ہیں قسم اول اسی شہر یا اس کے مقامات میں رہنے والے لوگ (جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے) اس کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا، اس لئے اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ اگر عید کا ہے تو اظہار کرنا۔

الف، ب۔ قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اعلان سلطان نہ ہوگا۔ فتح القدیر میں ہے:

”لا یقبل إخباره (القاضی) قاضیا آخر فی غیر عملہ أو غیر عملہما ولو کان علی قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر کو احد من الرعايا غیر أن الكتاب حص من ذلك بالإجماع“ (فتح القدیر ۶/۳۸۹)۔

ایک قاضی دوسرے قاضی کو اس کے حدود قضا یا دونوں کے دائرہ عمل کے باہر کسی شہر میں اطلاع دے تو اس کی خبر کو قبول نہ کرے اگرچہ وہ قضاء کے منصب پر فائز ہو، کیونکہ دوسرے قاضی کے عمل گاہ میں اس کی حیثیت عام آدمی سے زیادہ نہیں وہاں خط کا قبول کرنا سووہ تو باجماع اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

ج۔ ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا تو اس اعلان کے مطابق اسی مقام اور اس کے قرب و جوار میں رہنے والوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا، یعنی یہ اعلان اگر رمضان کے چاند کا ہے تو ان

پر روزہ رکھنا واجب ہے اور عید کا ہے تو افطار کرنا اور عید منانا۔ قرب و جوار سے مراد دائرہ اثر ہے جو اس عالم یا کمیٹی کے لئے مقرر شدہ ہے (بحوالہ: مولانا برہان الدین سنہلی کی کتاب رویت ہلال ۱۰۳)۔

د- ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معین کا مسلمان ہونا ضروری ہے، جیسا کہ عالمگیری میں ہے: ”لا یقبل قول الکافر الیدیانات“ (عالمگیری ۵/۳۳۲)۔ اور یہ مسلم اصول ہے جو قرآن مجید کی آیت سے ماخوذ بتایا جاتا ہے: ”ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً“ (سورہ نساء)۔

۵- الف۔ بعض علاقوں میں بالعموم مطلع اب آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رویت ۲۹ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے جیسے برطانیہ۔

صورۃ مذکورہ میں دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا لیجئے برطانیہ میں رمضان وعیدین مراکش کی خبر پر کرنے کے بارے میں ایک تحریری استفتاء حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری کی خدمت میں پیش کیا تھا، مولانا موصوف کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔
الجواب: حامداً ومصلياً اما بعد ضابطہ شرعی یہ ہے کہ متقدم مطلع ملک سے آئی ہوئی چاند کی شرعی شہادت یا مقامی رویت ہلال کمیٹی منظور کرے تو معتبر ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ جس ملک سے خبر آئی ہو وہاں رویت کا باقاعدہ نظام ہو، اور شرعی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو اس اصول سے اگر مراکش میں باقاعدہ ریت کا نظارہ ہے تو وہ وہاں سے آئی شہادت یا خبر جب مقامی رویت کمیٹی قبول کرے تو برطانیہ میں واجب العمل ہوگی۔

دوسرا فتویٰ: مولانا مفتی نظام الدین صاحب کا بلا تعین کسی بھی اسلامی یا غیر اسلامی ملک کے شرعی رویت ہلال کمیٹی کی اطلاع اگرچہ شرعی ضابطہ کے مطابق شرعی الفاظ ہی میں کیوں نہ ہو۔ آئے اس پر عمل کا جواز مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس اطلاع پر عمل کرنے سے مہینہ ۲۸ دن کا یا ۳۱ ہوا لازم نہ آتا ہو اور یہ چیز اس وقت متحقق ہوگی جب اپنے یہاں کی

۲۹ تاریخ قمری متعین ہو۔

اور جب برطانیہ میں پورے سال کسی مقام پر بھیج رویت ہلال ہوئی ہو تو ۲۹ تاریخ قمری کا متعین نہ ہو سکے گا پس ایسی صورت میں ان اعلانات پر عمل کرنا متفق رہے گا اور لازم ہوگا کہ کسی بھی مسلم ملک میں جہاں مطلع عام طور سے صاف رہتا ہو تو وہاں شرعی ضابطہ سے ثبوت رویت ہونے کے بعد شرعی ضابطہ کے مطابق شرعی الفاظ میں اعلان ہوتا ہو اس اعلان کے مطابق عمل کرنا شرعاً لازم ہو جائے گا (اسلامی ماہ اور رویت ہلال ۱۹۸)۔

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رویت ہلال کمیٹی النج مختلف ریڈیو اسٹیشنوں کے اگر متعدد مقامات پر رویت ہو جانے کی خبر یا اعلان نشر ہو اور رویت اس کی خبروں پر فیصلہ کرنے والی اتھارٹی کو یہ اطمینان ہو جائے کہ واقعی رویت ہو چکی ہے اور اتنی خبریں غلط نہیں ہو سکتی تو اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے (کیونکہ اس تعداد کثرت سے استفاضہ کی شان پیدا ہو جاتی ہے) اور یہ کمیٹی فیصلہ کرتی ہے تو وہ تمام عمل ملک کے لئے ہوگا اور اگر کوئی علاقائی کمیٹی کرتی ہے تو صرف علاقے کے لئے جس کی یہ نمائندہ ہے رہی یہ بات کہ کتنی جگہ کی خبروں یا کتنے ریڈیو اسٹیشنوں سے دی جانے والی اطلاعات پر اطمینان حاصل ہوگا سو اس بارے میں کسی تعداد کو متعین نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ خبروں کی نوعیت خبر دینے کی حیثیت اور حالات کے اعتبار سے یہ تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ دو تین سے کم مقامات کی اطلاع جو تین ریڈیو اسٹیشنوں سے نہ دی گئی ہو کوئی فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، یعنی جب دو تین مقامات پر چاند ہو جانے کی اطلاع کم سے کم تین ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر کی جائے تب اسے فیصلہ کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے اس سے ادنیٰ شکل ناقابل اعتبار ہوگی تقریبی اور اجتماعی طور پر پانچ چھ کی تعداد کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔

رؤیت ہلال کے ثبوت میں خبر مستفیض کی اہمیت

مفتی محمد معزالدین قاسمی ☆

۱۔ خبر مستفیض کا حکم اور اس کی تعریف

علامہ رحمٰتی نے خبر مستفیض کی یہ تعریف بیان کی ہے:

”اس دوسرے شہر سے چند جماعتیں آئیں اور ہر ایک جماعت خبر دے کہ اس شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، خبر پھیلانے والے کو جانے بغیر صرف خبر کے پھیل جانے کی بنیاد پر نہیں۔“

علامہ رحمٰتی کے ”کل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة الخ“ کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ خبر دینے والے ثبوت رؤیت کی نوعیت اور اس کی بنیاد کی بھی وضاحت کریں، تاکہ افواہ اور خبر مستفیض کے درمیان فرق کیا جاسکے، لوگوں کا محض یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا یا فلاں جگہ روزہ رکھا گیا، ان شرائط کے ساتھ اگر خبر مستفیض پہنچے تو وہ موقع یقین ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو تواتر کے ہم معنی قرار دیا ہے، جیسے علامہ رشد نے ”بدایۃ المجتہد“ میں ذکر کیا ہے، نیز استفاضہ خبر کے لئے کوئی خاص تعداد بھی مقرر نہیں ہے، بلکہ خبروں کی اس طرح آمد ہو کہ اس سے خبر کی تحقیق ہو جائے اور کسی قسم کا تردد باقی نہ رہے، اس مسئلہ کو قاضی یا ہلال کمیٹی کی صواب دید پر چھوڑ دیا جائے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ خبر بیان کرنے والے دو سے زائد ہی ہوں،

☆ دارالعلوم، اورنگ آباد (مہاراشٹر)۔

اس سے کم نہ ہوں، ورنہ وہ خبر کسی اعتبار سے بھی خبر مستفیض نہ ہوگی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو شرح نخبۃ الفکر میں ذکر کیا ہے:

۲۔ خبر مستفیض پر کب فیصلہ کیا جائے

اتنی بات تو معلوم ہوئی کہ خبر مستفیض (ریڈیو اسٹیشن جس شہر میں ہے)، اس کے اور اس کے مضافات کے باہر ایک خبر کی حیثیت رکھے، جس پر عمل کرنا اور اس کو بنیاد بنا کر فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا، ہاں اگر کئی جگہ کے ریڈیو اسٹیشنوں سے متعدد مقامات کی رویت کی خبر نشر ہوئی ہو اور اس خبر سے قاضی یا ہلال کمیٹی کو پورا اطمینان ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جاسکتا ہے، البتہ چند ریڈیو اسٹیشنوں سے ایک مقام کی رویت کی خبر نشر ہوئی ہو تو اس کے اعتماد پر فیصلہ کرنے سے قبل اس کا بھی اطمینان کر لینا ضروری ہے، اور اگر ایک ہی ہو تو اس پر فیصلہ نہیں ہو سکے گا، یہ سب احکامات حضرت مولانا سید میاں صاحبؒ نے اپنے رسالے میں ذکر کئے ہیں۔ دوسری چیز جس سے ریڈیو کی خبر ملک گیر صورت اختیار کر سکتی ہے وہ سلطان ہے، یعنی سلطان یا والی (امام اعظم) اپنے اختیار سے شرعی بنیادوں پر کئے گئے فیصلہ کو نافذ کر دے تو اہل ملک پر چاہے وہ کتنے ہی فاصلے پر رہتے ہوں اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، لیکن یہ صورت وہاں تو ممکن ہے جہاں والی سلطنت، یعنی سربراہ مملکت مسلم ہو، جیسے سعودی عرب وغیرہ، لیکن ایسے ممالک جہاں سربراہ مملکت مسلمان نہیں ہیں وہاں اس صورت کا پایا جانا اس شکل میں نہ صرف مستبعد ہے، بلکہ ایک امر محال ہے، البتہ اس کا بدل ہو سکتا ہے جس کی تفصیلات ہم دوسرے مقالہ میں بالتفصیل ذکر کریں گے (ان شاء اللہ)۔

۳۔ ریڈیو کی خبر کا حکم

ریڈیو سے حاصل ہونے والی خبریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ریڈیو سے یہ خبر نشر

ہو کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا (یا نظر آیا، یا دیکھا گیا)۔ اب چاہے یہ خبر کسی ایک ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہو رہی ہو یا متحد ریڈیو اسٹیشن اسے نقل کر رہے ہوں، نیز اس خبر کو نشر کرنے والا چاہے معتد مسلم شخص ہی کیوں نہ ہو، اس خبر کی بنیاد پر کسی دوسری جگہ رویت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کی وضاحت (شامی وغیرہ) میں موجود ہے۔

اس جگہ اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ بعض جگہوں پر یہ شکل ہوتی ہے کہ ریڈیو اسٹیشن کے ذمہ دار یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں خبر فلاں جگہ کے امام جامع مسجد یا شہر کے کسی بڑے عالم سے معلوم کر کے ریڈیو پر نشر کی تو اس کے بارے میں بھی علامہ شامی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”رد المحتار“ میں ذکر کر دیا ہے کہ یہ خبر بھی کسی دوسری جگہ رویت ہلال کے فیصلے کی بنیاد نہیں بن سکتی ہے اور اس خبر کا بھی وہی حکم ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری شکل ریڈیو کی خبر کی یہ ہے کہ کسی جگہ کے علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہو، اور انا و نسا اس فیصلے کی پوری تفصیلات ہلال کمیٹی کی تصریحات کے ساتھ اسی کے حوالے سے اور اس کی طرف منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ اس فیصلے کو نشر کرتا ہے تو اس خبر یعنی اعلان کو صحت سمجھائے گا اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

۴- پاکستان کے ریڈیو کی خبر کا حکم

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ رویت ہلال کے مسئلے کو علماء کے عدم اعتناء اور جہلاء کی قیادت و سیادت نے سنگین مسئلہ بنایا، نیز اس مسئلہ کو پیچیدہ بنانے میں ریڈیو پاکستان کی خبروں کو بھی دخل ہے، عام طور سے لوگ پاکستان کی خبر کو نہ صرف کافی سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے ماننے کو ایک شرعی مسئلہ بنا دیتے ہیں اور نہ ماننے والے پر لعن و طعن کرتے ہیں، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے ریڈیو کی خبر کے بارے میں صراحت کر دی جائے، لیکن اس مسئلے کی وضاحت اختلاف مطالع کی وضاحت پر موقوف ہے۔

۵- اختلاف مطالع ایک نظر میں

اختلاف مطالع کا مسئلہ ہمیشہ سے فقہاء امت کے درمیان اختلافی رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتب مطولہ میں فقہاء کی بڑی طویل بحثیں ملیں گی، ان بحثوں کے ذکر کرنے کا نہ یہ مقام ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت، البتہ اس کا لب لباب اور ما حاصل یہ نکلتا ہے کہ ہر اس مقام کی رویت کا حکم مثبت ہوگا جس کے مان لینے سے شرعی مہینہ میں خلل واقع نہ ہو، یعنی اس کے تسلیم کرنے میں نہ تو ۲۸ دن کا مہینہ ہو اور نہ ہی ۳۱ دن کا، چنانچہ مذکورہ تعریف کی وجہ سے پاکستان و ہندوستان کا ایک ہی مطلع ہوتا ہے، اور ایک جگہ کی رویت اگر ضابطہ شرعی کے مطابق دوسری جگہ پہنچ جائے تو وہ مثبت حکم ہوگی۔

اب پاکستان سے نشر ہونے والی خبر شرعی بنیادوں پر کئے گئے فیصلے کا اعلان نہیں، بلکہ محض ایک خبر ہے، جیسا کہ اناؤنسر کے انداز بیان سے پتہ چلتا ہے، اور اس قسم کی خبریں مثبت حکم نہیں ہوں گی، ہاں ایک صورت ممکن ہے جو نہ صرف تمام اہل پاکستان، بلکہ ہندوستان کے لوگوں کے لئے بھی قابل عمل اور لائق توجہ ہوگی، وہ یہ ہے کہ وہاں کے ایسے مقیم علماء کہ جن کی دیانت و تقویٰ یہاں کے لوگ بھی عموماً تسلیم کرتے ہوں، ان کی کمیٹی باقاعدہ شرعی فیصلہ کر کے ریڈیو پر اعلان کر دے اور وہ تمام شرائط کے ساتھ بحیثیت اعلان نشر ہونے کہ بحیثیت خبر، تو یہاں کے لوگوں کے لئے بھی اس کے مطابق فیصلہ کر کے اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

۶- ٹیلی فون کی خبر

ٹیلی فون خبر رسانی کا ایک جدید آلہ ہے۔ اس کے حکم کی صراحت نصوص شرعیہ و کتب فقہیہ میں ملنے سے رہی، البتہ مستند علماء کرام نے اس کو خط کے مشابہ قرار دیا ہے، اور جس طرح خط قانونی اور عرفی اعتبار سے معتبر مانا جاتا ہے اسی طرح ٹیلی فون بھی، جبکہ اطمینان ہو جائے کہ یہ

پیغام جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے واقعی اسی کا ہے، اور وہ شخص دیندار مسلمان ہے تو اس کی خبر کو معتبر مان کر بدرجہہ اس پر عمل درست ہوگا۔

۷۔ حصول اطمینان کے طریقے

حصول اطمینان کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ بطور مثال چند طریقے درج کئے جا رہے ہیں:

۱۔ فون کر نیوالے شخص سے اس کے فون کا نمبر (جہاں سے وہ فون کر رہا ہے) معلوم کر لیا جائے۔ پھر دوبارہ اپنی طرف سے اسی نمبر پر فون کیا جائے۔

اور اگر وہاں ایسے اشخاص موجود ہوں جو اس کو جانتے ہوں تو ان کو بھی ان کی آواز سنائی جائے تاکہ وہ آواز پہچان لیں۔

۲۔ جس شہر سے فون آیا وہاں کے دوسرے جاننے والے اشخاص سے بھی اس کی تصدیق کر لی جائے۔

۳۔ متعدد شہروں سے ایک مضمون کے مختلف لوگوں کے فون حاصل ہو جائیں۔

۸۔ ٹیلی فون کی خبر کی شرعی حیثیت

ٹیلی فون کی خبر پر اطمینان مذکورہ طریقوں سے جب حاصل ہو جائے تو اس خبر کو ایک خبر ہی کی حیثیت حاصل ہوگی۔ جس سے ہلال رمضان المبارک کا ثبوت ہو سکتا ہے، ہاں اگر اتنے مقامات سے یا ایک ہی مقام سے اتنی کثرت سے فون موصول ہوئے ہوں کہ ان کا غلط ہونا عقلاً و عرفاً مستبعد معلوم ہوتا ہو تو ان خبروں کو بنیاد بنا کر ہلال عید کا بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ خبر کے مستفیض ہونے کی صورت ہے، اب رہی تعداد کی بحث کہ کم از کم کتنی تعداد فون آنے پر خبر مستفیض

ہونے کا حکم ہوگا تو اس سلسلے میں کوئی تحدید نہیں ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ دو سے زیادہ ہوں، اور ان سے قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کو اطمینان ہو جائے کہ یہ خبر معتبر ہے۔

نوٹ: ۱- فون کو سن کر اور اس کی تصدیق کر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو اطلاع دینے والے افراد بھی دو ہونا چاہئے، ہاں اگر خود قاضی یا ہلال کمیٹی کا ذمہ دار ہو یا قاضی کا نمائندہ ہو تو ایک فرد بھی کافی ہے۔

۲- کسی شہر میں یا شہر سے قریب کی بستی میں اگر فون ہو اور وہاں کے باشندے شہر سے فون کر کے معلوم کر لیں تو اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

جس طرح ریڈیو کی خبر کے بارے میں گزر چکا ہے۔

۹- تار اور وائرلیس کی خبر کا حکم

موجودہ دور میں خبر رسائی کے جدید ذرائع میں سے تار اور وائرلیس بھی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روایت ہلال کے بارے میں ان کا بھی مختصر شرعی حکم ذکر کر دیا جائے، موجودہ دور کے تمام قابل ذکر و صاحب نظر علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ ان کا تہا قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ تاریخ کی بھی طرف سے کوئی بھی شخص کر سکتا ہے، اس لئے یہ پتہ چلنا ہی دشوار ہے کہ کس لئے تار دیا، جب تار دینے والے کا تعین نہیں کیا جاسکتا تو پھر اس کے معتبر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہی علت وائرلیس کے غیر معتبر ہونے میں پائی جاتی ہے، اسی لئے مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ اور حضرت مولانا مفتی شفیع جیسے حضرات نے ان دونوں خبروں کے بارے میں عدم اعتبار (اعتبار نہ کرنے) کے فتوے دیئے ہیں، چنانچہ ان خبروں کو نہ شہادت کا درجہ دے سکتے ہیں اور نہ خبر شرعی کا، ان سے نہ ہلال رمضان ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہلال عیدین، ہاں اگر کثرت سے تار آئیں، یا وائرلیس کے ذریعہ خبریں

موصول ہوں، اور دوسرے ذرائع (جیسے فون خطوط وغیرہ) سے بھی ان کی تائید ہوگئی ہو تو یہ تار یا وائرلیس کی خبریں خبر مستفیض کے تحقق میں معین بن سکتی ہیں، اس لئے محض تار یا وائرلیس کی خبر پر روزہ رکھنا یا توڑنا درست نہیں ہے، توڑنے کی صورت میں قضا ضروری ہوگی۔

ایک ضروری نوٹ

مذکورہ مقالے میں جہاں بھی ہم نے خبر کا تذکرہ کیا ہے اور اس کو تسلیم کرنے یا معتبر ماننے کی مختلف شکلیں تحریر کی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر ہر جگہ کی ہلال کمیٹی فیصلہ دے اور اس فیصلہ پر نہ کہ خبر پر تمام عوام عمل پیرا ہوں، بغیر مقامی طور پر فیصلہ کئے عوام کو از خود اس اعلان یا خبر پر عمل کرنے کا اختیار ہونا چاہئے، ورنہ انتشار پیدا ہو جانے کے علاوہ اس بات کا پورا پورا خطرہ رہے گا کہ عوام ”ریڈیو کی خبر“ اور فیصلہ کے اعلان کے درمیان فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے غلط نتیجہ اخذ کر کے عمل کر لیں گے اور گناہ مول لیں گے، کیونکہ محض ریڈیو کی خبر کی بنا پر صوم یا افطار درست نہ ہوگا۔

۱۰۔ ہلال کمیٹی کے اعلان کا دائرہ کار

البتہ مذکورہ رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ جو قابل حجت ہے اس کا دائرہ کار محدود ہوگا، جس مقام کی ہلال کمیٹی یا (ثقہ معتبر عالم) نے یہ فیصلہ دیا ہے، اس شہر اور اس کے مضافات کی جتنی آبادیاں ہیں جو اس ہلال کمیٹی یا ثقہ معتبر عالم کی حدود اثر میں داخل ہیں، صرف اس حد تک نافذ ہوگا، اس کو ملک گیر پیمانے پر نافذ نہیں مانا جاسکتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس حکم کو ہم نے اخذ کیا کتب فقہ کی ان جزئیات سے جن میں شہر کے مضافات کے لئے توپ کی آواز، ڈھنڈورچی کے اعلان اور قدیلوں کی روشنیوں کو ثبوت کے لئے کافی سمجھا گیا ہے، لہذا جب مقیس علیہ

میں تخصیص ہو تو مقیس میں بدرجہ اولیٰ تخصیص ہوگی۔ اس میں تعیم نہیں ہو سکتی، حاصل اس کا یہ ہوا کہ ریڈیو کی اس خبر کو منادی کے اعلان کا درجہ حاصل ہے، اور اس کی تائید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی اس تحقیق سے بھی ہوتی ہے، (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۵۸) پر مفتی صاحب فرماتے ہیں: ”جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا، اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے بھی فیصلہ کیا اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے۔“ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے، اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے، جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں، جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کیلئے درست نہیں۔

۱۱- ریڈیو سے خبریں نشر کرنے والا مسلم ہو

ایک بات یہاں یہ رہ جاتی ہے کہ ہم نے ریڈیو کے اس اعلان کو جب توپوں کی آواز، ڈھنڈورچی کے اعلان اور قندیلوں کی روشنیوں کے مشابہ مانا ہے تو جس طرح توپ کے داغنے والے کا عادل وثقہ ہونا ضروری نہیں تو اس طرح ریڈیو سے خبریں نشر کرنے والے کا عادل وثقہ ہونا ضروری نہیں اور یہ شرط لگانا بھی قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا ہے، البتہ اس اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے، چونکہ دینی معاملات میں کسی غیر مسلم کا قول معتبر نہیں۔ ”لا یقبل قول الکافر فی الدیانات“ (عائگیری ۳۴۲)۔

۱۲- ثبوت روایت کے طریقے

اب رہا ریڈیو کی اس خبر کو اور اعلان کو ملک گیر بنانے کا طریقہ تو اس بارے میں فقہائے

کرام نے شرعی طور پر ثبوت رویت کے چار طریقے بیان کئے ہیں: ایک شہادت، دوسرے کتاب القاضی الی القاضی، تیسرے استفادہ اور چوتھے امیر و سلطان۔ ان مذکورہ چار طریقوں میں سے پہلے دو طریقے ریڈیو کی اس خبر سے اس طرح خارج ہو جاتے ہیں کہ شہادت کی حقیقت میں حضور اور موجودگی کا مفہوم پایا جاتا ہے، اور ریڈیو کی اس خبر میں حضور و موجودگی کو کوئی شکل موجود نہیں، اور کتاب القاضی الی القاضی میں کتاب کا تذکرہ ہے، جبکہ یہاں مطلق خبر ہے، لہذا خبر کے دو طریقے اس جگہ رو بہ کار لائے جاسکتے ہیں جس کی وضاحت خبر مستفیض کے ذیل میں اس سے قبل آچکی ہے۔

۱۳- رویت ہلال کمیٹیوں کے بارے میں چند وضاحتیں

علاقہ کے ہر ضلع پر رویت ہلال کمیٹی کی ضلع کمیٹی ہوگی۔ اس ضلع کے تمام تعلقہ جات و بڑے بڑے قصبوں میں حسب ذیل کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی اور پورے علاقہ کے مرکزی مقام پر ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ہوگی۔

۱۴- مرکزی رویت ہلال کمیٹی

- ۱- مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا صدر علاقہ کی مشہور و معروف عالم شخصیت ہوگی۔
- ۲- ممبروں کی تعداد و تعین کے مسئلہ کو مقام کے اعتبار سے حل کیا جائے گا۔
- ۳- ممبران میں اکثریت یا دو تہائی ممبر علماء کا ہونا ضروری ہوگا۔
- ۴- ہلال کمیٹی کے تمام فیصلے شرعی حدود میں ہوا کریں گے۔
- ۵- ضلعی یا ذیلی کمیٹیوں کے فیصلے کے اختلاف کی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔

۱۵۔ ضلعی کمیٹیوں کی ذمہ داریاں

- ۱۔ علاقہ کے جتنے اضلاع ہیں اتنی کمیٹیوں کی تشکیل مرکزی کمیٹی کے ذمہ ہوگی۔
- ۲۔ ہر ضلع کی کمیٹی اپنے اپنے علاقہ جات و بڑے بڑے قصبوں میں کمیٹیاں خود تشکیل دے گی۔

۳۔ ضلع پر رویت یا رویت کی شہادت موصول ہونے کی صورت میں ضلع کمیٹی خود فیصلہ کر دے۔ اور اپنے اس فیصلے سے مرکزی ہلال کمیٹی کو بھی مطلع کر دے، تاکہ اس فیصلے کو بنیاد بنا کر پورے علاقہ میں رمضان یا عید کا ثبوت ہو سکے۔

۴۔ ضلع کمیٹی کے ہر افراد میں سے اکثریت علماء کی ہو۔ اور اگر کسی وجہ سے اکثریت نہ ہو سکے تو کم از کم ایک عالم کا ہونا ضروری ہے۔

۵۔ ضلع کمیٹی کا ایک معینہ دفتر ہو جس میں ایک فون ہو، جس کا نمبر مرکزی کمیٹی کو ارسال کرنا بھی ضروری ہے۔

۶۔ ضلع کمیٹی کے تمام فیصلے شرعی حدود میں ہونا چاہئے۔

۷۔ ضلع کمیٹی کے افراد کے مابین جب بھی رویت ہلال کے بارے میں کسی قسم کا بھی اختلاف ہو تو وہ مرکزی کمیٹی سے اس بارے میں رہنمائی حاصل کریں۔

۸۔ ضلعی کمیٹیاں اپنے اپنے علاقہ میں ذیلی کمیٹیوں کے صدر و ممبروں کے اسماء اپنے پاس رجسٹر میں رکھیں تاکہ بوقت ضرورت ان سے رابطہ قائم کیا جاسکے۔

۶۔ مرکزی ہلال کمیٹی ہر ماہ کی رویت اور اس کے فیصلے کی پابند ہوگی۔

۷۔ اس کے ذمہ ہوگا کہ وہ اپنے فیصلے کو فوری مقامی کسی ایسے اخبار کو دے جو علاقہ بھر میں پہنچنا ہو، یا اس کے علاوہ تشہیر کی جو بھی صورت ہو اس کو اختیار کرے۔

۸۔ مرکزی ہلال کمیٹی کی نشست ہر ماہ کی اتیس تاریخ بعد نماز مغرب دفتر ہلال کمیٹی

میں ہوا کرے گی، جس میں تمام مقامی ممبروں کا بغیر کسی اطلاع کے حاضر ہونا اخلاقی و دینی فریضہ ہوگا۔

۹- مرکزی ہلال کمیٹی کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا، مگر خود صدر ہلال کمیٹی اور جو ممبران اس فیصلہ میں شریک تھے، کسی دینی مصلحت کی وجہ سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے تبدیل کریں۔
۱۰- مرکزی ہلال کمیٹی فیصلہ کرنے میں ہرگز تاخیر نہ کرے۔ وقت مقررہ پر فیصلہ ہونے کی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی بذریعہ اخبارات و ریڈیو اس فیصلے کی تشہیر کی ذمہ دار ہوگی۔

۱۱- ہر ذیلی ضلعی کمیٹیوں کو اطلاع کروانا اس کے ذمہ نہیں ہوگا، بلکہ ہر ضلعی کمیٹی کے ذمہ دار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنی مرکزی ہلال کمیٹی سے رابطہ قائم کر کے مرکزی کمیٹی کے فیصلے کو معلوم کریں اور اس کو بنیاد بنا کر اپنے ضلع میں رویت ہلال کو ثابت کریں۔

۹- ضلعی کمیٹی کے ذمہ لازم ہوگا کہ ہر ماہ کی انتیس تاریخ کو اور خاص طور پر عید رمضان اور بقرعید کے موقع پر تمام ممبران چاند دیکھنے کا اہتمام کریں۔

۱۰- ضلع کمیٹی کے اکثر ممبران اسی ضلع کے ہوں گے اور تعلقہ جات سے ایسے افراد کو جو ضلع میں آمد و رفت رکھتے ہوں اور اس معاملہ میں کافی دل چسپی لیتے ہوں، ان کو بھی لیا جاسکتا ہے۔

۱۶- ذیلی کمیٹیوں کی ذمہ داریاں

۱- ہر تعلقہ اور بڑے قصبہ میں ذیلی کمیٹی تشکیل دی جائے گی، جن کے ممبران کا تعین ضلع کمیٹی مقامی حضرات کے مشورے سے کرے گی۔

۲- اس کا متعینہ دفتر ہوگا جہاں حسب موقع اس کی میٹنگ ہوا کرے گی اور ضلع کمیٹی یا مرکزی کمیٹی کی خط و کتابت بھی اس پتہ پر کی جاسکے گی۔

- ۳- ذیلی کمیٹیوں کے ممبر قابل اعتماد، امانت دار اور دینی مزاج رکھنے والے عادل حضرات ہوں گے، اور بہتر یہ ہے کہ اس میں علم دین سے واقف کا حضرات کو ترجیح دی جائے۔
- ۴- جب ان کے پاس کسی موقع پر رویت یا شہادت رویت حاصل ہو جائے تو وہ شرعی احکامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر فیصلہ کر سکیں۔
- ۵- ہر ماہ کی انیس تاریخ کو بعد نماز مغرب کمیٹی کی میٹنگ ہونی چاہئے۔ اور کمیٹی کے تمام ممبران رمضان، عید، بقرعید، شعبان کے موقعوں پر رویت ہلال کا اہتمام کریں اور ضلعی کمیٹی جو بھی فیصلہ کرے اس کی تشہیر کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

اسلامی مہینہ، رویت سے یا حساب سے؟

مولانا محمد عبداللہ سلیم صاحب ☆

ہلال کے سلسلہ میں متعدد روایتیں صحیح بخاری مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ حدیث کی تمام معتبر و مستند کتابوں میں موجود ہیں جن میں یہ روایت نہایت مشہور اور تمام فقہاء کے پیش نظر ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ ذکر رمضان، فقال: لا تصوموا حتی ترو الهلال ولا تفطروا حتی تروه، فإن غم علیکم فاقدرو له وفي رواية له أن رسول اللہ ﷺ وعشرون ليلة فلا تصوموا حتی تروه، فإن غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثين“ (بخاری)۔

(ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے رمضان کا ذکر کیا پھر مایا کہ روزہ مت رکھنا شروع کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور نہ ہی روزہ بند کرو جب تک تم ہلال کو دیکھ نہ لو پھر اگر چاند دکھائی نہ دے تو اس کے لئے اندازہ کر لو اور ابن عمرؓ ہی کی روایت میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے تب تم روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اگر چاند چھپ جائے تو مہینے کے ۳۰ دن پورے کر لو (پھر روزہ شروع کرو)۔

فقہاء و محدثین کی رائے

فقہاء و محدثین نے اس لفظ کے اس حدیث میں کیا معنی سمجھے ہیں، اس سلسلہ میں حافظ

ابن حجر جیسے طویل القدر عالم و محدث کا قول بطور حجت کے کافی ہے ان کا بیان یہ ہے۔

لفظ ”فان غم علیکم فاقدروا له“ جس کو متعدد سندوں سے روایت کیا گیا ہے یہ مخالف کوشبہ میں ڈالنے والا ہے کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس لفظ سے صاف مطلع اور ابراہیم و دودو مختلف حالتوں کے حکموں میں فرق بتلانا مقصود ہو، یعنی روایت پر مدار صاف مطلع ہونے کی حالت میں ہو اور بادل ہونے کی صورت میں دوسرا حکم ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حکموں کا فرق اس لفظ سے نہیں نکل رہا ہے، بلکہ ”اکملوا العدة تمیں دن پورے کر لو والا حکم لفظ ”فاقدروا له“ کی وضاحت کر رہا ہے پہلے احتمال کی طرف اکثر حنا بلہ گئے ہیں (.....)۔

اور دوسرے احتمال کی طرف جمہور فقہاء گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس لفظ ”فاقدروا له“ کے معنی یہ ہیں کہ شروع شعبان سے حساب لگا کر تمیں دن پورے کر لو اور اس تاویل کی ترجیح اس بنا پر ہے کہ دوسری روایتوں میں ”فاکملوا العدة ثلاثین“ (تمیں دن پورے کر لو) کی ہدایت آئی ہے اور اصولاً بہتر یہ ہے کہ حدیث سے تفسیر ہو جائے۔

(پھر ایک صفحہ کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں) کچھ دوسرے حضرات تیسری تاویل کی طرف گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چاند کے منزلوں کے حساب سے اندازہ کر لیا جائے یہی اس لفظ ”فاقدروا له“ کی معنی ہیں اس بات کے کہنے والے شوافع میں سے ابو العباس بن شریح اور تابعین میں سے مطرف بن عبد اللہ اور محدثین میں سے ابن قتیبہ ہیں۔

ابن عبد البر اس پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مطرف بن عبد اللہ کی نسبت سے یہ بات ثابت نہیں ہے جہاں تک ابی قتیبہ کا تعلق ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ایسے مسائل میں جا چڑھا جائے۔

ابن صلاح نے فرمایا کہ منازل قمر کے علم سے مراد چاند کی رفتار سے واقف ہونا ہے (جس سے چاند کا گھٹنا بڑھنا ہوتا ہے) حساب کا علم تو ایک دقیق چیز ہے ان کا کہنا ہے کہ منازل قمر

کا علم (یعنی چاند کی رفتار اور گھٹنا بڑھنا) حسی چیز ہے اس کا اندازہ ایسے لوگوں کو بخوبی ہوتا ہے جو چاند ستارے اکثر توجہ سے دیکھتے ہیں اور یہی مراد اس تشریح کی ہے انہوں نے اندازہ کرنے کی بات خصوصیت سے ایسے ہی شخص کے تعلق سے کہی ہے (فتح الباری ۴/۹۷-۹۸، تنویر الحواکک للسیوطی ۲۶۹)۔

مسلک جمہور کی معقولیت

میں سمجھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی کا فرمان اور جس بات کو جمہور فقہاء نے اختیار کیا ہے وہ برحق اور نہایت معقول ہے اس لئے کہ:

اول: دونوں مذکورہ حدیثیں (جن میں سے ایک میں فاقدروا لہ ہے اور دوسری میں "فاکملوا العدة ثلاثین" ہے یہ دونوں ایک ہی صحابی یعنی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہیں اگر ان کے نزدیک ان دونوں حدیثوں کے لفظی فرق کا معنی و مراد حکم پر پڑتا تھا تو وہ ضرور اس کی وضاحت کرتے اور بتاتے کہ کوئی حدیث کوئی حالت سے یا کس قسم کے افراد سے متعلق ہے۔

دوم: "فاقدروا لہ" والی روایت کے راوی صرف ابن عمر ہیں، جبکہ "اکملوا العدة ثلاثین" کے الفاظ کے راوی متعدد صحابہ ہیں مثلاً خود ابن عمر اور ابو ہریرہ ابن عباس، قیس بن طلحہ عن ابیہ، رارع بن خدیج ربعی، حراش عن رجل من اصحاب النبی ﷺ جابر بن عبد اللہ اور ابو بکرؓ ان تمام صحابہ کرام کی روایتیں مختلف ہدیثوں کی کتابوں میں ہیں جن کو دارقطنی اور بیہقی نے جمع کیا ہے اب اگر "فاقدروا لہ" کے معنی "اکملوا العدة ثلاثین" کی مراد و مفہوم سے مختلف ہوتے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ معنی ان تمام صحابہ سے مخفی رہتے۔

سوم: "فاقدروا لہ" کے الفاظ روایت کرنے والے راوی حضرت ابن عمرؓ کا خود اپنا عمل صحیح حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ ۲۹ شعبان کو بوجہ ابر چاند نظر نہ آنے کی صورت میں تیس

شعبان کو احتیاطاً روزہ رکھ لیا کرتے تھے اور اگر نہ ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھتے تھے، بلکہ شعبان کی تیس دن پورے کر کے رمضان شروع کرتے آپ کا عمل یہ تو تھا، مگر یہ نہیں تھا کہ وہ حساب فلکی وغیرہ کی طرف جاتے تو راوی کا عمل اس کی روایت کی بہترین تفسیر ہے، جیسا کہ فقہاء و محدثین بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔

چہارم: خود نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل آپ سے روایت کروہ ارشاد ”فاقدروا لہ“ کی سب سے بہترین اور مستند تشریح ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے چاند کی بڑی نگہداشت فرماتے تھے ایسی اور مہینوں کی نہ ہوتی تھی پھر آپ چاند دیکھ کر رمضان کا روزہ شروع فرمادیتے اور اگر بادل ہوتے تو تیس دن کا شمار پورا کرتے پھر روزہ شروع کر دیتے (ابوداؤد، دارقطنی)۔

پنجم: امام بیہقیؒ ایک حدیث لائے ہیں جس میں ان دونوں لفظوں کو جمع کیا گیا ہے روایت اس طرح ہے نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کو مواقیت (جستری کیلنڈر) بنایا ہے، لہذا جب تم نیا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور پھر جب تم نیا چاند دیکھو تو روزہ رکھنا چھوڑ دو اور اگر بادل ہو جائے (چاند نہ نظر آئے) تو اندازہ کر لو اور مہینہ کے تیس دن پورے کر لو (اسنن الکبریٰ للبیہقی ۲۰۵/۴ المطبوعہ عنی ملتان پاکستان)۔

اس روایت نے بخوبی واضح کر دیا ہے کہ ”فاقدروا لہ“ (اندازہ کر لو) کا مطلب اتموہ ثلاثین (تیس دن پورے کر لو) ہے نہ کہ کچھ اور۔

مراد حدیث

لہذا حدیث کے واضح معنی یہ ہوئے کہ رمضان کے روزے آنکھوں سے چاند دیکھے بغیر نہ شروع کرو اور اگر بادل وغیرہ کوئی رکاوٹ آنکھوں سے چاند کے نظر آنے میں حائل ہو

اگرچہ چاند آسمان میں موجود ہی کیوں نہ ہو مطلع صاف ہوتا تو نظر آجاتا تب روزہ نہ رکھو۔
 اس ہدایت و ممانعت کی شدت امام بخاری کے قائم کردہ باب کے الفاظ سے بخوبی
 ہو جاتی ہے امام بخاری نے مذکور ہے حدیثوں پر جو باب قائم کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:
 ”باب قول النبی ﷺ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهَلَالَ صُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَافْطُرُوا
 وَقَالَ: صَلَّةُ عَنْ عِمَارٍ مِنْ صَامٍ يَوْمَ الشُّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ“۔
 (باب نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے بارے میں کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور
 جب پھر اس کو دیکھو تو روزہ چھوڑ دو صلہ نے ہمارے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے یوم
 شک کو روزہ رکھا اسے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی)۔
 اور یہ متعین ہے کہ یوم شک شعبان کا تیسواں دن ہے جبکہ ۲۹ شعبان کو چاند نظر آنا
 ممکن تھا مگر بادل وغیرہ کی وجہ سے نظر نہیں آیا۔

خلاصہ کلام ڈاکٹر قرضاوی

حدیث کے حقیقی اور ظاہر معنی کی وضاحت کے بعد اب ہم ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی
 رائے اور شیخ احمد شاہ کرکی کتاب ”اوائل اشھور العربیہ“ سے ان کے استدلال کے بارے میں
 بحث کرتے ہیں۔

ان کے کلام کا خلاصہ جو ہم نے اخذ کیا ہے وہ اسی طرح ہے۔

الف۔ شارع کا مقصود کسی بھی ممکن اور میسر ذریعہ سے مہینہ کا تعین ہے۔

ب۔ روایت بصری (آنکھ سے چاند کا دیکھنا) نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے

عہد میں واحد ذریعہ تھا فلکی حساب اس وقت میسر نہیں تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”أَنَا أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ“ ہم ایک امی امت ہیں ہم نہ لکھتے ہیں اور

نہ حساب کرتے ہیں۔

لہذا عرب حساب سے ناواقف تھے اور ان کے لئے حساب اور اہل حساب سب سے استفادہ ممکن نہیں تھا۔

ج۔ فقہاء نے فلکی حساب والوں کا اعتبار نہیں کیا ان کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے علم غیب کا دعویٰ کرنے والوں، یعنی نجومیوں کو تقویت ملے گی، اس لئے کہ اکثر فلکی حساب داں نجومی تھے۔

د۔ اس زمانے میں روایت بصری کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد ذریعہ چاند کے سلسلہ میں فلکی حساب کا ہے، لہذا انشاءً شارع، یعنی کسی بھی ممکن اور میسر ذریعہ سے مہینہ کا تعین ہو اس کی بناء پر ہم کو چاہئے کہ فلکی حساب کو اس سلسلہ میں اختیار کریں اور قدیم ذریعہ، یعنی روایت بصری پر جمود نہ رکھیں، کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔

ھ۔ عالم اسلام کا اتحاد و اجتماع رمضان کے شروع اور ختم کرنے میں اور عیدین کے ایک دن منانے میں جو شرعاً مطلوب ہے فلکی حساب کے ذریعے ہی ممکن ہے، نہ کہ روایت کے ذریعے۔

ان باتوں کے سلسلے میں توفیق خداوندی ہماری گزارشات یہ ہیں کہ

مدار روایت کی وجہ

اولاً ذہنوں میں یہ بات رہنی ضروری ہے کہ زمانہ قدیم سے مہینوں اور سالوں کے حساب کے سلسلہ میں دو طریقے رائج ہیں ایک طریقہ شمسی حساب کا ہے دوسرا قمری حساب کا جیسا کہ قرآن حکیم میں بھی اس کا ذکر ہے۔

”الشمس والقمر بحسبان“ (الرحمن) چاند اور سورج ایک حساب کے ساتھ

ہیں۔

جہاں تک شمسی حساب کا تعلق ہے اس کا مدار رویت پر نہیں، بلکہ خالصہ حساب پر ہے اس کے برعکس قمری حساب کا مدار رویت پر رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ آخر شارع نے شمسی حساب کو چھوڑ کر قمری حساب کو کس لئے اختیار کیا ہے اور یہ نہ صرف رمضان کے روزوں اور عیدین کیلئے بلکہ عدت و وفات اور عدت طلاق (جس کو حیض نہ آتا ہو) اور نذر و کفارہ کے روزوں کیلئے بھی قمری حساب ہی کو لیا گیا جب کہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔

اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہے کہ دراصل اسلام اور اس کے احکام ہر فرد کیلئے ہیں خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی اور صحرائی تب اگر موافقت احکام کا مدار آفتابی کیلنڈر پر رکھ دیا جاتا تو دیہاتی اور صحرائی باشندوں کیلئے ان پر عمل درآمد دشوار ہو جاتا، کیونکہ اس حساب کا تعلق رویت سے ہے نہیں کہہ ہر شخص دیکھ کر تاریخ اور مہینے کا تعلق کر لے، اس لئے شارع نے قمری حساب کو اختیار کر لیا جو رویت پر موقوف ہے کیونکہ وہی ہر ایک کیلئے باعث سہولت ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل شہری ہو صحرائی۔

اب اگر ہم قمری حساب کو رویت سے ہٹا کر فلکی حساب پر موقوف کر دین جو خالص عقلی چیز ہے تو یہ کہا جائیگا کہ ہم نے شارع کی حکمت کو ضائع کر دیا اور اس کے خلاف صورت اختیار کر لی۔

نظام رویت کی آسانی

قمری حساب کے رویت پر موقوف ہونے اور اس وجہ کے باعث سہولت ہونے کا اعتراف اہل تحقیق نے کیا ہے، خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ ”انسائیکلو پیڈیا امریکانا“ کی درج ذیل عبارت سے اس کی تصدیق ہو جائیگی۔

سب سے زیادہ پرانا اور باقاعدگی کیساتھ سب سے زیادہ استعمال ہونے والا کیلنڈر قمری کیلنڈر ہے سول (قانونی) مہینہ مقدار کے لحاظ سے تقریباً چاند کے حقیقی کے برابر ہوتا ہے قانونی مہینہ کا پہلا دن تقریباً وہی دن ہوتا ہے جس میں چاند ظاہر ہوتا ہے، ایک دو شخص جو جنتری نہیں پڑھ سکتا وہ بھی چاند کو دیکھ کر بالکل درست اور واقعی طور پر دن (تاریخ) بتا سکتا ہے۔

قمری کیلنڈر میں کوئی فرضی یا مجازی سال نہیں ہوتا (انسائیکلو پیڈیا امریکا کا ۱۹۸۸ء

۱۸۵/۵ میں ہے:

The oldest kind of calendar, and formerly the most widely used, is the lunar calendar. In this calendar the civil month is approximately the same length as the actual lunar month, and the first day of each civil month is approximately the day on which the new moon occurs. A person who is unable to read a calendar can still tell the day of the month fairly accurately by observing the the phase of the moon. there is no tropical year in lunar calendar (Encyclopaedia Americana 1988 Vol.5 Page 185).

(قدیم ترین اور زمانہ قبل میں باقاعدگی سے استعمال ہونے والا کیلنڈر قمری کیلنڈر ہے، اس کیلنڈر کے مطابق قانونی مہینہ عرصہ کے لحاظ سے حقیقی قمری کیلنڈر کے مطابق ہی ہوتا ہے، ماہ کا پہلا دن تقریباً وہی ہوتا ہے جب چاند ظاہر ہوتا ہے، اس کیلنڈر میں چاند کی مختلف شکلوں کی ڈرائنگ کے ذریعہ تاریخ ظاہر کی گئی ہے، وہ شخص جو کیلنڈر کی تاریخ پڑھ نہیں سکتا وہ بھی چاند کی شکلیں دیکھ کر دن کا درست اندازہ لگا سکتا ہے، قمری کیلنڈر میں کوئی ٹراپیکل سال (جس میں ۳۶۵ دن ہوتے ہوں) نہیں ہوتا ہے (انسائیکلو پیڈیا امریکا کا ۱۹۸۸ء ج ۱۸۵/۵)۔

جواب: الف وب - دونوں عالموں کا یہ فرمانا کہ شارع کا منشا کسی بھی قابل اعتماد اور میسر ذریعہ سے مہینہ کی ابتداء اور انتہا کا تعین ہے یہ محض ان کا قیاس ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور ایسا خیال کرنے میں ان سے ایسی ہی خطا ہوتی ہے، جیسا کہ یہ اطلاع دینے میں غلطی ہے

کہ عرب کے لوگ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں فلکی حساب سے نا آشنا تھے اس سلسلہ میں ان کا حدیث ”لا نکتب ولا نحسب“ کو دلیل بنانا صحیح نہیں ہے، اس لئے ارشاد رسول ﷺ ”لا نحسب“ کے اگر معنی یہ ہیں کہ اس عہد میں کوئی شخص بھی فلکی حساب کا جاننے والا نہیں تھا، جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد کتابت (لکھائی) کی جانے والی تھی، اگرچہ صحابہ کی مجموعی تعداد کے مقابلہ میں وہ تھوڑے ہی تھے۔

فلکی حساب کی قدامت

دوسرے یہود پرانے زمانے سے قمری مہینوں کے حساب کے روح میں فلکی حساب کو استعمال کر رہے تھے، ”انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا“ اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ بانی کیلنڈر رویت ہلال پر موقوف تھا، آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہود نے اس سے یہ کیلنڈر اور طریقہ لیا، چوتھی صدی قبل مسیح میں رصدی حساب کافی ترقی کر گیا تھا، مستحکم صورت اس نے اختیار کر لی تھی بابلیوں نے ان کے زمانہ میں اپنے کیلنڈر کے نظام میں تبدیلی کر کے فلکی حساب پر اس کو موقوف کر دیا تھا۔ یہ میں یہودیوں نے بھی ایسا ہی کر لیا اور اس غرض سے کہ ان کے (passover) (جشن نجات) یہودی کیلنڈر کے ساتویں مہینے کی ۱۵ ویں تاریخ کو یہودی یہ تہوار مصر میں غلامی سے نجات کی خوشی میں ہر سال منایا کرتے تھے، یہ تہوار سات یا آٹھ دن تک منایا جاتا تھا، موسم سرما کے آخر میں ہوا کریں، انہوں نے یہ صورت اختیار کی کہ ہر تیسرے چھٹے، آٹھویں، گیارہویں، چودھویں، سترہویں اور انیسویں سال ایک ایک مہینہ کم کر دیا کرتے تھے (تاکہ شمسی اور قمری حساب یکساں ہو جائے، اس لئے اس طریقہ کو کہا ہی جاتا ہے (luni solar) (نیم قمری نیم شمسی) کیلنڈر۔

یہود کی غلط کاری

اس طرح مشرکین عرب کی طرح یہود بھی ”نسبی“ کے مرتکب تھے جس کو قرآن حکیم

نے کفر قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا: ”إنما النسني زيادة في الكفر“ (توبہ) مہینوں اور ان کے مقام میں تغیر کفر میں زیادتی کی صورت ہے۔

”انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا“ کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

بابلونین مہینے کے آخر تک تھپتھپتا قمری مہینے رہے چاند کی اولین رویت پر ان کی ابتداء ہوا کرتی اور غروب آفتاب سے تاریخ شروع ہوا کرتی تھی، مہینوں کی ابتداء نئے چاند کی پہلی رویت سے ہوا کرتی تھی، آٹھویں صدی قبل مسیح میں رصدی ماہرین کی جماعت اس اہم مشاہدہ کی اطلاع اشوری بادشاہ کو دیا کرتے تھے۔

رصدی علم میں ترقی نے بالآخر مہینوں کے اندر ترمیم و اضافہ کی باقاعدہ شکل کو ممکن بنادیا اور شہان فارس کے تحت (۳۸۰ قبل مسیح) بابلونین کینڈر کے حساب دان صحیح اندازہ کر کے لونی سولار کے ۱۹ برسوں کے چکر کے مطابق اور یہ تیسرے، چھٹے، آٹھویں گیارہویں، چودھویں سترہویں اور انیسویں سال میں اضافہ کے برابر حساب لگانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔..... یہود کے اندر بابلونین کینڈر کے نظام کو قبول کرنے کی ابتداء چھٹی صدی قبل مسیح میں بابلی جلاوطنی سے ہوتی ہے۔

Babylonian months to the end remained truly lunar and began when the New Moon was first visible in the evening. The day began at sunset-----

The months began at the first visibility of the New Moon, and in the 8th century BC court astronomers still reported this important observation to the Assyrian Kings.-----

Improvements in astronomical knowledge eventually made possible the regularization of intercalation; and, under the Persian kings (c. 380 BC), Babylonian calendar calculators succeeded in computing an almost perfect equivalence in a lunisolar cycle of 19

years and 235 months with inrcalations in the years 3 . 6. 11.14. 17. and 19 of the cycle.-----The jewish adoption of Babylonian calendar customs dates from the period of the Babylonian Exile in the 6th century BC.-----

(بابلی مہینے آخر تک) جب تک بابل کی تہذیب قائم رہی (مکمل طور پر قمری ہی رہی جن کی ابتداء رویت ہلال پر ہوتی تھی اور نئی تاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے وقت ہوتا تھا۔
آٹھویں صدی قبل مسیح میں درباری ماہرین فلکیات اس اہم مشاہدہ کی اطلاع اسیرین (Asyrian) بادشاہوں کو دیا کرتے تھے۔

علم فلکیات میں نئی دریافتوں کے بعد یہ ممکن ہوا کہ قمری سال کو نسبتاً مستقل شکل دینے کے لئے اس میں ہر سال ایک اضافی ماہ جوڑ دیا جائے تاکہ یہ شمسی سال سے قریب تر ہو جائے۔
شاہان فارس کے دور اقتدار میں کلینڈر کی تیاری کرنے والے ماہرین نے ۱۹ برس اور ۲۳۵ مہینوں کا ایک دورانیہ تیار کیا تھا جس میں تیسرے، چھٹے، گیارہویں، چودھویں، سترہویں اور انیسویں سال میں اضافی ماہ دروز جوڑ دیئے جاتے تھے۔

یہود کے درمیان بابلی کلینڈر کے نظام کا رواج چھٹی صدی مسیح میں بابلی جلاوطنی سے

(ہوا)۔

نذہبی قمری جنتری اور اختراعی سال کے درمیان عام مطابقت پیدا کرنے والی ابتدائی کوششوں کا اہم حصہ مینونک دور ہے اس کی اولین ایجاد ۳۳۲ قبل مسیح کے قریب لونان کے ہیئت دان میٹن کے ذریعے ہوئی میٹن نے اس سلسلے میں یونان کے دیگر ہیئت دانوں کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔

نذہبی کلینڈر میں مہینہ کی ابتداء کا تعین ہلال، یعنی نئے چاند کے مشاہدے سے ہوا کرتا تھا اور جشن نجات کی تاریخ ”جو“ کی کھیتیاں پک جانے سے مربوط تھی، نئے چاند کی حقیقی شہادت

اور یہودیہ ریاست میں کھڑی فصلوں کا مشاہدہ کیلنڈر کی تشکیل کیلئے ضروری سمجھا جاتا تھا اجنبی علاقوں کے یہودی جو اپنے ملکوں میں عام طور پر ششی کیلنڈر استعمال کیا کرتے تھے ان کو فلسطین کے پیغامبروں کے ذریعے آنے والے تہواروں کے بارے میں باخبر کر دیا جاتا تھا۔

اس طریق کار کی ۱۴۳ قبل مسیح کیلئے توثیق ہو چکی ہے۔ عیسوی میں ”بیت المقدس“ کی مسماری کے بعد یہودی مذہبی لیڈروں نے مذہبی کیلنڈر بنانے کا کام پادریوں سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

چاند کی یعنی رویت ایک اضافی درجہ میں رہ گئی تھی ۲۰۰ء تک خاص رصدی حساب نے اس کی جگہ لے لی تھی

لیکن اجنبی علاقوں کے (یہودی) باشندے بیت المقدس میں کیلنڈر مسافروں کے خود مختار ان فیصلوں کے انتظار کی مزاحمت کرتے تھے۔

اسی طرح شامی مخالفت گروہ کے اندر ۳۴۲، ۳۲۸ء کے دوران پاس اور (روزہ) ہمیشہ موسم بہار کے مہینہ مارچ میں منایا جاتا تھا قطع نظر اس سے کہ فلسطین کے حکم کا لحاظ کیا جائے۔ پھر اسرائیل میں اتحاد کی برقراری کی خاطر پطربک ہلیل دوم نے ۳۵۹-۳۵۹ء میں کیلنڈر سازی کے اسرار کو شائع کر دیا جو بعض ان بنیادی ترمیمات کے ساتھ جو دسویں صدی کے لگ بھگ عرصہ میں بحث و مباحثہ کا سامان ہو گئیں جو بابلیوں کے ۱۹ سالہ چکر پر مشتمل تھا۔

The most significant of all the early attempts to provide some commensurability between a religious lunar calendar and the tropical year was the Metonic cycle. This was first devised about 432 BC by the astronomer Meton of Athens. Meton worked with another Athenian astronomer. ----- In the religious calendar, the commencement of the month was determined by the observation of the crescent New Moon, and the date of the passover was tied in

with the tipcning of barley. The actual witnessing of the New Moon and observing of the stand of crops in judaea were required for the functioning of the religious caalendar. The jews fo the Diaspora .of Dispersion, who generally used the civil calendar of their respective countries. were informed by messengers from palestine about the comimng festivals. This practice is already attested for 143 BC After the destruction of the Temple in AD 70. rabinic leaders took over from the priests the fixing of the religious calendar. Visual observation of the New Moom was supplemented and foward AD 200. in fact. supplanted by secret astromomical calculation. But the people of the Diaspoa wrer ofgen reluctant fo wait for the arbitary decision of the calendar makers in the Holy land . Thus. in Syrian Antioch in AD 328-342, the pasover was always celebrated in (julian) March. th month of the spring equinox. without regard to the palestinian rules and rulings. To preserve the unity of lasrael. the patriarch Hillel 11. in 348/ 359 published the "secret" of calendar making . which esentially consisted oif the use of the Babylonian 91-year eyely with some modifvation of these principles occasioned comtroversies

(مذہبی قمری کلینڈر اور شمسی ۳۶۵ دن والا) کلینڈر کے درمیان مطابقت پیدا کرنے والی ابتدائی کوششوں میں ایک اہم کوشش ”دورہ میٹونک“ کی تنظیم و ترتیب ہے، اس کو ابتداء ۴۳۲ برس قبل مسیح میں ایستینس کے ماہر فلکیات میٹن (Meton) نے دیگر ماہرین فلکیات کے تعاون و مشورے کی مدد سے ترتیب دیا تھا۔

مذہبی کلینڈر میں مہینے کا نقطہ آغاز رویت ہلال مانا جاتا تھا، اور جشن نجات جو کی کھیتی بک جانے سے مربوط تھا، نئے چاند کی رویت اور یہودی سرزمین میں کھڑی فصلوں کا مشاہدہ

کلینڈر کی ترتیب و تنظیم کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا، بلا دیگر کے یہودی باشندے جو کہ ان ملکوں میں علاقائی یا ملکی کلینڈر کے تحت اپنے کام انجام دیتے تھے، انہیں فلسطین سے پیام بر بھیج کر یہودی تہواروں کی حتمی تاریخوں کے بارے میں مطلع کیا جاتا تھا۔ اس امر کے ثبوت ۱۴۳ برس قبل مسیح تک ملتے ہیں۔ ۷۰ء تک خاص اور پوشیدہ فلکیاتی حساب کی اہمیت اہم تر ہوتی چلی گئی۔ بلا دیگر کے یہودی اب ارض یہود سے جاری کلینڈر کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ علاقائی کلینڈروں کو ترجیح دینے لگے تھے، لہذا اہم دیکھتے ہیں کہ ۳۲۸ء اور ۳۴۲ء کے درمیان شام کے مخالف گروہ جشن نجات مارچ میں مناتے تھے جب موسم بہار ہوتا تھا اور فلسطین سے جاری تاریخ اور ہدایات کا لحاظ نہیں کرتے تھے، یہودیوں کے درمیان اتحاد اور اسرائیل کی سالمیت کی خاطر ۳۴۸ء/۳۵۹ء میں رہنمائے اعظم ہلیل یازدہم نے کلینڈر کی ترتیب کے اسرار کو شائع کر دیا جو کہ بابلیوں کے ۱۹ سالہ کلینڈر کو بنیاد بنا کر تیار کیا گیا تھا۔ یہ معلومات کافی عرصے تک بحث و مباحثہ کا سامان بن گئیں۔

آٹھویں صدی عیسوی کا وہ فرقہ جو تورات کی اخبار تشریف کے بجائے لفظی معنی کا قائل تھا مسلمانوں کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے اس طریقہ کی لوٹ گیا جس میں نئے چاند کو دیکھ کر اور یہودیہ ریاست میں کھڑی فصل کے مشاہدہ کی بنیاد پر کلینڈر بنتا تھا، لیکن کچھ صدیوں کے بعد ان کو بھی پھر پہلے سے بنے کلینڈر کو اختیار کرنا پڑا۔

سامریوں نے بھی حسابی قسم کا کلینڈر استعمال کیا ہے.....

کلیسائی مہینہ اقتران ٹمبس و قمر کا درمیانی وقفہ ہے جس میں کہ دونوں گرے ممکنہ حد تک آسمان میں ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے ہیں اور اس مہینہ کی مقدار ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۳ سیکنڈ ہوتی ہے اس افتراق کو مؤلد کہا جاتا ہے ٹھیک یہی بابلونین رواج بھی ہے (انسائیکلو پیڈیا بریٹیکا ۱۹۹۲ء ج ۱۵ بعنوان کلینڈر)۔

ایک اور کتاب کے اقتباسات بھی درج ذیل ہیں :-

یہودی کیلنڈر لونی سولار (شمسی قمری) ہے یہ ہمارے دستور کیلنڈر کے مقابلہ میں ہے جو کہ خالص شمسی ہے اور جس میں چاند سے ربط کلیہ مفقود ہے، لیکن یہ محمدؐ کیلنڈر سے بھی اچھا خاصا مختلف ہے جو خالصاً قمری نظام ہے.....

سینہڈرین (یروشلم کی عدالت عالیہ) کی ایک اسپٹل کمیٹی نے اپنے پریزیڈنٹ کے ساتھ جس کی حیثیت اس کمیٹی کے چیرمین کی ہوتی، ملکہ اس بات کی نمائندگی کی کہ شمسی نظام کو قمری سالوں کے ساتھ منصف و متوازن بنائے۔

اس کیلنڈر کو نسل نے موسموں کی ابتداء (تکوفوتھ) کا شمار صدی اعداد کی بنیاد پر رکھا جو قدیم روایت کی حیثیت سے متروک ہو چکا تھا۔

کبھی بھی دو سال تین سال کے بعد سالانہ گیارہ دن کی زیادتی کو ”نسان“ (NISAN) میں اس طرح جمع کر دیا جاتا تھا جس سے کہ انسان ہمیشہ موسم بہار میں آئے اور وہ لوٹ کر سردی کی طرف نہ چلا جائے.....

روایت ہلال اور تذاتل ایام کا بہ ضابطہ ۵۱۶ قبل مسیح کے

As late as the 10th century AD. In the 8th century, the Daraites following Muslim practice, returned to the actual observation of the crescent New Moon and of the stand of barley in Judaea. But some centuries later they also had to use aprecalculated calendar. The Samaritans, likewise used a computed calendar.-----

The synodic month is the average interval between two mean conjunctions of the Sun and Moon, when these bodies are as near as possible in the sky, which is reckoned at 29 days 12 hours 44 minutes 3 seconds; a conjunction is called a molad. This is also

aBabylonian value. (Encyclopedea Britanica 1992 vol. 15. Calendar)

Thus, the jewish calendar is LUNI-SOLAR. It is in contrst to our purely solar and in which the months have copletely lost their relation to the moon But it is also quite different from the Mohammeden calendarm, an absolutely junar. system.-----

A special committee of the Sanhedrin, with its president an chairman, had the mandate to regulate and balance the solar eith the lunar years: This socalled Calendar Council (Sod Haibbur) calculated the beginning of the seasons (Tekufoth)on the basis of astronomical figures which had been handed down as a tradition of old, Whenever after two or three years, the annual ex cess of 11 days had accumulated to Nisan in order to assure that Nisan and passover would occur in Spring and not retrogress toward winter.----- This method of observation and intercalation was in use throughout

(آٹھویں صدی سے ۱۵ویں صدی عیسوی کے درمیان یہودیوں کا فرقہ مسلمانوں کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے نئے سال کا نقطہ آغاز رویت ہلال اور ارض یہود میں جو کی چکی فصل کو ماننے لگے، لیکن چند صدیوں کے بعد انہوں نے پھر سے حسابی کیلنڈر کی طرف رجوع کر لیا۔ سامریوں میں بھی اسی طرح حسابی کیلنڈر کا رواج تھا۔

قمری مہینہ اقتران شمس و قمر کا درمیانی وقفہ ہے جس میں دونوں اجرام فلکی ممکنہ حد تک آسمان میں ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے ہیں اور اس ماہ کا عرصہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے، ۴۴ منٹ اور ۳ سیکنڈ پر محیط ہوتا ہے، اس افتراق کو مولد (Molad) کہتے ہیں بعینہ یہی بابل میں بھی مروج تھا (انسائیکلو بریٹیکا ۱۹۹۲ء جلد ۱۴ بعنوان کیلنڈر)۔

یہودی کلینڈر نیم شمسی و نیم قمری ہے، جبکہ ہمارا مروجہ کلینڈر خالصتاً شمسی ہے اور جس میں چاند سے ربط کلیہً مفقود ہے، لیکن خالصتاً شمسی ہے اور جس میں چاند سے ربط کلیہً مفقود ہے، لیکن یہ اسلامی ہجری (قمری) کلینڈر سے کافی مختلف ہے جو کہ خالصتاً قمری ہے۔

اسرائیلیوں کی عدالت عالیہ (سپیریئر کورٹ) کی ایک خصوصی کمیٹی نے جس کو کلینڈر کی تیاری کے لئے رہنما اصول وضع کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس امر کو یقینی بنانے کی کوشش کی کہ کلینڈر سازی کے شمسی نظام کو قمری اصولوں سے مربوط کر کے توازن قائم کیا جائے، اس کلینڈر کمیٹی نے جس کو سود ہا سیر کہا جاتا تھا موسموں کا آغاز اصول فلکیات کی ان بنیادوں پر رکھا جو کہ صدیوں سے سینہ بہ سینہ ان کے درمیان منتقل ہوتی چلی آرہی تھیں، برسوں کے بعد سال کے گیارہ اضافی دنوں کو یہودی نسان مہینے میں اس طرح جمع کر دیا جاتا تھا کہ جشن نجات موسم بہار میں ہی آئے اور جاڑوں کی طرف نہ پلٹ پڑے۔

روایت ہلال اور تذخل ایام کا یہ ضابطہ ۵۱۶ء سے تین صدیوں تک بیت المقدس کی دوبارہ سہاری تک مروج رہا جب تک کہ ان کے درمیان آزاد عدالت عالیہ موجود رہی، لیکن جب جبر و استبداد کا رواج بڑھ گیا اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ آزاد عدالت عالیہ کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہلیل یا زوہم نے اسرائیل کی سالمیت کے لئے ایک غیر معمولی قدم اٹھاتے ہوئے کلینڈر بنانے کے اسرار و رموز کو عام کر دیا جو کہ اب تک سینوں میں دفن راز ہی تھا۔

اس نئی حکمت عملی کے مطابق ہلیل یا زوہم نے آئندہ کے لئے تمام مہینوں کو پیشگی ہی تجویز کر دیا اور آنے والے سال کیسہ اور دیگر سالوں میں (وہ سال جس میں فروری میں ۲۹ دن ہوتے ہیں) میں دنوں اور مہینوں کا اضافہ کر دیا یہاں تک کہ اسرائیل میں نئے سرے سے آزاد عدالت عالیہ دوبارہ قائم ہو جائے۔ آج تک یہی کلینڈر یہود استعمال کرتے ہیں جس کے مطابق نئے چاند اور تہواروں کا تعین کیا جاتا ہے۔

لہذا اسال کے مہینوں، دنوں اور تہواروں کا حساب کرنے کے لئے اور نئے چاند اور موسموں کے آغاز کا تعین کرنے کے لئے یہ کیلنڈر استعمال ہوتا ہے، نئے دن کا آغاز یروشلم میں شام کے چھ بجے سے ہوتا ہے (دی کپرے ہینیو کیلنڈر ۲۰-۲۲ صدی - مرتبہ آرتھر اسپارٹس ۱، ۲، ۱۳)۔

سیکنڈ ٹمپل (بیت المسجد کی دوبارہ مسماری) سے تین صدی بعد تک کے دوران جاری رہا جس میں کہ آزاد عدالت عالیہ رہی چوتھی صدی میں جب ظلم و اذیت نے عدالت عالیہ کے وجود کی برقراری کو خطرہ میں ڈال دیا اس وقت پطریک ہلیل دوم نے اسرائیل کے اتحاد کی خاطر غیر معمولی قدم اٹھایا۔

روئے زمین میں بکھرے ہوئے یہودیوں کے نئے چاند تقریبات اور تعطیلات کے اختلافات کو ختم کرنے کی غرض سے ہلیل دوم نے کیلنڈر کے حساب کو عوامی بنادیا جو اس وقت تک ایک محفوظ راز کی صورت میں تھا۔

اس طریق کار کے مطابق ہلیل دوم نے آئندہ کیلئے تمام مہینوں کو پیشگی ہی تجویز کر دیا تھا اور آنے والے خالی سالوں میں (حسب قاعدہ مذکورہ) دنوں اور مہینوں کا اضافہ کر دیا یہاں تک کہ اسرائیل میں نئے سرے نئی عدالت عالیہ دوبارہ قائم ہو گئی۔

اب یہی مستقل کیلنڈر ہے جس کے مطابق تمام دنیا کے یہودیوں میں نیومون اور دیگر تقریبات منائے جاتے ہیں۔

بہر صورت کیلنڈر کے حساب خاص طور پر مولد، یعنی نیومون کے وقت اور تکونو تھ (موسموں کے آغاز) کو شمار کرنے کیلئے دن کا شروع اور ختم یروشلم کی شام ۶ بجے کے وقت کو قرار دیا جاتا ہے۔

دی کپرے ہنسوجرو کیلنڈر ۲۰ ویں ۲۲ ویں صدی مرتبہ از اسپارٹس ۱، ۲، ۱۳

the period of the second temple (516 B.C.E--70 C.E.), and about three centuries after its destruction, as long as there was an

independent Sanhedrin. In the fourth century, However, when oppression and persecution threatened the continued existence of the Sanhedrin, the patriarch Hillel 11 took an extraordinary step to preserve the unity of Israel. In order to prevent the Jews scattered all over the surface of the earth from celebrating their New Moons festivals and holidays at different times, he made public up to then had been a closely guarded secret.-----

In accordance with this system, Hillel 11 formally sanctified all months in advance, and intercalated all future leap years until such times as a new recognized Sanhedrin would be established in Israel. This is the permanent calendar according to which the New Moon and festivals are calculated and celebrated today by the Jews all over the world.-----

However, for calendar calculations, especially for the computation of the Molad (the times of the New Moon) and the Tieduf (beginnings of the seasons) the day begins and ends at 6 o'clock in the evening, Jerusalem time, (THE COMPREHENSIVE HEBREW CALENDAR 20th to 22nd century, by Arthur Spier, page 1, 2, 13)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ کیسے کہنا ممکن ہے کہ قمری مہینے کے تعین کیلئے فلکی حساب کو عرب میں کوئی نہیں جانتا تھا یقین سے تو نہیں کہا جاسکتا، لیکن اس بات کا امکان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود کے اس حسابی طریقہ کار کو دیکھتے ہوئے فرمایا ہو۔

”أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا“ ہم ایک امی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں مہینہ اس طرح اور اس طرح ہے (ہاتھ کے سامنے سے ۲۹ اور ۳۰ دن) گویا ہمارے مہینوں کا حساب یہود کے حساب کے جیسا نہیں ہے۔

دین ایسر

دوسری وجہ اسلامی طریقہ تقویم کی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دین کے بارے میں فرمایا کہ دین آسان اور سہل ہے، یعنی احکام میں آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ چاند کے دیکھے جانے پر حساب کو موقوف کرنے میں ہر فرد کیلئے آسانی ہے نہ کہ فنی، عقلی، فلکی حساب پر موقوف کرنے میں۔

عہد صحابہ اور فلکیات

ورنہ اگر مہینوں کے نظام کو رویت ہلال پر موقوف کرنے کی واحد وجہ علم ہیئت سے ناواقفیت تھی تو اس بات میں کیا چیز مانع تھی کہ اس حضرت ﷺ صحابہ کرام کو اس علم کے سیکھنے کی ہدایت فرماتے آخر آپ نے دوسری زبانوں کے سیکھنے کی ہدایت بعض صحابہ کو دی ہی تھی۔

پھر حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں شام و مصر وغیرہ فتح ہو چکے تھے اور وہاں چاند ستاروں کی رفتاروں کی تحقیق کیلئے رصد گاہیں موجود تھیں خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے لئے ان رصد گاہوں سے استفادہ کرنے میں امر مانع تھا۔ خاص طور سے حضرت عمر ابن الخطابؓ جنہوں نے نماز تراویح باجماعت امام کے پیچھے پڑھنے کو جاری کر دیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہی بات منشاء شارع کے مطابق تھی یہاں بھی منشاء شارع تھا تو وہ ضرور اس کے لئے راستہ نکالتے۔

پھر اس عہد کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دوسرے ملکوں اور دوسری زبانوں سے مختلف اور ہمہ اقسام علوم عربی میں منتقل کئے جانے لگے اور یہ سب کام مسلمانوں کے ہاتھوں ہو رہا تھا پھر آخر مسلمانوں نے کیوں نہ فلکی حساب کو اس مقصد کے لئے لیا۔

امی امت کے معنی اور فلکی حساب کے عدم اعتبار پر اجماع

الفاظ حدیث إنا أمة أمیة کے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں کہ یہ امت عمومی اور

مجموعی لحاظ سے امی ہے، اگرچہ بعض افراد اس سے مستثنیٰ ہو جائیں، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمیشہ حتیٰ کہ اب بھی حالات یہی ہیں کہ اقلیت تعلیم یافتہ ہوتی ہے نہ کہ اکثریت، سو اگر شارع نے عوام الناس کی حالت کی رعایت فرمائی اس نہج کو ہرگز نہیں چھوڑا جس کو نبی کریم ﷺ نے ترکہ میں چھوڑا ہے۔

اسی وجہ سے بعض فقہاء و محدثین نے رؤیت ہلال کے طریقہ پر اور فلکی حساب کے اختیار نہ کئے جانے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے (دیکھئے: فتح الباری ۴/۹۸-۱۰۲)۔

اصل مصیبت

تو شرعی اور قومی مصیبت دراصل شہر کے مسلمانوں کا متحد ہو کر مجلس ہلال کے فیصلہ پر عمل نہ کرنا ہے۔ ہر مسلمان اور ہر مسجد کے لوگ جو دل چاہتا ہے وہ کرتے ہیں اور اختلاف کا الزام ایک دوسرے پر ڈال دیتے ہیں۔

اس لئے ضروری کام یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی تربیت کریں اور ائمہ مساجد اور ذمہ داروں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ وہ سب تمام اداروں کی نمائندہ مجلس ہلال کے فیصلے اور اعلان کے مطابق عمل کریں، اس لئے ایسی مجلس ہلال اس معاملہ میں قاضی کے قائم مقام ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو جو بھی طریق کار تجویز کیا جائیگا وہ کھیل ہی بن کر رہے گا کیونکہ ہم عالمی اتحاد کی باتیں کرتے ہیں مگر اپنے شہروں میں اتحاد نہیں کرتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امت کا رمضان و عیدین کے تعلق سے ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ہم شریعت کے مقرر کردہ رؤیت ہلال کے نظام کو جو چودہ صدیوں سے متواتر چلا آ رہا ہے خیر باد کہہ دیں۔

فلکی حساب سے بھی اتحاد نہیں ہو سکا

دوسرے اگر حساب کے نظام کو اختیار کرتے ہوئے محاق اور مولد (NEWMOON) کو مہینہ کا نقطہ آغاز بنالیں تب بھی عالمی اتحاد قائم نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ مثلاً اگر ہم مکہ مکرمہ کے وقت کے لحاظ سے غروب آفتاب سے پہلے ہونے والے محاق کو مہینہ کی ابتدا مان لیں تو دنیا کے اس دوسرے حصے کے بارے میں کیا کرنا ہوگا جہاں مکہ مکرمہ میں غروب آفتاب کے وقت صبح صادق ہو رہی ہو تو اگر وہاں کے لوگ دوسرے دن عید کریں گے تو وہ مکہ کے لحاظ سے تیسرا دن ہوگا اس صورت میں دن کا اتحاد کہاں رہا؟

ڈاکٹر قرضاوی بھی رویت کو ترجیح دیتے ہیں

ہمارے نزدیک سب سے آسان صورت وہی ہے جس کو ہم نے گذشتہ کئی سالوں سے اختیار کر رکھا ہے اور وہ یہ کہ شمالی امریکہ کو پورا ایک مطلع مانتے ہوئے جس شہر سے بھی کہ وہاں رویت ممکن تھی رویت کی شہادت مانا جائے اس کو قبول کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے، اس صورت میں مدار فیصلہ شہادت رہے گی اور شہادت کی صداقت کو جانچنے کے لئے حساب سے مدد لی جائے گی اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی کو ڈاکٹر قرضاوی صاحب نے ترجیح بھی دی ہے جیسا کہ ان کے مضمون کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ پر عبارت

- -

Shaikh yusuf Al Qardawi Adds Here That His Own Preference, Al Murajjah Is That The Crescent Should Be Visible To The Naked Eye This Rather Than Conjunction, Would Seem To Be Closer To The Letter and Sprit of the Texte of the Quran And the Sunnah on the Subject.

(شیخ یوسف قرضاوی اس سلسلہ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے مطابق ترجیح اس امر کو دینا چاہئے کہ چاند کو نگلی آنکھ سے (بغیر کسی آلے کی مدد کے) دیکھا جاسکے۔ فلکی اعتبار سے ان کا زمین کی سیدھ میں ہونا اہم نہیں اور یہی بات قرآن و سنت کے الفاظ و مفہوم سے قریب تر ہے)۔

www.KitaboSunnat.com

رؤیت ہلال کے احکام

مولانا محمد محی الدین بڑودوی القاسمی ☆

اختلاف مطالع کا مسئلہ اور منقح ہے، اختلاف مطالع کا تحقق بدیہی ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ الگ الگ مطالع کا حکم بھی جدا ہے یا ایک ہی حکم جملہ مطالع سے متعلق ہے؟ ایک مطالع پر چاند کی رؤیت واقع ہوگئی تو جملہ مطالع پر رؤیت کا حکم ثابت ہو جائے گا؟ یا جملہ مطالع میں ہر ایک مطالع کا حکم جدا ہوگا اور ہر اہل مطالع اپنے اپنے مطالع کے پابند ہوں گے؟ تو حضرات شوافع اس بات کے قائل ہیں کہ ہر مطالع کا حکم جدا اور ہر اہل مطالع پر اپنے مطالع کا اعتبار کر کے عمل واجب العمل ہوگا، حضرات احناف متقدمین اس بات کے قائل ہیں کہ ہر اہل مطالع کے حق میں صرف ان کے مطالع پر ہی عمل واج نہیں، بلکہ دوسرے مطالع کا حکم بھی ان پر لاگو ہو سکتا ہے اور اس کے مطابق عمل واجب ہوگا، لیکن کسی حد تک احناف کے یہاں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور ایک مطالع کا حکم سب پر نافذ ہوگا؟ اس میں اختلاف ہے۔

چنانچہ حضرات علامہ زبلیؒ، علامہ ابو مسعود کاسانیؒ اور دیگر متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ بلدان ناسیہ جن کے مابین مسافت ہو اس میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، کیونکہ امام اعظمؒ کے زمانہ میں مسافت والے ممالک سے دس پندرہ روز بلکہ پورے مہینہ کے گزر جانے کے بعد شہادت رؤیت کا مہیا ہو جانا معتذر و مشکل تھا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ مقصد ہی نہیں تھا کہ ایسے بلدان

☆ خادم دارالافتاء دارالعلوم فلاح دارین ترکیم ضلع سورت۔

نائیہ بعیدہ سے شہادت میسر ہو جائے، اس لئے ان کا کلام ان کے زمانہ کی مشرق و مغرب جہاں سے شہادت میسر ہونے کا امکان تھا مراد تھی، اس لئے جن روایات ظاہرہ میں اہل مغرب کی رویت پر اہل مشرق پر صوم کو لازم کہا گیا اس سے حدود ممکنہ وصول الشہادۃ کی مشرق و مغرب مراد ہے، نہ کہ پورے عالم کی مشرق و مغرب، اس لئے جہاں درحقیقت مطلع بدلتا ہو اس کا حکم جدا ہوگا، یہ احناف متاخرین کا مسلک ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ اپنی کتاب ”بدائع الصنائع“ میں لکھتے ہیں:

”اگر ایک شہر والوں نے تیس روزے پورے رکھ لئے اور دوسرے شہر والوں کے اس روز انتیس روزے ہی ہو رہے ہیں تو اگر تیس روزے والوں کے تیس روزے قاضی کے یہاں رویت ہلال کے ثبوت کی بنیاد پر ہوئے تھے یا شعبان کے تیس دن پورا ہونے کے بعد ہوئے تو انتیس والوں پر ایک روزے کی قضاء لازم ہوگی، اس لئے کہ انہوں نے رمضان کے ایک دن کا روزہ نہیں رکھا تیس والوں کی رویت سے رمضان ہو جانے کے ثبوت کی وجہ سے اور انتیس والوں کا چاند نہ دیکھنا تیس والوں کی رویت میں قاذح و معارض نہیں بن سکتا، کیونکہ وجود کا معارض نہیں ہے اور اگر تیس والوں کے روزے بلا رویت یا قاضی کے یہاں ثبوت یا شعبان کے تیس یوم کے بغیر ہی پورے ہو گئے تو تیس والوں کی غلطی ہے انہوں نے برا کیا ایک روز پہلے روزہ رکھ کر رمضان کو مقدم کر لیا اور اس صورت میں انتیس والوں پر ایک روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے، کیونکہ ہم لکھ چکے کہ ہمیشہ کبھی تیس دن کا اور کبھی انتیس کا ہوتا ہے (بدائع الصنائع)۔

یعنی مذکورہ دو شہروں میں ایک کی رویت دوسرے کو مستلزم ہو کر انتیس والوں کو ایک روزہ کی قضاء کا حکم اس وقت ہے جب کہ ان دونوں شہروں کے بیچ کی مسافت قریب ہو جس میں مطلع بدلتا نہ ہو، لیکن اگر مسافت بعیدہ ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے شہر پر لازم نہ ہوگا اور ابو عبد اللہ ابن ابی موسیٰ الضریر سے منقول ہے کہ اہل اسکندریہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا گیا کہ سورج وہاں غروب ہو جاتا ہے اور جو لوگ وہاں منارہ پر ہوتے ہیں ان کو اس کے بعد بہت دیر تک

سورج نظر آتا رہتا ہے؟ تو فرمایا اہل شہر کے لئے افطار جائز ہے اور اہل منارہ کے لئے، جبکہ وہ سورج کو غروب ہوتا دیکھ رہے ہوں تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مغرب شمس بھی الگ الگ ہے جیسے کہ مطلع شمس الگ ہوتا ہے پس ہر مقام پر اس کی مغرب کا اعتبار ہوگا۔ (یعنی حکم ہوگا)

بالکل واضح ہے کوئی شک نہیں کہ صاحب بدائع حکم بیان فرما رہے ہیں کہ تحقق اختلاف مطالع ہو جائے تو اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا اور حکم بھی الگ ہوگا اور ابو عبد اللہ الضریر سے اس کی تائید لے رہے ہیں کہ ایک ہی شہر میں جب مغرب جدا ہوں تو افطار کا حکم بدل جاتا ہے منارہ والوں کے لئے افطار جائز نہیں ہے اور شہر والوں کے لئے جائز ہے تو اسی طرح دو شہروں کا مطلع جدا ہو تو ایک کے باشندوں کے لئے صوم واجب ہوگا اور دوسرے کے لئے وجوب ضروری نہیں۔ اگر رویت نہ ہوئی تو واجب بھی نہ ہوگا، بلکہ صحیح بھی نہ ہوگا کیونکہ انکے لئے رمضانیت ثابت ہی نہیں ہوئی ہے جس طرح منارہ والوں کے لئے غروب ثابت نہ ہو تو افطار بھی صحیح نہ ہوا۔

صاحب ”البدائع“ کی اس عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ایک ملک کے دو بڑے شہر جن میں مسافت فاحشہ ہو تو وہ ایک دوسرے کے مطلع کے پابند نہ ہوں گے۔

ب۔ اختلاف مطالع کے حدود کے بارے میں حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ دو قول نقل فرماتے ہیں۔

۱۔ ایک ماہ کی مسافت (یعنی اونٹ کی رفتار سے) مگر اس قول کو قابل اعتبار قرار نہیں دیا ہے۔

۲۔ جو شیخ تاج تبریزیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے: اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم میں واقع نہیں ہوتا، یعنی چوبیس فرسخ اور اس سے زیادہ کی مسافت میں اختلاف مطالع ممکن ہے (رسائل ابن عابدین ۱/۳۳۲)۔

تو اب جن متاخرین حنفیہ نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے ان سے اس کی تحدید

منقول نہیں اس کی بنیاد ماہرین ہیئت کی تحقیق رہے کہ کس مقام کا طول بلد عرض بلد استواء سے اس کی جہت اور بعد کتنا ہے، اس پر موقوف رہے گی۔

اس سلسلہ میں ہمارے اسلاف کرامؒ میں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اور حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کا یہ مسلک رہا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار تو ہوگا، مگر ان مقامات میں جن میں اس قدر مسافت ہو کہ ایک کے مطلع کا اعتبار کرنے سے دوسرے اہل مطلع کا مہینہ ۲۸ دن رہ جاتا ہو یا ۳۱ دن ہو جاتا ہو تو ایسے دو مقامات میں اختلاف مطلع کا اعتبار کر کے جدا حکم دیا جائے گا (جو اہر الفقہ، رویت ہلال)۔

ان اسلاف کرامؒ کا مطلق نظریہ نہیں ہے کہ مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار کر کے مسلک احناف سے بالکلہ انحراف کیا جائے اور مثلاً ایک ہی ملک کے دو شہروں میں جن میں اختلاف مطلع کا تحقق ہوا اختلاف مطلع کا اعتبار کر ہی لیا جائے، بلکہ جب تک تفاوت واضح دو مقامات میں نہ ہو وہاں تک مسلک احناف کا لحاظ رکھ لیا جائے۔

غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے اوپر معلوم ہوا، ۲۴ فرسخ کے بعد اختلاف مطلع متحقق ہو سکتا ہے۔ چوبیس فرسخ کے تقریباً بہتر میل ہوتے ہیں اور بہتر میل کے کم و بیش ڈیڑھ سو کلومیٹر ہوتے ہیں تو دو شہر جن میں دو سو سے پانچ کلومیٹر کا فاصلہ ہو تو اگرچہ اختلاف مطلع کا تحقق تو ہو سکتا ہے، مگر ایسے قلیل اختلاف کا اعتبار اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس سے طلوع و غروب میں تفاوت کم ہوتا ہے، یہ مان بھی لیا جائے کہ دو شہر جو ایک خط پر واقع ہیں اور ایک ہزار میل کا دونوں میں فاصلہ ہے تو طلوع و غروب میں ایک گھنٹہ تک فصل متوقع ہے، لیکن جس شہر میں ایک گھنٹے قبل غروب ہوا اور ہلال نظر آ گیا تو دوسرا شہر جہاں ایک گھنٹہ بعد غروب آفتاب ہوا ہے وہاں اگرچہ رویت ہلال نہیں ہوئی، مگر ہلال کی افق مطلع پر موجودگی بہت ممکن ہے، کیونکہ جس طرح آفتاب اس دور کے شہر میں ایک گھنٹہ بعد غروب ہوا ہے تو چاند بھی اسی نسبت سے آفتاب کے پیچھے جا رہا ہے تو اس

دوسرے شہر میں آفتاب کی شعاعوں کی تیزی یا اور کسی وجہ سے رویت نہ ہو سکی، لیکن اسی درجہ میں ہلال کی مطلع پر موجودگی بہر حال ثابت ہو جاتی ہے جس سے رویت حکمی ثابت ہو جاتی ہے، اور ”صوموا لرؤیۃ و أفطروا لرؤیتہ“ کا مصداق ہونے کی وجہ سے رویت حقیقی نہ ہونے کے باوجود رویت حکمی سے ہلال کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس پانچ چھ ہزار میل کے فاصلہ پر بھی اسی طرح رویت کا لحاظ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ترجیح بلامرجح کی کوئی وجہ نہیں ہے، ہاں اگر اس قدر فاصلہ دو مقامات میں ہو کہ پہلے مقام پر غروب آفتاب اور رویت ہلال ہو رہی ہو تو اگلے مقام پر ابھی صبح صادق ہو رہی ہو تو ظاہر بات ہے کہ پچھلے مقام کی رویت کا اعتبار اگلے مقام پر نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس ہلال کو اس دوسرے اگلے مقام کا گذشتہ رات کا ہلال قرار دیا جائے اور مہینہ کے ختم کا حکم دیا جائے، جبکہ اس شہر کے گذشتہ مہینہ میں ثبوت ہلال کے لحاظ سے آج وہاں اٹھائیسواں روز ہو تو مہینہ اٹھائیس رہ جائے گا اور اس ہلال کو اگلی رات کا چاند مانیں اور اس شہر کے ثبوت ہلال کے لحاظ سے تیسواں روز ہو تو اکتیس کا مہینہ ہو جائے گا، اگر دو شہروں میں بارہ گھنٹہ یا دس گھنٹہ غروب میں فرق ہو گا تو ضروریہ صورت پیش آئے گی، اس سے کم چھ سات گھنٹہ کے فرق میں بھی اس صورت کا پیش آنا ممکن ہے۔

اس لئے اکابر کا یہ معتدل مسلک ہی اقرب الی القبول ہے، ویسے حضرت علامہ شامیؒ اور ان کے اتباع میں بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ ظاہر الروایۃ حنفیہ کی اعتبار نہ کرنے کی ہے تو بالکل اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، مگر اس زمانہ میں خرابی لازم آئے گی، کیونکہ تین چار گھنٹہ میں مسافت بعیدہ تک شہادت کا پہنچنا ممکن ہو گیا ہے۔

جج وغیرہ دوسرے مسائل میں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا گیا ہے حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں، صرف روزہ کے بارے میں، کیونکہ نص ہے: ”صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ“ رویت پر مدار ہے، لہذا کہیں بھی رویت ہو گئی تو رمضانیت کا اور ہلال کا ثبوت ہو جائے گا، اگرچہ

جواب دینے والوں نے جواب دیا ہے کہ خطاب ہر موقعہ کے لوگوں کے اپنے اپنے مطلع کے لحاظ سے ہوگا، ظاہر بات ہے کہ خطاب ان ہی کو ہوگا جن کے لئے رویت حقیقی یا حکمی کا تحقق ہو سکے، جس کے لئے ان کے مطلع پر رویت حکمی کا تحقق بھی نہیں ہو سکتا خطاب ان سے متعلق نہیں ہوگا (رد المحتار ۲/۲۹۳)۔

چنانچہ حضرت علامہ یوسف صاحب بنوریؒ نے پشاور اور ڈہا کہ میں اختلاف مطلع کے امکان اور اعتبار کا خیال ظاہر فرمایا ہے، جبکہ پاکستان کے چالیس علماء کرام نے بالکلیہ اختلاف مطلع کے غیر معتبر ہونے پر اتفاق کا فیصلہ فرمایا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی خلجان کا اظہار فرمایا ہے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے رسالہ رویت ہلال اور ”جواہر الفقہ“ میں یہ بھی فرمایا کہ ایک ہی ملک میں ایک ہی روز عید منانے کی سعی اور اس کی شرعی لحاظ سے اہتمام کی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں نظیر نہیں ملتی، شرعی لحاظ سے یہ اہم اور ضروری چیز نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد صاحب بنوریؒ نے مطلع کے متحد ہوتے ہوئے بھی ایک ساتھ عید منانے کو ایک مشکل امر قرار دیا ہے (معارف السنن ۶/۱۸)۔

رہی یہ بات کہ صاحب احسن الفتاویٰ مطبوعہ پاکستان نے لکھا ہے:

مندرجہ بالا (متفقہ فیصلہ) تحریر کے بعد ۱۳ شوال ۱۳۶۸ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور بندہ کی رائے سے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر ملک میں تنفیذ حکم کے لئے چند تجاویز حکومت کو بھیجی گئی تھی۔ الخ

تو بظاہر اس سے ایک ملک میں اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دینے پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا اتفاق ممکن ہے، لیکن اس سے بالکلیہ مسافت فاحشہ کے باوجود اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے پر ان دونوں اکابر کے اتفاق کی کوئی دلیل

نہیں۔ اس لئے اگر مہینہ اٹھائیں ہو جانے کا اندیشہ ہو جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے تو بہر حال اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا، چنانچہ اس مسلک کی تائید میں حضرت علامہ بنوریؒ کی معارف السنن میں اس تحریر سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

”أما الفطر فهو أن البلاد إذا لم يختلف مطلعها كل الاختلاف فيجب أن يحمل بعضها على بعض؛ لأنها في قياس الأفق الواحد، وأما إذا اختلف اختلافاً كثيراً فليس يجب أن يحمل بعضها على بعض الخ“ (معارف السنن ۱۶/۶)۔

نیز حضرت علامہ بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث کریم مولیٰ ابن عباسؓ میں اہل شام کی روایت کو اہل مدینہ کے لئے قبول نہ کرنے کی مختلف وجوہات ہیں جس کو ”فتح القدیر“ اور ”البحر الرائق“ میں ذکر کیا گیا ہے، مگر حدیث کریم سے اختلاف مطلع کے معتبر ہونے کی تائید کسی درجہ میں عہد سلف میں ہوتی ہے، بلکہ حدیث کریم اختلاف مطلع کے اعتبار میں بطور حجت پیش ہونے کے قریب ہے۔

”غير أن ذلك القدر الليستاسي به للقول بالعبرة للاختلاف في أقدم عهد السلف لا يكاد يحتج به“ (معارف السنن ۱۷/۶)۔

اس لئے بالکل یہ کسی بھی مسافت کے لحاظ کے بغیر اعتبار کا انکار کچھ مشکلات کو مستلزم ہے اور نص سے بھی معارض ہے کہ مہینہ ۲۹ یا تیس کا ہوتا ہے، اٹھائیس اور اکتیس کا نہیں ہوتا۔

اور ظاہر بات ہے کہ کس ملک میں اس وقت غروب شمس ہو رہا ہے اور مسافت بعیدہ میں کس ملک میں طلوع شمس یا صبح صادق ہو رہا ہے؟ اس کو معلوم کرنے میں نہ کوئی پیچیدگی ہے نہ اختلاف مطالع قمر کے علم کے ماہرین کو سپرد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی خط اختلاف کا محل وقوع معلوم کرنے کی ضرورت رہے گی۔

کیونکہ عالمی جنزریوں سے پوری دنیا کا طلوع و غروب معلوم ہے۔

”اور کہا جاتا ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اختلافِ بعیدہ کا اعتبار ہوگا، زیلعیؒ ”شرح الکفر“ فرماتے ہیں: یہی قولِ اشبہ ہے اور تجرید میں قدوری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور جرجانی بھی اسی کے قائل ہیں، شیخ فرماتے ہیں: (علامہ انور شاہؒ) یہی فقط صواب ہے (ہذا ہوا صواب) فرماتے ہیں: زیلعیؒ کے قول کو تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ عید کا ۲۸/۲ یا ۳۱/۳۲ کو واقع ہونا لازم آئے گا، جبکہ دو ملکوں میں مسافتِ بعیدہ ہو جیسے ہند اور قسطنطنیہ میں طلوعِ ہلالِ دوروز پہلے ہو جاتا ہے، پس جبکہ بلادِ الجہند میں رویتِ ہلالِ قسطنطنیہ کے دوروز بعد ہوئی اور قسطنطنیہ کی رویت ہم تک (بطریق شرعی پہنچی تو عید کا تقدم لازم آئے گا، ایک شخص نے قسطنطنیہ میں چاند دیکھا اور عید سے قبل ہمارے پاس آگیا تو وہ ہماری رویت پر عمل کرے گا یا خود کی رویت پر عمل کرے گا؟ الخ“

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہند، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع جدا ہو سکتا ہے۔

د۔ جب یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ مطلع ایک ہونے کی صورت میں اور اسی طرح اختلافِ مطلع قلیل ہونے کی صورت میں سب جگہوں کا ایک ہی حکم ہے تو اگر کسی جگہ رویت شرعی طور پر ثابت ہوگئی اور شرعی طور پر اس کا ثبوت دوسرے شہر یا قاضی کو یا رویتِ ہلالِ کمیٹی کو پہنچ گیا تو قاضی یا رویتِ ہلالِ کمیٹی اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوگا، اگر کسی جگہ شرعی قاضی یا رویتِ ہلالِ کمیٹی شرعی نہج پر قائم نہ ہو یا کمیٹی نہ ہو تو دوسرے شہر کی رویت کا علم بطریقِ استفادہ یا شہادت شرعیہ عوام تک پہنچ جائے، مثلاً عالم یا مفتی دوسرے شہر کی رویت کو معتبر قرار دیدیں تو عوام پر لازم ہوگا کہ وہ اسکے مطابق عمل کریں۔

چنانچہ عالمگیری فتاویٰ ہند یہ میں ہے کہ شہروں وغیرہ میں جہاں قاضی یا ناہین قاضی موجود ہوتے ہیں وہاں شہادت کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے، لیکن دیہات میں جہاں ایسا کوئی نظم نہ ہو وہاں کوئی شخص رمضان کا چاند دیکھ کر گاؤں کی مسجد میں لوگوں کے سامنے گواہی

دیدے تو لوگوں پر اس کے قول کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا جب کہ وہ شخص عادل ہو اور کوئی حاکم موجود نہ ہو جس کے پاس شہادت دی جائے (فتاویٰ ہندیہ ۱/ ۱۹۷)۔

اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

”ومن رأى هلال رمضان في الرستاج وليس هناك وال ولا قاض، فإن كان الرجل ثقة يصوم الناس بقوله وفي الفطر أن أخبر عدلان بروية الهلال لأبأس بأن يفطروا“ (قاضی خان علی ہاشمی ہندیہ ۱/ ۱۹۷)۔

قضاء یا رویت ہلال کمیٹی وغیرہ پر فیصلہ کو موقوف رکھنا صرف نظم کو برقرار رکھنے کے لئے ہے، اس لئے ہند جیسے ممالک میں خاص طور پر ان خطوں میں جہاں کوئی نظام قضاء شرعی طور پر موجود نہیں ہے وہاں شہر ہو یا دیہات ہو رویت کے ثابت ہو جانے پر صوم واضحیہ لازم ہو جائے گی، چنانچہ وہ شخص جس نے بذات خود چاند دیکھا ہے اگر اس کی شہادت کسی وجہ سے قاضی نے رد کر دی تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہوگا اگر یہ شخص روزہ نہ رکھے تو اس پر قضاء واجب ہے۔

اس لئے اگر قاضی شرعی موجود نہ ہو اور عوام کے سامنے ثبوت رویت استفاضہ کے طور پر یا شہادت علی الشہادت کے طور پر ہو جائے تو عوام کے لئے اس کے مطابق عمل لازم ہوگا، بلکہ مذکورہ بالا مسئلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی ہلال کمیٹی دھاندلی کر کے صحیح طور پر آنے والی شہادت یا استفاضہ کو رد کر دے تو عوام پر لازم ہوگا کہ وہ شہادت یا استفاضہ پر عمل کریں۔

چنانچہ پاکستان کے بیالیس مفتیان کرام کا فیصلہ ہے جس میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ بھی متفق ہیں کہ ”جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کرتا ہو وہاں اگرچہ جمیع معاملات میں تو عالم فقہ قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا البتہ رویت وغیرہ بعض جزئیات میں اسکا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا (رد المحتار ۳/ ۳۳۳، ۳۰۹، جنس الفتاویٰ ج ۴)۔

ھ۔ ریڈیو ٹیلیفون تار برقی خط اور اخبار میں فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں، البتہ خط ”بشرط معرفة الکاتب وعدالتہ“ اور ریڈیو ٹیلیفون ”بشرط معرفت صاحب الصوت وعدالتہ“ درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے شہادت میں نہیں متفقہ فیصلہ (احسن الفتاویٰ)۔

فیکس بھی ایک خبر ہے، لیکن اس میں معرفت کاتب وعدالتہ پر غلبہ ظن نہیں ہے، اس لئے اس کا حکم تار برقی یا مطلق خبر کا ہوگا، اس لئے استفاضہ کا محتاج ہوگا۔

الجواب ۲ الف۔ مدد لینے میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ غلبہ ظن یا روایت میں سہولت ہو جائے مدار روایت پر رہے گا حساب کی بنیاد پر کوئی فیصلہ جائز نہیں۔

ب۔ روایت کی شہادت کو رد نہیں کیا جاسکتا، شہادت کو شارع نے یقین کے درجہ میں

مانا ہے۔

حضرت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ”وفی النہر فلا یلزم بقول المؤقتین أنه

رأى الهلال في السماء ليلة كذا وإن كانوا في الصحيح كما في الإيضاح“۔

اور حضرت علامہ سبکیؒ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (کیونکہ علامہ سبکیؒ فرماتے

ہیں: ”لأن الحساب قطعی والشهادة ظنیة“، علامہ سبکیؒ کے قول کو خود متاخرین شافعیہ ابن

حجر اور ربلی نے اپنی اپنی شرح منہاج میں رد کر دیا ہے اور شہاب ربلی کبیر جو شافعی ہیں ان کی

طرف سے علامہ سبکیؒ نے جواب لکھا ہے، شیخ ربلی کبیرؒ نے کہا کہ شہادت کو شارع نے بمنزلہ یقین

رکھا ہے اور سبکیؒ نے جو کچھ کہا وہ مردود ہے۔ جس کو متاخرین کی ایک جماعت نے رد کر دیا ہے۔

علامہ سبکیؒ نے یہ جو کہا ہے انیسویں کو طلوع شمس قبل دن میں چاند نظر آئے (یعنی صبح میں) اور بینہ

شہادت پیش کرے تیسویں کی رات میں چاند دیکھنے (یعنی اکتیسویں کی شام کو) کی تو شہادت کو

حساب کے مقابلہ میں رد کر دیا جائے گا، کیونکہ حساب کے لحاظ سے مہینہ اگر اکتیس کا ہوتا ہے تو

چاند ایک رات غائب رہتا ہے انیسویں کی فجر میں نظر نہ آنا چاہیے اور مہینہ میں کا ہوتا ہے تو چاند دورات غائب رہتا ہے، ایسے ہی اگر ہلال تیسری رات میں وقت عشاء سے قبل ہی غروب ہو جائے تو بھی بینہ کو رد کہا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ تیسری شب میں ہلال کے غروب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

تو علامہ ربیعؒ نے فرمایا کہ یہ بھی درست نہیں بلکہ بینہ پر عمل کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی نماز کی مخالفت لازم نہیں آتی، کیونکہ شارع نے حساب کو معتمد قرار نہیں دیا ہے بلکہ بالکل لغو قرار دیا ہے، اپنے ارشاد میں: ”نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا، قال ابن دقيق العيد الحساب لا يجوز الاعتماد عليه في الصلاة“ (شامی ۲/۲۳۸۷ تا ۲۳۸۸)۔

ج- ہاں زیادہ سہولت یا تائید کے لئے محاسبین کا قول کا سہارا لینا جائز ہے۔

د- اگر شعبان کی ۲۹ کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بنیاد پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کیا ہو مگر تیس روزے ہونے کے باوجود اور مطلع صاف ہونے کے باوجود ہلال نظر نہ آئے تو اگلے روز کو عید الفطر نہیں قرار دیا جائے گا، بلکہ شاہد کو غلطی پر تصور کیا جائے گا، بلکہ شاہد پر تعزیر جاری ہوگی اس کے کذب کے ظہور کی وجہ سے، لیکن حضرت امام محمدؒ کے قول کے مطابق اگلے روز کو عید الفطر قرار دیا جائے گا، غایت البیان میں فرمایا کہ امام محمدؒ کا قول اصح ہے اس لئے کہ فطر کا ثبوت نہیں ہو سکتی اور حضرت امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا قاضی کے فیصلہ کی بنیاد پر فطر کا ثبوت ہو رہا ہے ایک شخص کے قول پر نہیں ہو رہا ہے۔

یعنی قاضی نے ہلال رمضان کا فیصلہ قول واحد پر کیا ہے تو اس فیصلہ کی بنیاد پر تیس روزے پورے ہونے کی وجہ سے فطر ثابت ہوا، شمس الائمہ نے شرح الکافی میں فرمایا ہے یہ مسئلہ شہادت قابلہ کی نسب کے بارے میں تطہیر ہے کہ نسب کے بارے میں دایہ کی شہادت مقبول ہے

پھر اس کے نتیجہ میں میراث کا استحقاق بھی ہو جاتا ہے، حالانکہ میراث ابتداء دایہ کے قول سے ثابت نہیں ہوتی، مگر علماء پاکستان کا فیصلہ اس کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ شیخین کے قول کو ترجیح ہے (رد المحتار ۲/۳۹۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب ۳ الف۔ رمضان وعید کے ثبوت کیلئے جب کہ مطلع صاف ہو جم غفیر کی ضرورت ہے، جس طرح سے ظن غالب ہو جائے، لیکن ہلال رمضان میں ہستی سے باہر سے آئے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا ہستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی اطمینان ہو جائے تو اس پر حکم دیا جاسکتا ہے۔

اگر کسی جگہ حاکم یا اسکے نائب (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ) نے رویت ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبہ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دیدیا تو نتیجہ وہ سب کے لئے قابل تسلیم سمجھا جائے گا، لیکن اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا (متفقہ فیصلہ پاکستان)۔

اس پر حضرت مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے ”لیکن ایسا نہ کرنا چاہئے“ محل تامل ہے، کیونکہ جب شرعاً غلبہ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہ کرنا چاہئے تھانی نفسہ بھی محل نظر ہے اور موجودہ زمانہ کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید ناقابل عمل ہو جائے کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا، ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لئے غلبہ ظن بصدق مخبر ضروری ہے، جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی، ورنہ قبول کر لینا چاہئے تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں۔

”معین الحکام باب الثانی والعشرون“ میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کر کے اس کو ترجیح

دی ہے (حسن الفتاویٰ ۴/۴۷۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت غلبہ ظن حاصل ہو جائے اور آدمی ایسا ہو کہ جھوٹ نہیں

بولے گا تو اگرچہ مستور الحال یا فاسق ہو اس کی شہادت معتبر ہوگی۔

ب۔ اگر چاند دیکھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر شاہد نے نہیں اور ان کو اپنے حال کے لحاظ سے غلبہ ظن ہے کہ ان کی شہادت رو نہ کی جائے گی تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شہادت دیں، کیونکہ پہلے گزار کہ خود ان کو روزہ رکھنا واجب ہے اگرچہ قاضی ان کی شہادت رد کرے، ان کی شہادت اصولی طور پر شہادت ہے، لیکن مجلس قضاء اور شہادت کے سب شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، جیسے کہ گزرا کہ جہاں نظام قضاء نہیں ہے یا دیہات ہیں تو ہلال کمیٹی، جماعت علماء یا ایک عالم ثقہ بھی کافی ہے۔

ج۔ شہادت اگرچہ تاخیر سے آئے اس کو قبول کرنا ضروری ہے، جبکہ شرعی شہادت کاملہ ہو، اگر زوال کے بعد آئی ہے تو نماز دوسرے روز پڑھے۔ عید الاضحیٰ میں تیسرے روز تک کی اجازت ہے، ہاں اگر اس قدر تاخیر کی جس سے خود شاہدوں کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ انہوں نے قصد تاخیر کی ہے اپنے فرض میں کوتاہی کی ہے اور حق ادا نہیں کیا تو اب قبول نہ کی جائے گی جب کہ تاخیر بھی بہت زیادہ ہو، لیکن زیادہ تاخیر کی کوئی معقول وجہ ہے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی، البتہ رمضان پر چند ایام کی تاخیر یا عید الفطر میں چند گھنٹوں کی تاخیر یا چاند دوسری جگہ ثابت ہو چکا ہے اس کی شہادت علی الشہادت پہنچنے سے تاخیر ہوئی ہو تو اگرچہ کافی تاخیر ہو، مثلاً عید الاضحیٰ میں آٹھ نو دن کی تاخیر ہو جائے تب بھی حرج نہیں ہے، عوام کا انتشار لائق اعتبار نہیں ہے ان کو مسئلہ سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ علامہ ابن قاضی خان تحریر فرماتے ہیں: ”إذا شهد الشهود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرين إنهم رأوا ہلال رمضان قبل صومهم بیوم إن كانوا فی هذا المصر ینبغی أن لا تقبل شہادتهم لأنهم ترکوا الحسبة وإن جاؤا من بعید جازت شہادتهم لانقضاء التهمة“ (قاضی خان علی ہاشم الہندیہ ۱/ ۱۹۸)۔

جب گواہوں نے ۲۹ رمضان میں یہ گواہی دی کہ انھوں نے شعبان کی انیسویں کو چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے ہوں تو اگر ان کی گواہی اس لئے قبول نہ ہوگی کہ انھوں نے اپنا فرض اور اخلاص کو ترک کیا ہے اور اگر وہ دور جگہ سے آئے ہوں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی کیونکہ کوتاہی اور عدم اخلاص کا شبہ نہیں ہے۔

بلکہ انتشار وغیرہ کے خوف سے قبول نہ کرنے میں عید الفطر کی نماز قضاء ہو جائے گی اور قربانی وغیرہ احکام پر اثر پڑے گا اس لئے قبول کرنا ضروری ہوگا۔

قاضی خان فرماتے ہیں: ”فإن كانت صلاة الفطر في اليوم الاول بعد يصلى في اليوم الثاني وإن فاتت بغير عذر لا يصلى في اليوم الثاني“ (بہاش ہندیہ ۱/۱۸۵)۔

اگر کسی عذر کی بناء پر پہلے روز نماز عید الفطر نہ ہوئی تو دوسرے روز پڑھے اور بلا عذر کے چھوٹ گئی تو دوسرے روز نہیں پڑھی جائے گی۔ اور حضرت علامہ ”حسکتی“ درمختار میں لکھتے ہیں: ”وتؤخر بعذر كمطر إلى الزوال من الغد فقط فوقتها من الثاني كالأول وتكون قضاء لا أداء“ (درمختار)۔

عید الفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے بارش یا امام کے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے روز تک ہی مؤخر ہو سکتی ہے، دوسرے روز اس کا وقت پہلے دن کی طرح ہے اور یہ دوسرے روز نماز پڑھنا قضاء ہوگا، ادا نہیں ہوگا۔

۴- الف- ضروری ہوگا

ب- فیصلہ شرعی بشرائط نشر کیا جائے تو اس کا حکم اعلان سلطان کا ہوگا۔

ج- اگر کوئی قاضی شریعت عام مقرر ہے تو ان تمام لوگوں کے لئے جن پر اس کی ولایت ہے عمل کرنا لازم ہوگا۔ اگر امیر شریعت عام نہیں، بلکہ امیر شریعت صوبہ ہے تو صرف اس

صوبہ کی حد تک اس کے اعلان کو اعلان سلطان کا حکم دیا جائے گا، بقیہ صوبہ کے لئے خبر کی حیثیت ہوگی۔

د۔ مسلم عادل ہونا ضروری ہے اور کمیٹی کی طرف سے نمائندہ ہونا ضروری ہے، ہاں اگر کمیٹی نے کسی غیر مسلم یا فاسق کو مقرر کر دیا ہے اور لوگوں سے کہا ہے کہ فلاں آدمی اعلان کرے گا اور اس کی صورت یا صوت ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں پہچانی جاسکتی ہے تو اعتبار کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب ۵ الف۔ نہیں۔

ب۔ دیگر ممالک کے رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے۔

ج۔ اگر استفاضہ کی حد تک متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے بشرائط فیصلہ رویت نشر کیا جائے اور غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو دوسرے صوبے کے ذمہ داران بھی رویت کا ثبوت مان کر اعلان کر سکتے ہیں، استفاضہ کے لئے تین صوبوں کا اعلان غلبہ ظن کے لئے مفید ہو سکتا ہے، اگر ذیلی کمیٹیاں ہوں اور تین صوبوں سے ذیلی کمیٹیوں کا فیصلہ بھی صحیح طور پر پہنچ جائے اور ذمہ داران کو گمان غالب ہو جائے تو اعلان کر سکتے ہیں۔

رؤیت ہلال کا مسئلہ اور اختلاف مطالع کے حدود

مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی ☆

۱- الف- اختلاف مطالع

رؤیت ہلال کے سلسلے میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں زمانہ قدیم سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک جماعت: اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار کرتی ہے بلاد قریبہ میں بھی اور بلاد بعیدہ میں بھی ابن حجر عسقلانیؒ نے بحوالہ ابن المذہب اس قول کو عکرمہ، قاسم، سالم و اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا کہ امام ترمذی نے اہل علم سے صرف اسی قول کو نقل کیا ہے اور ماوردی نے شافعیہ کا ایک قول یہی بیان کیا ہے (فتح الباری ۴/۱۲۳)۔

دوسرا قول: اس کے بالمقابل یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے نہ بلاد قریبہ میں نہ بلاد بعیدہ میں، لہذا ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو بطریق موجب جس شہر علاقے میں بھی یہ خبر پہنچے، وہاں کے لوگوں پر رؤیت کا اعتبار کرنا لازم ہو جائے ہوگا، ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہؒ احمدؒ و مالکؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵۵۰)۔

تیسرا قول: اس سلسلے میں یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع معتبر نہیں اور بلاد بعیدہ میں معتبر ہے، لہذا ایک جگہ کی رؤیت اس جگہ سے قریب علاقوں میں مانی جائے گی اور اس سے

بعید علاقوں میں نہیں مانی جائے گی۔ شافعیہ میں سے اکثر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (فقہ علی المذاہب ۵۵۰، فتح الباری ۴/۱۲۳)۔

ہمارے علماء احناف میں سے بھی بہت سے حضرات نے اسی تیسرے قول کو رائج قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ عبدالحی سکھنویؒ نے علامہ طحاوی، قدوری، صاحب ”فتاویٰ تاتارخانیہ“، علامہ عالم بن علاء، صاحب ”ہدایہ“، علامہ زیلعی اور دیگر فقہاء کی عبارات سے واضح کیا ہے اور خود علامہ عبدالحیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

واضح المذاہب عقلاً و نقلاً ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ در اں اختلاف مطالع میشود و تقدیرش مسافت یک ماہ دریں صورت حکم رویت یک بلدہ بلدہ دیگر نحو ہدشد، و در بلاد متقاربہ کہ مسافت کہ از یک ماہ داشتہ باشند حکم رویت یک بلدہ بلدہ دیگر خواہد شد (مجموع فتاویٰ عبدالحی ۲/۱۳۴-۱۳۵)۔

نیز زمانہ قریب کے علماء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بھی اسی کے قائل تھے مکاحاکہ العلماہ البیورئیؒ فی معارف السنن اور خود مولانا بنوری بھی اسی کے قائل تھے اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی نے ”فتح الملہم“ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ بھی اسی کو رائج قرار دیتے ہیں (رویت ہلال ۴۸)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے رسالہ ”رویت ہلال“ میں فرماتے ہیں:

آج تو ہوائی جہاز نے ساری دنیا کے مشرق و مغرب کو ایک کر ڈالا ہے ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ نہیں، بلکہ روزمرہ کا واقعہ بن گیا ہے اور اس کے نتیجے میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی شہادت مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ اٹھائیس دن کا اور کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا، اس لئے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہوا اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا (رویت ہلال ۴۸)۔

ایک سوال کا جواب

یہاں یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ مطالع کا اختلاف ایک واقعاتی شئی ہے فقہاء نے اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا، کیا ان کی نظر سے یہ امر مخفی رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ مطالع کا اختلاف ایک واقعاتی چیز ہے اور حضرات فقہاء بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں، اور فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ اس واقعاتی شئی کے بارے میں نہیں، بلکہ اس میں اختلاف ہے کہ اس اختلاف مطالع کا اعتبار بھی ہے یا نہیں، چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

”اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في البلدتين دون الأخرى إلى أن قال أو إنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع الخ“ (الدر المختار للشامی ۲/۳۹۳)۔

اب رہی یہ بات کہ پھر اس امر واقعی کا اعتبار بعض فقہاء نے جیسے ائمہ ثلاثہ نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بعض احادیث جیسے ”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ“ کے عموم سے ان حضرات نے استدلال کر کے یہ حکم دیا ہے جس کی تفصیل کتب حدیث و فقہ میں موجود ہے، مگر اس سے قطع نظر ایک اہم نکتہ اس سلسلہ میں مولانا یوسف بنوری نے پیش کیا ہے جس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ:

”ائمہ کرام کے زمانہ میں جو نظام مواصلات تھا اس کے اعتبار سے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر کوئی شخص اتنا طویل مسافت طے کر لے جس میں مطلع ہلال مختلف ہو جائے، پس کوئی شخص ایک جگہ چاند دیکھ کر کسی دوسری ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا جہاں کا مطلع پہلی جگہ سے مختلف ہو جائے، اس لحاظ سے ائمہ نے فرمایا کہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ بھی معتبر ہے اور مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں (معارف السنن ۵/۳۳۸-۳۳۹)۔

حاصل یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی اگر نظام مواصلات میں ترقی کر لی ہوتی جواب ہے تو وہ فقہاء بھی یہی کہتے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لہذا اسی پر اعتماد ہونا چاہیے۔

ب۔ مطالع کے حدود

دوسرا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کئے جانے کی صورت میں اس کے حدود کیا ہوں گے؟ حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں علماء کے پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ جن علاقوں میں اتنی دوری واقع ہو کہ ان میں عادیٰ ایک دن کا فرق رویت میں ہو جاتا ہو وہ علاقے آپس میں بعید شمار ہوں گے اور ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جن علاقوں میں عام طور پر رویت میں کوئی فرق نہیں ہوتا ان کو بلاد قریہ قرار دیا جائے گا اور ان میں اختلاف غیر معتبر ہوگا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانی کے حوالہ سے یہی قول نقل کیا ہے: وہ فرماتے ہیں: جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رویت کا دوسری جگہ اعتبار کرنے سے مہینہ کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں، وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کر دیا جائے گا (رویت ہلال ۲۸)۔

اور مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجلاس منعقد ۳/۴ مئی ۱۹۷۶ء کی تجویز میں بھی یہی اختیار کیا گیا ہے۔

ج۔ ہندو پاک کا مطلع ایک ہے:

اسی سے یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا کہ ہندو پاک اور اسی طرح بعض قریبی ممالک جیسے نیپال کا مطلع چونکہ ایک ہے، بایں معنی کہ ان میں رویت میں ایک دن کا عام طور پر فرق نہیں ہوتا، اس لئے ہندو پاک، بنگلہ دیش و نیپال کے کسی بھی حصہ میں رویت ہو تو وہ دوسرے علاقوں کے

لئے معتبر مانی جائے گی۔ مجلس تحقیقات شرعیہ نے اپنی تجویز میں کہا ہے:

”ہندوستان، پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے، اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

د۔ قاضی اور کمیٹی:

رہا یہ کہ اگر ان علاقوں میں سے کسی جگہ ۲۹ تاریخ کو رویت ہو جائے اور وہاں اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو دوسرے علاقوں کے لوگ اس کے مطابق عمل کر سکتے ہیں یا اپنے قاضی یا جہاں نہ ہو وہاں رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں؟ اور یہ کہ کیا دوسرے علاقوں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابندی ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں:

۱۔ رمضان کا چاند ۲۹ تاریخ کو دیکھا جائے اور اس کا اعلان کیا جائے، تو اس صورت میں دوسرے علاقے کے اہل اسلام تک اس کی خبر بطریق موجب پہنچے تو ان کے لئے درست ہے کہ اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ روزہ رکھیں، کیونکہ رمضان کے چاند کے لئے حساب تصریحات فقہاء قابل اعتماد خبر کافی ہے۔

۲۔ عید کا چاند ۲۹ تاریخ کو دیکھ کر اس کا اعلان کیا گیا ہو تو اس صورت میں دوسرے علاقوں کے مسلمان محض خبر پر اعتماد نہیں کر سکتے، بلکہ فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے کہ اس میں باقاعدہ شہادت شرعیہ کا ہونا ضروری ہے لہذا مقامی قاضی اور قاضی نہ ہونے کی صورت میں کوئی عالم ثقہ، یا معتمد کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ شہادت حاصل کر کے فیصلہ کرے اور مسلمانوں کے ذمہ ہوگا کہ اس کا انتظار کریں (البحر الرائق ۲/۲۶۶-۲۶۷، الدر المختار مع الشامی ۲/۳۸۵-۳۸۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کی صورت میں خبر صادق کے پہنچنے پر اس کے مطابق عمل جائز ہے، مگر عید کے لئے شہادت کے ضروری ہونے کی وجہ سے صرف کسی خبر پر افطار درست نہیں، لہذا قاضی کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے۔

جہاں قاضی ہوں وہاں کا حکم تو صاف ہے کہ فیصلہ قضاء کا انتظار ضروری ہے، البتہ جہاں قاضی نہ ہوں جیسے ہندوستان کے اکثر شہروں کا حال ہے تو اس سلسلہ میں صاحب بحر و درمختار دونوں نے تصریح کی ہے کہ ایسے علاقوں میں ضرورت کی وجہ سے شہادت شرعیہ ساقط ہو جائے گی اور صرف دو ثقہ و معتبر آدمیوں کی خبر پر افطار کیا جاسکتا ہے۔

”ولو كان ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة للضرورة قوله لا حاكم فيها أى لا قاضى ولا والى كما فى الفتح قوله للضرورة أى ضرورة عدم وجود حاكم يشهد عنده“ (درمختار مع الشامی ۲/۳۸۶)۔
اور علامہ بنوریؒ نے اسی پر یہ فرمایا ہے کہ جہاں شرعی قاضی نہیں ہیں وہاں شہادت شرعیہ گزارنا نہیں چاہئے، بلکہ عید میں صرف دو عادل آدمیوں کی خبر پر عید کرنا چاہئے (معارف السنن ۳۵/۵)۔

مگر حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عہدۃ الرعاۃ میں لکھا ہے:

”والعالم الثقة فى بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه“ (عہدۃ الرعاۃ ۲۳۶)۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں ہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رویت ہلال ۳۹)۔“

موجودہ حالات زمانے کے لحاظ سے بھی بہتر یہی ہے کہ جہاں قاضی نہ ہوں وہاں کسی عالم یا جماعت و کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کیا جائے، تاکہ انتشار و افتراق سے بچا جاسکے۔

ھ- رویت ہلال اور آلات جدیدہ

ایک علاقے کی رویت کی خبر کسی دوسرے علاقے میں جدید آلات جیسے ریڈیو، فیکس، ٹیلی گرام یا فون کے ذریعہ موصول ہو تو اس پر عمل کرنا لازم صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کے اعتبار کے لئے کچھ شرائط ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تفصیل ہے، جو حسب ذیل ہے:

ریڈیو اور ٹیلی ویژن

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر سلسلہ رویت ہلال معتبر ہونے کی تفصیل یہ ہے:

۱- رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے ان کی خبر اس وقت معتبر ہو سکتی ہے جب کہ ریڈیو اور ٹیلی وی اسٹیشن اس بات کے پابند ہوں کہ بغیر علماء کے فیصلہ کے کوئی خبر ہلال کے بارے میں شائع نہ کریں، بلکہ علماء کے فیصلہ کے مطابق ثقہ لوگوں کے انتظام سے نشر کریں، اگر ثقہ لوگوں کے انتظام سے علماء کے فیصلہ کو نشر کیا جائے تو اس پر رمضان کے ثبوت مانا جاسکتا ہے ورنہ نہیں کیونکہ رمضان کے چاند کے لئے شہادت شرط نہیں ہے، بلکہ ثقہ و معتبر آدمی کی خبر کافی ہے (کما مر عن البحر والدور)۔

۲- عید کے چاند کے لئے چونکہ آسمان کے غبار آلود ہونے کی صورت میں شہادت شرعیہ شرط ہے، لہذا ریڈیو اور ٹیلی وی کا علان ہلال عید کے لئے کافی نہ ہوگا، کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ خبر صادق کا درجہ پائیں گے، نہ کہ شہادت کا، شہادت کے لئے گواہ کا مجلس حاکم یا قاضی میں

حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے، لہذا اہلال عید کے سلسلہ میں ان پر نشر ہونے والے اعلان پر عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ البتہ اگر مختلف طریقوں سے اتنی خبریں آجائیں کہ احتمال کذب و خطاء ختم ہو جائے تو اس پر رمضان و عید دونوں کا ثبوت ہو سکتا ہے اس کو خبر مستفیض کہتے ہیں (شامی ۲/۳۹۰)۔
استفاضہ کی صورت میں شہادت شرط نہیں ہے:

”قال الشامي على قول الدر المختار: نعم لو استفاض من الخبر في البلدة الأخرى لزعمهم على الصحيح (قال الشامي)

”قلت وجه الاستدراك أن هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها إن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها“ (شامی ۲/۳۹۰)۔

خلاصہ یہ کہ ریڈیو کے مختلف اسٹیشن اگر کسی شہر کے بارے میں خبر دیں کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا اور علماء یا کمیٹی یا قاضی نے بعد شہادت چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے تو پھر اس خبر کو خبر مستفیض کہا جائے گا، لہذا اس پر مقامی قاضی یا کمیٹی فیصلہ کر دے گا تو درست ہوگا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہی:

اگر عام رویت ہلال کمیٹی یا کسی قاضی و مفتی کے سامنے شہادت گزرنے اور اس کے فیصلہ کی اطلاع مختلف شہروں اور مختلف اطراف کی دس بیس نشر گاہوں سے آجائے تو اصطلاح فقہاء میں یہ خبر مستفیض ہو جائے گی جس میں شرائط شہادت ساقط ہو جاتی ہیں ایسی صورت میں ہلال رمضان و ہلال عیدین دونوں میں ریڈیو کی خبر پر عمل درست ہوگا بشرطیکہ شہر کے قاضی مفتی اس خبر کو خبر مستفیض تسلیم کر لیں، عوام خود اس کا فیصلہ نہ کریں (امداد المفسرین ۱/۳۷۸-۳۷۹)۔

ظاہر ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی کا اس سلسلہ میں ایک ہی حکم ہے، (دھو ظاہر جدا)

ٹیلیفون کی خبر

جن صورتوں میں محض خبر ثقہ ثبوت کے لئے کافی ہے ان میں ٹیلی فون، اسی طرح وائرلس کے خبر پر اعتماد کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ آدمی ہو اور اس کی آواز اس طرح پہچان لی جائے کہ ظن غالب حاصل ہو جائے کہ یہ فلاں آدمی ہے۔

۲۔ جن صورتوں میں شہادت ضروری ہے، ظاہر ہے کہ ان میں محض ٹیلیفون یا وائرلس کی خبر کافی نہ ہوگی اگرچہ خبر دینے والا معتبر ہو اور پہچان لیا جائے، کیونکہ شہادت میں گواہی دینے والے کا رو برو حاضر ہونا ضروری ہے۔

۳۔ ہاں اگر متعدد لوگوں کی طرف سے اتنے فون ملیں کہ یقین حاصل ہو جائے اور استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے تو اس پر عید و رمضان دونوں میں اجتماع کرنا درست ہے۔

ٹیلی گرام اور فیکس

تار اور فیکس میں چونکہ خبر دہندہ کی نہ تحریر ہوتی ہے اور نہ دستخط ہوتا ہے، پھر غیر مسلم لوگوں کا دخل بھی ہوتا ہے، اس لئے علماء نے اس کے بارے میں زیادہ احتیاط برتی ہے۔ بعض نے اس کو مطلق غیر معتبر قرار دیا ہے اور بعض نے بشرائط بعض صورتوں میں اس کو معتبر مانا ہے علامہ عبدالحی لکھنوی نے مطلقاً ان کی خبر کو غیر معتبر قرار دیا ہے (مجموع فتاویٰ ۱/۸۰۸)۔

حضرت تھانویؒ نے بعض شرائط کے ساتھ تاری خبر کو معتبر مانا ہے (امداد الفتاویٰ ۲/۸۸، ۲/۹۳)، اسی طرح مفتی عزیر حمانؒ وغیرہ حضرات علماء نے بھی بعض صورتوں میں اس کا اعتبار کیا ہے (عزیر الفتاویٰ ۳/۳۷۳، فتاویٰ دارالعلوم)۔

۱۔ رمضان کے چاند کی خبر بذریعہ تار اس وقت معتبر ہو سکتی ہے جب کہ خبر دہندہ شناسا ہو اور معتبر ہو اور حالت صحو میں خبر آئے اور ان خبروں سے کم از کم ظن غالب حاصل ہو جائے مثلاً دو

تین لوگوں کے تاریخچیں۔

۲۔ ظاہر ہے کہ تاریخی خبر شہادت نہیں ہو سکتی، لہذا ان صورتوں میں اس کا اعتبار نہ ہوگا جن میں شہادت شرط ہے۔

۳۔ مختلف لوگوں کے اتنے تاریخی علاقے کے متعلق چاند ہونے اور وہاں اس پر فیصلہ ہونے کے پہنچ جائیں گے یقین حاصل ہو جائے تو یہ بھی خبر مستفیض ہوگی اس پر رمضان و عید دونوں میں اعتبار کیا جاسکتا ہے) (روایت ہلال ۴۲-۴۳)۔
ٹیلیکس کا حکم تمام احکام میں تاریخی کا حکم ہے۔

فیکس (FAX)

فیکس کا حکم خط کا ہے، لہذا افتہاء نے جن مواقع پر جن شرائط کے ساتھ خط کا اعتبار کیا ہے وہاں فیکس بھی معتبر ہوگا اور جہاں خط کا اعتبار نہیں وہاں اس کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ (واللہ اعلم)

۲۔ الف۔ فلکیاتی حساب سے مدد

۲۹ تاریخ کو روایت بصری کافی اصولوں کے تحت امکان ہے یا نہیں؟ اس کو معلوم کرنے کے لئے جدید فلکیاتی تحقیقات سے مدد لینا درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے چونکہ آج فلکیاتی تحقیقات نے کافی ترقی حاصل کر لی ہے اور اس سلسلہ میں بعض جدید نقشہ جات بھی بنانے والوں نے بنائے ہیں، اس لئے اگر اس حد تک ان سے مدد لی جائے کہ افق پر ۲۹ تاریخ کو روایت بصری ممکن ہے یا نہیں معلوم ہو جائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔

البتہ اس سے صرف اتنا ہی کام لینا چاہئے جتنا کہ اس کا دائرہ ہے مثلاً قواعد و حساب

نے کسی جگہ ۲۹ تاریخ کو رویت کا امکان ظاہر کیا مگر چاند کی رویت نہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ رویت کا فیصلہ نہ ہوگا۔

ب۔ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو مثلاً نئے چاند کے پیدا ہونے کے بعد اس پر ابھی کم سے کم ۸ گھنٹے نے گزرے ہوں تو چونکہ اس صورت میں چاند کی بصری رویت حد امکان سے باہر ہوتی ہے ایسے خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملے تو کیا کرنا چاہئے رد کرنا چاہئے یا قبول کر لینا چاہئے؟

راقم کا خیال ہے ایسی شہادت رد کی جاسکتی ہے جب کہ فلکیاتی حسابات قطعی ہوں اور کبھی خطا نہ کرتی ہوں مگر واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان حسابات میں قطعیت نہیں نظر آتی ایسا ہوتا ہے کہ محکمہ موسمیات کے ماہرین کسی تاریخ کو رویت بصری کا امکان ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے ماہرین فلکیات اس کا انکار کرتے اور عدم امکان کا فیصلہ سناتے ہیں، مفتی محمد شفیعؒ نے رمضان ۱۳۸۰ھ کا واقعہ اپنی کتاب رویت ہلال میں پیش کیا ہے کہ کراچی میں محکمہ موسمیات ایک ہفتہ پہلے یہ اعلان کر رہا تھا کہ انتیس رمضان جمعہ کے دن غروب آفتاب کے بعد چاند تقریباً اکیس منٹ افق پر رہے گا اور دیکھا جاسکے گا جو تمام کراچی کے اخبارات میں شائع ہوا مگر پنجاب یونیورسٹی کے رصد گاہ کے حکام نے اس کی تردید کی اور اخبار ”ایونگ اسٹار“ میں ان کا بیان شائع ہوا کہ یہ پیش گوئی غلط ہے، جمعہ کے روز ہلال عید نظر آنے کے غالباً بہت کم امکانات ہیں (رویت ہلال ۲۲)۔

اس واقعہ کو پیش کر کے مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہو گئی کہ ان قواعد و آلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی و یقینی کہنا محض خوش گمانی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں (ایضاً)۔

ظاہر ہے کہ جب ایک جماعت رویت کا عدم امکان ظاہر کر رہی ہے اور دوسری امکان

کا اظہار کر رہی ہے تو فیصلہ کن چیز یہ حساب نہ ہوا، لہذا اشہاد شرعیہ کا مخفی ان حسابات کی بناء پر رد کرنا صحیح نہیں ہے (شامی ۲/۳۸۷)۔

ج۔ محکمہ موسمیات سے اس طرح کی مدد لینا درست ہے مگر فیصلہ تو رویت ہی پر ہوگا (کما مر)۔

۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد تھا تو ایک شخص کی گواہی پر قاضی نے رمضان کا فیصلہ کر دیا پھر رمضان کے تیس دن ہو گئے مگر مطلع صاف ہونے کے باوجود رویت نہ ہوئی، جبکہ لوگوں نے رویت کا اہتمام بھی کیا تو اب تیس دن کے بعد والے دن کو عید الفطر کہا جائے یا یہ سمجھائے کہ رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے نے دھوکہ کھایا ہے یا غلط بیانی کی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ احناف میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عید نہیں کی جائے گی اور رمضان میں رویت ہلال کی گواہی دینے والے کو خاطی سمجھا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں عید منائی جائے گی امام زبیلی نے امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کو اشد قرار دیا ہے (دیکھئے: در مختار مع حاشیہ شامی ۲/۳۹۱)۔

لہذا شیخین کے قول کے مطابق مذکورہ بالا صورت میں عید و افطار کے بجائے مزید ایک روزہ رکھنا چاہئے اور پہلے شاہد کو خاطی شمار کرنا چاہئے (واللہ اعلم)۔

۳۔ الف۔ مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان و عیدین دونوں کے چاند کے ثبوت کے لئے اتنے آدمیوں کی خبر ضروری ہے جن کی خبر سے ظن غالب حاصل ہو جائے (دیکھئے:

ہدایہ، درمعرور ۲/۳۸۷-۳۸۸)۔

علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا:

”وإن لم یکن بالسماء علة فیہا یشرط أن یكون الشہود جمعا کثیرا یقع العلم بنخبرهم أى علم غالب الظن لا یقین“ (الحر الرائق ۲/۲۶۸)۔

جمع عظیم کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ پچاس آدمی مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ اہل محلہ میں سے اکثر مراد ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ہر شہر سے ایک دو آدمی ہوں تو جمع عظیم ہے خلف بن ایوب نے فرمایا کہ بلخ میں پانچ سو آدمی بھی قلیل ہیں (تو اس سے زیادہ ہونے چاہئے) مگر ظاہر الروایۃ میں کوئی عدد مذکور نہیں ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ لوگوں کی تعداد جس پر جمع عظیم کا اطلاق ہو سکتا ہے امام المسلمین کی رائے پر منحصر ہے (البحر الرائق ۲/۲۶۸، شامی ۲/۳۸۸)۔

یہی آخری قول اکثر علماء احناف نے اختیار کیا ہے رمضان عید کے ہلال کے بارے میں بصورت عدم علت ایک قول یہ ہے جو ابھی گزرا اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس موقع پر بھی دو شاہدوں کی گواہی کافی ہے اس قول کو امام حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے اور صاحب ”البحر“ اور علامہ شامی نے اس قول کو اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے قابل عمل قرار دے کر راجح کیا ہے، علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

”وینبغي العمل عليها في زماننا؛ لأن الناس تكاسلت عن ترائي الأهلة فافتنى قولهم توجههم طالبين لما توجه هو إليه فكان التفرد غير ظاهر في الغلط“ (البحر الرائق ۲/۲۶۸)۔

علامہ شامی نے ”رد المحتار“ و ”منہ الخالق“ میں ابن نجیم کے خیال کی بھرپور تائید کی ہے (منہ الخالق علی البحر الرائق و شامی ۲/۳۸۸)، وجہ یہ ہے کہ لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے، لہذا اگر جمع عظیم کی قید لگائی جائے، جیسا کہ ظاہر الروایۃ میں ہے تو چاند کا ثبوت مشکل ہو جائے گا پھر لوگ رمضان کے چاند کے ثبوت پر خوش بھی نہیں ہوتے، بلکہ شاہدوں کو ایذا بھی دیتے پائے گئے ہیں تو یہ فسق کا زمانہ ہے، اس لئے امام شامی و امام ابن نجیمؒ کی رائے ہے کہ بصورت عدم غیم و علت بھی صرف دو شاہدوں کی گواہی کو معتبر قرار دینا چاہئے۔

راقم کہتا ہے کہ حضرات مفتیان کرام کو چاہئے کہ حالات کا جائزہ لے کر فیصلہ کریں کہ کیا چاند کے سلسلہ میں تکاسل کی وہی صورت حال آج پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسی قول پر فتویٰ دینا چاہئے جہاں تک احقر کی رائے ہے وہ یہ ہے کہ صورت حال آج ایسی نہیں ہے۔

عدل کا معیار

جمع عظیم کی صورت میں عدالت شرط نہیں ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: ”قال ولا يشترط فيهم الاسلام ولا العدالة“ (شامی ۲/۳۸۸)۔

ایک دو آدمیوں کی خبر کی صورت میں عدالت شرط ہے اور عدالت کی تعریف یہ کی گئی ہے ”والعدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروة“ اور مراد یہاں ادنیٰ مرتبہ ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے: ”والشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار على الصغائر وما يخل بالمروة“ (شامی ۲/۳۸۵)۔

اسی طرح ابن نجیم مصری نے بھی ادنیٰ مرتبہ عدالت کو یہاں شرط قرار دیکر اس کی یہی تعریف کی ہے کہ کبار سے اجتناب ہو اور صغائر پر اصرار نہ ہو اور مروت کے خلاف کوئی حرکت نہ کی جائے (البحر ۲/۲۶۶)۔

ظاہر ہے کہ عدالت کی مذکورہ تعریف کے مطابق ”رؤیت ہلال“ کے سلسلہ میں عمل درآمد کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ایسے افراد جو تقویٰ و مروت کے اس ادنیٰ معیار پر پورے اتریں معاشرہ میں کم نہیں ہیں اگرچہ پہلے ادوار کی بہ نسبت اس سلسلہ میں کمی ہو سکتی ہے، مگر فی نفسہ ایسے افراد کم نہیں ہیں، لہذا عدالت کی تعریف میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔

ہاں البتہ ضرورت کے موقع پر غیر عدل کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے اور ایسے مواقع میں صرف اتنا کافی ہے کہ گواہی دینے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے

”معین الاحکام“ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ”علامہ قرانی نے ”باب السیاست“ میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عادل نہ ملیں تو ہم غیر عادل لوگوں میں سے جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو اس کو شہادت کے لئے قائم کریں گے اور ایسا کرنا اس زمانے کے قاضیوں کے لئے لازم ہے تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں پھر فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم و فقیہ اس بات سے اختلاف کرے گا (روایت ہلال ۳۸، بحوالہ معین الاحکام ۴۵)۔

خلاصہ یہ کہ ضرورت کے موقع پر فاسق کی شہادت بھی مقبول ہے، جبکہ وہ جھوٹا نہ ہو اور معاشرہ میں چا سچا سمجھا جاتا ہو، اگرچہ اصطلاح شریعت میں وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

مستور الحال کی خبر

غیر ظاہر الروایۃ میں امام حسن نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ مستور الحال کی خبر رمضان کے چاند میں مقبول ہے امام بزارزی نے اس کی تصحیح کی ہے (البحر الرائق ۲/۲۶۶، شامی مع الرد ۲/۳۸۵)۔

اور شامی نے اس روایت کو بھی ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور حاکم الشہید کی ”کافی“ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں مسلم و مسلمہ کی شہادت کو معتبر قرار دیتے ہوئے تصریح کی گئی ہے کہ عدل ہو یا غیر عدل، اور عدل سے مراد مستور ہونا بیان کیا ہے (شامی ۲/۳۸۵)۔

ب۔ شہادت، مجلس قضا:

جہاں نظام قضاء موجود ہے وہاں قاضی کے پاس جا کر شہادت قائم کرنا ضروری ہے، فقہاء کی عام عبارات میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ رمضان کے چاند کی صورت میں ایک عادل کی خبر

قبول کی جائے گی الخ: ان میں ظاہر یہی ہے کہ قاضی و حاکم قبول کرے گا، نیز استفادہ کی صورت پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ کسی شہر کے بارے میں خبر متواتر پہنچے تو چونکہ وہاں حاکم کے فیصلہ کے بعد یہی اس کا ثبوت ہوا ہوگا، لہذا اس پر عمل درست ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

”وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزوم العمل بها؛ لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من أن يكون صومهم مبنيًا على حكم حاكمهم الشرعي الخ“ (شامی ۲/۳۹۰)، ہدایہ میں عبارت ہے: ”وقبل الإمام شهادة الواحد العدل الخ“ (۱/۱۹۵)، معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کا مسئلہ بھی امام کے سامنے ہونا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بلاد میں دستور یہی تھا کہ حاکم و قاضی ہی رمضان کا فیصلہ کرتا تھا، لہذا ضروری ہے کہ نظام کو برقرار رکھنے کے واسطے چاند دیکھنے والے قاضی کے پاس جا کر گواہی دیں اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں، جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے، عالم ثقہ یا کمیٹی اس کی قائم مقام ہوگی۔ (وقد مر ماخذہ)

رہا یہ مسئلہ کہ چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے یا خبر؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی صورت میں اس کی حیثیت محض خبر کی ہے اور عید کے چاند کی صورت میں شہادت کی ہے۔

”در مختار“ میں ہے:

”وقبل بلاد عوى وبلا لفظ أشهد وبلا حكم و مجلس قضاء؛ لأنه خبر

لا شهادة للصوم الخ“ (مع شامی ۲/۳۸۵-۳۸۶)۔

”وشرط للقطر مع العلة العدالة نصاب الشهادة ولفظ أشهد الخ“

(ایضاً)۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عید کے چاند میں جب شہادت ضروری ہے تو اس کے باقی شروط مثل مجلس قضاء وغیرہ بھی ضروری ہوں گے جہاں قاضی نہیں ہیں ان علاقوں کے بارے میں علامہ عبدالحی کی رائے گزری کہ عالم فقہ اس کے قائم مقام ہے اور علامہ بنوری کی رائے گزری کہ وہاں صرف خبر پر معاملہ ہوگا شہادت کی ضرورت نہیں، درمختار میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے صاحب بحر نے بھی اسی کو لیا ہے۔ یہ مسئلہ اور پر عرض کر چکا ہوں۔

ج۔ شہادت دینے میں تاخیر کرنا بعض صورتوں میں فسق کا موجب ہے جس سے شہادت مردود ہو جاتی ہے۔
”الاشباہ“ میں ہے:

”شاهد الحسبة إذا أخر شهادته لغيره عذر لا يقبل نفسه“ (الاشباہ والنظائر ۲/۳۲۳)۔

مگر علامہ رافعی نے حاشیہ ابوالسعود سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

”يشترط نفسه بالتأخير بعد العلم بالحرمة من غير عذر ظاهر تعنيه لأداء الشهادة“ (تقريرات الرافعي على الرد المحتار ۲۰۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تاخیر سے شہادت اس وقت مردود ہوتی ہے جب کہ
(۱) بلا عذر ہو (۲) تاخیر کی حرمت کا علم ہو (۳) دوسرا کوئی اور اداء شہادت کے لئے نہ ہو۔

پھر یہاں علماء میں اختلاف یہ بھی ہے کہ شہادت میں تاخیر سے اس کا غیر مقبول ہونا ہر قسم کی شہادت کے بارے میں ہے یا خاص حرمت فروج کے سلسلہ میں علامہ حموی نے ”حاشیہ اشباہ“ میں اس پر کلام کیا ہے اور ہر قسم کی شہادت میں تاخیر کو موجب فسق قرار دینے کی تائید کی ہے (الاشباہ والنظائر مع الحموی ۲/۳۲۳)۔

پس اگر بلا عذر شہادت دینے میں تاخیر کریں تو مذکورہ شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چاند کے معاملہ میں بھی شہادت کا رد کر دینا مناسب اور قرین قیاس ہے، کیونکہ جب معاملہ رمضان و عید کا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت سب کو معلوم ہوتی ہے پھر بھی شہادت میں تاخیر ضرور موجب فسق ہونا چاہئے۔

رہا یہ مسئلہ کہ کتنی تاخیر موجب رد ہوگی حمویؒ نے ”قنیہ“ کے حوالہ سے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے پھر بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ مدار اس پر ہے کہ قاضی کے پاس حاضر ہو کر شہادت دینے پر قدرت ہو، یعنی اتنی تاخیر کرنا کہ قاضی کے پاس حاضر ہونے کے لئے درکار ہے وہ موجب فسق نہ ہوگی اس سے زائد تاخیر موجب فسق و رد ہوگی (حموی علی الاشیاء ۲/۳۲۴)۔

۴- الف- جہاں نظام قضاء موجودہ وہاں کے قاضی کا فیصلہ اسکے حدود قضاء کے مسلمانوں کے لئے لازم ہے۔

ب- قاضی کا اعلان ریڈیو ٹی وی کے ذریعہ نشر کیا جائے تو یہ اعلان اس کے حدود قضاء کے لئے اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- صرف اپنے صوبہ کے لئے اعلان سلطان کا درجہ رکھے گا ”قال ابن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذي تثبت فيه الشهادة إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم فلزم الناس كلهم؛ لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد إذا حكمه نافذ في الجميع“ (فتح الباری ۴/۱۲۳)۔

لہذا دوسرے علاقوں کے مسلمانوں پر اس کی تعمیل واجب نہ ہوگی، بلکہ وہ محض ایک خبر ہے جس پر کوئی اعتماد کرے تو عمل کرتا ہے ورنہ نہیں۔

د- ریڈیو کو اگر اس کا پابند کیا جائے اور وہ اس کی پابندی کرے کہ علماء کی طرح سے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے بلا رد و بدل اس کو نشر کرے تو پھر کسی غیر مسلم کے اس اعلان پر اعتماد کرنا

دال ہے جیسے تار و خط وغیرہ پر اعتماد کیا جاتا ہے، جبکہ ان کے لئے بھی غیر مسلم کا واسطہ ہوتا ہے۔

۵- الف و ب- ایسے علاقوں میں ان کو قریب کے علاقوں کی رویت کا اعتبار کرنا چاہئے، جبکہ مطلع دونوں کا ایک ہو ہمیشہ تیس دن کا اعتبار کرنا اور اسکے قرب و جوار کے متحد المطلع علاقوں کی رویت کا اعتبار نہ کرنا صحیح نہیں اور محض ماہرین فلکیات کا قول اس بارے میں معتبر نہ ہوگا۔

ج- اس کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع و دیگر علماء نے جو تجویز کی ہے وہ بہتر ہے آپ نے ”جواہر الفقہ“ میں لکھا ہے:

”حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہیں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو، بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ تو شہادت کی بنیاد پر ہو چکا اب صرف اعلان کا کام باقی ہے اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگر کوئی شہادت نہیں آئی بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں“

(جواہر الفقہ ۱/ ۲۰۲-۲۰۳)

اس تجویز میں حکومت کا ذکر ہے، لیکن اگر اسلامی حکومت نہ ہو جیسے ہندوستان کو وہاں علماء بھی ہر شہر میں کمیٹیاں قائم کر کے ایک کو مرکز بنا سکتے ہیں اور کسی بھی ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کا وہ اعلان ملک بھی کے لئے کر سکتی ہے، مگر صرف ریڈیو اسٹیشن کے اعلان پر جب کہ ایسی منظم صورت

نہ ہو دوسری جگہوں کی کمیٹیاں فیصلہ نہ کریں، بلکہ اور ذرائع ابلاغ سے تحقیق کر کے فیصلہ کریں جس کی صورت اوپر لکھی گئی ہے ہاں، البتہ مختلف ریڈیو اسٹیشن کی جگہ کے بارے میں چاند ہو جانے کی خبر دیں اور استفاضہ کی صورت ہو جائے تو اس پر اعتماد کرنا درست ہے اور اس پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کتنی جگہوں کا اعلان درکار ہوگا اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ کمیٹی کو اطمینان دلیقین ہو جائے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے:

بعض فقہاء نے پچاس اور بعض نے کم و بیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے بعض اوقات سو آدمیوں کی خبر کم ہے اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے ایسا یقین کامل حال ہو جاتا ہے (روایت ہلال ۴۳)۔

رویت ہلال اور مطالع کی تحدید

مفتی نسیم احمد قاسمی ☆

الف، ب- رویت ہلال کے سلسلے میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کی دو آراء ہیں:

۱- بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ اگر کسی ایک جگہ رویت شرعی طریقہ پر ثابت ہو جائے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم ہو جائے گا۔ فقہائے احناف کا قول ظاہر اور امام نوویؒ کی صراحت کے مطابق بعض شوافع کی یہی رائے ہے (حاشیہ مسلم شریف ۱/۳۴۸)۔

۲- دوسری رائے زیادہ مناسب اور قابل عمل ہے وہ یہ کہ قریبی ممالک میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور دور دراز کے ممالک میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ اب رہا سوال کہ قریبی اور دور دراز ممالک کی مسافت کیا ہوگی۔ تو اس سلسلہ میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر ایک شہر کی رویت تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں دوسرے شہر میں مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زائد ہو جائے تو ایسے دو شہروں کا مطلع مختلف قرار دیا جائے گا اور ایسے دو شہروں میں سے ایک شہر میں رویت کا ثبوت دوسرے شہر میں واجب التسلیم نہیں ہوگا، مثلاً ہندوستان میں رمضان کا مہینہ ۲۹ شعبان کی مقامی رویت کی باضابطہ شہادت کے بعد شروع ہوا اور اس حساب سے جس دن

☆ سابق نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواڑی شریف پٹنہ۔

ہندوستان میں ۲۸ رمضان ہوا اسی دن سعودیہ سے عید الفطر کے چاند دیکھنے کا اعلان ہوا اب سعودی عرب کے اس اعلان کو ہندوستان میں بھی تسلیم کر لیا جائے تو مہینہ ۲۸ دن کارہ جائے گا۔ لہذا ہندوستان اور سعودی عرب کا مطلع مختلف قرار پائے گا اور ایک ملک کی رویت دوسرے ملک کے لئے معتبر نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف اگر کسی شہر میں رویت تسلیم کرنے کی صورت میں مہینہ ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو تو ایسے دو شہروں کا مطلع ایک سمجھا جائے گا، اس سلسلہ میں حضرت کریبؒ کی حدیث بنیادی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے ملک شام میں اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا یہ جمعہ کی شب تھی، حضرت امیر معاویہ نے بھی چاند دیکھا تھا اور اس حساب سے انہوں نے روزہ رکھنا شروع کیا پھر رمضان کے اخیر میں مدینہ طیبہ آ گئے۔ جب انہوں نے ابن عباس سے شام میں چاند دیکھنے کا تذکرہ کیا تو ابن عباس نے ان کی خبر کو مسترد کر دیا (مسلم شریف ۳۲۸، ترمذی ۱۰۷۱)۔

مدینہ میں ہفتہ کے دن چاند نظر آیا تھا اور ملک شام میں جمعہ کے دن ملک شام میں دو صحابی حضرت کریبؒ اور امیر معاویہ نے چاند دیکھا اور اسی حساب سے روزہ رکھنا شروع کر دیا مگر ابن عباس نے اختلاف مطلع کا لحاظ کرتے ہوئے اہل مدینہ کے لئے ملک شام کے ثبوت رویت کو واجب التسلیم قرار نہیں دیا۔

مشہور فقیہ علامہ ابن رشد مالکی نے اپنی مشہور تصنیف ہدایۃ المجتہد میں اس مسئلہ پر علماء کا اتفاق اور اجماع بیان کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ”أجمعوا علی أنه لا یراعی ذلک فی البلدان النائیة کالاندلس والحمائر“ (ہدایۃ المجتہد ۲۷۸)، شمس العلماء علامہ کاسانی نے بھی بلدان نائیہ میں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا ہے (بدائع الصنائع ۸۳۲)۔

مطلع کی تحدید

ج۔ جس مقام پر رویت کا ثبوت ہوا ہے اس سے اتنے دور مقام پر کہ جہاں کی

تاریخوں میں ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق عادی نہ ہوتا ہو وہاں شرعی طریقہ کے مطابق رویت کے ثبوت کے بعد حکم رویت دونوں مقامات کے لوگوں کے لئے لازم ہو سکتا ہے، چونکہ ہندو پاک، بنگلہ دیش اور نیپال کے اکثر حصوں کے درمیان عام طور پر چاند کی تاریخوں میں ایک دن کا بھی فرق نہیں ہوتا ہے، اس لئے ان قریبی ممالک یا ان کے شہروں میں کسی جگہ شرعی طریقہ کے مطابق ثبوت رویت فراہم ہو جانے کے بعد ان ملکوں کے دوسرے تمام علاقوں کے لئے رویت ہلال کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، امارت شرعیہ بہار اڑیسہ کا اس سلسلہ میں یہ فیصلہ ہے:

”عام طور پر غیر منقسم ہندوستان کا مطلع ایک ہے، البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کے بعض آخری کناروں کے شہر ایسے ہوں جو وسطی اور مرکزی ہندوستان کے بجائے دیگر ممالک سے اس قدر قریب ہوں کہ عادی وہاں کی رویت ان دوسرے ممالک کے مطابق ہوتی ہو۔ مثلاً کیرلا کے ساحلی علاقوں کی دوسرے قریبی علاقوں کے ساتھ قربت یا پاکستان کے بعض سرحدی علاقوں کی ایران یا افغانستان سے قربت ایسی صورت میں دور دراز کے صرف ایسے شہروں میں رویت ہو اور اندرونی ملک کہیں بھی رویت نہیں ہوتی ہو تو قاضی اور دیگر ذمہ دار علماء کو احتیاط اور تعین کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا“ (تجاویز رویت ہلال منعقدہ مجلس ۱۹۹۳ء)۔

قاضی کا فیصلہ اپنے دائرہ اثر تک محدود رہے گا:

ب۔ اتحاد مطلع کی صورت میں کسی بھی علاقہ یا ملک میں اس علاقہ کے قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں مقامی مستند علماء یا ذمہ دار رویت ہلال کمیٹی یا اس ملک کے ارباب حل و عقد کے ذریعہ کئے گئے فیصلہ کا نفاذ اسی علاقہ یا ملک تک محدود ہوگا، اس کا نفاذ دوسرے علاقوں یا ممالک کے لئے نہیں ہوگا، لہذا جب کسی مقام سے قاضی یا مقامی رویت ہلال کمیٹی کے ذریعہ رویت ہلال کے ثبوت کا فیصلہ ہوگا تو اس کا نفاذ اس خطہ تک محدود رہے گا دوسرے خطہ کے قاضی یا رویت ہلال

کمیٹی پر اس اعلان کی پابندی نہیں ہوگی ”لأن اجتهاد القاضی لا یثبت فی ولایة غیرہ“ (فتح القدیر)۔

ہدایہ میں ہے: ”قضاء القاضی محدود فی ولایتہ“

علامہ ابن ماجنون نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ

مقررہ حدود اور دائرہ اختیار کے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی جیسی ہوتی ہے اس لئے مقررہ حدود ہی تک اس کے فیصلہ کا نفاذ ہوگا اور باہر کے لوگوں کے حق میں اس کا فیصلہ لازم اور نافذ نہیں قرار پائے گا۔

اسی طرح مفتی اعظم ہند و پاک مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اگر مفتی صاحب خود بھی آکر دوسرے شہر کے قاضی یا مفتی کے پاس اپنا فتویٰ بر بنائے شہادت بیان کریں جب بھی ان کے قول پر افطار کا حکم دینا اور افطار کرنا کسی کے لئے جائز نہیں (قدیم فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۳/۳)۔ ان فقہی عبارات اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال یا کسی بھی ملک میں وہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے ذریعہ کیا ہوا فیصلہ یا اعلان صرف اسی ملک یا علاقہ کے لئے ہوگا، ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ شمول پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، دوسرے ملک کا اعلان سن کر اس کے مطابق عمل شروع کر دیں، جب تک خود ان کے صوبے کے قاضی یا جہاں نظام قضاء قائم نہ ہو وہاں علاقہ کے ذمہ دار معتمد علماء یا نمائندہ رویت ہلال کمیٹی اصول شرع کے مطابق ثبوت و تحقیق کے بعد اپنے فیصلہ کا اعلان نہیں کر دیں۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر کا حکم

۱۔ ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ خبر نشر ہونے کی دو صورت ہو سکتی ہے:

الف- ریڈیو ٹیلی ویژن کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر اس طرح نشر ہو کہ ۲۹ شعبان کو فلاں جگہ رمضان کا چاند نظر آیا یا چاند دیکھا گیا تو چاہے خبر نشر کرنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس خبر پر عمل کرنا اور اسے معتبر تسلیم کرنا درست نہیں ہوگا اور ریڈیو کی اس طرح کی خبر کا اعتبار کر کے اس کی بنیاد پر کسی دوسرے جگہ رویت کا فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا۔

ب- ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر رویت ہلال کی خبر نشر ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی صوبہ کے قاضی یا مقامی نمائندہ رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء نے شرعی اصول کے مطابق شہادت اور تحقیق و تفتیش کے بعد رویت کا فیصلہ کیا اور اب محکمہ ریڈیو کی طرف سے اناؤنسر اس فیصلہ کو متعینہ الفاظ کے ساتھ اس قاضی یا رویت ہلال کمیٹی یا علماء کی طرف منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ ریڈیو پر نشر کرتا ہے تو اس طرح کا اعلان درست اور قابل عمل قرار پائے گا۔

واضح رہے کہ ریڈیو کا اس طرح کا اعلان بھی صرف انہیں لوگوں کے لئے قابل عمل قرار پائے گا جو اسی شہر یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے ہیں جہاں کے قاضی یا نمائندہ رویت ہلال کمیٹی کی طرف منسوب کر کے وہاں کے ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے ان لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق رمضان کے چاند کی صورت میں روزہ رکھنا اور عید کے چاند کی صورت میں افطار واجب ہوگا۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں قاضی کا اعلان، اعلان سلطان کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ظن غالب حاصل ہونے کے لئے ریڈیو کی خبر توپ داغنے اور قندیلوں کو روشن کرنے سے زیادہ مفید ہے اور ریڈیو ٹیلی ویژن کی اطلاع و اعلان پر اطمینان توپ کی آواز قنادیل کی روشنی سے حاصل شدہ اطمینان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے، نیز تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ ریڈیو اسٹیشن سے فیصلہ انہیں الفاظ اور متعینہ جملوں میں نشر ہوتا ہے جو اس کے حوالہ کیا جاتا ہے اس طرح ریڈیو کے ذریعہ غلبہ ظن ضرور حاصل ہو جاتا ہے اور رویت کے باب

میں حصول غلبہ ظن ہی کافی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے: ”غلبۃ الظن حجة موجبة للعمل“ (رد المحتار ۲/۹۰۹)۔ البتہ ریڈیو ٹیلی ویژن کی خبر سن کر دوسرے خطہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے لئے اس کے مطابق فیصلہ کرنا دوست نہیں ہوگا، بلکہ قاضی اور رویت ہلال کے لئے ضروری ہوگا کہ بذریعہ فون یا کسی اور معتمد ذریعہ سے جہاں سے رویت کے ثبوت کا اعلان ہوا ہے وہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں سے تحقیق کرے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔

ٹیلی فون کا حکم

ٹیلی فون، خط کے مشابہ ہے اور خطوط کے بارے میں اگر یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ وہ اصلی ہیں جعلی اور غلط نہیں ہیں تو ان کے مقتضاء پر عمل کر کے فیصلہ کرنا درست ہوگا، اسی طرح جب ٹیلی فون کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے کہ یہ پیغام جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی اسی کا ہے اور فون پر خبر سننے والا اس شخص کی آواز کو پہلے سے پہچانتا بھی ہے اور جس شخص طرف سے اسے رویت کے فیصلہ کی مصدقہ خبر موصول ہوئی ہے وہ دیندار مسلمان ہے تو اس کی خبر کو معتبر مان کر بدرجہ خبر اس پر عمل درست ہوگا۔

میرے نزدیک ٹیلی فون کے ذریعہ موصولہ فیصلہ کی مصدقہ خبر کے مطابق دوسری جگہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے لئے فیصلہ کرنا درست ہوگا۔

تہا تار ٹیلی گرام اور وائرلیس کی خبر حجت اور قابل اعتبار نہیں ہے اور محض ان چیزوں کے ذریعہ ملی خبر کے مطابق فیصلہ کرنا ہرگز درست ہوگا۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ۔

وائرلیس یعنی لاسکی پیغام اور ٹیلیگراف (تار) کی خبروں کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ میں کسی حال میں اعتبار نہیں نہ شہادت کے درجہ میں آسکتے ہیں اور نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہلال عیدین (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند قیم ۶۰۳-۶۱)۔

روزہ و افطار کے لئے بصری رویت کا اعتبار ہے

اسلام کے احکام و مسائل کے مخاطب ہر عام و خاص، عالم و جاہل، ماہر فلکیات اور علم فلکیات سے ناہل اشخاص ہیں، اس لئے شریعت اسلامی نے احکام کا مدار ایسے امور پر نہیں رکھا ہے جن تک ہر شخص کی رسائی ممکن نہ ہو۔ ثبوت رمضان و عیدین کو بصری رویت سے متعلق کیا گیا ہے کہ ہر شخص چاند دیکھ سکتا ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہتا ہو اور چاہے جاہل ہو یا عالم اس کا مدار فلکیاتی حساب آلات اور فنی چیزوں پر نہیں رکھا گیا ہے، کیونکہ ہر شخص ماہر فلکیات نہیں ہوتا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين“ (بخاری شریف ۲۵۶۱)۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حساب و کتاب سے ناواقف ہیں مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔

اور رمضان المبارک کا روزہ رکھنے اور عید الفطر کے لئے بصری رویت کو کافی قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فإن أغمى عليكم فاقدرُوا له ثلاثين“ (مسلم شریف ۳۴۷۱)، اسی طرح ترمذی کی ایک روایت میں جناب نبی کریم ﷺ نے ثبوت ہلال رمضان سے پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور ہلال رمضان کی رویت پر روزہ رکھنے اور ہلال عید کی رویت پر افطار کرنے کا حکم دیا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”قال رسول الله ﷺ: لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤیتہ وأفطروا

لرؤیتہ فإن حالت دونہ غیابة فأكملوا ثلاثين يوماً“ (ترمذی ۱۰۷۱)۔

ان احادیث کا ماحصل یہ ہے کہ رمضان وعیدین کا مدار شریعت نے بصری رویت پر رکھا ہے لہذا ثبوت ہلال رمضان وعیدین کے لئے فلکی آلات اور دیگر چیزوں کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے، اس کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے بس اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے اصول شرعی کی روشنی میں قبول کیا جائے گا اور شرعی طور پر چاند کی شہادت فراہم ہو جانے کے بعد یہ کہہ کر کہ چاند دیکھنے والے کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کرنا درست نہیں ہوگا، فلکیاتی حساب سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ محض علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ یہ انسان کا بنیا ہوا نظام ہے جس میں خطا و صواب کا احتمال ہے، لہذا اسے بنیاد بنا کر شریعت کے اصول کو نظر انداز کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔

رمضان کی رویت کا ایک شخص کی شہادت پر فیصلہ کرنا

اس صورت میں جبکہ ۲۹ شعبان کو مطلع ابراہیم آلود ہوا اور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی ہو اور ۳۰ شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا، تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ جب فردا حد نے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف ہے شیخین امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ جب فردا حد نے رمضان کی رویت کی شہادت دی تھی اسے

مغالطہ ہوا یا کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا، مگر امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دیکر عید منائی جائے گی۔

البتہ اگر رمضان کے آغاز کا اعلان قاضی نے ۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد یا ابراؤد ہونے کی صورت میں دو شخصوں کی شہادت کی بناء پر کیا تھا تو اس صورت میں بالاتفاق ۳۰ رمضان کی شام کو چاند نظر نہ آنے کے باوجود اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی (فتاویٰ تاتارخانیہ ۱/۳۵۴)۔

۳- الف- ثبوت رمضان کے لئے جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔ غبار آلود یا ابراؤد ہو تو ایک عادل مسلمان مرد یا عورت آزاد یا غلام کی شہادت کافی ہے اور اس کے لئے لفظ شہادت اور مجلس قضاء بھی ضروری نہیں ہے، اسی طرح ثبوت ہلال رمضان کے لئے مستور الحال کی شہادت بھی کافی ہے (ہدایہ ۱/۹۵)۔

البتہ اس صورت میں ہلال عید الفطر کے ثبوت کے لئے نصاب شہادت ضروری ہے، یعنی یہ کہ کم سے کم دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں شہادت دیں (رد المحتار ۲/۳۸۶)۔ موجودہ عہد میں عدالت کے مطلوبہ معیار پر عام طور پر لوگ نہیں اتر پاتے ہیں، اس لئے اگر کوئی شخص صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو اعلانیہ طور پر معصیت میں مبتلا نہ ہو اور معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو تو اسے عادل سمجھا جائے گا اور اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اگر آسمان صاف ہو غبار آلود یا ابراؤد نہ ہو تو رمضان اور عید الفطر کے ثبوت کے لئے عام طور پر فقہاء احناف جمع کثیر کی خبر کو ضروری قرار دیتے ہیں اور جمع کثیر سے مراد یہ ہے کہ رمضان یا عید الفطر کی رویت کی خبر اتنے افراد دیں جن کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو اور ان حضرات کا خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے (ہدایہ ۱/۹۶)۔

اب رہا یہ سوال کہ کتنے افراد کو جمع کثیر کہا جائے گا اور کیا اس کی کوئی تعداد متعین ہے۔

اس سلسلے میں مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ کتنے افراد کو جمع کثیر کہا جائے گا، یہ قاضی کی رائے اور فیصلہ پر منحصر ہے، جتنے لوگوں کی خبر سے قاضی کو غلبہ ظن حاصل ہو جائے اس کے نزدیک جمع کثیر ہوگا۔ امام ابو حنیفہ نے اس سلسلہ میں دو اشخاص کے شہادت کو بھی کافی قرار دیا ہے صاحب ”بخر“ نے اسی کو اختیار کیا ہے، صاحب اقیقہ نے لکھا ہے کہ اگر شہر کے باہر سے آنے والے ایک شخص یا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہونے والے ایک شخص نے اگر شہادت دی تو اس ایک شخص کی خبر کو بھی کافی جانا جائے گا (درمختار علی ہامش رد المحتار ۲/۳۸۸)۔

علامہ ابن نجیم مصری اس روایت کو مفتی بہ قرار دیا ہے (البحر الرائق)۔

ب۔ کیا قاضی کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے؟

روایت ہلال میں جہاں ایک طرف شہادت کی جہت پائی جاتی ہے وہیں دوسری طرف اس میں اخبار کی جہت بھی پائی جاتی ہے، اس لئے بنیادی طور پر فقہاء نے اس کے لئے مجلس قضاء اور عند القضاء کو ضروری قرار نہیں دیا ہے، البتہ جہاں نظام قضاء یا نظام امارت موجود ہو وہاں قاضی یا امام المسلمین کے پاس جا کر چاندیکھنے والوں کے لئے شہادت دینا ضروری ہے۔

البتہ جن مقامات میں قضاء یا امارت کا نظام موجود نہ ہو یا موجود تو ہو، مگر چاندیکھنے والے دہی علاقوں میں رہتے ہوں اور ان کے لئے مرکزی یا مقامی دار القضاء میں آکر شہادت دینا ممکن نہ ہو تو ایسے اشخاص اپنی آبادی کے مستند اور ثقہ علماء یا محلہ کی مسجد کے امام کے پاس جا کر شہادت دیں۔

فقہاء کرام نے رمضان کی رویت کو ”اخبار“ تسلیم کیا ہے اور اسی بنیاد پر رمضان کی رویت کی شہادت میں فقہاء نے شرائط شہادت اور الفاظ شہادت مثلاً ”أشهد“ وغیرہ کی قید نہیں لگائی ہے، البتہ عید الفطر عید الاضحیٰ اور دیگر تمام مہینوں کی رویت کے لئے نصاب شہادت اور لفظ شہادت ضروری ہے۔

بلا عذر شہادت میں تاخیر

ج۔ رویت ہلال کا مسئلہ ان امور دینیہ میں سے ہے جن پر شریعت اسلامی نے عبادات اور بعض احکام کی بنیاد رکھی ہے، لہذا شریعت اسلامی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق ۲۹ شعبان اور ۲۹ رمضان کو چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا فرض کفایہ ہے، اگر آبادی کے چند افراد نے بھی چاند دیکھنے کی کوشش نہیں کی تو ساری آبادی کے لوگ گنہگار ہوں گے۔

ہر وہ شخص جس نے چاند دیکھا ہو اس کے لئے ممکنہ غلٹ کے ساتھ اپنے متعلقہ ذمہ داروں تک پہنچ کر شہادت دینا ضروری اور لازم ہے تاکہ بروقت اعلان ہو سکے پر وہ نشین خواتین نے بھی اگر چاند دیکھا ہو تو ان کے لئے ذمہ داروں تک پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے یہاں تک کہ بعض فقہانے لکھا ہے کہ امور دینیہ میں اداء شہادت میں بلا عذر تاخیر موجب فسق ہے اور اس بلا عذر تاخیر کی بنیاد پر قاضی ان کی شہادت رد کر سکتا ہے۔

البتہ عذر کی بناء پر تاخیر مثلاً ایک شخص نے دور دراز جگہ میں چاند دیکھا اور اس کے لئے معتمد عالم دین، امام مسجد یا مقامی رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں تک سواری نہ ہونے کی وجہ سے پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف سے تاخیر موجب فسق نہیں قرار پائے گی، اسی طرح معمولی تاخیر بھی موجب فسق نہیں ہوگی۔

قاضی کا فیصلہ اپنے حلقہ تک محدود ہوتا ہے

۴۔ الف۔ اس صورت میں صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا، اصل یہ ہے کہ جس علاقہ یا

صوبہ میں ارباب حل و عقد نے کسی شخص کو ”قاضی“ منتخب کر لیا اور کسی شخص کے ”امیر“ ہونے پر اتفاق کر لیا اور اس امیر نے اپنی طرف سے قضاۃ مقرر کئے تو قاضی کا جو فیصلہ بھی حلقہ اور دائرہ اختیار بوقت تقرری مقرر کیا گیا اس خاص حلقہ اور دائرہ اختیار کے تمام مسلمانوں پر قاضی کا فیصلہ نافذ اور لازم ہوگا، اگر وہ ثبوت اور تحقیق کے بعد ۲۹ شعبان کو رمضان کے چاند دیکھنے کا اعلان کر لے تو اگلے دن سے روزہ رکھنا اور ۲۹ رمضان کو عید الفطر کے چاند کے اعلان کی صورت میں افطار اور عید کی نماز پڑھنا لازم و ضروری ہوگا، البتہ جو لوگ قاضی کے حلقہ اور دائرہ اثر سے باہر رہتے ہوں ان کے حق میں قاضی کا اعلان اور فیصلہ لازم نہیں ہوگا، جیسا کہ صاحب ”ہدایہ“ نے لکھا ہے:

”قضاء القاضی محدود فی ولایتہ“ (ہدایہ)۔

ریڈیو کے ذریعہ قاضی کا اعلان

ب۔ قاضی کی طرف سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں نشر کیا جانے والا اعلان سلطان کے حکم میں ہوتا ہے اور جس طرح اعلان سلطان پر عمل ضروری ہے، اسی طری قاضی کی طرف سے متعینہ الفاظ اور جملے کے ساتھ کئے جانے والے اعلان پر بھی عمل ضروری ہوگا بلکہ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعہ قاضی کے فیصلہ کا اعلان توپ داغنے اور قندیل کی روشنی سے بھی زیادہ قوی اور اطمینان بخش ہے اور اس کے ذریعہ اس سے بڑھ کر غلبہ نظر حاصل ہوتا ہے۔

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اعلان صرف اسی صوبہ یا علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے، دوسرے صوبہ اور علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ اعلان محض ایک خبر ہے ان

لوگوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت اعلان سلطان کی نہیں ہوگی، لہذا اور لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور افطار درست نہیں ہوگا، البتہ وہاں کے لئے مقرر قاضی رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء اسے تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں تو پھر وہاں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہوگا (تجاویز رویت ہلال امارت شرعیہ منعقدہ مجلس ۱۹۸۳ء)۔

معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے

د- ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رویت ہلال کا مسئلہ دیانت کے قبیل سے ہے اور دیانت کے باب میں کافر کا قول معتبر نہیں ہے، اس لئے اگر ریڈیو کا معلن کافر ہو تو اس اعلان کا اعتبار نہیں ہوگا، مگر اس سلسلہ میں راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر تجربات سے بہ بات ثابت ہو کہ ریڈیو اسٹیشن سے قاضی کا اعلان انہیں متعینہ الفاظ اور جملوں کے ساتھ ہوتا ہے جو قاضی کی طرف سے محفوظ طریقہ سے بھیجا جاتا ہے اور اس میں اسٹیشن والوں کی طرف سے رد و بدل نہ کیا جاتا ہو اور معلن قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کرتا ہو تو اس کے ذریعہ ہونے والے اعلان پر اعتماد کر لینا کافی ہوگا چاہے وہ غیر مسلم کیوں نہ ہو۔

جہاں رویت ممکن نہ ہو وہاں کا حکم

ہ- الف- ب- وہ علاقے جہاں بالعموم مطلع آبر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رویت قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ پارس جیسے دیگر ممالک۔ اس طرح

کے علاقے اور ممالک کے مسلمانوں کو اگر قریبی بلاد یا ممالک سے اصول شرع کی روشنی میں ۲۹ شعبان کو رمضان کی رویت اور ۲۹ رمضان کو عید کی رویت کا ثبوت نہ ملے تو پھر ارشاد نبوی ﷺ: ”فَإِنْ أَغْمَى عَلَيْكُمْ فَاَقْدُوا لَهُ ثَلَاثِينَ“ (مسلم شریف ۱/۳۴۷) کے بموجب وہاں کے مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ۳۰ دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کریں۔

ریڈیو کے اعلان پر دوسرے صوبہ کے علاقہ کے ذمہ داران کا فیصلہ کرنا ج۔ ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ درحقیقت کتاب القاضی الی القاضی کے ذیل میں آتا ہے۔ جس کے لئے فقہاء بعض شرائط مقرر کی ہیں۔

ریڈیو کے ذریعہ قاضی کی طرف سے کیا جانے والا اعلان کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، کیونکہ ریڈیو کے اعلان کی صورت میں ان شرائط کا تحقق نہیں ہوتا ہے جو کتاب القاضی الی القاضی کے لئے ضروری ہے، لہذا محض ریڈیو کے اعلان پر چاہے وہ اعلان کسی قاضی یا ذمہ دار رویت ہلال کمیٹی کی طرف کیوں نہ منسوب ہو، دوسرے علاقے کے قاضی یا دیگر ذمہ دار حضرات کے لئے فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہوگا کہ فون یا کسی اور مستند ذریعہ سے اس قاضی سے رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران سے اس اعلان کی تصدیق کر لیں جس کے حوالہ سے ریڈیو نے اعلان کیا ہے پھر تصدیق ہو جانے کی صورت میں انہیں اعلان کرنے کا اختیار ہوگا۔

رؤیت ہلال اور اعلان کے اصول و ضوابط

مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی ☆

صوم رمضان کا ثبوت

بنیادی طور پر رمضان کے روزے کا ثبوت دو طریقے سے ہوتا ہے، رؤیت ہلال جب کہ مطالع صاف ہو اور شعبان کے تیس دن پورے کرنے سے جب کہ فضا ابراؤد ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“ (بقرہ: ۱۸۵)

اور حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

”صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأكملوا عدة شعبان

ثلاثین“ (ابن ماجہ: ۵۳۰)۔

رمضان کی بابت رؤیت ہلال کے اصول

۱- اول یہ کہ اگر مطلع ابراؤ ہو تو اس وقت اکثر علماء کے نزدیک رمضان کے ثبوت کے لئے ایک شخص کی شہادت کافی ہے (شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک ۱۵۳/۲، السوق شرح المؤطا ۲۸۷)۔ صحیح قول کے مطابق یہی امام شافعی کا مذہب ہے، مہذب میں لکھا ہے:

فی القديم والجديد يقبل من عدل واحد وهو لصحيح (المجموع شرح المہذب ۲/۲۷۷، نیز دیکھئے: فتح العلام ۱۶/۳)۔

احناف اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے (المغنی ۷/۷۳، التہمید ۱۳/۳۵۵، ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱۳۸/۱، شرح المہذب ۲/۲۸۲)، عبد اللہ بن مبارک، ابو ثور اور ابن عربی کا رجحان اسی طرف ہے (ترمذی ۱۳۸/۱، احکام القرآن لابن العربی ۸۳-۸۴)، اور دیگر علماء کرام بھی اسی طرف مائل ہیں (شرح المہذب ۲/۲۸۲)۔ عطاء عمر بن عبد العزیز اوزاعی، لیث، اسحاق بن راہویہ، داؤد، ماشون (حوالہ سابق عمدة القاری ۵/۱۰۱/۲۸۱، احکام القرآن للجصاص ۱/۲۰۲)، عبد اللہ بن حسن (التہمید ۱۳/۳۵۳)، اور امام مالک نے دو عادل اشخاص کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے (المدوۃ الکبریٰ ۱۸۳/۱، احکام القرآن لابن العربی ۸۳، تفسیر قرطبی ۲/۲۹۳، ترمذی باب فی الصوم فی الشہادۃ)۔

جمہور علماء نے حدیث مرفوعہ اور آثار صحابہ سے استدلال کیا ہے۔

الف- ”روی عن ابن عباس قال: جاء اعرابی إلى رسول الله ﷺ، فقال: أبصرت الهلال الليلة! فقال: أتشهد أن لا إله إلا الله وأن محمد عبده ورسوله قال: نعم، قال يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدا“ (ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱۳۸/۱، ابوداؤد باب شہادۃ الواحد علی رکیۃ بلال رمضان)۔

ب- علامہ ابن قدامہ نے حضرت علیؓ ابو ہریرہ اور عائشہ سے نقل کیا ہے۔

”قال علی و أبو هريرة و عائشة: لأن أصوم يوما من شعبان أحب إلي من أن أفطر يوما من رمضان“ (حوالہ سابق المغنی ۷/۷۳)۔

ج- امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے۔

”قال ابن عمر: أخبرت رسول الله ﷺ أني رأيت الهلال، فصام وأمر الناس بالصيام“ (ابوداؤد باب فی شہادۃ الواحد علی رکیۃ بلال رمضان، المستدرک ۱/۵۸۵، قال الحاکم

صحیح علی شرط مسلم)۔

و- امام بیہقی حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔

”قال ابن عمر و ابن عباس: إن رسول الله ﷺ أجاز شهادة رجل

على رؤية هلال رمضان“ (السنن الکبریٰ باب الشهادة علی رؤية هلال رمضان ۲/۲۱۲)۔

قسم (الف) والی حدیث میں آپ ﷺ نے ایک اعرابی کی شہادت پر روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا، اسی طرح تیسری (ج) حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رویت ہلال کی اطلاع پر خود بھی روزہ رکھنے اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہ امر مسلم ہے کہ آپ ﷺ کا ہر عمل ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے (بدائع الصنائع ۲/۸۱)، پھر یہ کہ حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کے آثار سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ ایک شخص کی خبر ثبوت رمضان کے لئے کافی ہے۔

روزے میں احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے (المغنی ۳/۷۷)، اس احتیاطی پہلو کے پیش نظر حضرت علیؓ نے ایک شخص کی شہادت کو قبول فرمایا۔

امام مالک اور دوسرے اہل علم حضرات رمضان کی رویت ہلال کو شوال و ذی الحجہ کی رویت ہلال پر قیاس کرتے ہیں (تفسیر قرطبی ۲/۲۵۳)، مزید ان کا مستدل درج ذیل احادیث بھی ہیں:

۱- ”عن عبد الرحمن بن خطاب أن رسول الله ﷺ قال: فإن غم عليكم فأتوا ثلاثين يوما فإن شهد شاهدان مسلمان فصوموا وأفطروا (سنن النسائي، قال الشوكاني: ذكره إلى حافظ في التلخيص ولم يذكر فيه قدماء وإسناده لا بأس به على اختلاف فيه“ (نیل الاوطار ۳/۷۳)۔

وشهد شاهدا عدل، نسكنا بشهادتهما (المدونة الكبرى ۱/۱۷۴)۔

نیل الاوطار میں لکھا ہے

”سکت عنه أبو داؤد والترمذی، ورجاله رجال الصحیح، إلا الحسن بن الحارث الجدلی وهو صدوق، وفيه..... والحارث بن حاطب المذکورہ له صحیة (نیل الاوطار ۳/ ۷۳)۔

ج۔ ”روی عن علی بن أبی طالب قال: اذا شهد رجلان مسلمان علی رؤية الهلال فصوموا أو قال: فافطروا“ (المدوۃ الکبریٰ ۱/ ۱۷۳)۔

جمہور کے دلائل پر ایک نظر

الف۔ امام ترمذی کے بقول اعرابی والی حدیث سماک بن حرب کے اکثر شاگرد مرسل ہی روایت کرتے ہیں (سنن الترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ) جب کہ ولید بن أبی ثور زائدۃ سماک بن حرب سے متصل روایت کرتے ہیں (سنن الترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ)۔

بج بات تو یہی ہے کہ اعرابی والی حدیث بعض سندوں سے موصول مروی ہے اور بعض سندوں سے مرسل روایت کی گئی ہے، محدثین کے نزدیک اس طرح کی حیثیت استدلال متصور ہو تی ہے، کیونکہ موصول روایت کے راوی ثقہ کی زیادتی مقبول ہے چنانچہ امام نووی نے ابن عباس کی روایت کی بابت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

ج۔ ابن عمرؓ کی خبر کے بارے میں اشکال کیا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان سے پہلے کسی نے بھی دیکھا ہو؟ لیکن یہ اشکال بادی النظر میں بے بنیاد معلوم ہوتا ہے ابن عربی رقم طراز ہیں:

”وهذا تحکم وزیادۃ علی السبب ولو کان هنا جائزاً، لبطل کل خبر

تقدیر الزیادۃ فیہ“ (حوالہ سابق)۔

امام دارقطنی کہتے ہیں:

”تفرد بہ مردان بن محمد عن ابن وہب وهو ثقة“ (الجامع لأحكام

القرآن ۲/۲۹۴)۔

حاکم فرماتے ہیں:

”صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه“ (المستدرک ۵۸۵/۱)۔

امام نووی تحریر کرتے ہیں:

”إسناده علی شرط مسلم“ (مرقاۃ ۵۰۷/۲)۔

۲- دوم یہ کہ اگر ۲۹/ماہ شعبان کو مطلع ابراؤد فضا مکدر ہے اور کہیں سے رویت ہلال کی شہادت بھی نہیں آئی تو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور صحیح قول کے مطابق امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھنا شروع کریں گے (شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۳۴، شرح الزرقانی ۲/۱۵۳، التعلیق المجد علی مؤطا الامام محمد ۲/۶۹، البہدیۃ الباب الثانی رویۃ البہلال ۱/۱۹۷، فتح الباری ۲/۱۵۳، شرح المہذب ۶/۲۷۹)، مذاہب اربعہ میں سے حنابلہ کے نزدیک ماہ شعبان کے تیسویں دن کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ماہ شعبان ۲۹/ایام کے متصور ہوں گے اور رمضان شروع ہو جائے گا (المغنی ۶/۳)، یہی حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عمرو بن العاصؓ ابو ہریرہؓ، انسؓ، معاویہؓ، عائشہؓ اور اسماءؓ کا مذہب ہے، بکر بن عبداللہ، ابو عثمان نہدی، ابن ابی مریم، مطرف، میمون بن مہران، طاؤس اور مجاہد اسی طرف گئے ہیں (حوالہ سابق) گویا کہ ایسی صورت حال میں بقول جمہور وہ دن شعبان کی تیسویں تاریخ ہوگی اور حنابلہ کے بقول رمضان کا پہلا دن ہوگا۔ علماء کا ایک تیسرا طبقہ ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ مطلع کی آلودگی کے وقت علم نجوم اور فلکیاتی حساب پر عمل کیا جائے گا، اگر اس کے مطابق ۲۹/شعبان کو چاند کا طلوع یقینی ہے تو رمضان ثابت ہو جائے گا گرچہ بصری رویت نہ ہو سکے، اس نقطہ نظر کے حامل ابن قتیبہ (الجامع لأحكام القرآن ۲۰/۲۹۳، شرح المہذب ۶/۲۷۹)، ابو العاص ابن سرتج شافعی (شرح المہذب ۶/۲۷۹، فتح

الہاری ۴/۱۵۳)، مطرف بن عبد اللہ شخیر تابعی (الجامع لأحكام القرآن ۲/۲۹۳، شرح المہذب ۶/۲۷۶)، سکی شافعی، محمد بن مقاتل (رسائل ابن عابدین ۲۳۵)، بعض جلیل القدر تابعین اور بعض فقہاء بصریین ہیں۔

تینوں طبقے کا متادل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے۔

”عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان فقال: لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له“
 ”فاقدرو له“، کے معنی میں اختلاف ہے حنابلہ نے ”ضيقوا له العدد وقدروه تحت السحاب“ ترجمہ کیا ہے (المغنی ۶/۳، شرح المہذب ۶/۲۷۶)۔

بقول ابن قدامہ تضييق کا مطلب یہ ہے کہ شعبان کا مہینہ ۲۹/روز کا قرار پائے گا، ”والتضييق له أن يجعل شعبان تسعة وعشرين يوما“ (المغنی ۶/۳)، مطرف بن عبد اللہ اور ابن قتیبہ وغیرہ قدر وہ بحساب المنازل کے الفاظ ترجمہ کیا ہے، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء نے قدر و اتمام العدد ثلاثين يوما، معنی بتایا ہے (شرح المہذب ۶/۲۷۶، شرح الزرقانی ۲/۱۵۳، احکام القرآن لابن العربي ۱۲)۔

حنابلہ کی دلیلیں

۱- قرآن مجید نے ایک جگہ اس معنی میں استعمال کیا ہے۔

”يسطر الرزق لمن يشاء ويقدر“ (الرعد: ۲۶)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”ومن قدر عليه رزقه“ (الطلاق: ۷) ”أى ضيق عليه“ (المغنی ۶/۳)۔

۲- دوسری دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا عمل ہے (السنن الکبریٰ باب الصوم لرؤیہ

الهلال ۴/۲۰۴، ابوداؤد باب الشهر یكون تسعاً وعشرين)۔

جمہور کی دلیلیں

جمہور کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفسیر خود حضرت عبداللہ بن عمر کی دوسری روایت کرتی ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمَلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ“
(بخاری شریف ۲، ۳/۶۳ بیروت)۔

حاکم عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ بنی کریم ﷺ نے فرمایا:
”... فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ وَأَعْلَمُوا أَنَّ الشَّهْرَ لَا تَزِيدُ عَلَى ثَلَاثِينَ“
(المستدرک ۱/۵۸۵)۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِيَدِيهِ، ثُمَّ قَبِضَ فِي الثَّلَاثَةِ إِبْهَامَهُ، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَاتَمُوا ثَلَاثِينَ“
(السنن الکبریٰ، باب الصوم لرؤية الهلال ۳/۲۰۵)۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کے شواہد بکثرت ہیں، ان میں چند پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِنْ غَبَى عَلَيْكُمْ فَأَكْمَلُوا عِدَّةَ ثَلَاثِينَ“ (بخاری شریف، مسلم باب وجوب رمضان لرؤية الهلال ۱/۳۲۷)۔

۲۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے:

فَإِنْ حَالَتْ دُونَهُ غِيَابَةٌ فَأَكْمَلُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (ترمذی باب فی الصوم لرؤية الهلال والإفطار ۱/۱۳۸)۔

۳۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يتحفظ من هلال شعبان مالا يتحفظ من غيره، ثم يصوم لرؤيته رمضان فإن غم عليه عد ثلاثين يوماً ثم صام (السنن الكبرى باب الصوم لرؤية الهلال ۲/۲۰۶)۔

مزید حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کے شواہد حدیفہ کی حدیث ہے جس کو ابن خزیمہ نے نقل کی ہیں، ابوبکرؓ طلق بن علیؓ کی روایتیں جنہیں امام بیہقی نے اپنے سنن میں جگہ دی ہیں، اس کے علاوہ اور بھی دوسرے صحابہ کرام سے شواہد ملتے ہیں (فتح الباری ۴/۱۰۲)۔

”صحیح بخاری“ کے مشہور شارح حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”ذكر البخاری حدیث ابن عمر من وجه أحدهما بلفظ: فإن غم عليكم فاقدروا له، والآخر بلفظ: فأكملوا العدة ثلاثين، وقصد بذلك بيان المراد من قوله فاقدروا له (حوالہ سابق ۳/۱۵۳)۔

شارح بخاری علامہ کرمانی تحریر فرماتے ہیں:

”فاقدروا له ‘بحمل’ و ‘فأكملوا العدة تفسیره‘ (شرح البخاری للکرمانی ۴/۹۰)۔

ابوبکر حصاص رقم فرماتے ہیں:

”وقد بين في حديث آخر معنى قوله فاقدروا له بنص لا تأويل فيه، وهو عن نافع عن أبي عمر أن رسول الله ﷺ ذكر عنده شهر رمضان فقال لا تصوموا حتى تروا الهلال فإن غم عليكم فاقدروا ثلاثين“ (احکام القرآن للجصاص ۲/۲۰۲)۔

اصل مہینہ کا باقی رہنا ہے اور اس کا پائے تکمیل تک پہنچنا لہذا اس اصل کو بغیر اسی درجہ یقین کے ترک نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ رؤیت ہلال ہے، لہذا اگر ۲۹ کو چاند نظر آ جاتا ہے تو دوسرے دن روزہ رکھیں گے ورنہ نہیں صاحب ”ہدایہ“ تحریر فرماتے ہیں:

”لأن الأصل بقاء الشهر فلا ينقل عنه إلا بدليل ولم يوجد“

(ہدایہ ۱/۲۱۳)

جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فعل کی بات ہے تو وہ حدیث موقوف کے درجہ میں ہے، اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب مرفوع اور موقوف احادیث باہم متعارض ہوں تو مرفوع حدیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

نیز حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کا عمل نقل کرتی ہیں تیس دن شمار کرنے کے بعد روزہ رکھتے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حضور ﷺ کا فعل صحابی کے عمل کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے۔ ابو بکر بھصا ص نے تو ابن عمرؓ کا قول جمہور کے مثل نقل کیا ہے:

”والتأول الثاني هو الصحيح وهو قول عامة الفقهاء وابن عمر راوى الحديث“ (ادکام القرآن للبھصا ص ۲۰۱/۱)

لغوی معنی کے اعتبار سے دونوں ہی کا احتمال ہے، جہاں قدر، کے معنی تنگ کرنے کے آتے ہیں وہیں شمار و انداز کرنے کے بھی آتے ہیں، لیکن جب متکلم بذات خود اس کے ایک معنی کی تعیین کر دے تو پھر اب اس میں تاویل و تخصیص کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

”وأما المفسر فهو مآظھر المراد به من اللفظ بیان من قبل المتکلم بحيث لا یبقی معه احتمال التأویل والتخصیص“ (اصول الشی ۲۲)

فلکیاتی حساب کا اعتبار

رؤیت ہلال کی بابت شمس و قمر اور ستارے کے حساب کا اعتبار جو لوگ کرتے ہیں ان میں قدیم علماء میں سے ابن قتیبہ، ابو العباس سرتج شافعی، شرف بن عبداللہ بن شغیر تابعی، سکی شافعی، محمد بن مقاتل قاضی عبدالجبار، بعض اجلہ تابعین بعض فقہاء بصریین (شرح المہذب ۲/۲۷۹)

اور بعض فقہاء احناف کی بھی یہی رائے ہے (رسائل ابن عابدین ۲۴۵-۲۴۶، التہذیب ۳۵۰/۱۳، الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱۷۳)، قاضی ابوالطیب نے بھی اس رائے کو اختیار کیا (شرح المہذب ۲۷۰/۶)، اور عصر حاضر کے بعض ارباب علم و فن بھی اس کے قائل ہیں۔ محدث مطرف کی جانب اس رائے کی نسبت مشکوک ہے، ابن سیرین کہتے ہیں:

”إنه لا يصح عن مطرف“ (شرح الزرقانی ۱۵۵/۲)۔

ابن عربی نے بھی تحقیق کی روشنی میں لکھا ہے

”ولیس بصحیح عنه واللہ اعلم“ (التہذیب ۳۵۲/۱۳)۔

بعض کتابوں میں امام شافعی کی طرف بھی یہ رائے منسوب ملتی ہے لیکن یہ نسبت درست نہیں ہے (فتح الباری ۱۵۴/۳)۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”والمعروف عن الشافعی ما علیہ الجمهور“ (شرح المہذب ۲۷۹/۶)

التہذیب ۳۵۳/۱۳، شرح الزرقانی ۱۵۴/۲)۔

علم نجوم و فلکیات کے قائلین کی دلیل

ان حضرات کی دلیل درحقیقت قیاس ہے، وہ یہ کہ علم ہیئت و فلکیات سے چاند کے طلوع ہونے کا غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، جس طرح سے ایک قابل اعتماد شخص کی خبر پر قاضی رمضان کے ثبوت کا فیصلہ کرتا ہے جب کہ خبر واحد سے غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے، لہذا علم نجوم و ہیئت و فلکیاتی حساب خبر واحد کے مشابہ ہو گئے۔

”لأنه سبب حصل له به غلبة ظن، فأشبهه ما لو أخبره ثقة شاهدہ“ (شرح

المہذب ۲۷۰/۶)۔

دوسری دلیل ”فاقدروا لہ“ ہے جس کا معنی قدروہ بحساب المنازل کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء اس نظریہ کے مخالف ہیں (رسائل ابن عابدین ۲۳۶-۲۳۹)۔

جمہور فقہاء ان مذکورہ تمام احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو صحیح ہونے کے ساتھ صریح ہیں۔ امام نووی رقم فرما ہیں:

”واحتج الجمهور بالروایات التي ذكرها وكلها صحيحة صريحة فأكملوا لعدة ثلاثين، واقدروا له ثلاثين وهي مفسرة روايته فاقدروا له المطقة“ (شرح المہذب ۲۷۶-۲۷۹)۔

اہل نجوم وحساب کی دلیل پر ایک ناقد رائے نظر

چاند و ستارے کے منازل سے ”فاقدروا لہ“ کی تاویل نادرست ہے، کیونکہ یہ تاویل قرآنی آیت سے متصادم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”يسئلونك عن الأهلة، قل هي مواقيت للناس“ (بقرہ)۔

ابوبکر رازی اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ”فعلق الحكم فيه بروية الأهلة“ (احکام القرآن ۲۰۱)۔

اس کی تائید ان تمام احادیث سے ہوتی ہے جن سے جمہور علماء استدلال کرتے ہیں، جن میں روزہ رکھنے اور افطار کو رویت ہلال پر معلق کیا گیا ہے اور ابن عمر کی مطلق حدیث فاقدروا لہ کی تفسیر و ثلاثین سے کی گئی ہے آیت احکام کے مشہور مفسر ابوبکر حصاص کہتے ہیں:

”وليس هذا القول مما يسوغ الاجتهاد فيه لدلالة الكتاب ونص السنة وإجماع الفقهاء بخلافه وقوله العلماء صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته، فإن غم

علیکم فعدوا ثلاثین هو أفضل فی اعتبار الشهر ثلاثین، إلا أن یری قبل ذلک الهلال“ (حوالہ سابق، نیز دیکھئے: تمہید ۱۳/۳۵۲)۔

علامہ محمد زرقانی کہتے ہیں:

”والاجماع حجة علیہم“ (شرح الزرقانی ۲/۲۵۳)۔

خاتم المحققین شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کہا:

”وقیل: فاقدرُوا بحسب منازل القمر وهو ضعيف“ (المسوی شرح

الموطأ ۱/۲۸۷)۔

شریعت پوری انسانی دنیا کے لئے نازل ہوئی اس میں عالم انسانی کی فطرت و طبیعت کا حتی الوسع لحاظ رکھا گیا ہے، خاص طور پر عبادات میں انسان کو ایسی بات کا مکلف بنایا گیا ہے جس کا حصول آسان ہو ہر خاص و عام کے دسترس میں ہو، اس کی واضح نظیر استقبال قبلہ ہے، جس میں اشتباہ قبلہ کے وقت بندہ کی خود تحری جس رخ کی طرف نشاندہی کرے وہی اس کا قبلہ قرار پاتا ہے جدید تکنالوجی قبلہ نما کا مکلف نہیں بنایا اسی طرح نمازوں کے اوقات کے علم کا دار و مدار سورج کی واضح گردش پر رکھا گیا ہے جسے تمام نوع انسان چشم بینا سے دیکھ کر نماز کے وقت پتہ لگا سکتا ہے، رمضان کا روزہ اور عیدین بھی عبادت ہے۔

ان میں بھی شریعت نے علم ہیئت و نجوم اور فلکیاتی تحقیق کے تکلف میں پڑنے کے بجائے رویت ہلال کو معیار قرار دیا، چنانچہ صحیح حدیث میں اس کی صراحت ہے

”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ“

”کان رسول اللہ ﷺ یتحفظ من هلال شعبان مالا یتحفظ من غیرہ،

ثم یصوم لرؤیتہ رمضان، فإن غم علیہ عد ثلاثین یوما ثم صام“ (حوالہ سابق ۲/۲۰۶)۔

اور ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل بہترین نمونہ ہے۔ ”لقد کان لکم

فی رسول الله أسوة حسنة (محمد)۔

بلکہ نجومیوں کے پاس جانے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے اگر کوئی نجومی کی بات تصدیق کرتا ہے تو اس سے کفر لازم آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من أتی کاهنا أو منجما فقد کفر بما أنزل علی محمد ﷺ“۔

علامہ شامی اس حدیث کی تحقیق ان الفاظ میں کی ہے:

”قال العلامة نوح فی حاشیة الدرر والغرر: والحديث أخرجه أصحاب السنن والحاكم، وصححه بلفظ من أتی کاهنا أو منجما فصدقه بما قال فقد کفر بما أنزل علی محمد وأخرجه أبو یعلی بسند جيد من أتی عرافا أو ساحرا أو کاهنا“ (رسائل ابن عابدین ۱/۲۳۵)۔

نجومی کے قول یا فلکیاتی حساب کو صحیح سمجھنا درست نہیں ہے بلکہ اگر کوئی فلکیاتی تحقیق کو حدیث کے مقابل میں اہل تسلیم کرتا ہے تو اس کا ایمان خطرہ میں ہے اگر صرف علامات کی حد تک مانتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں علامہ شامی نے کہا ”هو أصل المذهب فاحفظه“ (حوالہ سابق ۱/۲۳۶)۔

رمضان و عیدین عبادت ہے اللہ تعالیٰ عبادات میں بندوں کو اتنے ہی کا مکلف بناتا ہے جتنا عام انسانوں کے بس میں ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں بالتصریح موجود ہے۔

”لا یکلف الله نفسا إلا وسعها“ (بقرہ) ابو بکر بھٹائی کی تحریر ملاحظہ ہو:

”فعلق الحكم برؤية الأهلة ولما كانت هذه عبادة تلزم الكافة لم یجز

أن یکون الحكم فیہ متعلقا بما لا یعرفه إلا خواص الناس“

لہذا اگر فلکیاتی حساب کا لوگوں کو مکلف بنایا جائے تو ان کے حق میں باعث مشقت

ثابت ہوگی، کیونکہ اس علم سے مخصوص افراد ہی واقف ہیں:

”لأن الناس لو كلفوا ذلك لشق عليهم؛ لأنه لا يعرفه إلا أفراد والشرع إنما يكلف الناس بما يعرفه جماهيرهم“ (شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۲۴۷)۔
نتیجہ اختلاف پیدا ہوگا، ایک علاقہ کے لوگ روزے سے ہوں گے دوسرے علاقے کے لوگ غیر روزے دار ہوں گے۔

”و یصح أن يرى في إقليم دون آخر فيؤدى ذلك إلى اختلاف الصوم عند أهلها مع كون الصائمين منهم لا يصومون على طريق مقطوع به“
جہاں تک ان حضرات کا یہ استدلال ہے اس سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ خبر واحد کے مشابہ ہے۔

اول: اس سے غلبہ ظن کا دعویٰ قرین صواب سے دور معلوم ہوتا ہے اہل فن کی رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی رہتی ہیں ہر ایک کی اپنی ایک تحقیق ہوتی ہے جس کا تجربہ آئے دن کیلنڈروں، جنسریوں اور تقویموں کے سلسلے میں ہوتا رہتا ہے، علم ریاضی کے مشہور معروف امام ابو ریحان البیرونی نے اپنی کتاب ”والآثار الباقية عن القرون الخالية“ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ہلال کے سلسلے میں قطعی حساب لگانا ممکن ہے۔

”ولا يثبت الهلال بقول منجم أى حاسب يحسب سير القمر لا في حق نفسه ولا غيره، لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج بروية الهلال لا بوجوده إن فرض صحة قوله فالعمل بالمراد الفلكية وإن كانت صحيحة لا تعجز (الفقه الاسلامي وأدلة ۲/۶۰۰)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رابطہ عالم اسلامی کی تجاویز یہاں نقل کر دی جائیں جن میں یکشم رؤیت ہلال کو ترجیح دی گئی ہے اور فلکیاتی حساب کا اعتبار نہ کرنا طے پایا ہے۔

”فإن للمسلمين في تلك المناطق وما شابهها أن يأخذوا بمن يتقون

به من البلاد الاسلامية التي تعتمد على الرؤية البصرية الهلال دون الحساب بأى شكل من الأشكال“ (قرارات مجلس الجمع الفقہ الاسلامی/ ۶۶، ۱۴۱۰ھ)۔

۳۔ اگر مطلع صاف ہو تو شوافع کے نزدیک ثبوت رمضان کے لئے ایک عادل شخص کی شہادت کافی ہے (شرح المہذب ۶/ ۲۷۶) جب کہ مالکیہ خبر مستفیض کو ضروری قرار دیتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۰)، یہی قول احناف کا بھی ہے (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۰۲، ہندیہ ۱/ ۱۹۸، سراچہ ۳، رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۴)، خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی شہادت دے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عادتہ محال ہو (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۴، نیز ملاحظہ ہو: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۰)۔

عید الفطر کی بابت رویت ہلال کے اصول

۱۔ اگر مطلع ابراؤ ہو تو سوائے ابو ثور (احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۴، فقہ السنہ ۱/ ۳۶۷، شرح الرزقانی ۲/ ۱۵۴) کے ائمہ اربعہ (التمہید ۱۳/ ۳۵۵، عمدۃ القاری ۵/ ۲۸۱، المدونۃ الکبریٰ ۱/ ۱۷۴، احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۳، ہندیہ ۱/ ۱۸۹)، اور تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ دو عادل گواہان سے رویت ہلال ثابت ہوگی، علامہ عبد البر لکھتے ہیں:

”فأجمع العلماء على أنه لا تقبل في شهادة شوال في النظر إلا رجلان

عدلان“ (التمہید ۱۳/ ۳۵۴)۔

۲۔ فضا غبار زدہ ہے کہیں سے رویت بصری کی اطلاع بھی دستیاب نہیں ہوئی ایسی صورت حال میں اکثر فقہاء کے نزدیک دوسرے روز رمضان کی تمیز تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے، متبادلہ اس دن عید الفطر منانے کے قائل ہیں وہ ایسی صورت میں ۲۹ روز کا مہینہ مانتے ہیں، اصل ان کی دلیل عبد اللہ بن عمر کی حدیث ”فاقدروا له أى ضيقوا له العدد“ ہے اس کا

تفصیلی جواب پیچھے گزر چکا ہے، اس لئے یہاں اس اعادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”ذكر البخاری حدیث ابن عمر من وجهین أحد بلفظ ”فإن غم عليكم فاقدرُوا له والآخر بلفظ فأكملوا العدة ثلاثين وقصد بذلك بیان المراد من قوله فاقدرُوا له فأكملوا العدة يرجع إلى الجملتين“ (فتح الباری ۳/ ۱۵۳)۔
ایک روایت میں بالتصریح ہے:

”فإن غم عليكم فأكملوا صوم ثلاثين ثم أفطروا“ (مسلم)۔

۳۔ اگر مطلع بے غبار ہو، فضاء صاف ہو، تو مالکیہ و احناف کے نزدیک ثبوت ہلال کے لئے خبر مستفیض ضروری ہے دیگر حضرات کے یہاں دو شہادت کافی ہیں (الفقہ الاسلامی وادلہ ۲/ ۶۰۰)۔

دوسرے فقہاء کی دلیل حضرت عبدالرحمان بن زید بن خطاب ربیع بن حراش کی مرفوع روایتیں ابن عمر ابن عباس اور عمرؓ کے آثار ہیں، مالکیہ و احناف ان احادیث کو حالت غیم سے مقید کرتے ہیں اور دوسری حدیث مرفوع سے استدلال کرتے ہیں: ”الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون قال ابو عیسی: غریب حسن“ (ترمذی)۔

خبر مستفیض شرط کی تحقیق

اگر مطلع صاف ہے تو احناف و مالکیہ کے نزدیک خبر مستفیض کی شہادت ضروری ہے، خواہ ماہ رمضان ہو یا شوال، لیکن اب تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ خبر مستفیض کا اطلاق کتنی تعداد پر ہوگا، اس سلسلے میں مالکیہ کے نزدیک عرف پر مبنی ہے کہ اتنی بڑی تعداد رویت ہلال کی شہادت دے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً و عادۃً ناقابل تصور ہو، ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے الفاظ میں:

”رؤية الجماعة الكثيرة يومن تواطؤها على الكتاب و يفيد خبرها العلم“ (لفقه الاسلامي وادلته ۶۰۰/۲)۔

احناف فقہاء کی آراء مختلف ہیں، امام ابو یوسفؒ سے پچاس کی تعداد مروی ہے (سراجیہ/۳۰)، ابن خلف بن ایوب پانچ سو کی تعداد کو بھی کم تصور کرتے ہیں اور امام محمد بلا تعین امام وقت کے صواب دید کی طرف محول کرتے ہیں (رسائل ابن عابدین ۲۳۳/۱، مزید دیکھئے: البندیہ ۱۹۸/۱، فتح القدیر ۲/۳۲۳، سراجیہ/۳۰)۔ علاء الدین ہسکفی امام محمد کے قول کو علی المذہب قرار دیا ہے (الدر المختار علی ہاشم الرد ۱۰۱/۲)۔ مواہب میں اس کی تصحیح کی گئی ہے، شرنبلالی کا بھی یہی خیال ہے (رد المحتار ۱۰۱/۲)، ”بدائع الصنائع“ میں ظاہر الروایہ کی صراحت ہے (بدائع الصنائع ۸۰۲/۲)۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ ہر مسجد سے ایک دو لوگ آ کر رویت ہلال کی اطلاع دیں (البحر الرائق ۲۶۹/۲)، علامہ ابن الہمام صاحبین کے صحیح قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”والحق ما روی عن محمد وأبی یوسف أيضا أن العبرة لتواتر الخبر ومجئته من كل جانب (فتح القدیر ۲/۳۲۳)۔

رسائل ابن عابدین میں اسکی وجہ پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے۔

”لا مجرد الاستفاضة؛ لأنها قد تكون مبنية على إخبار رجل واحد فيشيع الخبر عنه“ (رسائل ابن عابدین ۲۵۳/۱)۔

خبر مستفیض کی شرط اس لئے لگاتے ہیں کہ مطلع بے غبار کے وقت ایک آدمی کو رویت میں مغالطہ ہو سکتا ہے، مشہور حنفی فقیہ برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں:

”لأن التفرد بالرؤية في مثل هذه الحالة يوهم الغلط، فيجب التوقف

فيه حتى يكون جمعا كثيرا“ (ہدایہ)۔

حسن امام ابو حنیفہ سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ مطلق دو شخص کی شہادت

کافی ہے خواہ مطلع ابراؤد ہو یا صاف ہو، چنانچہ علامہ ابن نجیم اپنی مایہ ناز کتاب ”الحر الرائق“ میں رقم کرتے ہیں۔

”وروی الحسن عن أبي حنيفة أنه يقبل فيه شهادة رجلين وامرأتين سواء كان بالسماء علة أو لم يكن كما روى في هلال رمضان أنه تقبل فيه شهادة الواحد العدل سواء كان في السماء علة أو لم يكن“ (الحر الرائق ۲/۲۶۹، نیز ملاحظہ ہو: رد المحتار ۲/۱۰۲، بدائع الصنائع ۲/۸۱)۔

اسی قول کو علامہ ابن نجیم اور شامی نے ترجیح دی ہے، انہوں نے اس کی علت یہ بتائی کہ حالات و زمانہ پر یہ مسئلہ مبنی ہے، پہلے صورت حال یہ تھی کہ لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے، بڑے شوق و ذوق سے ہلال کا معائنہ کرتے تھے، اب ایسی بات نہیں رہی، لوگوں نے سستی و کاہلی کو راہ دینے ہی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ دیکھنے والے پر جملہ چست کرتے ہیں، انہیں برا بھلا کہتے ہیں لہذا:

”ينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا“ (الحر الرائق ۲/۲۷۹، رد المحتار ۲/۱۰۱)۔

علامہ شامی اس روایت کو ترجیح دینے کا سبب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم أن لا يصوم الناس إلا بعد ليلتين أو ثلاث وحينئذ فليس في شهادة إلا اثنين تفرد بين الجمع الفقير حتى يظهر غلط الشاهد فانتفت على ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى“ (رد المحتار ۲/۱۰۱)۔

زیر بحث مسئلہ میں معتدل راہ

ہمارے خیال میں فی زمانہ حسن کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے، کیونکہ روایت

ہلال کے مسئلہ میں بنیادی عنصر قاضی یا ہلال کمیٹی کو اطمینان قلب ہونا ہے اس کی تائید روایت ہلال سے متعلق دوسری فقہی جزئیات سے ہوتی ہے، بیرون شہر سے وارد شخص کی روایت ہلال کی اطلاع یا بلند مقام پر سے دیکھنے والے کی شہادت کی اساس و بنیاد پر بصری روایت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے جب کہ مطلع صاف ہو، البتہ شاید کا عادل ہونا شرط ہے اس کی وجہ تيقن کا حصول ہے۔

”لأنه يتيقن في الرؤية في الصحارى ما لم يتيقن في الأمصار لما فيها من الكثر الغبار، وكذا إذا كان في المصر في موضع مرتفع وهلال الفطر إذا كانت السماء مصحية كهلال رمضان، فهذا يدل على ترجيح رواية الحسن“
(البحر الرائق ۲/۲۶۹)۔

نیز ظاہر الروایہ کے مطابق اصل تعداد معتبر ہے نہ کہ جم غفیر (حوالہ سابق، رسائل ابن عابدین ۱/۲۳۵)، جیسا کہ اس سے قبل گزرا اس کی تائید نصوص سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس کا قول ہے:

”إن رسول الله ﷺ أجاز شهادة رجل على رؤية هلال رمضان وكان رسول الله ﷺ لا يجيز على شهادة إفطار إلا شهادة رجلين“ (السنن الكبرى، باب الشهادة على رؤية هلال رمضان ۳/۲۱۲)۔

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کا مکتوب اہل خائفین کے نام حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب اور حضرت ربیع بن حراش کی مرفوع حدیث جن میں دو مسلم گواہان کا تذکرہ ہے ان احادیث میں فضا کی آلودگی یا بے غبار ہونے کی کوئی تفصیل نہیں ہے، مطلق کو مقید کرنے کے لئے دلیل چاہئے قیاس سے نص کو مقید کرنا درست نہیں جب کہ اس پر عمل کرنا ممکن ہو:

إن المطلق من كتاب الله تعالى إذا أمكن العمل بإطلاقه فالزيادة عليه
بخر الواحد والقياس لا يجوز (اصول الشاشی ۱۰۹)۔

عید الفطر حقوق العباد کے قبیل سے ہے اس لئے اس میں شہادت کی تعداد ضروری قرار پاتی ہے تاکہ ثبوت میں شبہ کا امکان باقی نہ رہے۔

چاند دیکھنے والے کا فریضہ

جس کسی نے بھی چاند دیکھا ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا نوخیز باندی، تو اس کی ذمہ داری ہے کہ فوری قاضی، حاکم یا ہلال کمیٹی، کے پاس آ کر رویت ہلال کی اطلاع دے (المیزان علی ہاشم الہندیہ ۲۳/۳، الہندیہ ۱۹۶/۱، الدر المختار)۔

اگر خدا نخواستہ اس کے علاقہ میں ان میں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ جامع مسجد میں آئے اور رویت ہلال کی گواہی دے (ہندیہ ۱۹۷/۱)، اگر رمضان کا مہینہ ہے تو ایک شخص کی گواہی اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے، بشرطیکہ عادل ہو اور لوگوں کی افواہ پر نظر رکھنا ضروری ہو جاتا ہے اور اگر عید الفطر ہے یا عید الاضحیٰ، تو کم سے کم دو عادل گواہاں ہوں جو رویت ہلال کی شہادت دیدے، تب روزہ موقوف کرنا درست ہے (سراجیہ ۳۱، المیزان علی الہندیہ ۲۳/۳، البحر الرائق ۲/۱۶۶)، علامہ شامی فوری اطلاع دینے کی علت پر حلوانی کے حوالہ سے روشنی ڈالتے ہیں:

”قال الحلواني: يلزم العدل و لو أمة أو مخدرة أن يشهد في ليلة كى

لا يصوم مفطرين، وهي من فروض العين“ (ہندیہ ۱۹۷/۱)۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رائی ہلال پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے کے قاضی کے پاس جا کر چاند دیکھنے کی شہادت دے، اگر نظام قضاء نہ ہو تو رویت ہلال کمیٹی کے پاس یا مقامی علماء جن کے اوپر وہاں کے باشندگان مسلمان کا اعتماد ہو کے پاس جا کر رویت ہلال کی شہادت دے، اگر اس منطقہ میں علماء بھی نہ ہوں اور نہ رویت ہلال کمیٹی ہو تو ایسی صورت حال میں جامع مسجد میں جا کر سر عام لوگوں کے سامنے شہادت دینا ضروری ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ

نے چاند دیکھنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس جا کر رویت ہلال کی خبر دی (ردالمحار ۲/۲۹)۔ اسی طرح ابن عباسؓ کی حدیث میں ایک اعرابی شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور رویت ہلال کی اطلاع دیتا ہے اور آپ ﷺ اس کی شہادت قبول فرماتے ہیں (سنن ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱۳۸)۔

شہادت کی تاخیر

رویت ہلال کی شہادت میں حتی الوسع تاخیر سے بچا جانا چاہیے، تاہم پھر بھی چند گھنٹے کی تاخیر سے منفی اثر مرتب نہیں ہوگا جیسا کہ بعض فقہی جزییات سے معلوم ہوتا ہے، جلوانی کا مذکورہ قول اسی طرف ہے، البتہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ قاضی وغیرہ کو غور و فکر اور تحقیق کرنے کا موقع نہ مل سکے اور دوسرے دن وہ روزہ نہ رکھ سکیں، چنانچہ داماد آفندی رقم فرماتے ہیں:

”وفیه إشارة إلى أن شهادته لازمة لتلا يفطر الناس“ (مجمع الانہار ۲۳۸)۔

”موسوعة فقہیہ“ کی عبارت سے یہی بات عیاں ہے:

”وإن وقت أعلام بالنسبة لرمضان ، هو ما قبل فجر اليوم منه“ (موسوعة

فقہیہ ۳۹/۲۲)۔

اگر کوئی معقول عذر پیش ہو تو اسے چاہیے کہ کسی دوسرے کو رویت کی پوری کیفیت بتا کر شہادت کے کئے روانہ کرے، ایک دن یا اس سے زائد تاخیر کے بعد شہادت دے، تو اس میں تفصیل ہے اگر وہ شہر کے باہر سے آ رہا ہے اور اس کو راستے میں اتنی تاخیر ہو گئی تو اس کا عذر مقبول ہے اور شہادت قبول کی جائے گی جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔

”من رجل من أصحاب النبی ﷺ قال: اختلف الناس فی آخر يوم

من رمضان، فقدم اعرابیان، فشهدا عند النبی ﷺ باللہ لأهلا الهلال أمس

عشیۃ فامر رسول اللہ ﷺ أن یفطروا“ (ابوداؤد: باب شہادۃ رطلین علی رویۃ ہلال شوال)۔
اس شرط کے ساتھ مطلع ایک ہو یا معمولی فرق ہو اور اگر وہ اندرونی شہر رہتے ہوئے
ایک دن کی تاخیر سے شہادت دے رہا ہے، تو اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔

۱- الف - اختلاف مطلع کی تحقیق:

مطلع کے معنی آتے ہیں چاند نکلنے کی جگہ، اس طرح اختلاف مطلع کا مطلب ہوگا کہ
ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ روپوش ہو، یہ عین ممکن ہے کہ کسی جگہ ایک دن چاند دکھائی
دے، دوسری جگہ دوسرے دن۔

یہاں دو اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں، اختلاف مطلع معتبر ہے یا نہیں؟

اگر معتبر ہے تو اسکے حدود کیا ہیں؟

اتنا طے شدہ ہے کہ اختلاف مطلع پایا جاتا ہے، کیونکہ آج کل کے جدید دریافت شدہ
بعض خطے ایسے ہیں کہ جہاں چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن اور بعض علاقے ایسے ہیں جہاں چند
گھنٹوں کی رات ہوتی ہے، بعض منطقے ایسے ہیں جہاں ایک منطقہ میں رات ہے تو عین اسی وقت
دوسری جگہ دن ہے، کہیں عشاء کی نماز کا وقت ہے تو اس وقت دوسری جگہ ظہر کی نماز کا وقت ہے،
کہیں فجر کی نماز کا وقت ہے تو عین اس وقت دوسری جگہ عصر یا مغرب کا وقت ہو چکا ہوتا ہے۔

اختلاف مطلع کے معتبر ہونے اور عدم اعتبار کے سلسلے میں بعض امور میں علماء کا اتفاق
پایا جاتا ہے اور بعض امور میں اختلاف، اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ ایک شہر کے حق میں
رویت ہلال لازم ہے، اختلاف اس میں ہے دوسرے خطے کے لوگوں کے حق میں بھی ان کی
رویت ہلال لازم ہے یا نہیں؟

جمہور علماء اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں کرتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۰۹/۲، فقہ

السنہ ۲۶۸)، لہذا ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والے کے لئے لازم ہوگی؟ یہی ”ظاہر الروایۃ“ کے مطابق احناف کا مشہور مسلک ہے، علامہ محقق ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

”الأخذ بظاهر الرواية أحوط“ (فتح القدیر ۲/۳۱۳)۔

علامہ شامی بمالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہی نقل کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں:

”لكن المعتمد الراجح عندنا أنه لا اعتبار به، وهو ظاهر الرواية، وعليه المتن كالكنز وغيره، وهو للصحيح عند الحنابلة كما في الإنصاف، وكذا هو مذهب المالكية“ (رسائل ابن عابدین)۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

”وإذا رأى الهلال أهل بلد لزم جميع البلاد الصوم“ (مغنی ۵/۳)۔

امام ابوليث اور بعض شوافع بھی اس کے قائل ہیں (مغنی ۵/۳، شرح المہذب ۶/۲۷۳)۔

علماء کی ایک معتد بہ مقدار اختلاف مطالع کو معتبر مانتی ہے، یہی عکرمہ قاسم بن محمد سالم بن عبداللہ، ابن عباس، اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری کا قول ہے (الجامع لاحکام القرآن ۲/۲۹۵)، جیسا کہ امام بخاری نے اپنے ترجمۃ الباب میں اس طرف اشارہ فرمایا: ”لأهل كل بلد رؤيتهم“ احناف میں امام زیلعی (تبیین الحقائق ۱/۳۲۱) اور علامہ کاسانی (بدائع الصنائع ۲/۸۳) نے اسی کو اختیار کیا ہے، شوافع کا مختار مذہب یہی ہے، امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

”وبهذا قطع المصنف والشيخ أبو حامد البندنجي وآخرون، وصححه العبدري، والرافعي والأكثرون“ (شرح المہذب ۶/۲۷۳)۔

مالکیہ کے نزدیک تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر امام اعظم امیر المؤمنین تمام لوگوں کو ایک دن عجم، فطر منانے کا اعلان کریں اور ان کے نزدیک رویت ہلال ثابت ہو چکی ہو تو پھر ایک شہر کی رویت دوسرے اہل شہر کے لئے لازم ہے، ابن ماجہون لکھتے ہیں:

”لا يلزم بالشهادة إلا لأهل البلد يثبت فيه الشهادة إلا أن يثبت عند الإمام أعظم ، فيلزم الناس كلهم، لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد، إذ حكمه نافذ في الجميع“ (فتح الباری ۴/۱۵۵)۔

قرطبی فرماتے ہیں: ”فإن حمل، فلا تجوز مخالفته“ (الجامع لأحكام القرآن ۲/۹۵)۔
ابن عربی مالکی نے اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو صحیح قرار دیا (تمہید ۱۳/۳۵۸)۔
علامہ ابن عبدالبر نے اسی کو اختیار کیا ہے:

”إلى القول الأول أذهب، لأنه فيه أثرا مرفوعاً، وهو حديث حسن تلزم به الحجة“ (تمہید ۱۳/۳۵۸)۔
”الموسوعة الفقهية“ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو ترجیح دی گئی ہے (موسوعة فقهية ۲۲/۳۶)۔

مانعین کی دلیل

جو لوگ اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانتے ہیں، ان کی دلیل آپ ﷺ کا قول، ”صوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته“، ان کا کہنا ہے کہ یہ خطاب عام ہے، علامہ ابن الھمام لکھتے ہیں:

”عموم الخطاب في قوله صوموا ”مطلقاً بمطلق الرؤية في قوله ”لرؤيته“ وبرؤية قوم بصدق اسم الرؤية فيثبت ما تعلق به من عموم الحكم فيعمم الوجوب“ (فتح الباری ۲/۳۱۳)۔

جب روزہ رکھنے اور موقوف کرنے کا حکم مطلق رویت ہلال پر اور مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے لہذا جم غفیر کی رویت یا فرد واحد کی شہادت سے ثبوت رمضان تمام مسلمانوں کے حق میں لازم ہوگا۔

قائلین کی دلیل

جو لوگ اختلاف مطالع کے قائل ہیں ان کی دو دلیلیں ہیں، ایک حدیث کریب ہے جسے ترمذی نے روایت کی ہے (ترمذی باب لکل اہل بلد رؤیتہم ۱۳۹/۱)۔

۲- اوقات صلاۃ اختلاف مطالع معتبر مانتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ روزے میں معتبر نہ مانا جائے
”الموسوعة الفقهية“ میں تصریح ہے۔

”فقرر بعد مانتانہ اختلاف الهلال باختلاف الآفاق وجوب أن يكون لكل قوم رؤيتهم في الهلال كما أن لكل قوم أوقات صلوتهم“ (موسوعة فہمیہ ۳۶/۲۲، تبیین الحقائق ۳۲/۱)۔

۳- ”وروی أن ابا موسى الضریر قدم الاسكندرية فسأل عمن صعد على منارة الاسكندرية فيرى الشمس بزمان طويل بعد ما غربت عندهم في البلد أيحل له أن يفطر؟ فقال لا ويحك لأهل البلد؛ لأن كلا مخاطب بما عنده“ (تبیین الحقائق ۳۲/۱)۔

مانعین کی دلیل پر ایک نظر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ روزہ رکھنا اور موقوف کرنا رؤیت ہلال سے متعلق ہے، لیکن ہر مسلمان کی رؤیت مراد نہیں ہے اور ایسا ممکن بھی ہے کہ تمام مسلمان دیکھ سکیں، بلکہ بعض اشخاص کی رؤیت مقصود ہے (الفقه الاسلامی وادلتہ ۶۰۹/۲)، لہذا یہ خطاب عام نہیں رہا نیز اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے اہل شہر کے لازم قرار دیا جائے تو گویا کہ ایسی چیز کا انہیں مکلف بنا رہے ہیں جو ان سے مخفی ہے حالانکہ انسان اس کا مکلف نہیں ہے ”لا یکلف الله نفسا إلا وسعها

(سورہ بقرہ) علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں: ”لأن الناس لا يكلفون علم ما غاب عنهم في غير بلدهم ولو كلفوا ذلك لضاق عليهم“ (تمہید ۱۴/۳۵۸)۔

قائلین کی دلیل کا ایک جائزہ

۱- ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کرنا غیر واضح ہے، کیونکہ اس میں دوسرے اور احتمالات بھی ہیں ممکن ہے کہ

الف- خبر واحد کی وجہ سے کریب کی شہادت کو رد کر دیئے ہوں (حوالہ سابق)۔

ب- خبر واحد قبول کرنے کے لئے جو شرائط مطلوب ہیں وہ ان کے نزدیک پورے نہ ہوتے ہوں (اعلاء السنن ۹/۱۰۲-۱۰۳)۔

ج- کریب نے دوسرے کے دیکھنے کی شہادت نہیں دی ورنہ حاکم کے فیصلہ کی شہادت اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے تو انہوں نے لفظ شہادت استعمال نہیں کیا اور اگر ہم تسلیم کر لیتے ہیں لفظ شہادت بولے ہیں، لیکن ایک شخص کی شہادت سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی کے لئے لازم قرار نہیں پاتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی فیصلہ کرے۔

”لا يثبت بشهادة وجوب القضاء على القاضي“ (فتح القدیر ۲/۳۱۴، البحر الرائق ۲/۲۷۰)۔

تاہم اس کا بھی احتمال ہے کہ اختلاف مطلع کے سبب کریب کے قول کو رد کئے ہوں علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

”وذلك محتمل لكون المراد أمر كل أهل مطلع بالصوم لرؤيتهم“ (فتح القدیر ۲/۳۱۴)۔

۲- دوسری دلیل قابل اعتبار ہے کیونکہ شریعت نے جس طرح نماز کے واسطے گردش

سورج کو اوقات صلاۃ کے لئے معیار بنایا اسی طرح رویت ہلال کو ثبوت رمضان اور عیدین کے لئے معیار قرار دیا ہے ”الموسوعة الفقهية“ میں لکھا ہے:

”أن البلاد المشرقية إذا كان الهلال فيها في الشعاع وبقيت الشمس تترك مع القمر إلى الجهة الغربية فما تصل الشمس إلى أفق المغرب وقد خرج الهلال عن الشعاع فيراه أهل المغرب ولا يراه أهل المشرق“ (موسوعة فقهية ۲۲/۳۶)۔

اختلاف مطالع کی بابت حنفی نقطہ نظر

اس سے پہلے گزرا کہ احناف کا مشہور مذہب عدم اعتبار کا ہے، لیکن موجودہ دور میں تقریباً حنفی علماء اختلاف مطالع کے قائل نظر آتے ہیں اور متاخرین علماء میں بہترے فقہاء معتبر مانتے ہیں جن کے سرخیل امام زبعلی ہیں وہ رقم طراز ہیں:

۱- ”والأشبه أن يعتبر؛ لأن كل قول مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار“ (تبيين الحقائق ۲۲۱/۱)۔
۲- ملک العلماء کا سانی تحریر فرماتے ہیں:

”فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر“ (بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

۱-ب- اختلاف مطالع کے حدود

جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قریب ملکوں میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے (شرح المہذب ۲/۶۷۳، فتح الباری ۱۰۵/۳، فتح العلام ۱۸/۳،

البحر الرائق ۲/۲۰۷، بدائع الصنائع ۲/۸۳، نیز حنفی نقطہ نظر کے ذیل کج حوالہ سابق ملاحظہ ہو)، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنی دوری اس کے لئے درکار ہے؟

اس کی بابت علماء کے آراء مختلف ہیں حافظ ابن حجر نے پانچ اقوال نقل کئے ہیں:

۱- ”أحدهما: اختلاف المطالع قطع به العراقيون والصيدلاني وصححه النووي في الروضية وشرح المذهب“ (شرح المہذب ۱/۲۷۳)۔

۲- ”ثانيها: مسافة القصر قطع بها الإمام والبقوي وصححه الرافي في الصغير والنووي في شرح مسلم وبهذا قال الفوراني وإمام الحرمين والغزالي والبقوي وآخرون من الخراسانيين وضعفه النووي“ (شرح المہذب ۱/۲۷۳)۔

۳- ”ثالثها: اختلاف الأقاليم، وبهذا قال الصيمري وآخرون“۔

۴- ”رابعها: حكاية السرخسي، فقال: يلزم كل بلد لا يتصور خفاؤه عنهم بلا عارض دون غيرهم“۔

۵- ”خامسها: قول ابن الماجشون المتقدم قال ابن الماجشون: لا يلزم الشهادة إلا لأهل البلد تثبت فيه الشهادة إلا أن عند الإمام الأعظم فيلزم الناس كلهم“ (فتح الباری ۳/۱۵۵)۔

علامہ شوکانی نے چھ قول کا اضافہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

۶- ”سادسها: أنه لا يلزم إذا اختلف الجهتان ارتفاعاً وانحداراً، كان يكون أحدهما سهلاً والآخر جبلاً، أو كان بلد في إقليم“ (نیل الاوطار)۔

اس کے علاوہ بھی اقوال ملتے ہیں علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے ایک ماہ کی مسافت نقل کیا ہے:

”وذكر القهستاني عن الجواهر تحديده بمسيرة شهر فصاعداً اعتبار

القصة سليمان عليه السلام قال: فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من إقليم إلى إقليم، وبين كل من مسيرة شهر انتهى“ (رسائل ابن عابدین ۲۵۰/۱، قال تعالیٰ: غدو ورواحا شهر، ایک ماہ کی مسافت چار سو اسی کلومیٹر ہے) (قضا یا معاشرہ ۲۹۵-۷۲ میل برابر ۱۱۵۸۳۸ کلومیٹر) (المجم الوسيط مادہ میل و فرسخ)۔

۸- ۲۴ فرسخ ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہوتا ہے، ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے، علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے:

”وقد نبه التاج التبريزي على أن اختلاف المطالع لا يمكن في أقل من أربعة و عشرين فرسخاً“۔

وأفتى به الوالد، والأوجه أنه تحديدة (رسائل ابن عابدین ۲۵۰/۱)۔

۹۔ بعض نے مبتلیٰ بہ کی طرف محول کیا ہے، جیسا کہ محدث یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

”وحد البعد مفوض إلى رأى المبتلى به، وليس له حد معين“ (معارف السنن ۳۳۷/۵)۔

۱۰۔ بعض علماء نے ایک دن کے فرق کو اختلاف مطالع کا معیار قرار دیا ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: ”ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدين بأكثر من يوم واحد“ (فتح الملہم ۱۱۳/۳)۔

شوافع کے نزدیک پہلا قول رائج ہے،

”والبعد يعتبر باختلاف المطالع وهو الأصح عند الشوافع“ (فتح الملہم ۶۳/۳)۔

علماء احناف میں علامہ عبدالحی لکھنوی نے ساتویں قول کو ترجیح دی ہے۔ ”وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رویت یک بلدہ بہ بلد دیگر نخواہد شد، و در بلاد متقار بہ کہ

مسافت کم از کم یک ماہ داشتہ باشند حکم رویت یک بلدہ بہ بلد دیگر لازم خواہد باشد“ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہاشم خلاصۃ الفتاویٰ ۱/ ۲۵۶)۔

”مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ“ نے دسویں قول کو رائج قرار دیا ہے۔
محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے

۱- بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادات ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے، تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۰ دن کا قرار دیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

۲- بلاد قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رویت میں عادات ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے، بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم کو بلاد قریبہ مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ کتنی مسافت پر بدلتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے (جدید فقہی مسائل ۲/ ۴۵، رویت ہلال کا مسئلہ ۱۱-۱۲)۔

دسواں قول نص سے قریب تر ہے، کیونکہ حدیث میں ۳۰/۲۹ روز کے مہینے ہونے کی تصریح ہے، لہذا اگر کوئی ۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کی شہادت دے، یا ۳۱ تاریخ کو، قبول نہیں کی جائے گی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”الشہر ھکذا وھکذا أوخش سلیمان إصبعة فی الثالثة، یعنی تسعا

وعشرین وثلاثین“ (ابوداؤد باب الشہر کیون تسعاً وعشرین)۔

برصغیر کا مطلع

۱- ج، د- مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے ایک دن کا فصل اختلاف مطلع کا معیار ہے اور ظاہر ہے کہ برصغیر ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال وغیرہ کے مطلع کے درمیان ایک دن کا فرق واقع نہیں ہوتا ہے، بلکہ چند منٹوں یا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے، لہذا از روئے شرع ان ملکوں کا مطلع ایک ہوگا، اس کی بابت ”مجلس تحقیقات و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ“ نے بھی واضح طور پر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

”ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ عہدہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔“

مصر و حجاز سے دور دراز ملکوں کا مطلع ہند و پاک کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رویت ان ملکوں کے لئے اور ان ملکوں کی رویت یہاں کے لئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں اور ہند و پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

اگر ملک کے کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت ہو گیا، تو مطلع ایک ہونے کی وجہ سے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر اس پر عمل اس وقت لازم ہوتا ہے، جبکہ وہاں کے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کے نزدیک اس رویت ہلال کے شرعی ثبوت متحقق ہو جائے (شرعی ثبوت کے شرائط، شہادت علی القضاء ملاحظہ ہو)۔

قاضی کے فیصلہ کی تحدید

۴- الف- جس علاقہ میں نظام قضاء موجود ہے، جیسا کہ بہار، اڑیسہ، آندھرا پردیش وغیرہ دیگر صوبوں میں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی ثبوت رمضان وعید الفطر کا اعلان کرتا ہے، تو اس حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، چنانچہ صاحب ہدایہ اپنی کتاب ”التحقیس“ میں تحریر فرماتے ہیں:

اشتبہ فشهدا أن قاضی بلد كذا قضی بشبوتہ بالشہود، لا یظهر ذلك فی حق مصر آخر، ویظهر فی حق رأه (المزازی علی باش البندیہ ۱۳/۳۵)۔
شیخ الاسلام ابوالحسن کا چشم کشا فتویٰ ملاحظہ ہو:

”وفی فوائد نجم الدین النسفی، سنل شیخ الإسلام أبو الحسن عن قاضی قضی برؤية هلال رمضان بشهادة شاهدين عند اشتباه فی مصر هل یظهر حکمه فی حق مصر آخر فقال: لا، لأنه ليس تبعاً له بخلاف قرى هذا المصر ومحاله وما ينسب إليه“ (غیاثیہ ۵۰، دیکھیے تاتارخانیہ ۲/۳۵۶)۔

بذریعہ تحریر اطلاع کی حیثیت

۱- ر- شریعت میں تحریر کو کافی اہمیت دی گئی ہے قرآن مجید نے معاملات میں قلم بند کرنے کا حکم دیا ہے ولو تداینتم بدین ... فاکتبوه (سورہ بقرہ)، لیکن تحریریں ایک دوسرے کے مماثل ہوتی ہیں، آج کل تو تحریروں کی نقل ایک فن بن چکا ہے اس چابک دستی سے تحریر نقل کر لی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون اصل تحریر ہے اور کونسی نقل تاہم فقہاء نے تحریر کو اہمیت دی ہے ایسی تمام صورتوں میں فقہاء نے تحریر کو معتبر مانا ہے جہاں قرآن سے یقین ہو جائے کہ یہ تحریر اسی شخص کی ہے جس کی طرف نسبت کی جا رہی ہے خارجی قرآن مہر ثبت ہونا، دستخط کی

مکمل شناخت ہونا، نامہ رساں کا قابل اعتماد ہونا، تحریر کا ممتاز ہونا وغیرہ ہیں (دیکھئے: رد المحتار)۔ واضح رہے کہ یہ تحریر اطلاع کی حیثیت خبر ہونے کی ہوگی نہ ثقہ شہادت کہ اس لئے کہ شہادت کے لئے مجلس قضاء اور قاضی کے رو برو پیش ہونا ضروری ہے، لہذا یہ تحریر ثبوت رمضان کے لئے قابل اعتناء ہوگی نہ کہ عید الفطر کا، اسی طرح جب مطلع صاف ہو تو اس وقت یہ ثبوت رمضان کے لئے بھی کافی سمجھی جائے گی، ہاں البتہ مختلف تحریریں مل کر خبر مستفیض کو پہنچ جائے تو رمضان اور عید الفطر دونوں ثابت ہو جائے گی، چنانچہ موصوف عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

واقعی در رویت ہلال شہرت اخبار معتبر است اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ در آنجا رویت ہلال شدہ یا بوساطت تاریقی دریافت ایں امر شد تا وقتے کہ شہر آن نشود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۱/ ۲۵۶)۔

بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی حیثیت

ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع کی حیثیت تحریر خبری کی سی ہے جس طرح تحریروں میں باہم مماثلت ہوتی ہے اسی طرح آوازوں کے درمیان مشابہت بڑی حد تک پائی جاتی ہے، بلکہ مختلف آوازوں کی نقالی ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے ایسی صورت حال میں ٹیلی فون کے ذریعہ کی اطلاع اس وقت معتبر سمجھی جائے گی، جبکہ ٹیلی فون کے ذریعہ خبر دینے والے شخص سے ایک گونہ شناسائی ہو، اس شخص کو اس غرض کے لئے پہلے سے مقرر کر دیا گیا ہو وقت کی تعیین بھی کر دی گئی ہو اس طرح احتیاطی امور کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو تو کوئی بعید نہیں ہے، اس سے غالب گمان حاصل ہو جائے اور خبر واحد میں غالب گمان کافی ہے البتہ عید الفطر اور، جبکہ مطلع صاف ہو تو رمضان کے ثبوت کے لئے ٹیلیفون کی اطلاع نا کافی ہوگی الا یہ کہ مختلف مقامات سے اس قدر فون آئے خبر

مستفیض کے حد تک پہنچ جائے تو قابل قبول ہے، جیسا کہ تحریری اطلاع کے بارے میں گزرا۔
اگر ایسا نظام ہو کہ رویت ہلال کمیٹی یا نظام قضاء کی جانب سے مختلف اضلاع و علاقے
میں ان کے لوگ متعین ہوں جو وہاں کی رویت کی بابت دیکھنے والے سے گواہی لے لیں اور فون
کے ذریعہ مرکز نظام قضاء یا ہلال کمیٹی کو اطلاع کر دیں تو اس وقت عید الفطر مطلع بے غبار کی صورت
میں رمضان بھی ثابت ہوگا۔

ریڈیو اور ٹی وی کی اطلاع: www.KitaboSunnat.com

۵-ج-

۱-ر-۴-ب، ج- ریڈیو اور ٹی وی کی اطلاع خبر کے درجہ میں ہے، کسی خطہ میں
رویت ہلال ہوئی اس کی خبر ریڈیو ٹی وی کے ذریعہ بتایا گیا کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے تو خبر کی
کوئی حیثیت نہیں ہوگی ہاں اگر قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے رویت ہلال کا فیصلہ کرنے کے بعد
ریڈیو یا ٹی وی کو لکھ کر دیا کہ وہ اس خبر کا اعلان کر دیں تو ایسی صورت میں یہ اعلان معتبر ہوگا، جبکہ
اعلان کرنے والا قاضی شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف منسوب کر کے اعلان کرے اس
اعلان پر اس حلقہ نظام قضاء و ذمہ داران حلال کمیٹی کے تمام مسلمانوں پر عمل ضروری ہوتا ہے۔
دوسرے صوبہ و ملک کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ وہاں کے
لوگوں کو اپنے صوبہ و ملک کے قاضی یا ذمہ داران ہلال کمیٹی کے اعلان کا انتظار کریں دوسرے
صوبہ و ملک کے باشندگان کے لئے اس رویت پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہو جائے گا جب کہ
وہاں کے قاضی یا ذمہ داران ہلال کمیٹی کے نزدیک اس رویت کا شرعی ثبوت متحقق ہو جائے۔
اور وہ ثبوت ہلال کا اعلان کر دیں۔

”ولو شهدوا أن قاضی بلد کذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فی ليلة

کذا وقضى بشهادتها جاز لهذا القاضى أن يحكم بشهادتها؛ لأن قضاء القاضى حجة وقد شهدوا به“ (فتح القدیر ۲/۳۱۳، نیز ملاحظہ ہو البحر الرائق ۲/۲۷۰، الہندیہ ۱۹۹، فتاویٰ ہندیہ ابن نجیم عی ہامش الغیاثیہ ۱۸)۔

البتہ اس کے لئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ مطلع کا اختلاف نہ ہو:

”فیجب أن يكون هذا الجواب إذا لم يكن بينهما من البعد ما يختلف به المطالع“ (غیاثیہ ۵۰)۔

مختلف صوبوں کے ریڈیو اور ٹی وی سے رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان کیا جا رہا ہو، یہاں تک کہ وہ خبر مستفیض کی حیثیت اختیار کر لے تو ایسی صورت میں دوسرے صوبے و ملک والوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری قرار پاتا ہے جب کہ ان کا مطلع ایک ہو (رد المحتار ۲/۱۰۲)۔

”معارف السنن“ میں ریڈیو کے بارے میں لکھا ہے،

”نعم: إذا تواردت أخبار راديو، متعددة من شتى الجهات، ولا تختلف جهات الأنباء عن البلد الذى لم ير فيه الهلال بعد يختلف فيه المطالع، فيسوغ العمل بهذه الأنباء المرسلة، وتدخل في حد الاستفاضة المفيدة للطمانينة“ (معارف السنن ۵/۳۲۰)۔

اگر پورے ملک کا مرکزی نظام قضاء کا قیام عمل میں آجائے، جس کے پاس صوبائی نظام قضایا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران رویت ہلال کی پوری کارروائی سرانجام دینے کے بعد مرکزی نظام قضاء کو بذریعہ تحریر یا فون اطلاع کر دیں اور مرکز ریڈیو خود سے اعلان کرے یا اپنی طرف منسوب کروا کر اعلان کروائے، تب پورے ملک کے مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہوگی۔

”خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقا“ (ہندیہ ۳۰۹/۵، کتاب الکراہیہ)۔

تار اور فیکس کی اطلاع:

تار اور فیکس کی اطلاع تحریر و ٹیلی فون کی اطلاع سے بالکل مختلف ہے، ان میں خبر دینے والے کی بذات خود تحریر ہوتی ہے اور نہ اس کی آواز جس سے خبر دینے والے شخص کی ذات کی شناخت ہو سکے اور نہ کوئی خارجی ایسے قرائن ہیں جن سے غالب گمان حاصل ہو سکے، لہذا ان پر اطلاع دی جانے والی خبر کی کوئی وقعت نہیں ہے، ”مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ“ نے خط، تار اور ٹیلی فون کی خبروں کی بابت جو فیصلہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

”تار، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار، ٹیلی فون اور خطوط آئیں، اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا“ (جدید فقہی مسائل ۳۶۲)۔

ریڈیو اور ٹی وی کے معلن کا مسلمان ہونا:

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ رمضان وعید الفطر کی رویت ہلال کی خبر دینے والے کے لئے اسلام شرط ہے، لیکن رویت ہلال ثابت ہونے کے بعد کیا اس کے اعلان کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟

فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ معلن کے لئے اسلام شرط نہیں ہے، ہندیہ میں ہے

”خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا“ (ہندیہ ۳۰۹/۵)۔

علامہ شامی توپ و نقارہ کی آواز اور چراغ کی روشنی کو اعلان کے لئے کافی سمجھتے ہیں جب کہ یہ اشیاء غیر ذوی العقول ہیں چہ جائے کہ مسلمان ہونا، وہ تحریر کرتے ہیں:

”والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل

من المصر، لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به“ (بدائع الصنائع ۳۲/۲)۔

نیز معلن کی حیثیت وکیل ہونے کی ہے، اور وکیل کے لئے اسلام شرط نہیں ہے: ”ولا تشتط كونه مسلما صحيحا“ (ہندیہ ۲۵۲/۳ طبع ہند)۔

فلکیاتی تحقیق کی رعایت

۲- ب، ج- رمضان وعید الفطر کا ثبوت رؤیت ہلال ہی سے ہوگا، اس پر تمام فقہاء کا تقریباً اتفاق ہے کہ فلکیاتی تحقیق دوسرے کے حق میں ملزم نہیں ہے، لیکن ماہر فلکیات اپنے علم و تحقیق پر عمل کر سکتا ہے؟

اس سلسلے میں شوافع کے نزدیک مختلف اقوال ملتے ہیں، امام نووی کے بقول اس کے حق میں درست ہے کہ وہ روزہ رکھے، لیکن اس سے فرضیت ادا نہیں ہوگی (بدائع الصنائع ۲۳۱/۲)۔ لیکن ربلی کے بقول فرضیت کے لئے کفایت کر جائے گا (رسائل ابن عابدین ۲۳۸/۱)۔ علامہ شامی نے مفصل بحث کے بعد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

”فيمكن التوفيق بين الأقوال الماضية يحمل القول بالعمل به على الجواز لنفسه، أو لهن صدقه، والقول بعدمه على الوجوب، فلا يلزم الأخذ بقوله، ولا يثبت به الهلال اتفاقا، هذا ما ظهر لى والله تعالى أعلم“ (رسائل ابن عابدین ۲۳۷/۱)۔

علامہ شامی کی رائے کی تائید دوسرے فقہی جزیئہ سے ہوتی ہے کہ اگر کسی کی شہادت رد کردی جاتی ہے، تو دوسرے کے حق میں رؤیت ثابت نہیں ہوتی، لیکن چونکہ اس نے دیکھا ہے، اس لئے اس کے اوپر روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے۔

فلکیاتی حساب سے اس حد تک مدد لی جاسکتی ہے کہ فلکیاتی تحقیق سے جس روز رویت ہلال کا امکان نہ ہو اس روز شہادت قبول کرنے میں کافی تحقیق و جستجو اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی ناگزیر ہوگی اور جس روز رویت ہلال کا امکان ہے اس دن زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ معمولی خبر پر بھی اعتماد کیا جاسکتا ہے، کیونکہ رویت ہلال میں اصل قاضی کے قلب کو اطمینان حاصل ہونا ہے: چنانچہ مشہور شارح حدیث ابن بطلال تحریر فرماتے ہیں: ”إنما المعول على رؤية الهلال، وإنما لنا أن ننظر في علم الحساب، ما يكون عياناً أو كالعيان“ (عمدة القاری ۵/۱۰۹۹)۔

محقق حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ اگر فلکیاتی حساب سے رویت ہلال ممکن ہے، اس پر تمام ماہرین فلکیاتی کا اتفاق ہے، اس کی خبر دینے والوں کی تعداد اتنی ہو، جنہیں جھوٹ پر اتفاق کرنا ناقابل تصور ہو، تو شہادت رد کردی جائے گی۔

اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو، تو اس وقت خبر مستفیض ثبوت رویت ہلال کے لئے ضروری ہوگی، دو گواہوں کی خبر رویت کے ثبوت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں غور کرنا چاہیے۔

محکمہ موسمیات سے مدد

محکمہ موسمیات سے اس حد تک مدد لی جاسکتی ہے کہ اگر بموجب محکمہ موسمیات مطلع صاف ہو اور ظاہری طور پر فضا کثافت زدہ ہو تو اس وقت شہادت قبول کرنے میں کافی چھان بین اور تحقیق کرنی ہوگی، اس صورت میں ہمارے خیال میں دو گواہوں کی خبر پر رمضان کی رویت ہلال کا فیصلہ کیا جائے اور اگر محکمہ موسمیات کے اعتبار سے مطلع گرد آلود ہے تو اس وقت خبر واحد ثبوت رمضان کے لئے کافی سمجھا جائے اور اگر محکمہ موسمیات یا فلکیاتی تحقیق کے مطابق بصری رویت

ناممکن ہے، لیکن اس کے باوجود ناقابل انکار تعداد رویت ہلال کی اطلاع دے رہی ہو، یعنی گویا کہ خبر مستفیض ہو تو رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا جائے گا، لیکن دو گواہ بصری رویت کی خبر دیں تو کیا ان کی تمذیب کی جائے گی؟ اس کی بابت غور و فکر کی ضرورت ہے، کیونکہ معاملات میں دو شاہد سے اطمینان قلب ہو جاتا ہے، اور رویت میں بھی اصل یہی ہے کہ قاضی کا قلب مطمئن ہو جائے۔

واضح رہے کہ مذکورہ تفصیلات اس وقت ہے جب کہ اس روز ماہ قمری کی ۲۹/ تاریخ

ہو۔

دائمی کثافت زدہ علاقے کا حکم

۵- الف- ب- ایسے علاقوں جہاں بالعموم مطلع ابراؤد رہتا ہو، یا دائمی فضا کثافت زدہ رہتی ہے، ۲۹/ تاریخ کو بہت کم چاند نظر آتا ہے، اگر ۳۰/ دن پورے کرنے کا حکم دیا جائے تو دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے چار سال میں ایک ماہ کا فرق واقع ہو جائے گا، تو کیا ایسے مقامات میں ماہر فلکیات کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے چاند کی رویت کا اعتبار کیا جائے یا دوسرے پڑوسی ممالک کی رویت ہلال پر عمل کیا جائے؟ ”صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فعدوا ثلاثین“ کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ۲۹/ کو چاند نظر نہیں آیا تو تیس پورے کرو، احکام القرآن میں رقم فرماتے ہیں:

”هو أصل فی اعتبار الشهر ثلاثین إلا أن یری قبل ذلک الهلال، فإن کل شهر غم علینا، فعلینا أن نعدہ ثلاثین، هذا فی سائر الشهر التي یتعلق بها الأحکام، وإنما یصیر إلى أقل من ثلاثین برؤیة الهلال“ (احکام القرآن للجصاص ۲۰۲)۔

اصل بات یہی ہے جیسا کہ علامہ کا سانی فرماتے ہیں:

”لأن الأصل فی الشهر ثلاثون یوماً، والنقصان عارض، فإذا لم یعلم،

عمل بالأصل“ (بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

اختلاف مطالع کا بھی یہی تقاضا ہے، کیونکہ بقول زیلعی ”لأن كل قوم مخاطبون

بما عندهم“ (تبیین الحقائق ۱/۳۲۱)۔

مجلہ مجمع فقہ اسلامی میں جو ارٹیکلوں کی روایت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کو ترجیح دی گئی

ہے (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی الدورۃ الثانیۃ، العدد الثانی ۲/۹۶۷)۔

تاہم اس موضوع پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ثبوت رویت ہلال کے شرعی اصول و ضوابط

مولانا محمد ابوبکر قاسمی ☆

۱- الف - رویت ہلال کے سلسلہ میں حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ کا اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر روزہ فرض ہو جائے گا، لیکن شوافع کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لہذا اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر روزہ فرض نہیں ہوگا اور بعض علماء کے نزدیک بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، پھر بلاد قریبہ اور بعیدہ کی تحدید کیا ہے تو اس سلسلہ میں بعض حضرات علماء کا خیال ہے کہ ایک ماہ کی مسافت سے کم پر جو شہر واقع ہو وہ بلاد قریبہ کے حکم میں ہے اور جو اس سے زیادہ دور ہوں بلاد بعیدہ کے حکم میں ہے اور بعض علماء نے بلاد قریبہ و بعیدہ کی تحدید مسافت سفر سے کی ہے اور دوسرے بعض علماء نے دو ملکوں کو آپس میں بلاد بعیدہ کے حکم میں داخل مانا ہے اور ایک ملک کو بلاد قریبہ کے حکم میں رکھا ہے اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ بلاد قریبہ و بعیدہ کی کوئی تحدید نہیں ہے مبتلی بہ جس شہر کو قریب تصور کرے وہ بلاد قریبہ میں داخل ہے اور جس کو وہ دور سمجھے وہ بلاد بعیدہ میں داخل سمجھا جائے گا، لیکن بے غبار بات یہ ہے کہ بلاد قریبہ و بعیدہ کی تحدید کے لئے کوئی حد فاصل قائم کرنا نہایت مشکل امر ہے ساتھ ہی جن لوگوں نے تحدید کا کوئی قول کیا ہے وہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اسی لئے بعض علماء محققین نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیتے

☆ سابق نائب ناظم امارت شرعیہ پھولاری شریف پنڈ۔

ہوئے اس کے معتبر قرار دینے کے قول کو مرجوح قرار دیا ہے اور ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول کا بھی تقاضا یہی ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہیں ہے (فتح القدیر ۲/۵۳)۔

اور جن علماء و فقہاء کے کلام سے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا اجماعی مسئلہ ہونا معلوم ہوتا ہے وہ کلام مؤول ہے (ملاحظہ ہو: فتح الملہم ۳/۱۱۳، احسن الفتاویٰ ۲/۴۵۹)۔

اب یہاں ایک بات غور طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق جو اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے تو کیا یہ صوم کے ساتھ خاص ہے یا حج و قربانی وغیرہ کو بھی شامل ہے تو علامہ ابن عابدین شامی کے بقول صرف صوم کے ساتھ مخصوص ہے۔

لیکن حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے عدم اعتبار کو جملہ اہل کے لئے عام قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ۲/۴۹۰، امداد الفتاویٰ ۲/۱۰۸)۔

ب۔ جن بعض حضرات علماء نے بلادنا کیہ و بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر تسلیم کیا ہے ان کے نزدیک بلاد قریبہ و بعیدہ کی تحدید میں مختلف اقوال ہیں جن کی طرف سطور بالا میں اشارہ کر دیا گیا ہے، لیکن یاد رہے کہ بلاد قریبہ و بعیدہ کی تحدید نہایت مشکل امر ہے (ملاحظہ ہو: معارف السنن ۵/۳۴۱)۔

ج۔ ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک مانا گیا ہے، لیکن یاد رہے کہ رویت ہلال کی نری خبر موجب عمل اور حجت لازمہ نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ قاضی یا حاکم کے فیصلہ سے مؤکد ہو تب جا کر وہ خبروں کے لئے حجت لازمہ اور موجب لازمہ و موجب عمل بنتی ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ کسی قاضی کے یا حاکم کے فیصلہ کی خبر اس کے حدود و ولایت ہی میں موجب عمل قرار دی جاتی ہے، دوسری جگہوں پر اس کے موجب عمل، بلکہ مجوز عمل ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ وہاں بھی قاضی کا یہ فیصلہ یا رویت ہلال کی خبر شرعی اصولوں کے مطابق شہادت علی الرویت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفادہ خبر

کے ذریعہ پہونچے، پھر وہاں کا حاکم یا قاضی اس کو سن کر رویت ہلال کا فیصلہ کر کے اعلان کر دے تو دوسری جگہوں پر وہ خبر موجب عمل ہوگی، بغیر ان شرعی طریقوں کے دوسری جگہوں پر نری خبر کا پہنچ جانا وہاں کے لوگوں کے لئے نہ ہی موجب عمل ہے اور نہ ہی مجوز عمل: ”اعلم أن الهلال بالشهادة على الرؤية أو الشهادة على الشهادة أو الشهادة على القضاء أو استفاضة الخبر من جهات شتى ۵۱“ (معارف السنن ۵/۳۳۵)۔

علامہ ابن رشد مالکی علیہ الرحمہ کے اس کلام سے جو بعض حضرات علماء نے یہ سمجھا ہے کہ ”بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا اجماعی مسئلہ ہے (لما قال العلامة محمد يوسف البوري في أحسن الفتاوى ۳/۷۴)۔

احقر کے خیال میں علامہ ابن رشد کے مذکورہ کلام سے یہ مطلب کشید کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کلام کا بے غبار مطلب یہ ہے کہ کسی حاکم و امام کا رویت ہلال کا فیصلہ اس کے حدود ولایت سے خارج بلاد بعیدہ میں حجت نہیں ہے، بلکہ وہاں اس کے حجت ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ وہ فیصلہ بلاد بعیدہ میں شرعی گواہوں کے ذریعہ پہنچے، چنانچہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ”فتح الباری“ میں علامہ ابن رشد مالکی کے قول ہی کے مثل حافظ ابن عبد البر کا قول نقل کیا ہے اور پھر علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رویت ہلال کا قطعی ثبوت ہو جائے پھر اس کو دوسری جگہوں تک شرعی گواہوں کے ذریعہ پہنچایا جائے تو دوسری جگہ کے لوگوں پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا، علامہ ابن حجرؒ کے حافظ ابن عبد البر کے قول کے بعد علامہ قرطبی کے قول کے نقل کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبد البر مالکی یا ابن رشد مالکی کے قول سے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو اجماعی مسئلہ سمجھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ حضرات مالکیہ کا مشہور مذہب خود حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے یہی نقل کیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے: ”إذا رأى ببلدة لزم أهل البلاد كلها وهو المشهور عند المالكية لكن حكى ابن عبد

البر الإجماع علی خلافہ، وقال: أجمعوا علی أنه لا تراعى الرویة فیما بعد من البلاد كخراسان والأندلس، قال القرطبی: قد قال شیوخنا: إذا كانت رؤیة الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ثم نقل غیرهم بشهادة اثنين لزهمهم الصوم“ (فتح الباری ۴/۸۷)۔

اور علامہ شوکانیؒ نے تو حافظ ابن عبدالبرؒ کے اجماع کے دعویٰ ہی کو باطل قرار دیا ہے (نیل الاوطار ۴/۱۹۵)۔

اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم صحیح مسلم میں حضرت علامہ ابن رشد اور ابن عبدالبر علیہ الرحمہ کے قول کی ایک دوسری توجیہ کی ہے، لیکن احقر کے خیال میں وہ تکلف سے خالی نہیں ہے (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الملہم ۳/۱۱۳) اور ”بدائع الصنائع“ کی جس عبارت سے اختلاف مطالع کا معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کی عمدہ توضیح مفتی رشید احمد صاحب نے ”احسن الفتاویٰ“ (۴۵۹/۳) میں کر دی ہے، جس کا حاصل یہی ہے کہ بلاد قریبہ اور کسی حاکم کے حدود ولایت میں تو اس حاکم کا فیصلہ حجت ملزمہ ہوگا، وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں ہے، البتہ حدود ولایت سے باہر بلاد بعیدہ میں حاکم کا فیصلہ حجت ملزمہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کے حجت ملزمہ ہونے کے لئے مستقل حجت (شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی القضاء یا استفادۃ خبر) ضروری ہے (بدائع ۲/۸۳)۔

یاد رہے کہ ”بدائع“ کی مذکورہ عبارت کے آخری جملہ میں جو بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر قرار دیا گیا ہے، وہ رویت ہلال کے ظاہری مشاہدہ کے اعتبار سے ہے، حکم شرعی کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ ہلال رمضان میں حکم شرعی اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ بلاد قریبہ و بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گزری (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: احسن الفتاویٰ ۴/۵۹، امداد الفتاویٰ ۲/۲۰۷، ۲/۱۰۹)۔

د- ہندوستان وغیرہ ممالک کے کسی خطہ میں اگر رویت ہلال کے ثبوت ہو جانے کی وجہ سے رویت کا اعلان و فیصلہ کر دیا گیا، تو جس خطہ میں یہ اعلان ہوا ہے اس خطہ میں قاضی یا حاکم کے حدود ولایت تک وہ اعلان موجب عمل ہے، لیکن حدود ولایت سے باہر دوسرے خطوں میں وہ اعلان موجب عمل نہیں ہے، اور نہ دوسرے خطے کے قاضی کے لئے اس اعلان کی بنیاد پر رویت کا اعلان کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس کے نزدیک طریق موجب سے رویت کا ثبوت نہ ہو جائے اور وہ طریق موجب جن سے باہر سے آنے والی رویت ہلال کی خبر کو معتبر تسلیم کیا جاتا ہے، چار ہیں اور وہ یہ ہیں، (۱) شہادۃ بالرؤیہ، (۲) شہادۃ علی الشہادۃ بالرؤیہ (۳) شہادۃ علی الحاکم والقاضی (۴) استفاضۃ خبر من جہات شتى، (کافی اند الفتاویٰ ۲/ ۹۹، ۱۱۱، معارف السنن ۵/ ۳۳۵)۔

اس لئے ہندوستان وغیرہ ممالک کے جن خطوں میں چاند نہ دیکھا گیا ہو وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ دوسری جگہوں سے آنے والی رویت کی خبروں پر عمل کرنے کے بجائے اپنے علاقے کے ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

ھ- اگر اس جگہ چاند کی رویت نہ ہو اور دوسری جگہوں سے رویت کی خبر بذریعہ فون، یا ٹیکس، یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے خبر آئے تو اس پر عمل جائز نہیں ہے، ہاں اگر یہ خبر اتنی جگہوں سے پہنچے جو استفاضہ کا درجہ اختیار کر لے اور قاضی کو یا ہلال کمیٹی کے ارکان علماء کو اس خبر کے صحیح ہونے پر یقین یا ظن غالب ہو جائے تو اس پر عمل درست ہے (رسائل ابن عابدین ۲/ ۲۵۲)۔

لیکن یاد رہے کہ آلات جدیدہ کے ذریعہ کسی خبر کے درجہ استفاضہ اختیار کرنے کے لئے ضروری ہے، کہ ان کے ذریعہ کسی ملک یا کسی شہر کے اتنے حصوں سے آجائے کہ سننے والوں کو خبر دینے والوں کی پوری شناخت ہو جائے اور وہ یہ بیان کر دیں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی، اس نے شہادت کا اعتبار کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے، محض ایسی مبہم خبر کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے،

استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں ہے، نیز ٹیلی گرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والوں کی شناخت نہیں ہو سکتی، اس لئے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہیں ہو سکتا، البتہ ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے، اس لئے اگر ان آلات کی خبروں سے کوئی خبر مستفیض (مشہور) ہو جائے تو ان پر عمل کرنا شرعاً درست ہے، واللہ اعلم (مستفاد از روایت ہلال مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہ ۵۰-۵۱)۔

الف-۲- احکام شرع کی بنیاد یسر و سہولت پر رکھی گئی ہے اور وہ شہروں، دیہاتوں، جنگلوں، پہاڑوں، اور جزیروں میں بسنے والوں اور سمندروں سے گزرنے والوں، خواندہ اور ناخواندہ سب افراد کے لئے یکساں ہیں، اس لئے شریعت کے جتنے بھی احکام و مسائل ہیں ان کی بنیاد کے یسر و سہولت پر قائم ہونے کے باعث شریعت نے ان کے ثبوت کے قوانین میں سہولت رکھی ہے، مثلاً روایت ہلال ایک شرعی مسئلہ ہے اس کے ثبوت کے لئے مذہب اسلام نے جو قوانین بیان کئے ہیں وہ اس قدر سہل ہیں کہ ہر جگہ کے باشندے خواہ وہ پڑھے ہوں یا ان پڑھے، حساب جانتے ہوں یا حساب سے ناواقف ہوں سب اس کے مطابق عمل کر کے یہ جان سکتے ہیں کہ آج چاند ہوا ہے یا نہیں، اس کے برعکس فلکیاتی حساب کا حال یہ ہے کہ اس کے جاننے والے بہت کم ہیں، نیز خود ان کے درمیان اختلاف ہوتا رہتا ہے، اس لئے مذہب اسلام نے روایت ہلال کا ثبوت ہو یا روایت بصری کا امکان ہو کسی کے لئے فلکیاتی حساب کا لوگوں کو محتاج نہیں بنایا ہے، لہذا اگر کوئی شخص روایت بصری کے امکان کو جاننے کی غرض سے فلکیاتی حساب سے مدد لے تو اس کے نفع سے زیادہ ضرر کا خطرہ ہے، علاوہ ازیں روایت ہلال کے مسئلہ میں اعتبار چاند کے وجود کا نہیں ہے بلکہ چاند کی روایت و شہود یعنی کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا ہے، اگر چاند کے وجود پر مسئلہ کا مدار ہوتا تو ماہرین فلکیات کی طرف رجوع کیا جاتا، مگر جب اس پر مسئلہ کا مدار نہیں ہے، تو ایسی صورت میں محکمہ موسمیات یا فلکیات سے مدد لینا لا حاصل ہے اور نہ اس کی بنیاد پر چاند کی

شہادت کو قبول کرنا یا رد کرنا جائز ہے (ملاحظہ افقی محمد شفیع کی کتابہ رویۃ الحلال ۱۳)۔

ب۔ چاند کی رویت کے لئے محکمہ موسمیات سے بھی مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ کا تعلق اس سے نہیں ہے، بلکہ چاند کا دیکھنا تو عبادت کا ذریعہ ہونے کے سبب خود عبادت ہے، اسی لئے مذہب اسلام میں چاند کے دیکھنے کا حکم حدیث نبوی میں فرمایا گیا ہے، اگر چاند نظر آجائے یا اس کے نظر آنے کا کوئی شرعی ثبوت فراہم ہو جائے تو بہتر، ورنہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ مہینہ کو ۳۰ دن پر ختم کر کے پہلی تاریخ کا آغاز کر دیا جائے، چنانچہ ترمذی شریف کی ایک صحیح حدیث میں فرمان نبوی ہے: ”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فعدوا ثلاثین، ثم أفطروا، اھ“ (ترمذی شریف باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم) اس حدیث نبوی اور اس کے مثل دیگر فرمان نبوی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو چاند کی رویت کے امکان، یا مطلع کے گرد آلود ہونے یا صاف ہونے کے جاننے کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد لینے کا محتاج نہیں بنایا ہے، اب اگر کوئی اس سے مدد لیتا ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ایک عبادت کے معاملہ میں دوسرے انسان کی کورانہ تقلید میں مبتلا ہے، جس سے اس کے مذہب نے اس کو محفوظ رکھا ہے (مزید احسن الفتاویٰ وغیرہ میں ملاحظہ)، ”وہل یرجع الی قول اهل الخبيرة العدول ممن يعرف علم التجويد الصحيح أنه لا يقبل كذا فی السراج الوہاج“ (عائلی ۱۹۷۱)۔

د۔ ۲۹ شعبان کو مطلع کے ابر آلود ہونے کے سبب قاضی نے ایک شخص کی شہادت کی بنا پر اگلے دن رمضان ہونے کا اعلان کر دیا، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی اور اس تاریخ کو موسم بھی صاف تھا، نیز لوگوں نے عید کے چاند کو دیکھنے کی بہت کوشش کی، مگر اس کے باوجود چاند نظر نہ آیا تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ جس شخص واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی اسے مغالطہ ہوا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی تیس تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا

جائے گا (شامی ۲/۱۰۳)۔

الف - ۳ - رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جب کہ مطلع صاف ہو، بعض فقہاء کی تصریحات کے مطابق دو عادل گواہوں کی شہادت کافی ہے، نیز رمضان کے ثبوت کے لئے خارج بلد یا مکان مرتفع سے آنے والے ایک عادل کی خبر بھی معتبر ہے، ہاں عیدین کے ثبوت کے لئے ایک عادل کی خبر کا اعتبار نہیں ہے، مگر دور حاضر میں جو عام بے احتیاطی اور بے راہ روی پائی جاتی ہے اس کے سبب مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین کے چاند میں دو عادل گواہوں کی شہادت پر اور رمضان کے چاند میں ایک عادل کی خبر رویت ہلال کیا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے، نیز علامہ شامیؒ نے مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں دو عادل گواہوں کی شہادت کے قبول کرنے کی علت ”تکاسل الناس عن رؤیة الهلال“ بیان کی ہے اور موجودہ دور میں چاند کی رویت میں تکاسل نہیں پایا جاتا ہے، لہذا اگر مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین دونوں کے ثبوت کے لئے جمع عظیم کی رویت ضروری ہے (بدائع الصنائع ۲/۸۰)۔

ب - ہلال رمضان کی خبر دیانات کے قبیل سے ہے، اسی لئے مطلع کے نا صاف ہونے کی صورت میں ایک عادل شخص کی خبر سے بھی ہلال رمضان کا ثبوت ہو جاتا ہے، نیز مطلع کے ابر آلود ہونے کے وقت ہلال رمضان کی خبر کے مقبول ہونے کے لئے نہ لفظ شہادت شرط ہے، اور نہ دعویٰ ضروری ہے اور نہ قاضی کے فیصلہ کی شرط ہے اور نہ ہی مجلس قضاء ضروری ہے، البتہ ہلال عیدین کی خبر معاملات کے قبیل سے ہے، اس لئے اس کے لئے عدالت شرط ہے، نیز عد ضروری ہے اسی طرح گواہوں کا آزاد ہونا، محدود فی القذف نہ ہونا، لفظ شہادت نیز مجلس قضاء کا ہونا شرط ہے (دیکھئے رسائل ابن عابدین ۱/۲۳۳)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مطلع کے صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری نہیں ہے، بلکہ ایک عادل کی خبر بھی معتبر ہے، لیکن رمضان کے

علاوہ دیگر مہینوں کے چاند کے ثبوت کے لئے شہادت کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، مثلاً گواہ کا مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، بیبا ہونا، شاہد کا عادل ہونا، لفظ شہادت، مجلس قضاء، نیز جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے اس کو اس نے بخشم خود دیکھا ہو، واللہ اعلم (مستفاد از رویت ہلال لمشتی محمد شفیع)۔

ج۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت ضروری ہے، خواہ آزاد شخص ہو یا غلام ہو، مرد ہو یا عورت ہو، یہاں تک کہ اگر پردہ نشیں باندی ہو تو اس کے لئے بھی بغیر آقا کی اجازت کے گھر سے نکل کر حاکم یا قاضی یا اس کے قائم مقام کے پاس پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی فاسق آدمی نے چاند دیکھا ہو تو اس پر بھی ضروری ہے کہ وہ قاضی کے پاس پہنچ کر چاند کی شہادت دیدے، اور اگر کوئی شخص شہر کے اطراف کا رہنے والا ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بستی کی مسجد میں پہنچ کر چاند دیکھنے کی شہادت دیدے اور اگر وہاں کوئی حاکم نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس خبر کو سن کر روزہ رکھنا شروع کر دیں جب کہ یہ خبر دینے والا عادل ہو (دیکھئے: فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۱۹۷)۔

اور اگر چاند دیکھنے والا فوری طور پر شہادت نہیں دیتا ہے بلکہ دو چار گھنٹے کی تاخیر کرتا ہے، یا رات کو شہادت دینے کے بجائے کسی وجہ سے صبح کو شہادت نہیں دیتا ہے، تو اگر وہ عادل ہے تو اس کی گواہی کو قبول کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر ایک دن یا اس سے زیادہ کی تاخیر کر کے شہادت دیتا ہے تو اس کی شہادت رد کر دی جائے گی، کیونکہ اس کی شہادت کو قبول کرنے کا مطلب لوگوں میں انتشار کو پھیلانا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے، ارشاد باری ہے: ”الفتنة أشد من القتل“ (القرآن آیت ۱۹۱) واللہ اعلم۔

۴۔ الف۔ صوبہ بہار اڑیسہ یا ملک ہندوستان وغیرہ کے جن صوبوں میں نظام قضاء موجود ہے، اگر وہاں کے قاضی نے چاند ہونے کے ثبوت فراہم ہونے کے بعد اعلان کر دیا تو اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس اعلان پر عمل کریں اور اگر کہیں دارالقضاء کا

نظام قائم نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر ضروری ہے کہ اپنے علاقے کے با اثر اور معتمد علماء کے بیان پر عمل کریں (دیکھئے: البحر الرائق ۲/۳۶۷، در مختار ۲/۹۹)۔

ب۔ قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اس کے حدود ولایت و قضاء میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا اور اس کے حدود قضاء میں سب مسلمانوں کو اس اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا، یاد رہے کہ ریڈیو وغیرہ آلات جدیدہ کی خبر ہلال فطر کے اثبات کے لئے تو کافی نہیں ہے، کیونکہ ہلال فطر کے اثبات کے لئے شہادت اور اس کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، البتہ ہلال رمضان کے اثبات اور ہلال فطر کا فیصلہ نشر کرنے کے لئے ریڈیو وغیرہ کی خبر اس شرط کے ساتھ معتبر ہوگی کہ وہ صرف قاضی کے فیصلہ کو نشر کرے اسی کے ساتھ چاند کی بے سرو پا خبر کو گنڈ نہ کرے اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ریڈیو پر فیصلہ نشر کرنے کے لئے نشر کرنے والے کا مسلمان اور عادل ہونا ضروری ہے، تو ”جمعیۃ علماء ہند“ کے فتویٰ میں فیصلہ نشر کرنے والے کے لئے معتمد مسلمان ہونے کی شرط لگائی گئی ہے، لیکن فقہاء کرام کے اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلان کرنے والے کے لئے ثقاہت وغیرہ کی شرط نہیں ہے، بلکہ اگر منادی غیر ثقہ، فاسق و فاجر ہو پھر بھی اس کا اعلان واجب التسليم ہوگا، ”خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقا، كذا في جواهر الاخلاطی ۵۱“، (فتاویٰ عالمگیری ۵/۳۰۹)۔ پہلے زمانہ میں ہندوستان وغیرہ ممالک میں دھڑے یا ڈھول کو بجا کر اعلان کیا جاتا تھا، لیکن اب وہ مفقود ہو رہا ہے، شاذ و نادر ہی کہیں کہیں اس سے اعلان کا کام لیا جاتا ہے، اس لئے دور حاضر میں علماء و فقہاء نے اس کے قائم مقام ریڈیو کو قرار دیا ہے، اور اسی کو منادی سلطان کی حیثیت دی ہے (مستفاد از روایت ہلال لہو لانا محمد میاں صاحب، نیز دیکھئے: شامی ۲/۱۱۵)۔

ج۔ ہر مرد و عورت، عالم و جاہل، شہری تک شہادت رویت ہلال کا پہنچنا نہ ہی ضروری

ہے اور نہ ہی ممکن ہے، بلکہ شہادت تو دراصل قاضی کے پاس پہنچتی ہے، پھر وہ شہادت وغیرہ کی سماعت کر کے ثبوت ہلال کا فیصلہ و اعلان بذریعہ خبر واحد یا ضرب طبول، یا آلات جدیدہ ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ کرتا ہے اور یہی چیز عوام و خواص کے لئے ثبوت ہلال کی دلیل بن کر موجب عمل ہوتی ہے، اب کسی بھی قاضی کے فیصلہ کی خبر دوسرے قاضی کے لئے اسی وقت موجب عمل ہوگا جبکہ وہ شہادت علی القضاء کی شرائط کے مطابق پہنچے، یا دوسرے طریق موجب سے پہنچے، بغیر اس کے وہ فیصلہ اس دوسرے قاضی کے حق میں موجب عمل یا مجوز عمل نہیں ہوگا (الدر المختار مع رد المحتار ۲/۱۰۵)۔

ہاں جب دوسرے قاضی کے پاس رویت ہلال کی خبر یا ایک قاضی کے فیصلے کی خبر طریق موجب کے ذریعہ پہنچے گی اور اس پر عمل کرنا واجب اور اس کے خلاف کرنا معصیت ہوگا، البتہ اگر کسی قاضی وغیرہ کے اجتہاد میں وہ طریق موجب نہ ہو تو وہ معذور ہے اور رمضان کے ثبوت کے لئے جس طرح ایک عادل شخص کی رویت کی خبر معتبر ہے، اسی طرح اس رویت ہلال رمضان کی شہادت پر ایک عادل شخص کی شہادت بھی معتبر ہے (دیکھئے: فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۹۷)۔

اور جہاں حاکم نہ ہو، وہاں فطر میں عدد تو ضروری ہے، لیکن لفظ شہادت ضروری نہیں ہے، لیکن صاحب صاحب بحر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم حاکم کی عدم موجودگی میں شہادت ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے (بحر ۱/۳۶۷)۔

مذکورہ تفصیل سے بات واضح ہو گئی کہ اگر مسلم حاکم کسی ملک میں موجود نہ ہو، جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں تو ہلال فطر کے اثبات کے لئے کل شرائط شہادت کا سقوط نہ ہوگا، بلکہ شرائط ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے، چنانچہ خود در مختار کی عبارت میں عدد کا لزوم مصرح ہے حالانکہ عدد بھی شرط شہادت میں سے ہے (مستفاد از حسن الفتاویٰ ۴/۵۵۵)۔

مذکورہ تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ ہندوستان اور اس جیسے دیگر ممالک میں اگر ایک

صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا تو جس صوبہ میں یہ اعلان ہوا یا جس قاضی کے حدود قضاء میں یہ اعلان ہوا وہاں کے مسلمانوں کے لئے تو یہ اعلان موجب عمل ہوگا، لیکن دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے لئے یہ اعلان اس وقت موجب عمل ہوگا، جبکہ وہاں کے قاضی تک یہ اعلان شرعی اصول کے مطابق شہادت علی القضاء یا شہادت علی الشہادہ یا استفاضہ خبر کے ذریعہ سے پہنچے ورنہ اس اعلان کی حیثیت دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں محض ایک خبر اور افواہ کی ہوگی اور اس کا درجہ دوسرے علاقہ والوں کے حق میں اعلان سلطان کا نہ ہوگا، ہاں جب تمام صوبے کے مسلمان کسی ایک با اثر شخصیت پر اعتماد کر لیں اور ان کو اپنے دینی معاملات کی انجام دہی کے لئے اپنے حکمران تسلیم کر لیں تو پھر اس کا اعلان ان تمام صوبے کے لوگوں کے حق میں اعلان سلطان کا حکم رکھے گا (دیکھیے: احسن الفتاویٰ ۴/۳۵۷)۔

د- معاملات دینیہ میں خبر کے معتبر ہونے کے لئے مخبر کا مسلمان ہونا اور عادل ہونا ضروری ہے جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ۴/۳۰۸)۔ اس اصول کا تقاضا یہ ہے کہ ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان و عادل ہونا ضروری ہے چنانچہ ”جمعیت علماء ہند“ کی طرف سے ہندوستان کے مستند علماء کا جو فیصلہ و فتویٰ حضرت مولانا محمد میاں صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کا متن یہ ہے: ”ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے یہ اعلان اگر رویت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند کے ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتد مسلم نمائندہ تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رویت ہلال کا فیصلہ کر دے“ (رویت ہلال رمضان و عیدین کے مسائل و دلائل ۹۶)۔

لیکن احقر کا خیال یہ ہے ریڈیو کے اعلان کو بہت سے ماہرین فقہ و فتاویٰ نے منادی سلطان کی خبر کا درجہ دیا ہے اور منادی سلطان کے سلسلہ میں ”فتاویٰ عالمگیری“ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس کی خبر مقبول ہے، خواہ وہ عادل ہو یا فاسق ہو ”خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا کذا فی جواهر الاخلاطی“ (فتاویٰ عالمگیری ۳۰۹/۵)، اس عبارت میں جہاں فاسق منادی سلطان کی خبر کی مقبول قرار دیا گیا ہے وہیں اس کے مسلمان ہونے کی کوئی تصریح نہیں کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ روایت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے معین کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، نیز اس سلسلہ میں ذیل کا جزئیہ ملاحظہ ہو:

”ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان قبول قول الکافر المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات، فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فیقبل قوله فیها ضروریة، هکذا فی التبین“ (فتاویٰ عالمگیری ۳۰۸/۵)۔

مذکورہ تصریحات فقہاء کی روشنی میں احقر کا ناقص خیال یہ ہے کہ ریڈیو سے روایت ہلال کے اعلان معتبر ہونے کے لئے معین کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی شخص اعلان کرے اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا روایت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کرتا ہے تو اس کے اعلان پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے

مگر یاد رہے کہ ریڈیو کے اس اعلان کی حیثیت منادی سلطان کی اسی قاضی کے حدود قضاء میں ہوگی جہاں سے وہ اعلان نشر ہو رہا ہے دوسری جگہ نہیں۔

۵- الف۔ جن ملکوں یا صوبوں میں مطلع ہمیشہ ابراؤد رہتا ہے یا بالعموم ایسا ہوتا رہتا ہے تو ایسے ممالک کے لئے شرعاً حکم یہ ہے کہ جہاں ہلال رمضان کے لئے کسی ایسے ملک کے ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کیا جائے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہاں ضوابط شرعیہ کے مطابق روایت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے، خواہ یہ ملک کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی

دوسرے علاقہ کے کسی معتبر عالم سے بذریعہ ٹیلی فون معلوم کر کے اس مطابق عمل کیا جائے بشرطے کہ اس عالم کی آواز کی پہچان ہو جائے یا کسی دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلی فون پر کون بول رہا ہے یا در ہے کہ اکثر ائمہ کے نزدیک بلا بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع غیر معتبر ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ چنانچہ اس مفتی بہ قول کے مطابق اہل مغرب کی رویت کی رویت سے اہل مشرق پر روزہ فرض ہو جاتا ہے (فتاویٰ عالمگیری ۱۹۹۱)۔

فقہاء کرام کے اس مفتی بہ قول کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں اس پر عمل کیا جائے اور ضرورت کے پیش نظر بلا قریبہ و بعیدہ میں فرق کے قائلین کو بھی وسعت سے کام لینا چاہئے اور ہلال عیدین سے متعلق اگر خبر مستفیض موصول ہو جائے یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا رویت کی شہادت حاصل ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے ورنہ تکمیل ثلاثین لازم ہے۔

ب۔ اور دیگر مہینوں کے ثبوت کے لئے دیگر ممالک کے رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے جب کہ وہ اعلان وہاں تک خبر مستفیض کے ساتھ پہنچے یا شہادت علی قضاء القاضی یا شہادت علی الشہادۃ او الشہادۃ علی القضاء او استفاضۃ الخبر من جہات شتى (معارف السنن ۲۳۵)۔

لیکن ثبوت رویت ہلال کے لئے ماہرین فلکیات کے قیام پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے ج۔ ہلال رمضان کا مسئلہ چونکہ دیانات کے قبیل سے ہے، اسی لئے اس کے وہ ثبوت کے لئے قضاء قاضی کا محتاج ہوتا ہے اور اس میں رویت عام نہ ہونے کی صورت میں شہادت کی ضرورت پڑتی ہے (شامی ۱۰۲/۲)، ہلال رمضان اور ہلال عید کے اس فرق کی وجہ سے ایک دو صوبوں یا چند صوبوں میں ہلال رمضان کے اعلان کی صورت میں دوسرے دیگر صوبوں میں ہلال رمضان کے ثبوت کا اعلان کر دینا جائز ہے، مگر ہلال عید میں یہ جائز نہیں ہے جب تک کہ ہلال عید

کے اعلان کی اطلاع دیگر صوبوں کے قاضی کو شہادت شرعی کے اصول کے مطابق شہادت علی القضاء یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی الرویتہ کے ذریعہ نہ ہو جائے، ہاں اگر وہ اعلان خبر مستفیض کا درجہ اختیار کر لے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کم از کم چھ آدمی کی خبر یا چھ جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن یا چھ جگہوں کے ٹیلی فون سے ہلال عید کے اعلان کا ثبوت فراہم ہو جائے تو اس دوسرے صوبہ کے قاضی کے لئے بھی ہلال عید الفطر کا اعلان اپنے حدود قضاء میں کر دینا واجب ہے۔

www.KitaboSunnat.com

رؤیت ہلال موجودہ تناظر میں

مولانا محمد عزیز اختر القاسمی

۱- الف

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سورج و چاند کبھی غائب نہیں ہوتے، بلکہ ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے یہ سورج کسی جگہ بوقت صبح مشرق سے نمودار ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر یہی سورج نصف النہار کو واضح کرتا ہے اور تیسری جگہ یہی سورج غروب ہوتا ہوا دیکھائی دیتا ہے، بعینہ چاند کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ یہ کسی مقام پر ہلالی شکل مغرب کے افق پر ہلکی و کمزور روشنی کے ساتھ نظر آتا ہے تو ٹھیک اسی ساعت میں دوسری جگہ ڈوبتی ہوئی شکل میں چمکتا و مکتا دیکھائی دیتا ہے اور کسی تیسری جگہ بالکل نظروں سے غائب ہوتا ہے، اس واضح حقیقت کے ماننے میں کسی کا نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی اعتراض، مگر چونکہ ہلال کے ثبوت و عدم ثبوت پر بہت سے شرعی احکام کی بناء ہے، اس لئے اس کے معتبر ہونے نہ ہونے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے، یعنی اگر مشرقی دنیا کے افق پر ثبوت رؤیت ہلال ہو جائے تو کیا اسی ثبوت پر مغرب کے باشندے ابتداء ماہ کو مان کر اس کے اندر کی جانے والی خاص عبادتیں، مثلاً روزہ وغیرہ رکھنا شروع کر دین یا نہ کریں۔

تو ایک قول یہ ہے کہ اگر مشرقی افق پر ثبوت رؤیت ہلال ہو جائے تو مغرب والوں پر اس کا ماننا مطلقاً لازم ہو جائے گا، خواہ ان دونوں شہروں کے درمیان تفاوت بعید ہو یا نہ ہو، یعنی

دنیا کے کسی گوشہ میں ثبوت رویت ہو جائے تو دوسرے تمام مقامات کے باشندوں پر اس کا ماننا لازم و ضروری ہوگا اور اسی کے مطابق رمضان، عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ جیسی پاکیزہ و متبرک عبادتیں متعینہ دنوں میں ادا کرنی لازم ہوگی، گرچہ ان کے یہاں اختلاف مطالع کی بناء پر ثبوت رویت نہ ہوا ہو، نہ یہ ممکن ہے، کیونکہ جس وقت مشرق میں مثلاً رویت ہلال ہوا اس وقت مغرب میں ٹھیک نصف النہار تھا یا صبح ہو رہی تھی اور افق مشرق پر سورج نمودار ہو رہا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مطلق اختلاف مطالع معتبر ہوگا۔ خواہ دو شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہو یا نہ ہو، یعنی اگر کسی شہر میں رویت ہلال ثابت ہو جائے تو دوسرے شہر والوں کے لئے کہ جہاں ثبوت رویت نہ ہوا ہے سابقہ شہر کی رویت لازم نہ ہوگی اور نہ یہ لازم ہوگا کہ اول شہر میں ثبوت رویت ہلال کی وجہ رمضان کا آغاز ہو چکا ہے تو دوسرے شہر والے کے لئے اسی ثبوت کو مان کر روزہ رکھنا لازم نہ ہوگا۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر دو شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہے تو اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور اگر تفاوت بعید نہیں ہے تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، یعنی اگر ایک شہر میں ثبوت رویت ہلال ہو جائے تو ایسے دوسرے شہر کہ جن کے درمیان تفاوت بعیدہ ہیں ثبوت رویت لازم نہ ہوگا کہ ایک شہر اس کا اعتبار کر کے اپنے یہاں بھی مثلاً روزہ و عیدین وغیرہ ادا کریں، بلکہ وہ اپنے یہاں ثبوت رویت کا انتظار کریں اور اگر تفاوت بعیدہ نہ ہو تو سابقہ شہر کی رویت کا اعتبار کر کے دوسرے شہر والے بھی کسی بھی مہینہ کا آغاز مان کر اس کے اندر کی جانے والی خاص عبادتیں سابقہ شہر کے مطابق ادا کریں۔

فقہاء کرام کے درمیان یہ اختلاف کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ بہت پہلے سے ہوتا ہوا آ رہا ہے، چنانچہ فقہ کی تمام متون و شروح میں اس کا پتہ ملتا ہے چنانچہ ”کنز الدقائق“ میں عبد اللہ ابن احمد دمشقی نے فرمایا: ”لا عبرة لاختلاف المطالع“ (ص ۶۷)، اختلاف مطالع کا کوئی

اعتبار نہیں ہے۔ اور اسی کے حاشیہ میں مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے بحوالہ یعنی تحریر فرمایا ہے کہ جب ایک شہر والے ہلال دیکھ لیں تو دوسرے شہر والوں پر یہ رویت لازم ہوگی، خواہ دونوں شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہوں یا نہ ہوں۔ عبارت ملاحظہ ہو

”قوله لا عبرة الخ إذا رأى الهلال أهل بلدة يلزم ذالك أهل بلدة أخرى في ظاهر الرواية مطلقاً سواء كان بين البلدتين تفاوت أولاً وعليه الفتوى“

دوسرا قول علامہ عینی کے حوالہ سے مولانا محمد احسن صاحب نے یہ نقل کیا ہے کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں پر لازم نہ ہوگا اور یہی شبہ ہے ”وقال بعضهم لا يلزم ذالك وهو الأشبه (۶۷/۹) اور علامہ شامی نے ”رد المحتار“ میں لکھا ہے: علامہ زیلعی شارح ”کنز“ اور صاحب ”فیض“ کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور ائمہ شوافع کے نزدیک صحیح یہی ہے (۱۳۲/۲)۔

”تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق“ میں علامہ زیلعی نے اپنی رائے کی وضاحت یوں فرمایا کہ زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے، کیونکہ ہر جماعت اسی حکم کی مکلف ہے جو اسے درپیش ہو اور یہ مسلم بات ہے کہ اختلاف مطالع کے سبب چاند سورج کی کمرؤں سے علاحدہ ہوتا ہے، جیسا کہ اوقات نماز میں علاقہ جات کے اختلاف کے سبب مختلف ہوتا ہے عبارت اس طرح ہے۔ (اختلاف ائمہ نقل کر کے لکھتے ہیں): ”لأشبه أن يعتبر لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما في دخول وقت الصلوة وخروجه يختلف باختلاف الأقطار“۔ ”فتاویٰ خانیہ بر حاشیہ ہندیہ“ میں اس قول کو و قائل بعضہم کے ذریعہ یوں نقل فرمایا کہ اختلاف مطالع معتبر ہوگا (ج ۱ ص ۱۹۸)۔

اور تیسرے قول کو علامہ نووی شارح صحیح مسلم نے حضرت کرب اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے درمیان جو ہلال رمضان کے ثبوت رویت کی متعلق پیش آیا اس کے ذیل میں تحریر فرمایا: ”إنما رده، لأن الرویة لا یثبت حکمها فی حق البعید“، یعنی حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کربؓ کی بات کہ ہم لوگوں نے اور امیر معاویہ نے جمعہ کو چاند دیکھا ہے اور شنبہ سے روزہ ہیں اور آپ لوگوں نے شنبہ کو چاند دیکھ کر یکشنبہ سے روزہ ہیں رد فرمادیا، کیونکہ رویت کا حکم دوسرے شہر میں تفاوت بعیدہ کی بناء پر معتبر نہیں ہوتا ہے اور صاحب ”مختلص الحقائق“ نے اس کی مزید وضاحت فرمائی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس وقت نہ کیا جائے گا، جبکہ دو شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ نہ ہو اور اگر دو شہروں کے درمیان تفاوت مزید ہوں تو اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یعنی جب ان دونوں شہر میں سے کسی ایک میں ثبوت رویت ہو جائے تو دوسرے شہر والوں پر سابقہ رویت لازم نہ ہوگی اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔ شیخ ابوالحسن القدوری اور شیخ المشائخ علامہ برہان الدین اور علامہ ابن ہمام صاحب ”فتح القدیر“ کی متفقہ یہی رائے ہے، حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے یوں فرمایا کہ ایسے دو شہر جن کے درمیان تفاوت بعیدہ ہے وہاں اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور جن دو شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ نہیں ہے وہاں اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے اختلاف مطالع اسی تفصیل کے مطابق معتبر ہے، گرچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی رائے کے مطابق اختلاف معتبر یہاں نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ مشرق میں رویت ہلال حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے فرماتے ہیں کہ (فدائی شیدیہ ۳۶۷) لیکن خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یہ مذکورہ اختلاف اختلاف مطالع کے متعلق زمانہ قدیم سے ہوتا آرہا ہے اس لئے عمل کرنے کے لئے اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک رائے کو رائج قرار دیا جائے تاکہ عمل کرنا آسان

ہو جائے اور امت میں انتشار نہ پیدا ہو۔

اس لئے عرض یہ ہے کہ قول ثالث چند وجوہ سے راجح ہے ایک تو اسلئے کہ صحابہ کا قول حجت ہے، جیسا کہ علامہ نووی نے وضاحت فرمائی کہ حضرت کریب کی بات رد کردی گئی کہ تفاوت بعیدہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کے لئے مثبت ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی وجہ سے رد فرمایا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ دین کی بنیاد آسانی اور سہولت پر ہے اگر مطلقاً اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا جائے تو امت پریشانی میں گرفتار ہو جائیگی اور ہمیشہ دنیا کے کسی حصہ میں رمضان اٹھائیس دن کا ہوگا اور ایک یا دو روزہ قضاء کرنا پڑے گا، تیسرے اس وجہ سے بھی کہ گزشتہ زمانے میں نسبتاً ذرائع ابلاغ محدود تھے جس کی وجہ سے خبر رسائی انہیں جگہوں تک ممکن تھی کہ جہاں کا مطلع مختلف نہ ہوتا تھا۔ چوتھے اس وجہ سے کہ اختلاف مطالع کا غیر معتبر ہونا حدیث صریح کے خلاف ہے یعنی صوم الرویۃ الخ کے خلاف ہے۔

ب۔ حدود: چونکہ مطلع شمس و قمر ہر آن مختلف ہوتا ہے، کیونکہ مثلاً سورج جب ایک درجہ حرکت کرے گا تو اس وقت ایک قوم کے لئے طلوع شمس کا موقع ہوگا اور بعینہ اسی وقت دوسری قوم کے لئے طلوع صبح صادق اور کسی قوم کے لئے نصف النہار کا موقع ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس چاند کے مطالع میں بھی اختلاف ہوتا ہے، اس لئے کچھ حدود کا تقرر ضروری ہے کہ جس کے اند اختلاف مطالع معتبر نہ ہو اور اس کے باہر اختلاف مطالع معتبر مانا جائے۔

چنانچہ صاحب متخلص الحقائق نے وضاحت فرمائی کہ اگر دو شہروں کے درمیان تقارب ہو تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا اور اگر تفاوت ہو تو اختلاف معتبر ہوگا، یعنی ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے لازم نہ ہوگی۔ اور یہی رائے تقریباً تمام فقہاء متاخرین کی رائے ہے اور صاحب ”رد المحتار“ علامہ شامی نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ دو شہروں کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زائد کی مسافت ہو تو ایسے دو شہروں کے درمیان اختلاف

مطالع معتبر ہوگا، یعنی ایک شہر کی رویت دوسرے شہروالوں کے لئے لازم نہ ہوگی اور اگر اس سے کم کا فاصلہ ہو تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، یعنی ایک شہر رویت دوسرے شہروالوں کے لئے لازم ہوگی عبارت اس طرح ہے۔

”وقدر البعد الذى تختلف فيه المطالع مسيرة شهر أو أكثر على ما فى القهستانی الخ“ (۱۳۲/۲)۔

علامہ طحطاى نے ”مراقى الفلاح“ کے حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ اختلاف مطالع ایک ماہ کی کم از کم مسافت پر متحقق ہو جاتا ہے فرماتے ہیں: ”وأقل ما يختلف المطالع مسيرة شهر كما فى الجواهر“ (ب) حضرت مولانا عبدالحی صاحب ”فرنگی محلی“ نے فرمایا کہ ”اصح المذاهب عقلاً ونظراً ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ در اں اختلاف مطالع می شود و تقدیرش مسافت یک ماہ است الخ“۔ یعنی عقل و نقل کے لحاظ سے صحیح ترین مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر کہ جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کا مطلع مختلف ہو جائے جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے انہیں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے لازم نہ ہوگی۔ ”مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ“ نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ جن دو شہروں کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زائد کی مسافت ہو اس میں سے ایک شہروالوں کیلئے لازم نہ ہوگی۔

مذکورہ تفصیلات تو اس وقت کی ہے جب کہ سفر اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعہ کی جاتی تھی لیکن آج جب کہ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کیا جاتا ہے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے اس کی حد میلوں کے ذریعہ مقرر کی جائے چنانچہ سفر شرعی جسمیں مکلف کو رخصت کا جواز ملتا ہے بقول حضرت امام اعظمؒ کے تین دن کی مسافت ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے بقول چار برید کا ارادہ کرنا ضروری ہے اور ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے اس طرح اڑتالیس میل تین کی مسافت کے برابر ہوتا ہے اور حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے تو دو شہروں کے

درمیان تفاوت بعیدہ کے تحقق کے لئے ایک ماہ کی مسافت کے بجائے اگر مذکورہ مسافت سفر کا حساب لگایا جائے تو بہتر معلوم ہوتا ہے۔ یعنی حدود اس طرح مقرر کئے جائیں کہ ایسے دو شہر کے جن کے درمیان کم از کم پانچ سو یا چھ سو میل (علی اختلاف الاقوال) کی دوری ہو تو اختلاف مطالع معتبر مانا جائے گا (جدید فقہی مسائل)۔

ج۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کا مطلع مختلف ہونے کے باوجود ایک ہی حکم رکھتا ہے، خواہ ان میں سے بعض ملکوں کے بلندی کی سطح مختلف ہے، کیونکہ مقام بلند پر اگر رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو پست سطح ارض کے باشندوں کے لئے وہ رویت لازم ہوتی ہے، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ درمختار وغیرہ میں بصراحت لکھا ہے کہ شہر کے باہر سے اگر کوئی شخص ثبوت رویت ہلال کی شہادت دے تو قابل قبول ہوگی اور اسی طرح کوئی شخص مقام بلند سے آکر ثبوت رویت کی شہادت دے تو ہو بھی قابل قبول ہوگی عبارت ملاحظہ ہو ”و ذکر الطحاوی أن تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر و كذا إذا كان على مكان مرتفع“ (ج ۱)۔ مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقام بلند پر ثبوت رویت نیچے والوں کے لئے لازم ہوگی تو ان ممالک میں بلندی کی سطح گرچہ کافی مختلف ہے اور مطالع گرچہ بالفرض مختلف ہیں لیکن بایں ہمہ ان میں کسی ملک میں ثبوت رویت ہلال دوسرے ملک والوں کے لئے لازم ہوگی بشرطیکہ ثبوت رویت ہلال کی بطریق موجب موصول ہو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ان ممالک کے درمیان کافی دوری ہے، اس لئے اختلاف مطالع معتبر ہونا چاہئے تو عرض ہے کہ یہ سب ممالک ایک دوسرے کے پڑوسی کہلاتے ہیں اور ان کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں کہ ان کے درمیان طلوع وغروب آفتاب سے ایک دن کا فرق پیدا ہو جائے بلکہ مشرق و مغرب کے اعتبار سے طلوع وغروب شمس میں زیادہ سے زیادہ ایک یا دو گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے اور اتنے فرق کی وجہ سے جو اختلاف مطالع ہلال ہوگا اس کا شرعی نقطہ نگاہ سے کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ نیز اکابر امت کا فتویٰ اور فیصلہ بھی یہی ہے کہ

ان پڑوسی ملکوں میں مطالع کا اختلاف اس قدر نہیں ہے کہ جس کا اعتبار کیا جائے چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے زیر اہتمام ۳۳/۴/۱۹۶۷ء کو ملک کے مقتدر علماء اور مختلف مکاتب فکر کے اکابر نے رویت ہلال کے متعلق متفقہ طور پر چند فیصلے فرمائے تھے اس میں سے ایک فیصلہ بعینہ پیش خدمت ہے ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند و پاک کا ہمیشہ عمل اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر اندونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

د- مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مذکورہ مقامات کے مطالع کا ایک حکم ہے تو یہ لازمی نتیجہ ہوگا ایک جگہ کا ثبوت رویت ہلال دوسرے ملکوں کے باشندوں کے لئے لازم ہوگا بشرطیکہ ثبوت رویت کی خبر بطریق موجب موصول ہوئی ہو، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشرق والوں کی رویت مغرب والوں پر ثابت ہو جائے گی اور حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے (فتاویٰ رشیدہ/۳۶۷)۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی تحریر فرمایا کہ اگر دوسری جگہ سے خبر آجائے تو اس کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے، اور طریق موجب چار ہیں (۱) شہادت بالرویت (۲) شہادت علی الشہادت بالرویت (۳) شہادت علی حکم الحاکم (۴) استفاضہ جو حکم حاکم کے حکم میں ہے اور جب ان ذرائع سے خبر آوے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے (امداد الفتاویٰ ۲/۱۱۸-۱۲۰)۔

فتاویٰ ہندیہ میں جو عبارت ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بطریق موجب خبر موصول ہو جائے تو اس عمل کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اس میں ”سبب“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

اور کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے کہ اپنے یہاں کے فیصلہ کا انتظار کرنا ضروری ہوگا بلکہ مطلق لکھا ہے کہ عمل کرنا واجب ہے عبارت پیش خدمت ہے: ”لورأى أهل مغرب هلال رمضان يجب على أهل مشرق، كذا فى الخلاصة ثم إنما يلزم الصوم على متاخر الرؤية إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب الخ (۱۹۸/۱)۔“

نیز بحوالہ خلاصہ یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی فاسق نے رویتِ ہلالِ رمضان کی گواہی دی اور قاضی نے اس کو قبول کر کے لوگوں کو روزہ کا حکم دیدیا پھر اگر وہی شخص یا شہر کا کوئی بھی آدمی روزہ نہ رکھے تو عام مشائخ کی رائے یہ کہ ایسے شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا، اسی طرح ”فتاویٰ خانہ“ بشمول ”ہندیہ“ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کے قاضی اور عوام نے چاند نہ دیکھا لیکن اس کے پاس دو شہادوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی صاحب نے ان دونوں کی شہادت پر ثبوتِ رویتِ ہلال کا فیصلہ فرمادیا ہے تو اس شہر کے لئے یہ جائز ہے کہ یہ بھی ثبوتِ رویتِ ہلال کا فیصلہ کریں کیونکہ یہ شہادت علی قضاء القاضی ہے اور قضاء قاضی حجت شرعیہ ہے اس لئے اعتبار کرنا ضروری ہوگا (۱۹۸/۱)، صاحب ”بحر“ کی بھی یہی رائے ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہلالِ رمضان ایک شہر والے دیکھ لیں اور دوسرے شہر والوں نے نہ دیکھا تو جب دوسرے شہر والوں کو رویتِ ہلال کی خبر بطریق موجب موصول ہو تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا (بحر ۲۰۲/۲)۔ علامہ ابن عابدین شامی نے بحر کے حاشیہ پر یہی لکھا ہے کہ دوسرے شہر والوں کے لئے لازم ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں: ”فکل من استفاد عندہم خیر تلک البلدة یلزمہم اتباع أهلها الخ“۔ مختصر یہ کہ فقہ و فتاویٰ کی اکثر کتابوں میں ایسے موقع پر دو قسم کے الفاظ موجود ہیں ”سبب“، ”یلزم“، جس سے یقینی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن جن مقامات کا مطلع ایک ہے ان میں سے کسی ایک مقام پر ثبوتِ رویت ہو جائے اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو دوسرے مقامات کے باشندوں کے لئے لازم ہوگا اور اسی طرح ان مقامات کے لوگوں

کے لئے یہ اعلان واجب العمل ہوگا کہ جہاں کا مطلع مختلف ہونے کے باوجود کسی وجہ سے ایک ہی مطلع کے حکم میں ہے بشرطیکہ اس اعلان کی اطلاع بطریق موجب موصول ہو۔

اور اگر کسی خطہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے ثبوت رویت ہلال کا اعلان کر دیا تو اس خطہ کے تمام لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے یہ اعلان ملزم نہ ہوگا حتیٰ کہ فتاویٰ بزاز یہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی شہر کا قاضی بنا دیا جائے تو اسکے دیہات حلقہ قضاء میں داخل ہوں گے، ہاں اگر حلقہ قضاء کی تعیم کر دی جائے تو حلقہ قضاء عام ہوگا اور تمام لوگوں کے لئے قاضی کا اعلان واجب العمل ہوگا۔ عبارت اس طرح ہے: ”قلده قضاء بلد کذا لا یدخل السواد والقراء بلا نص علیہ“ (حاشیہ فتاویٰ ہندیہ ۵/۱۳۵)۔

اور جن جن لوگوں نے قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعلان اور احکام کو اپنے لئے واجب العمل قرار دیدیا ہے یا قاضی وغیرہ کے حدود قضاء کے اندر رہتے ہیں ان لوگوں پر عمل کرنا لازم و ضروری ہوگا بشرطیکہ قاضی نے رویت ہلال کی شہادت لیکر موافق شرع رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان کیا ہو تو یہ اعلان حدود قضاء کے لوگوں کے لئے چند وجوہ سے ملزم ہوگا۔

۱- اس وجہ سے کہ قضاء قاضی ایک مستقل حجت شرعی ہے، جیسا کہ ”در مختار“ میں ہے: ”لأن قضاء القاضي حجة“ (۱۲۸/۲)۔

۲- اس وجہ سے کہ قاضی حکومت کا مقرر کردہ ہے، لہذا قاضی کا اعلان گویا کہ سلطان وقت کا اعلان ہے اور سلطان کا اعلان واجب العمل ہوتا ہے، اس لئے ایسے قاضی کا اعلان بھی واجب العمل ہوگا یا مسلمانوں کی ایک متدین جماعت نے قاضی مقرر کیا ہے اور ایسے قاضی کے حکم کا ماننا نص قطعی سے ثابت ہے قرآن کریم میں ہے: ”أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم“ (سورہ ۳۳؟؟) اور باتفاق اکثر مفسرین أولوا الأمر قاضی ہیں۔

۳- اس وجہ سے بھی کہ شریعت کا مقصود ایمانیات کے علاوہ عبادات اور معاملات کے

ثبوت کے لئے قطعی اور یقینی دلائل کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلیل ظنی کا ہونا کافی ہے، چنانچہ شریعت کے عام مسائل ایسے دلائل سے ثابت ہیں جو ظنی ہیں مثلاً خبر واحد یا قیاس چنانچہ صاحب ”منار“ نے لکھا ہے کہ خبر واحد حقوق اللہ کے لئے حجت ہے عبارت ملاحظہ ہو

”القسم الثالث فی بیان محل خبر الذی جعل الخبر فيه حجة فان من حقوق الله تعالى يكون خبر الواحد فيه حجة“

آگے ملاجیون نے تشریح فرمائی ”سواء كان العبادات والعقوبات أو دائرة بينهما أو مؤنه مع أخذهما“ (نور الانوار ۱۸۶)۔

اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ جہاں حکومت کی جانب سے قاعدہ شرعیہ کے مطابق رویت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون و انتظام ہو اور اس پر عمل رائج و مشہور ہو تو وہاں مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر یہ مطلق اعلان بھی مثل اعلان قاضی شرع معتبر ہوگا، خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ اور اس اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا اور اس کی علت میں حضرت نے فرمایا: ”لحصول غلبة الظن بهذا الطريق في هذه الصورة“ نیز دارمی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی مسلمان کے رویت ہلال کی خبر پر حضرت بلالؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ تمام مسلمانوں میں یہ اعلان کر دو کل رمضان کا روزہ رکھیں تو اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے نزدیک غلبہ ظن مطلوب ہے قطعی و یقینی دلیل کا ہونا ضروری نہیں، ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ معلن کے لئے عادل و متدین ہونا ضروری نہیں، کیونکہ قاضی کا اعلان اس کے حلقہ قضاء میں اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے اور اعلان سلطان بذریعہ معلن فاسق معتبر مانا جاتا ہے، اس لئے معلن کا متدین ہونا ضروری نہیں (۳۰۹/۵)۔

اور اگر یہ قاضی جس کی طرف اعلان منسوب ہے حکومت کا مقرر کردہ نہیں ہے، لیکن

مسلمانوں کی متدین اور قابل اعتماد جماعت نے قاضی مقرر کیا ہے تو ابھی اور پر ثبات کیا گیا ہے کہ اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، لیکن ایسے قاضی کا حلقہ اثر تمام حدود مملکت کو محیط نہ ہوگا، بلکہ جس خطہ کے لئے وہ قاضی مقرر کئے گئے ہیں اور جہاں کی عوام نے انہیں اپنا قاضی تسلیم کیا ہے صرف اسی خطہ کے لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا، دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے اس قاضی کا اعلان ایک خبر و مکاتب کی حیثیت رکھے گا اور مکاتب رویت ہلال کے باب میں بھی معتبر نہیں ہے چنانچہ (در المختار میں ہے): ”لا لو شهدوا بریۃ غیرہم لآئہ حکایۃ“ اس کے آگے ”رد المختار“ میں ہے: (قوله لآئہ حکایۃ) ... قلت و کذا لو شهدوا برؤیۃ غیرہم وإن قاضی تلک المصر أمر الناس بصوم رمضان لآئہ حکایۃ (۲/۱۲۸)۔

اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جہاں حکومت کی طرف سے رویت ہلال کا اعلان کرنے والا اور کوئی مسلمان حاکم ایسا نہ ہو تو ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد مسلمان باشندے ہوں اور اس کی پوری کارروائی میں مستند و تجربہ کار مفتی یا مفتی شہر یا مقتدر عالم و متدین شریک ہو کر یہ اعلان کرے کہ یہ اعلان شرعی ثبوت کے بعد کیا جا رہا ہے اور قرآن شریعہ سے صحت کا ظن غالب ہو تو مقامی طور پر یہ اعلان قابل عمل ہوگا اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحریر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعلان کسی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی کی طرف منسوب ہو تو اسی علاقہ کے لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے یہ اعلان ایک خبر کا درجہ رکھے گا، لہذا دوسری جگہ کے لوگوں کو اس پر عمل کرنا لازم نہ ہوگا، بلکہ وہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر عمل موقوف ہوگا کہ اگر وہاں کے قاضی یا کمیٹی نے اس اعلان کو جو بمنزلہ خبر ہے کافی سمجھ کر فیصلہ کر دیا تو وہاں کے لوگوں پر عمل کرنا واجب و لازم ہوگا ورنہ نہیں۔

ھ۔ اگر رویت ہلال ایک خطہ میں ثابت ہو جائے اور دوسرے خطہ میں اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو ملے تو اس دوسرے خطہ کے لوگوں کے لئے عمل کرنا بعض

حضرات کی رائے کے مطابق مطلقاً جائز ہے، لیکن محقق اور راجح بات یہ ہے کہ چند شرطوں کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے، اس لئے کہ رویت ہلال کی خبر بذریعہ فیکس ملتی ہے تو اس موصولہ تحریر کی ذو حیثیت ہے ایک تو یہ ہے کہ مشہور قاعدہ ہے: ”الخط یشبہ الخط“ (کنز ۲۷۹/۹) اس لئے تحریر میں شبہ واقع ہو جاتا ہے اور کوئی مشتبہ شیئ ثابت نہیں ہو سکتی، اس لئے بذریعہ فیکس موصولہ تحریر کے ذریعہ سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے اور دوسری حیثیت تحریر کی ہے کہ تحریر سے بہت سی چیزوں کا ثبوت ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن نے کہا ہے کہ جب تم کوئی ادھار کارو بار کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ ”إذا تداینتم بدین الخ“ (سورہ ۲۲۹)، اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بہت سارے خطوط تبلیغ احکام کے لئے لکھوائے مثلاً ہرقل کی جانب اس طرح لکھوایا: من محمد ابی ہرقل عظیم الروم (سیرۃ النبی ۴۶۶/۱)، فقہاء کرام کے یہاں بھی اس کا کافی دانی اعتبار کیا جاتا ہے، مثلاً طلاق و نکاح کے متعلق ”رد المحتار“ میں یہ عبارت ہے: ”قال ینعقد النکاح بالکتابۃ کما ینعقد بالخطاب“ (۲/۳۶۳) ”کتب الطلاق إن مشینا علی نحو لوح وقع“ (در مختار ۵۸۹/۲) وغیرہ، اس لئے مطلقاً یہ کہنا کہ بذریعہ فیکس موصولہ تحریر سے ثبوت رویت ہلال نادرست ہے صحیح نہیں ہے، بلکہ تحریر کا اعتبار دوسرے ابواب فقہ میں جس طرح کیا جاتا ہے اسی طرح رویت کے متعلق کرنا چاہئے چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی مہلی اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ تحریر اطلاع سے ثبوت رویت ہلال ہو جائے گا، لیکن اس کے لئے کچھ شرائط کا لحاظ ضروری ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ نامہ معتبر شخص کا ہو جو فیکس میں بذریعہ اتم موجود ہے کہ وہ تحریر جس کی طرف منسوب ہے اچھی طرح ممتاز ہو کہ اسی منسوب الیہ کی تحریر ہونے کا گمان غالب ہو جائے جو شریعت کی نگاہ میں قابل قبول ہے، ورنہ تحریر کے بارے میں یہ یقین کرنا بڑا مشکل ہے کہ یہ منسوب الیہ ہی کی تحریر ہے، چوتھی شرط یہ ہے کہ اس خط کے مضمون کو نامہ پڑھ کر سنادیا گیا ہو (اس کی فیکس میں ضرورت نہیں) اور اس پر قاضی مرسل کی مہر ہو

اور مرسل کا اس خط پر ممتاز دستخط بھی ہو۔ پھر مرسل الیہ کے پاس اس بات کی شہادت بھی بہم پہنچنا ضروری ہے کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے اور انہوں نے مجلس قضاء میں ہمارے حوالہ کیا اور مضمون پڑھ کر سنا دیا تھا اور میرے سامنے ہی اس پر مہر ثبت کیا تھا (ملخصاً سن ۱۳۷۹ء)۔

پھر تمام شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مطلع صاف نہ رہا ہو، لہذا جب کسی قاضی کا خط بذریعہ فیکس ہو موصول ہو مذکورہ تمام شرائط کے ساتھ تو مرسل الیہ قاضی کے لئے اس خط کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہوگا واجب نہ ہوگا، اسی طرح قاضی مقرر کردہ کسی فرد کی طرف سے یا کسی رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے شہادت لے کر قاضی شریعت کو بذریعہ فیکس اطلاع دی جائے تو مذکورہ شرائط معتبرہ کے ساتھ اس کا اعتبار کیا جائے گا اور قاضی شریعت کے لئے آمدہ اطلاع کی روشنی میں فیصلہ کرنا جائز ہوگا، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بذریعہ اخبار موصولہ خبر کا اعتبار کر کے صوم و افطار کی اجازت کے متعلق جواز کی رائے دی ہے اور فرمایا کہ عمل کرنا واجب نہ ہوگا، کیونکہ اس کے ذریعہ غلبہ ظن ہو سکتا ہے یقین نہیں ہو سکتا ہے (کفایت المفتی ملخص) ہاں اگر بذریعہ فیکس موصولہ خبر کے بعد شہادت رویت کی ضرورت محسوس ہو تو ایسی صورت میں اس تحریر کا اعتبار صحیح نہ ہوگا، کیونکہ گواہ کا قاضی و حاکم کے رو برو گواہی دینا ضروری ہے تحریری گواہی معتبر نہیں۔

بذریعہ فون موصولہ خبر کے متعلق بھی کچھ ایسی ہی بات ہے کہ ”الصوت يشبه الصوت“ اس لئے آوازوں کا فرق براہ راست بھی بسا اوقات محسوس نہیں ہوتا ہے بلکہ اشتباہ ہو جاتا ہے اور بذریعہ فون موصولہ آواز تو اور بھی مشکل سے شناخت میں آتی ہے اور جب دور دراز سے خبر آتی ہے تو عموماً آواز کی کیفیت بدل جاتی ہے اور شناخت معذور ہو جاتی ہے، مگر جس طرح تحریر قرائن، شرائط اور دوسرے خارجی اسباب کے ذریعہ منسوب الیہ کی تحریر ہونے کا گمان غالب ہونے کی بنا پر قابل عمل ہو جاتی ہے علیٰ ہذا القیاس فون کے ذریعہ موصولہ خبر بھی قرائن، خارجی اسباب اور چند شرائط کے ساتھ قابل عمل و قابل فیصلہ ہوگی، پہلی شرط یہ ہے کہ بذریعہ فون خبر دینے

والا شخص قاضی کا مقرر کردہ ہو کہ رویت ہلال شرعی ثبوت کے بعد اطلاع دے یا اس جگہ کے قاضی کے فیصلہ کی اطلاع دے، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مقرر کردہ شخص حکم کے مطابق وقت پر بذریعہ فون اطلاع بھی دے نیم مرسل مجبزی کی آواز کو ایک گونہ پہچانتے بھی ہوں یا مقرر کردہ شخص سے خود قاضی فون سے رابطہ کر کے دریافت کر لے اور وہ شخص شرعی ثبوت کے بعد اطلاع دے تو عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر فیصلہ کے لئے قاضی شہادت کی ضرورت محسوس کرے تو بذریعہ فون شہادت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اور اگر وہ شخص جو خبر ہے قاضی کا مقرر کردہ نہیں ہے بلکہ از خود رویت ہلال کے متعلق قاضی کو بذریعہ فون خبر دے تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی رائے کے مطابق ایسی خبر پر عمل کرنا یا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر فون قاضی کے پاس اس کثرت سے آجائیں کہ وہ مفید غلبہ ظن ہو تو صوم و افطار کا حکم دیا جاسکتا ہے (کفایت المفتی ۲۰۹/۴)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ بذریعہ فون خبر اس طرح آئے کہ متین فلاں ابن فلاں، فلاں جگہ سے یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی یا ہلال کمیٹی نے کہ جس کے تمام افراد باشرع و متین ہیں یا فلاں مفتی یا عالم یا مسلمان حاکم یا مسلمان وزیر ثبوت شرعی کے بعد ثبوت رویت کا حکم یا فیصلہ دیدیا ہے اور یہ خبر بھی معتمد ہو تو اس خبر پر عمل کرنا جائز ہوگا اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا بھی درست ہوگا۔

اور اگر مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق بذریعہ فون خبر نہ آئے، بلکہ ایک دو فون کسی اجنبی شخص کی طرف بطریق مذکورہ آئے یا کثیر تعداد میں بذریعہ فون خبر آوے، مگر مذکورہ شرائط و قیود کے ساتھ نہ ہو، بلکہ یہ خبر ہو کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا یا فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا یا کسی شہر یا بستی میں چاند دیکھا گیا تو ان تمام صورتوں میں نہ عمل کرنا جائز ہوگا اور نہ فیصلہ کرنا، کیونکہ یہ ایک حکایت ہوگی اور حکایت نہ قابل عمل ہے اور نہ قابل فیصلہ جیسا کہ درمختار میں ہے: ”لا لو شہدوا برویة

غیر ہم لائن حکایت“ (۱۲۸/۲)، ہاں اگر کسی کو غلبہ ظن ہو جائے تو وہ تنہا عمل کرنے کا مجاز ہو سکتا ہے۔

تاریخ نگرام کے ذریعہ موصولہ خبر بھی چند شرائط کیساتھ معتبر مانی جاسکتی ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے ”امداد الفتاویٰ“ میں تفصیل ذکر فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ تاریخ کے مشابہ ہے کہ جس طرح خط کے ذریعہ معنی مقصود پر دلالت وضعیہ غیر لفظیہ ہوتی ہے ایسی ہی تاریخ میں بھی معنی مقصود پر دلالت وضعیہ غیر لفظیہ ہوتی ہے، لیکن دونوں میں فرق ہے خط میں حرف کے نقوش ہونے کی بنا پر علامت ممیزہ پائی جاتی ہے مگر تاریخ میں یہ علامت معدوم ہوتی ہے۔ نیز خط میں معنی مقصود پر دلالت واضح ہوتی ہے اور تاریخ میں مبہم ہوتی ہے کہ میں فلاں ٹرین سے آ رہا ہوں تو آفس کا آدمی پیتل کی تلی پر ہاتھ رکھ رکھ کھٹ شروع کی تو آپ کہیں گے کہ بڑا احمق آدمی ہے کہا آنے کی اطلاع دینے کو اور یہ کھٹا کھٹ شروع کر دیا ہے تو آپ کو یہ شخص احمق اسی لئے معلوم ہوا کہ اس کھٹا کھٹ دلالت معنی مقصود پر واضح نہیں ہے مختصر یہ کہ تاریخ میں معنی مقصود پر دلالت واضح نہیں ہوتی ہے، لہذا خط کے مقابلہ میں تاریخ کا اعتبار کمزور ہوگا اور خط کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنے خاص اصطلاحی الفاظ میں یوں فرمایا کہ تحریر امور ملزمہ میں باستثناء مواضع معدودہ ضرورت شدیدہ بشرط امن من التروی مثل فرامین شاہی وغیرہ کے بدون اقرار کاتب یا قیام بینہ حجت نہیں الخ (امداد الفتاویٰ ۲/۸۸)۔

۲۔ فلکیاتی حساب سے مدد لینا

نفاذ حکم کے لئے فلکیاتی حساب کا اعتبار تو بہر حال کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس کا اعتبار کرنا متعدد احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، جیسے ”نحن أمة أمية لا نكتب الخ“ اور ”صوموا لرؤيته الخ“ وغیرہ نیز ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام شافعیؒ کے علاوہ کسی امام کے

زردیک نہ فلکیاتی حساب سے نفاذ حکم برائے عامۃ المسلمین جائز ہے اور نہ خود حساب داں شخص کے لئے حجت برائے عمل ہے، حضرت امام شافعیؒ کے قول کی تفصیل اس طرح ہے کہ جو شخص حساب داں کے قول کو صحیح یقین کرتا ہو تو اسے بمطابق فلکیاتی حساب عمل کرنا درست ہے اور جو شخص اس کو نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے لئے ان کے یہاں بھی عمل کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ”رد المحتار“ میں ہے: ”لا يعتبر قولهم بالإجماع ولا يجوز أن يعمل بحساب نفسه وفي النهر فلا يلزم بقول الموقنين أنه أي الهلال يكون في السماء ليلة كذا وإن كانوا عدولا“ (۱۲۵/۲) اور حضرت امام شافعیؒ کی طرف اعتبار کرنے کا قول مذکورہ تفصیل کے ساتھ منسوب ہے چنانچہ ”الفقه على المذاهب الأربعة“ میں علامہ عبدالرحمن الجزيري نے یہ تفصیل نقل فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: ”الشافعية قالوا يعتبر قول المنجمين في حق نفسه وحق من صدقه ولا يجب الصوم على عموم الناس بقولهم على الراجح“ (۵۵۱/۱) اصحاب امام شافعیؒ اس سے شیخ شہاب الدین رملی شافعی اور علامہ تاج الدین سبکی شافعیؒ نے پوری طاقت صرف کر دی ہے دلائل پیش کرنے میں کہ فلکیاتی حساب سے ثبوت رؤیت ہلال بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے، کیونکہ شہادت ظنی ہے اور حساب قطعی ہے اور اسی پر تفریع کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اگر تیس تاریخ کی شب میں ۲۹ کا چاند ہونے کی شہادت دی جائے اور حساب سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ آج شام چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے تو بمطابق حساب عمل کیا جائے گا اور شہادت کو رد کر دیا جائے گا۔ (کمانی الرد)

تو عرض یہ ہے کہ شوافع کا یہ قول کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے، اس لئے چند دیگر وجوہ سے مردود ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ جماعت متاخرین فقہاء نے اس کو مردود قرار دیا ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ جس چیز کو انہوں نے بطور دلیل پیش کیا ہے درحقیقت وہ بھی ایک دعویٰ بلا دلیل ہے، کیونکہ علامہ سبکی نے جو احتمال بیان فرمائے ہیں مثلاً ”لأن الشاهد قد تشبه الخ اور دلیل

میں فرمایا: ”لأن الحساب قطعی“ (رد المحتار ۲/۲۶۱-۱۲۵) تو چونکہ یہ احتمال بھی ناشی بلا دلیل ہے، اس لئے ان سب باتوں کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، نیز اس وجہ سے بھی یہ قول قابل اعتبار نہیں ہے کہ یہ اجماع امت کے خلاف ہے، جیسا کہ ابن المنذر نے ”الاشراف“ میں ذکر کیا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمہ نے فرمایا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کرنے والا شخص شریعت کی نگاہ میں مبتدع اور گمراہ تو ہے ہی ایسا شخص عقلی اور فلکیاتی حساب کے اعتبار سے بھی غلط پر ہے، اس لئے یہ یقینی اور قطعی فیصلہ مقتدر میں فقہاء کرام کا رائج ہے: ”لا عبرة بقول الموقنین“۔

اب رہی بات کہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ اس سلسلے میں مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں کہ کیا آج ہلال کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں تو میری ناقص رائے میں اس سے مدد لینا بھی چند وجوہ سے ناجائز ہونا رائج معلوم ہوتا ہے۔

۱- تو اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب خود مبنی علی المقدمات الفاسدہ ہے اور اس سے مدد لینا بھی فاسد ہے، کیونکہ ہلال کے متعلق یہ حکم ہے کہ جب ۲۹ تاریخ گزر جائے اور ۳۰ تاریخ کی شام آجائے تو افاق آسمان پر چاند تلاش کرنا فرض ہے، يفترض على المسلمين فرض كفاية أن يلمسوا الهلال“ (الفقہ علی المذاهب الاربعہ ۵۵۱) اور جب فلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دے دیا جائے تو لوگ ۲۹ تاریخ کی شام اور ۳۰ کی شب میں چاند تلاش کرنے کے بجائے حساب کو تلاش کرنے لگیں گے اور جب معلوم ہو جائے گا کہ آج افاق پر چاند کی بصری رویت کا امکان نہیں ہے تو لوگ تلاش کرنا جو فرض کفایہ تھا کو بالکل چھوڑ دیں گے کہ جب رویت بصری کا امکان ہی نہیں ہے تو تلاش کرنا فضول ہے تو گویا اس طرح امت ایک فرض کفایہ کو اجتماعی طور پر ترک کر دیگی۔

۲- فلکیاتی حساب سے استعانت اس لئے بھی صحیح نہیں کہ جو حساب کیا جائے گا کوئی ضروری نہیں ہے کہ صد فیصد ٹھیک ہی ہو غلط ہو سکتا ہے اور غلط ہونا کئی وجوہوں سے رائج ہے، اولاً

اس وجہ سے کہ غلطی کرنا انسانی فطرت ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب چند مقدمات مفروضہ پر مبنی ہوتا ہے جن میں سے چند مقدمات کا مخدوش ہونا دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے فرمایا ہے (امداد الفتاویٰ ۱۱۱/۲)۔

تیسرے اس وجہ سے بھی فلکیاتی حساب غلط ہے کہ ہر بعد میں آنے والا فلسفی اپنے متقدمین کے نظریات کو غلط ثابت کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس ایک موقت حساب کر کے ثابت کرتا ہے کہ مثلاً ۳۰ کی شب میں چاند کی بھری رویت کا امکان نہیں ہے اور دوسرا موقت یہ ثابت کرتا ہے کہ ۳۰ کی شب میں چاند کی بھری رویت کا قوی امکان ہے، اسی طرح ایک سائنس داں دو قسم کے خیالات رکھتا ہے تو اس کے کس خیال سے تعاون لیا جائے گا مثلاً کراچی کے ایک ماہ نامہ رسالہ ”روحانی دنیا“ نے جنوری ۱۹۸۱ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گرین آبزروٹیری نے ایک تحقیق پیش کی جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے جب تک چاند کی عمر کم از کم تیس گھنٹہ کی نہ ہو اس وقت تک وہ پہلی بار نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور سائنس داں مذکور کا ایک دوسرا قول اس طرح ہے کہ ”چند ایسی معتبر اطلاعات بھی مذکور ہیں کہ جہاں بہت اچھی کیفیتوں میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹہ تھی“ (القاسم دیوبند اپریل ۱۹۸۲ء ج ۱)۔

۳- اس وجہ سے بھی اس سے تعاون لینا درست نہیں کہ ابتدائی طور پر تعاون لینے کی اجازت مرور ایام کے بعد فلکیاتی حساب پر عوام کا کلی اعتماد اور ایک فریضہ عام کے ترک کی جانب مفضی ہو سکتی ہے اس لئے سد الذرائع و حسم المادۃ اس مدد لینے کی اجازت بھی نہ دی جائے گی، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں جو خاص خاص بت مثلاً ود، سواع و یغوث وغیرہ تو اس کے متعلق امام بخاریؒ نے ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کیا ہے کہ مذکورہ اسما مختلف قوموں کے بزرگوں کے نام ہیں جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی قبروں پر مسجدیں اور عبادت خانوں میں ان کی تصویریں بنائی گئیں تاکہ اسے دیکھ کر عوام الناس کو عبادت کا ذوق و شوق بڑھے

اور مروایم کے ساتھ ان تصویروں کا مقصد لوگوں کے دل و دماغ سے محو ہو گیا اور اسی تصویر کو خدا سمجھ کر اسی کی پوجا و پرستش ہونے لگی (ص ۱۷۹-۱۸۲)۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے سداً للذرائع تصویر کشی و مجسمہ سازی کو حرام فرمادیا۔

۴- وجہ یہ ہے کہ شریعت کی نگاہ تمام احکام میں بسرو سہولت پر ہے اسی وجہ سے رویت ہلال کے متعلق تین باتوں میں سے ایک بات پر عمل کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے ایک یہ ہے کہ رویت عامہ ہو تو عمل کرنا ضروری ہوگا، دوسرے یہ کہ اگر رویت عامہ کا ثبوت نہ ہو تو ایک دو فرد نے چاند دیکھ کر قاضی یا ہلال کمیٹی یا عوام الناس کے مجمع میں شہادت دی ہو کہ میں نے دیکھا ہے تب عمل کرنا واجب ہوگا اپنی شرطوں کے ساتھ، تیسری صورت صورت یہ ہے کہ اگر ۲۹ تاریخ گزار رویت ہلال نہ ہو تو تکمیل ثلاثین ضروری ہوگا، اب اگر فلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دیا جائے تو امت حساب کے چکر میں پڑ جائے گی جو ایک امر صعب ہے اور اس امت کے مزاج کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ”لا نکتب ولا نحسب“ یعنی نہ ہم رویت ہلال کے لئے لکھنے اور نہ حساب کرنے کے مکلف ہیں، کیونکہ اس سلسلے میں ہم امت امیہ ہیں، لہذا استعانت کی صورت میں شریعت کے احکام جو اکثر و بیشتر یسر پر مبنی ہیں وہ عسر سے متبدل ہو جائیں گے اس لئے فلکیاتی حساب سے مدد لینا چاند کی رویت بھری کے لئے جائز نہ ہوگا۔

۲- ب- شہادت رویت اور فلکیاتی حساب کے تعارض کے وقت عمل شرعی شہادت پر ہوگا۔

قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بھری رویت کا امکان و عدم امکان باعتبار فلکیاتی حساب سوائے بعض اصحاب امام شافعیؒ باتفاق فقہاء وغیر معتبر ہے، چنانچہ فقہ شافعیؒ کی کتاب ”الانوار“ میں لکھا ہے کہ چاند کے منازل و حساب کی واقفیت کی وجہ سے حساب اور غیر حساب

داں پر روزہ فرض نہیں ہوتا۔ علامہ ابن حجر نے ”شرح منہاج“ میں ”مجموع“ سے نقل کیا ہے کہ اگر فن والے اپنے علم پر اعتماد و عمل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیں تو یہ روزہ رمضان کے روزہ کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا، حضرت امام مالک نے تو یہ فرمایا ہے کہ جو مجتہد حساب و فلکیات پر اعتماد کرتا ہو اس کی اتباع و اقتداء نہ کی جائے گی، قرانی کی بھی یہی رائے ہے، علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ فلکیین کے کہنے کی وجہ سے کسی قمری ماہ کی ابتداء نہیں مانی جائے گی، ابن مفلح حلبی نے اپنی ”کتاب الفروع“ میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص حساب و نجوم کی بنیاد پر روزہ رکھے گا اس کا روزہ نہ ہوگا اگرچہ اس کا فیصلہ صحیح ہو اور اگرچہ اس کے اکثر فیصلے صحیح ہوتے ہوں، حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کرنے کا جواز روافض کا قول ہے اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ حساب و فلکیات پر اعتماد کرنے والا شخص گمراہ اور مبتدع ہے (الفقہ علی المذہب الاربعہ اور بحث و نظر ج ۲ ص ۳۱-۳۲ ملخصاً)۔

”ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء“ کے تحت فقہی مجلس اور سعودیہ کی سب سے مستند مجلس علماء فقہاء نے ۱۳۹۲ھ کے اجلاس میں باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا ہے کہ روایت کے سلسلے میں حساب و فلکیات کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث ”صوموا لرؤیتہ الخ اور لا تصوموا حتی تروہ الخ“ کا یہی حاصل و خلاصہ ہے۔

مذکورہ مسئلہ کے متعلق احتمال یہ تھا کہ شافع المسلک حضرات یہ فتویٰ دیں گے کہ فلکیاتی حساب کا اعتبار کریں گے اور اس کے بالمقابل شہادت کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ دیکھنے والے کو دھوکہ ہو گیا جیسا کہ علامہ سبکی کا قول علامہ شامیؒ نے ”رد المحتار“ میں نقل فرمایا ہے کہ شہادت رد کر دی جائے گی لیکن خود حضرت امام شافعیؒ کا قول فتح الباری میں یہ نقل کیا گیا ہے فلکیاتی حساب کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا (۱۲۳/۴)۔

محکمہ موسمیات سے نشر کی جانے والی خبر چند ایسے مقدمات پر مبنی ہے جو انسانی اختراع

کا نتیجہ ہے اور چاند کا دیکھنا ایک فریضہ دینی اور عبادت ہے اور قرآن و حدیث کے بیشتر مضامین اور عناوین میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت انھیں طریقوں سے کرنا ضروری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے واضح فرمایا ہے، اس لئے محکمہ موسمیات سے یہ مدد لینا چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں درست نہ ہوگا، نیز افق آسمان پر چاند کا وجود شرعی نقطہ نگاہ سے کافی نہیں بلکہ اس کی رویت بصری ضروری ہے اور محکمہ موسمیات سے تعاون لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ چاند کے افق آسمان پر ہونے کو واضح کرے گا اور اس کی عمر کو بتائے گا اور یہ واضح کرے گا کہ مثلاً افق آسمان پر جب چاند کی عمر تیس منٹ کم از کم ہوگی تب چاند کی رویت ممکن ہوگی۔ حالانکہ رویت بصری کے لئے عمر کا تیس منٹ ہونا کوئی ضروری نہیں، بلکہ اس سے کم مدت میں بھی دیکھا جاسکتا ہے اور کبھی یہ ممکن ہوگا کہ محکمہ موسمیات کی طرف اعلان ہو جائے کہ آج چاند دیکھا جائے گا لیکن ایسی شہادت ملتی ہے کہ متعین دن رویت بصری کیا ہوتی کہ اس کے اگلے دن بھی رویت نہ ہو سکی تیسرے دن رویت ہوئی۔ اس لئے یقین کے ساتھ کہا جائے گا کہ محکمہ موسمیات کی یہ اطلاع کہ رویت بصری کا امکان آج ہے مثلاً غیر یقینی ہے اور قاعدہ ہے کہ جوشی خود ثابت نہ ہو اس کو اثبات کے لئے ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا ہے اور نفی غیر کے لئے ہے، نیز محکمہ موسمیات ہوں یا فلکیاتی حساب اس کے ذریعہ دی جانے والی خبر کسی سائنس داں نے جو مقدمات متعین کیا ہے، دوسرے سائنس داں اس کی تردید و تغلیط کر سکتا ہے، جیسا کہ گذشتہ زمانوں میں ہوا کہ بہت سی نئی تحقیقات نے پرانے فلسفے اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور گذشتہ ریاضات کے خلاف مشاہدہ کرادیا، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر فن نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے، بلکہ اسی دور کے دوسرے ماہرین اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، بلکہ خود ایک ہی شخص کا کبھی کبھی دو خیال ہو جاتا ہے اور خود اپنے ایک قول کی تغلیط دوسرے قول سے کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی شفیع صاحب پاکستان نے تحریر فرمایا ہے کہ ۱۳۸۰ھ میں محکمہ

موسمیات ایک ہفتہ قبل سے اعلان کر رہا تھا کہ ۲۹/رمضان بروز جمع چاند افق آسمان پر تقریباً ایکس منٹ رہے گا اور دیکھا جاسکے گا اور ٹھیک ۲۹/رمضان کو اخبار ایوننگ اسٹار کراچی میں پنجاب یونیورسٹی کی رصد گاہ کے ذمہ دار افسر اور ماہرین فن سائنس داں بھٹی صاحب کا اعلان یہ شائع ہوا کہ محکمہ موسمیات کی پیش گوئی کہ ۲۹/رمضان کو چاند دیکھا جاسکے گا غلط ہے اور مزید یہ کہا کہ ۳۰/رمضان بروز سنچر ہلال عید کے نظر آنے کا غالباً امکان کم ہے۔

انہوں نے دعویٰ کی تائید میں دو دلیلیں پیش فرمائی۔ اول یہ کہ ہلال کا سائز اور اس کی روشنی اس قدر کم ہوگی کہ معمولی نگاہیں نہ دیکھ سکیں گی، اور ثانی یہ کہ غروب آفتاب کے نصف گھنٹہ کے اندر ہی ہلال غروب ہو جائے گا اور آسمان پر اس قدر تاریکی نہیں چھا سکتی جس میں منحنی اور باریک چاند نظر آسکے۔ (رویت ہلال و فون کے شرعی مسائل)

یہ تو ماہرین کے مختلف بیانات تھے اور کبھی ایک شخص دو قسم کے نظریات رکھتا ہے، جیسا کہ ماہنامہ ”القاسم دیوبند“ نے گرین وچ آبزرویٹری کے دو مختلف بیانات شائع کئے ہیں، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ ”چاند پہلی مرتبہ اس وقت تک نہیں دکھائی دے سکتا ہے جب تک کہ اس کی عمر تیس گھنٹوں سے زائد نہ ہو جائے اور اسی کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ”چند ایسی معتبر اطلاعات موجود ہیں جہاں بہت اچھی کیفیات میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹے تھی اور ماہرین فن کا خود اس قسم کا بیان ہے کہ رویت ہلال کے بارے میں کوئی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا مسٹر ڈی میکنا لی اسٹیٹ ڈائریکٹر شعبہ علوم فلکیات و طبعیات یونیورسٹی آف لندن اور وائل گرین وچ آبزرویٹری انگلستان کا بیان ہے کہ ”درحقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا اور رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے اور جناب محمد نعیم صاحب پاکستانی نے اپنے ایک مقالہ ”بعنوان پاکستان“ عالم اسلامی اور اسلامی کیلنڈر میں جو دنیا کراچی میں شائع ہوا ہے عینی مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت کر دیا ہے کہ ماہرین فن

کا بیان غلط ہوتا ہے (ملاحظہ ہو القاسم دیوبند ۱۹۸۳ء ج ۱)۔

چھٹی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلاسفر اور ماہر نجوم و فلکیات ابوریحان بیرونی اپنی کتاب ”الآثار الباقیة عن القرون الخالیة“ میں آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے، عبارت اس طرح ہے: ”إن علماء الهيئة یجمعون علی أن المقادیر المفروضة فی أواخر أعمال رؤیت الهلال هی أبعاد لم یوقف علیها إلا بالتجربة“، یعنی علماء ریاضی و ہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقادیر فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ ”فضائی و ملکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکے گا اور کشف الظنون میں محمد ابن خواجہ علی کا چالیس سالہ تجربہ لکھا ہے کہ ان مقامات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے (رؤیت ہلال مفتی شفیع پاکستان)۔

د- قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو مطلع کے غبار آلود ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی

شہادت رؤیت کا اعتبار۔

اگر ۲۹ تاریخ کو مطلع غبار آلود تھا اور ایک شخص نے قاضی کے پاس آ کر یہ شہادت دی کی میں نے چاند دیکھا ہے اور قاضی اس ایک شخص کی شہادت کو معتبر مان کر فیصلہ کر دے کہ، مثلاً کل رمضان کی یکم تاریخ ہوگی اور عوام الناس نے اس کے مطابق عمل بھی کیا کہ رمضان کے تیس روزے مکمل کر لئے اور اتفاق یہ ہے کہ اس دن بھی افق آسمان غبار آلود ہے تو باتفاق فقہاء اگلا دن یکم شوال اور عید الفطر کا دن ہوگا۔ جیسا کہ ”قداوی ہندیہ“ میں ہے: ”فأما إذا كانت متغیمة فإنهم یفطرون بلا خلاف کذا فی الذخیرة“ (۱۹۸۱ء) اور درمختار میں بھی بحوالہ زیلعی یہی لکھا ہے کہ اگر صورت مذکورہ میں تیس روزہ مکمل کر لینے کے بعد اگر افق آسمان غبار آلود ہو تو افطار

باتفاق فقہاء حلال ہوگا اور یہی قول اشد ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو: ”نقل ابن کمال عن الذخيرة إن غم هلال الفطر حل اتفاقا وفي الزيلعي الأشبه إن غم حل وإلا لا“ (۱۲۹/۲)۔

اور اگر آسمان صاف ہو اور تیس روزے مکمل کر لینے کے بعد بھی چاند نہ نظر آئے تو حضرات شیخین کی رائے یہ ہے کہ اگر گلا دن یکم شوال اور عید الفطر کا دن نہ ہوگا اور نہ افطار جائز ہوگا، کیونکہ وہ دن رمضان ہی کا آخر دن ہوگا اور جس گواہ نے ہلال رمضان کے رویت کی گواہی دی تھی اس نے غلط بیانی سے کام لیا یا اس کو دھوکہ ہو گیا تھا۔

لہذا اس گواہ کی کذب بیانی کے واضح ہونے کی بنا پر وہ سزا مستحق ہوگا اور حضرت امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ بایں ہمہ اگر گلا دن یکم شوال کا دن ہوگا اور لوگوں کو افطار کرنا واجب اور روزہ رکھنا حرام ہوگا، جیسا کہ ”فتاویٰ ہندیہ“ میں یہ تفصیل مذکور ہے ملاحظہ ہو: ”إذا صاموا بشهادة الواحد و أكملوا ثلاثين يوماً ولم يروا هلال شوال لا يفطرون فيما روى الحسن عن أبي حنيفة رحمها الله تعالى للاحتياط و عن محمد إنهم يفطرون كذا في التبيين“ (۱۹۸/۱) اور رد المحتار میں بھی یہی تفصیل نقل کی گئی ہے کہ شیخین کی رائے یہ ہے کہ افطار کرنا حلال نہ ہوگا بلکہ وہ شاہد جس نے ثبوت رویت ہلال رمضان کی شہادت دی مستحق سزا ہے کیونکہ یہ شخص واضح الکذب ہے۔ عبارت اس طرح ہے: ”(قوله لا يحل) أي الفطر إذا لم ير الهلال قال في الدرر ويعذر ذلك الشاهد أي لظهور كذبه“ (۱۲۹/۲) اور امام محمدؒ کی رائے بھی وہی لکھی ہے جو بحوالہ فتاویٰ ہندیہ اوپر مذکور ہوئی ہے اور ”فتاویٰ ہندیہ“ میں امام محمدؒ کی رائے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ زیادہ صحیح ہے اور اسے نقل کیا ہے ”غایۃ البیان“ اور ”نہر الفائق“ سے اور شمس الائمۃ الحلو انی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ مذہب اصح ہے اور علامہ شامی نے اس قول کے اصح ہونے کی علت بحوالہ ”غایۃ البیان“ یوں تحریر فرمایا کہ امام محمدؒ کی رائے

کے صبح ہونے کی علت یہ ہے کہ تیس روزے مکمل کرنے کے بعد افطار کا حکم اس ایک شخص کی شہادت سے ابتداء ثابت نہیں ہو رہا ہے جس نے ثبوت رمضان کی شہادت دی تھی بلکہ بناء و تبعاً ثابت ہو رہا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اس طرح قصداً ثابت نہیں ہوتی ہیں، لیکن ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں۔ عبارت اس طرح ہے: ”قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمد و هو الأصح إن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداءً بل تباءً و تبعاً فکم من شیء یثبت ضمناً أو لا یثبت قصداً (ج ۲)، شمس الائمہ الحلو انی نے اس کی ایک نظیر پیش فرمایا کہ ثبوت نسبت کے سلسلہ میں بچہ جنانہ والی دایہ واحدہ کی شہادت معتبر ہے اور اسی شہادت کے ذریعہ اس بچہ کے لئے ثبوت وراثت بھی ضمناً ہو جائے گا حالانکہ ایک دایہ کسی کے لئے ثبوت وراثت کی شہادت تو اس کی شہادت سے ثبوت وراثت نہیں ہو سکتا علیٰ ہذا القیاس ثبوت رمضان ایک شخص کی شہادت سے قصداً و اصلانہ ہوا اور اسی کے ضمن میں تیس روزے مکمل کرنے کے بعد چاند کی بصریت رویت مطلع کے صاف ہونے کے باوجود نہ ہونے کی صورت میں بھی ثابت ہو جائے گا (رد المحتار ۱۲۹۲)۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ صورت مسئلہ مختلف فیہ ہے اور علامہ شامیؒ کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح و ترجیح کی طرف ہے کہ صورت مذکورہ میں مطلع صاف ہونے کے باوجود عید منائی جائے گی لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو شیخین کے قول پر فتویٰ دینا مناسب ہے (امد القتاوی ۱۰۶/۲)۔

الف - روایت ہلال کے متعلق قاضی کا حکم

ایک قاضی کا کوئی بھی فیصلہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو گا یا نہیں؟ تو عرض یہ ہے کہ حدیث کی عام کتابوں میں حضرت کریم کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ شام میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس تھے کہ رمضان کا چاند جمعہ کی شب میں دیکھا گیا اور تمام

باشندگان شام جمعہ کو رمضان کا پہلا روزہ رکھا اور جب مدینہ واپس تشریف لائے تو حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ آپ نے پہلا روزہ رکھا تو انہوں نے کہا کہ جمعہ کو اور یہاں مدینہ میں پہلا روزہ شنبہ کو رکھا گیا تھا تو حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ آپ نے پہلا روزہ کب رکھا تو انہوں نے کہا جمعہ کو اور یہاں مدینہ میں پہلا روزہ شنبہ کو رکھا گیا تھا تو حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ کیا آپ کو حضرت امیر معاویہؓ کی رویت بھی کافی نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تو تیس روزے ہی پورا کریں گے جب تک چاند نظر نہ آئے کیونکہ ہم کو اسی کو حکم دیا گیا ہے (مسلم)۔ تو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ یہ واقعہ ایک خاص مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے امام مسلم نے نقل کیا ہے لیکن اس سے کسی درجہ میں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ ایک قاضی یا ایک حاکم کا حکم و فیصلہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہیں، بلکہ ایک حلقہ تک اس کا حکم و فیصلہ واجب العمل ہوگا اور اس کے بعد واجب العمل نہ ہوگا۔ یعنی کسی حاکم یا امیر جب کسی کو قاضی مقرر کیا ہے تو اس کے لئے حدود بھی مقرر کر دیا ہے یا نہیں اگر حدود ذکر کر رہا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ صرف وہ ایک شہر کا قاضی ہوگا دیہات اس کے حلقہ قضاء میں داخل نہ ہوگا (کمانی الھندیہ)۔

لہذا صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء قائم ہے کے قاضی نے ثبوت رویت ہلال کے بعد اعلان کیا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ نے جدید فقہی مسائل میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ ”اگر یہ اطلاع کسی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تو اس علاقہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، نیز اس لئے بھی اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا کہ قضاء قاضی ایک مستقل حجت شرعیہ ہے اور جب کوئی حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ جب دوسری جگہ سے خبر آجائے تو اس کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے

کہ وہ طریق موجب سے پہنچے اور طریق موجب چار میں سے کسی ایک ذریعہ سے جب خبر معمول ہو تو اس پر عمل کرنا واجب اور خلاف معصیت ہوگا (ملخصاً امداد الفتاویٰ ص ۹۹ ج ۲) اور طریق موجب میں حکم حاکم پر شہادت کو ذکر فرمایا ہے، ان تمام تفصیلات سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ایک یہ کہ قاضی کا اعلان ثبوت روایت کے بعد جب ہو جائے تو اس کا ماننا ضروری ہوگا خلاف کرنے کی صورت میں مرتکب معصیت ہوگا اور دوسری یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک قاضی کا فیصلہ اس کے حلقہ قضاء کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا اس کے باہر کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہ ہوگا، کیونکہ دوسرے خطہ کے لوگوں نے اس کو اپنے عمل کے لئے حکم کا مجاز نہیں بنایا ہے۔

ب۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر

کسی قاضی شرعی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ و مخصوص الفاظ کے ذریعہ اعلان ہوتا ہے تو اس اعلان کے مطابق اس قاضی کے حلقہ و قضاء کے مسلمانوں پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس کے خلاف کرنا معصیت ہوگا۔ جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند ”روایت ہلال کے بارے میں ریڈیو ویڈیو ٹیلیفون وغیرہ شرعی حکم“ نامی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”محقق اور رائج قول یہ ہے کہ اگر بائیں الفاظ اعلان یا خبر نشر ہو کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی یا ہلال کمیٹی نے کہ جس کے تمام افراد شرع ہیں یا فلاں مفتی شہر یا فلاں عالم مقتدا و متدین نے یا فلاں مسلمان حاکم نے یا فلاں وزیر نے کہ جس کو حکومت کی جانب سے بااختیار بنایا گیا ہو ثبوت شرعی حاصل کر کے ثبوت روایت کا حکم یا فیصلہ دیدیا ہے اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص بھی معلوم و معتبر ہو تو اس نشریہ پر عمل کرنا درست ہوگا (ص ۱۹)، اسی طرح حضرت مفتی شفیع صاحب پاکستان نے آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں تحریر فرمایا ہے کہ جس شہر میں کسی قاضی یا

ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اور اس اعلان کو ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے ذریعہ آمدہ اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہوگا، شرط یہ ہے کہ ریڈیو اسٹیشن کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے اور صرف وہی فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس فیصلہ کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے نیز وہ فیصلہ کے وہی الفاظ نشر کرے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے۔

اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے حدود و ولایت میں واجب العمل ہوگا (ص ۱۸۹)۔

اوپر اعلان قاضی کے واجب العمل ہونے نہ ہونے کے متعلق اکابر بزرگان دین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قاضی کا اعلان اس کے حلقہ اور حدود و ولایت کے تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جس کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں، ایک تو اس لئے کہ ثبوت ہلال کا حکم قضاء قاضی کے سبب سے ہوگا اور قضاء قاضی ایک مستقبل حجت شرعی ہے، جیسا کہ حضرت امام محمد کا قول ”رد المحتار“ میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر ایک عادل شخص کی شہادت سے قاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کر دیا اور تیس دن مکمل ہونے کے مطلع صاف اور افاق آسمان پر چاند نظر نہ آئے تو اگلا دن عید کا دن شمار کیا جائے گا، کیونکہ رمضان کے ہلال کا ثبوت گرچہ ایک عادل شخص کی شہادت سے ہوا تھا، لیکن عید کا ثبوت شہادت کی وجہ سے نہ ہوا، بلکہ قضاء قاضی کی وجہ سے ہوا (ج ۲)۔ علی القیاس کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف منسوب نشریہ ہلال رمضان وعید کے لئے واجب العمل ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کسی مملکت کا بادشاہ یا امیر یا حاکم کسی حکم کا اعلان کرا تا

ہے تو اس کی تمام رعایا کو اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور قاضی کی حیثیت اپنے حلقہ قضاء کے اعتبار سے بادشاہ کی طرح ہے، لہذا جس طرح بادشاہ کی طرف نشریہ واجب العمل ہوتا ہے اسی طرح قاضی وغیرہ کی طرف منسوب نشریہ واجب العمل ہوگا اور جیسے اعلان سلطان کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر کوئی فاسق آدمی بھی اعلان کرتا ہے اور بادشاہ وقت کی طرف منسوب کرتا ہے تو عوام الناس کو اس کے خلاف کرنے کی بالکل اجازت نہ ہوگی، بلکہ اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہو، اسی طرح قاضی کی طرف منسوب اعلان کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہ ہوگا بلکہ معلن اگر فاسق بھی ہو تو اعلان قابل اعتبار ہوگا۔ ”فتاویٰ ہندیہ“ میں ہے: ”خبر منادی السلطان مقبولاً عدلاً کان أو فاسقاً کذا فی جواهر الاخلاطی“ (۳۰۹/۵)۔

د۔ معلن کا مسلمان ہونا

ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رویت ہلال کا اعلان جو کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف منسوب کر کے کیا جائے تو اصل کے اعتبار سے اس کو رمضان وعیدین کے اعتبار سے دو حیثیت حاصل ہوگی، ایک تو یہ ہے کہ اعلان ایک امر دینی کی اطلاع ہے کیونکہ صاحب ”بحر“ نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ رمضان کے چاند کی اطلاع ایک امر دینی کی اطلاع کی طرح ہے عبارت اس طرح ہے ”(قبل بعلہ خبر عدل الخ) لأن صوم رمضان أمر دینی فأشبهه رواية الأخبار الخ“ (۲۶۶/۲) اور امور دینیہ کے متعلق خبر کے معتبر ہونے کے لئے ایک مسلمان عادل کا کم از کم ہونا ضروری ہے، یعنی غیر مسلم کی خبر مطلقاً معتبر نہ ہوگی عبارت اس طرح ہے: ”خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمۃ والطہارۃ والنجاسۃ إذا کان مسلماً عدلاً“ اس کے بعد تیسری سطر میں ہے: ”ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات“ (فتاویٰ

ہندیہ ۵/۳۰۸) اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امور دینیہ میں کافر کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا لہذا صوم رمضان کے اعلان کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہوگا۔

دوسری حیثیت اس کے حقوق العباد ہونے کی ہے کیونکہ عید کے ساتھ بندہ کا حق یعنی افطار متعلق ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں آگے لکھا ہے: ”وَأَمَّا هَلَالُ الْفِطْرِ فَلَا تَعْلُقُ بِهِ نَفْعُ فَائِشَةٍ سَائِرِ حَقُوقِهِمْ (۲/۲۶۷)۔

یعنی عید الفطر کے چاند کے ساتھ چونکہ بندوں کا نفع متعلق ہے، اس لئے یہ دیگر حقوق کے مشابہ ہو گیا اور حقوق العباد ایک عادل شخص کے بیان سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ دو شاہد عدل کا ہونا ضروری ہے، مگر بایں بذریعہ ریڈیو جو اعلان ہوتا ہے اس کی ایک تیسری حیثیت بھی ہے اور واقعی حیثیت یہی ہے کہ یہ اعلان اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے اور اعلان سلطان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہیں معلن فاسق کا اعلان بھی معتبر ہوگا، جیسا کہ ”فتاویٰ ہندیہ“ میں لکھا ہے: ”خبر منادی السلطان مقبول عدلاً کان أو فاسقاً (۵/۳۰۹)۔

نیز عموماً ریڈیو اسٹیشن پر ہمارے زمانہ میں کافروں کا غلبہ ہے تو اگر معلن کے مسلمان ہونے کی شرط ضروری قرار دی جائے تو پھر اعلان مشکل ہو جائے گا اور ایک صوبہ یا ملک کے قاضی کا ہلال عید کے فیصلہ کو مثلاً تمام مسلمانوں تک پہنچا معتذر ہو جائے گا اور خبر معلوم نہ ہونے کی بنا پر امت مشقت میں گرفتار ہو جائے گی اور قاعدہ ہے: ”المشقة تجلب التيسير“ (الاشاہ والنظار ۱۲۵/۱) اس لئے اجازت دی جائے گی اگر معلن کافر ہو تو بھی خبر قابل عمل و اعتماد ہوگی، تاہم معلن کو یا ریڈیو اسٹیشن کو چند باتوں کا پابند کیا جاسکتا ہے ایک یہ کہ چاند کے متعلق مختلف قسم کی خبریں نشر نہ کرے، بلکہ قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے جو فیصلہ دیا جائے اسے ہی نشر کرے۔ دوسرے یہ کہ جن الفاظ میں فیصلہ کیا گیا ہے بعینہ انھیں الفاظ کے ساتھ بغیر نشر کرے۔ اس میں کسی طرح ترمیم نہ کرے۔

جن مقامات میں رویت ہلال ۲۹/تاریخ کو ممکن نہیں وہاں فلکیاتی حساب کا تعاون وغیرہ

وہ مقامات کہ جہاں ۲۹/تاریخ کو چاند کی رویت مطلع کے گرد آلود ہونے کی وجہ سے سال کے اکثر مہینوں ممکن نہیں ہوتی تو ایسے مقامات میں بھی فلکیاتی حساب کا قطعاً اعتبار نہ کیا جائے گا، جیسا کہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں تقریباً یہی لکھا ہوا ہے کہ لا عبرۃ بقول الموقن“ اور علامہ سبکی شافعی وغیرہ حضرات نے جو یہ فرمایا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کیا جائے تو علامہ شامی نے رد المحتار میں اس کی سخت تردید فرمائی ہے نیز یہ بھی فرمایا کہ علامہ سبکی شافعی کے قول کی دوسرے شافع المسلمک لوگوں نے بھی کی ہے چنانچہ علامہ شامی نے فرمایا کہ امام سبکی کے قول کو متاخرین فقہاء نے رد کر دیا ہے اور خود ان کے ہم مذہب لوگوں میں سے ابن حجر اور شہاب رطلی نے بھی رد کر دیا ہے (۱۲۵/۲)، نیز اگر فلکیاتی حساب پر عمل کیا جائے تو چند در چند مفاسد ہو جائیں گے جیسا کہ جواب ۲ کے ”الف“ اور ”ب“ کے تحت ذکر کر چکا ہوں۔

فلکیاتی حساب کے معتبر ہونے کی ایک وجہ سمجھ میں آرہی ممکن ہے کہ اس وجہ سے فلکیاتی حساب کا اعتبار کیا جانا درست ہو جائے وہ یہ ہے کہ جب سال کے اکثر مہینوں میں ۲۹/تاریخ کو رویت ہلال ممکن ہی نہیں ہوتی تو ضرورت یا حاجت کا تحقق ہوتا ہے اور جب ضروریات یا حاجت کا تحقق ہو جائے تو ممنوع چیزوں کا استعمال مباح ہو جاتا ہے، جیسا کہ مشہور فقہی قاعدہ ہے ”الضرورات تبیح المحظورات“ (۱۱/۱۱۰) لہذا فلکیاتی حساب جو عموماً معتبر نہیں، لیکن ان مقامات کے لئے اس کو معتبر ماننا چاہئے، لیکن یہاں ضروریات یا حاجت کا تحقق ہی نہیں ہوتا ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ضرورت یا حاجت کا تحقق ہوتا ہے تو اس جگہ ممنوع یعنی فلکیاتی حساب مباح، یعنی قابل اعتبار نہ ہو سکے گا، کیونکہ اس کا معتبر ہونا اس وقت ممکن ہوتا جب کہ اس کا دوسرا کوئی شرعی حل موجود نہ ہو اور اس جگہ حل موجود ہے، اس لئے فلکیاتی

حساب پر عمل نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری نے فرمایا: ”المشقة والخرج إنما يعتبران في موضع لا نص فيه إما مع النص (أى تصريح الفقهاء) بخلافه فلا“ (ص ۱۳۸) اور اس جگہ اس کا شرعی حل ارسال خبر کے چار طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق خبر کا معلوم کرنا اور خبر کا موصول ہونا ہے، نیز ماہرین فلکیات کے قول کا اعتبار نہیں حدیث صریح کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اور ایک خاص بات یہ ہے کہ فلکیاتی حساب پر عمل کرنے سے پہلے حساب کا صحیح اور یقینی ہونا ضروری ہے، لیکن فلکیاتی حساب غیر یقینی ہے، جیسا کہ لندن یونیورسٹی کے شعبہ علوم فلکیات و طبیعیات کے اسٹنٹ ڈائریکٹر مسٹر ڈی، میکینالی نے تحریر فرمایا ہے کہ ”در حقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا“ اور انگلستان کے سائنس ریسرچ کونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ مسٹر واء گرین وچ آبزروٹیری نے تیار کیا ہے اس میں بھی انہوں نے کہا کہ رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے، (ماہنامہ القاسم دیوبند ج ۲/ ص ۶/ شمارہ ۱۲/ اپریل ۱۹۸۲ء) اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ماہرین فلکیات کے قول کا اعتبار کسی خطہ ارض میں نہ کیا جائے، بلکہ دوسرے قریبی ممالک اور مقامات کہ جہاں کا مطلع مختلف نہیں ہے ان ممالک میں جو فیصلہ رویت ہلال کے متعلق ہو اسی کے مطابق یہ لوگ یعنی برطانیہ وغیرہ ملکوں کے باشندے عمل کیا کریں۔

ج۔ ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے کیا حکم رکھتا ہے۔

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے ثبوت رویت ہلال کے بعد فیصلہ فرمادیں اور اس فیصلہ کو ان مقامات کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا جائے تو اگر معلن مسلمان قابل اعتماد ہے اور خاص الفاظ کے ذریعہ خبر نشر کرتا ہے، مثلاً یہ اعلان کرتا ہے کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی یا ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد باشرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے ثبوت شرعی حاصل

کر کے ثبوت رویت کا حکم یا فیصلہ دیا ہے تو اس نشریہ پر تمام لوگوں کے لئے عمل کرنا درست ہے اور دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے یہ نشریہ محض ایک خبر و حکایت ہوگی شہادت نہ ہوگی کیونکہ شہادت کے لئے شاہد کا مجلس قضا میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

اس نشریہ کے متعلق غور طلب بات یہ ہے کہ اس کی حیثیت دوسری جگہ کے قاضی کے نزدیک کیا ہوگی؟ تو یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ اس اعلان کو دوسری جگہ کے لئے جو اس قاضی کے حلقہ قضا سے باہر ہے اعلان سلطان کی طرح نہ ہوگا، لیکن دوسری حیثیت اس نشریہ کی یہ ہے کہ یہ خبر ٹیلیفون کے ذریعہ موصولہ خبر کے مشابہ ضرور ہے کہ دونوں خبر بذریعہ قضا ایک خاص آلہ کے ذریعہ دوسری جگہ کے قاضی کو موصول ہوئی ہے اور ٹیلی فون کے ذریعہ موصولہ خبر کے متعلق حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں کہ اگر قرائن سے متکلم کی تعیین ہو جائے اور وہ شخص عادل اور مسلمان یا مسلمان مستور الحال ہو تو خبر معتبر ہوگی، علیٰ ہذا القیاس ریڈیو کے ذریعہ موصولہ خبر کے بارے میں معلن کی تعیین ہو جائے اور معلن عادل یا مستور الحال ہو تو دوسری جگہ کے قاضی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اسی اعلان پر اعتماد کر کے اپنے یہاں بھی فیصلہ کر دیں اور مزید دوسری جگہ سے خبر کے آنے کا انتظار نہ کریں۔

اور اگر اعلان کو شہادت علی حکم الحاکم کی حیثیت دی جائے تو ہلال فطر کے ثبوت کے لئے مجلس قضا اور لفظ شہادت کے شاہد کا مجلس میں حاضر ہونا ضروری ہے یا اگر شاہد مستور الحال ہو تو اس کی تعیین کے لئے دوسرے ایسے شخصوں کا مجلس قضا میں اس شاہد مستور کی تعیین کی شہادت دینا ضروری ہے جو اس شاہد کو دیکھ رہے ہوں تو بھی دوسرے قاضی کے لئے ہلال عید کا فیصلہ کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ یہ معلن عادل ہو اور دوسرا اعلان بھی اس کے مطابق آجائے اور اگر ہلال رمضان کا موقع ہو تو چونکہ اس موقع پر نہ لفظ شہادت ضروری ہے اور نہ مجلس قضا ضروری ہے، اس لئے دوسرے قاضی کے لئے صرف ایک قاضی کے اعلان کے مطابق دوسرے قاضی کو فیصلہ کرنا جائز

ہوگا۔ بشرطیکہ اس معلن کی تعیین و تعدیل ہو جائے یا قرائن خارجیہ سے اور تجربہ سے اس کا صادق ہونا معلوم ہو جائے اور مطلع بھی غبار آلود ہو۔ اگر مطلع صاف ہو تو کم از کم ایک طرح کے تین اعلانوں کا موصول ہو جانا ضروری ہوگا۔

اور اگر اس اعلان کو محض ایک خبر کا درجہ دیا جائے تو اس کے معتبر ہونے کے لئے مستفیض ہونا ضروری ہے، لہذا جب اس طرح کی خبریں بذریعہ ریڈیو موصول ہو جائیں کہ تمام اعلانوں کا مبنی علی الکذب ہونا عادتہ محال ہو تو رمضان و عید کے ہلال کے لئے دوسرے قاضی کو فیصلہ کرنا جائز ہوگا، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے جدید فقہی مسائل میں تحریر فرمایا ”جب کہ دوسرے علاقوں میں اس کی حیثیت منادی سلطان کی نہیں ہے، کیونکہ وہاں کے مسلمانوں نے انکو اپنے علاقہ کے لئے مجاز تسلیم نہیں کیا ہے، لہذا ان کے لئے یہ محض اطلاع ہوگی اعلان نہ ہوگا اور وہاں کے ذمہ داروں پر موقوف ہوگا کہ وہ اس کی روشنی میں فیصلہ کریں اور اگر قابل اعتماد نہ سمجھیں تو دوسری خبروں کا انتظار کر لیں۔“

لہذا اگر دوسرے صوبہ کے قاضی کا اعلان خاص انداز میں متعینہ الفاظ کے ذریعہ نشر کیا جائے اور ناشر مسلمان، معتبر و معلوم ہے اور قرائن سے اس اعلان کی صحت کا ظن غالب ہو جائے تو دوسرے قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ اسی اعلان پر اعتماد کر کے یہ اعلان کر دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے کہ جس میں فلاں فلاں عالم دین و مفتیان کرام شریک ہیں یہ فیصلہ دیا ہے ہم اسی پر اعتماد کر کے ہلال رمضان و عید کے ثبوت کا فیصلہ و اعلان کرتے ہیں اور مزید کسی دوسرے اعلان کا انتظار کرنا ضروری نہ ہوگا۔

رؤیت ہلال ایک تفصیلی بحث

مولانا سعید الرحمن القاسمی

کیا اختلاف مطالع معتبر ہے

چاند و سورج ایک متحرک چیز ہے مشرق و مغرب تک چکر لگانا ان کی طبیعت میں داخل ہے، سورج کی گردش کی وجہ سے کسی جگہ روشنی ہوتی ہے تو کسی جگہ اندھیرا ہوتا ہے اور اسی سورج کے ارد گرد چکر لگانے اور اس سے روشنی عاریت لینے والا جب اس سے بہت دور ہوتا ہے تو مکمل درخشاں رہتا ہے، لیکن جب اس سے بہت قریب ہو جاتا ہے تو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

پھر جب دوبارہ اذن خدا سے دوری شروع ہوتی ہے تو بتدریج ہلال بن کر قمر بن جاتا ہے اسی طرح گردش اور مختلف مقامات پر صبح و شام میں اختلاف کی وجہ سے چاند کی رؤیت مختلف وقت میں ہوتی ہے، اس لئے اختلاف مطالع کا ثبوت لازمی ہے۔

اختلاف مطالع سے متعلق علماء کرام کے اقوال اگرچہ مختلف ہیں لیکن اثبت اور اشبہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے۔ صاحب ”مراقی الفلاح“ فرماتے ہیں۔

”صومو الرویۃ بدل من الخطاب فإنه علق الصوم بمطلق الرویۃ و
ہی حاصل برویۃ قوم فیثبت الحکم احتیاطاً و اختارہ صاحب التجرید و هو
الاشبہ وإن کان الأول أصح کذا فی السید“ (مراقی الفلاح ۳۰۹، فتاویٰ عبدالحی ۳۴۸)۔

جو لوگ اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل نہیں ان کی نظر ”صوموا لرؤیتہ“ پر ہے کہ صوم کو مطلق رویت پر معلق کیا گیا، اس لئے ایک جماعت کی رویت تمام لوگوں کے لئے کافی ہوگی، چنانچہ کویت کے اندر ۱۴۰۹ھ میں ہونے والی ایک مؤتمر نے جو فیصلے کئے ان میں سے ایک حکم یہ بھی تھا۔

کہ کسی ایک شہر میں رویت کے ثابت ہو جانے پر تمام مسلمانوں کے لئے اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دلائل کی رو سے اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور یہ کہ شرعی مادہ کی ابتداء میں اصل چیز رویت ہی ہے، ہاں فلکی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے، لہذا اگر فلکیات کی رو سے رویت طے شدہ ہو مگر شرعی رویت و شہادت نہ مل سکے تو پھر مہینہ کے تیس دن پورے کئے جائیں گے اور اسی حساب اور فیصلے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا (بحث و نظر شمارہ ۲۳ ص ۷۷)۔

نیز مولانا عبدالحی نے اختلاف کرنے والوں کا قول نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔ اکثر مشائخ کا یہ خیال ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور اشبہ یہ ہے کہ معتبر ہے (فتاویٰ عبدالحی ۱/۳۴)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا:

اختلاف مطالع صوم و افطار میں معتبر نہیں اور سوائے اس کے معتبر ہے، یہ ظاہر روایت ہے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک صوم و افطار میں بھی معتبر ہے (فتاویٰ رشیدیہ ۱/۴۳، رویت ہلال کا مسئلہ ۱۲۴، شامی ۲/۱۰۵)۔

فقہاء کرام قول اول (اختلاف مطالع غیر معتبر ہے) کو معتد اور رائج قرار دیتے ہیں، مگر مولانا برہان الدین صاحب اپنے رسالہ میں ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

مگر یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جس دور کے علماء و فقہاء کا یہ کلام نقل کیا جاتا ہے، کیا اس زمانہ میں ”روئے زمین“ عالم مشرق و مغرب کا تصور اور مفہوم وہی تھا جو آج ہے کیا دنیا کا طول و عرض ان کے ذہن میں اتنا ہی تھا جتنا آج محقق و معلوم ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نفی میں

ہوگا، کیونکہ اس زمانہ کے فقہاء تو الگ رہے اول درجہ کے جغرافیہ داں اور سیاح بھی (بلکہ بہت بعد کے لوگ بھی) دنیا کو ربع مسکون سمجھتے تھے، اس لئے کہ آسٹریلیا اور امریکا دریافت نہیں ہوا تھا اور بہت سے مشرقی اور مشرق بعد کے جزائر کا پتہ نہیں تھا اور مغرب جزائر کو دنیا کا آخری سر تسلیم کیا جاتا تھا چنانچہ طول البلد کا خط وہیں سے شروع ہوتا تھا اس طرح دنیا کو ہفت اقلیم کہا جاتا تھا (حاشیہ رسالہ ۱۲۵)۔

اس پس منظر کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اس مسلک کی تعبیر کے لئے ہے عبارت میں جتنے عام الفاظ استعمال کئے گئے ہوں، مگر مراد وہ نہیں ہے جو آج کے حالات میں سمجھی جا رہی ہے یا سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ ان عبارتوں کی یہ توجیہ کرنا بعید از حقیقت نہ ہوگا کہ مقام رویت سے دور و دراز ممالک کے لئے رویت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اس کا شرعا ثبوت ہو جائے نیز عملاً اور عقلاً وہاں کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو اس لئے کہ موجودہ دور کی وسیع و عریض آبادی میں یہ بات تقریباً محال ہے کہ ایک جگہ کی رویت تمام دنیا کے لئے لازم العمل ہو اس پہلو سے غور کرنے پر اختلاف مطالع کا معتبر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

لیکن یہاں یہ دھیان رکھنا بھی ضروری ہے کہ اصل اختلاف مطالع کے معتبر ماننے میں ہے نہ کہ اختلاف مطالع کے وجود میں، اس لئے کہ نفس اختلاف مطالع کا انکار حقیقت کا انکار کرنا ہے چنانچہ علامہ شامیؒ نے فرمایا۔

”اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون“

(شامی ۱۰۵/۱)۔

اختلاف مطالع کے اعتبار پر عمل

اب تک جانہین کے اقوال مع دلائل بیان کئے گئے، لیکن سوال یہ ہے کہ جو لوگ

اختلاف مطالع کو غیر معتبر مانتے ہیں کیا ان کے قول پر عمل ہو رہا ہے۔ اس کا جواب نفی میں ہی دیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ جب دنیا کے کسی ملک میں رویت ہلال کا اعلان ہو جاتا ہے تو عوام کیا خواص بھی اس کی جانب متوجہ ہو کر رویت کی شرعی حیثیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں، بلکہ ہر ملک کے علماء کرام اور ذمہ دار حضرات اپنے ہی ملک میں منحصر رہ کر رویت کے ثبوت کی کوشش کرتے ہیں اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ ایک جگہ کی رویت پوری دنیا کے لئے معتبر نہیں ہے، بلکہ منحصر رہ کر رویت کے ثبوت پر عملاً اختلاف ہو جایا کرتا ہے، تو پوری دنیا کے لئے ایک جگہ کی رویت کا اعتبار بدرجہ اولیٰ اختلاف کا ذلیعہ بنے گا، مزید برآں مقام واحد کی رویت پوری دنیا کے لئے لازم کرنا محال نہیں تو غیر ممکن ضرور ہے گویا اب عملاً سب کا اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے خود علامہ محی الدین نووی شارح شوافع کا صحیح قول یہی بتاتے ہیں۔

”والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لا تعم الناس بل تختص عن قرب على مسافة لا تقتصر فيها الصلوة، وقيل إن اتفق المطلع لزهم“ (مسلم ۳۲۸/۱)۔
(ہمارے اصحاب کے یہاں یہی صحیح بات ہے کہ ایک جگہ کی رویت تمام لوگوں کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ اتنی دور تک اس کا حکم ہوگا جہاں تک جانے میں نماز میں قصر نہ کرنا پڑے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر (جغرافیائی طور پر) مطلع ایک ہے تو یہ حکم لازم ہو جائے گا)۔

اس بارے میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اسم گرامی سرفہرست ہے کہ انہوں نے حضرت کریمؐ کی شہادت رویت اور اہل شام (جن میں معاویہؓ بھی ہیں) کے مدینہ سے ایک روز قبل روزہ رکھنے والے واقعہ کو حجت ماننے اور اس پر فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا حدیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

”حضرت کریمؐ سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت الحارث نے انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس ملک شام بھیجا حضرت کریمؐ کہتے ہیں کہ میں شام پہنچا اور ان کا کام کر لیا اور میں وہیں

تھا کہ رمضان کا چاند ہو گیا میں نے خود چاند دیکھا جمعہ کی شب میں پھر رمضان کے آخر میں مدینہ طیبہ آیا تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دریافت کیا اور چاند کا ذکر کیا اور کہا کہ تم نے (رمضان کا) چاند کب دیکھا تو میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب میں دیکھا تو میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب میں دیکھا، تو انہوں نے کہا کہ آپ نے خود دیکھا جمعہ کی شب میں، تو میں نے کہا ہاں (میرے علاوہ) اور بہت سے لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا مگر ہم نے تو ہفتہ کی شب میں دیکھا ہے، اس لئے ہم لوگ اس وقت تک روزے رکھیں گے جب تک تیس روزے پورے نہ ہو جائیں یا چاند دیکھ لیں تو میں نے کہا کہ کیا آپ حضرت معاویہؓ کے چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے کو اپنے لئے کافی (دلیل) نہیں سمجھتے انہوں نے فرمایا ”نہیں“ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی امر فرمایا ہے مذکورہ روایت اختلاف مطالع کے اعتبار کی ترجیح پر واضح دلیل بن سکتی ہے، اس لئے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے حضور ﷺ کے قول ”صوموا لرؤیتہ“ کا صحیح مصداق و مفہوم کو اپنے قول و فعل سے واضح فرمادیا وہ یہ کہ اس روایت ”صوموا لرؤیتہ“ کا مصداق صرف اس حد تک ہے جہاں تک اختلاف مطالع غیر معتبر ہو پوری دنیا کے لئے یہ حکم نہیں ہے ورنہ عبداللہ بن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی اس پر عمل کیوں نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ہے“ (مسلم ۱/۳۸۸)۔

اسی کے مطابق علماء احناف میں بہت ممتاز افراد ان کے ہم خیال ہیں چنانچہ علاء الدین کاسائی کا بیان:

”اگر کسی شہر کے لوگوں نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے ۲۹ روزے رکھے اگر پہلے شہر میں یقینی ذریعہ سے رویت متحقق ہو جانے کی بناء پر روزہ رکھے گئے ہیں تب تو دوسرے شہر کے لوگوں کو ایک روزہ قضاء کا ضرور رکھنا چاہئے، اس لئے کہ ان لوگوں نے رمضان میں (پہلے دن کا) ایک روزہ نہیں رکھا، کیونکہ رمضان کی آمد ہو چکی تھی پہلے شہر میں رویت

ہو جانے کی بناء پر اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آنے سے حکم میں کوئی فرق نہ ہوگا اس لئے کہ کسی جگہ عدم رویت سے اس کی نفی نہیں ہو جاتی یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ دونوں شہروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو، بلکہ دونوں شہراتنے قریب ہوں کہ مطلع نہ بدل جاتا ہو اور اگر دونوں شہروں میں فاصلہ زیادہ ہو تو یہاں کا حکم وہاں نافذ ہونا ضروری نہ ہوگا، اس لئے کہ طویل مسافت پر شہروں کے مطلع کا اعتبار ہوگا (اور وہیں کے لوگوں پر احکام کا نفاذ ہوگا) دوسری جگہ کا نہیں، ان تفصیلی عبارتوں پر غور کرنے سے اختلاف مطلع کا اعتبار کرنے والوں کی بات میں وزن محسوس ہوتا ہے تبھی تو آج سارے لوگ گویا اسی رائے کو عملاً اختیار کئے ہوئے ہیں اس کی مزید تائید مراقی الفلاح کی ایک عبارت سے ہوتی ہے، ”بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

”اختارہ صاحب التجوید کما إذا زالت الشمس عند قوم وغرب عند غیرہم، فالظاهر علی الأولیین لا المغرب لعدم انعقاد السبب فی حقہم“ (مراقی ۳۵۹)۔

صاحب تجرید نے اسی کو پسند کیا ہے کہ کسی جگہ سورج ڈھل گیا اور دوسرے جگہ غروب ہوا تو پہلے مقام کے لوگوں پر ظہر فرض ہوگی نہ کہ مغرب، کیونکہ مغرب کا سبب ان کے حق میں نہیں پایا گیا۔

اختلاف مطلع کے معتبر ہونے میں متقدمین و متاخرین کا فتویٰ

درس ترمذی میں اس اختلاف کو واضح انداز میں بیان کر دیا گیا ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطلع معتبر نہیں، البتہ متاخرین حنفیہ میں سے حافظ زلیعی نے کنز کی شرح تبیین الحقائق میں لکھا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطلع عندنا معتبر ہے، لہذا بلاد بعیدہ کی رویت کافی نہیں متاخرین نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے علامہ کاسائی نے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے (بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

نیز آیت قرآنی ”یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ“ (سورہ بقرہ.....) دلالت کرتی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سوال ”یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلَةِ“ کے جواب میں ”مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ“ فرمایا یعنی لوگو! اور حج دونوں کے لئے چاند کیلنڈر ہے صرف ”للناس“ کیوں نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ عام مہینوں میں ہر آدمی اپنے اپنے علاقہ کے چاند پر عمل کریں گے، لیکن جب حج کے لئے آئیں گے تو تمام لوگوں کو ایک ہی رویت (مکہ کی رویت) پر عمل کرنا ہوگا۔

اختلاف مطالع کے اعتبار کے حدود

جب یہ بات تقریباً مسلم ہو چکی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار عملاً اور استدلالاً دور کے علاقہ میں ہے، لیکن قریبی مقامات میں غیر معتبر ہے تو اب مسئلہ یہ ہے کہ قریب و بعید کے درمیان مابہ الاعتبار کیا ہے جس کی وجہ سے یہ فرق کیا جاسکے کہ یہ بعید ہے اور قریب ہے تو اس کے متعلق قدیم زمانہ سے فقہاء کے مختلف اقوال منقول ہیں جسے بالترتیب یہاں ذکر کئے جارہے ہیں۔

۱۔ علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہو وہ بعید ہے۔

”وقیل إن اتفق المطلع لزهم“ (شرح مسلم ۳۴۸/۱، فتاویٰ عبدالحی ۳۴۶/۱)۔

۲۔ مقام رویت سے اتنا فاصلہ جہاں عادتاً چاند نظر آنا چاہئے (اگر کوئی مانع نہ ہو) قریب ہے اس سے زیادہ بعید ہے ”رابعها أنه يلزم أهل كل بلد لا يتصور خفائه عنهم بلا عارض دون غيرهم“ (نیل الاوطار ۲۶۸/۳)۔

۳۔ سلطان کے نزدیک اگر رویت ثابت ہو جائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں (چاہے وہ جتنے وسیع ہوں) تمام لوگوں پر اس حکم کو نافذ کر سکتا ہے گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے اور بیرون ملک بعید ہے۔

”وثانیہا أنه لا يلزم أهل بلد رؤية غیرهم إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم فیلزم لناس کلهم، لأن البلاد فی حقه کالبلد الواحد إذ حکمه نافذ فی الجميع“ (نیل الاوطار ۳/۲۶۸، فتح الملبم ۳/۱۱۳)۔

۴- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہیں اور دوسرے اقلیم کے تمام حصے بعید ہیں (معارف السنن ۳۲۱/۵)۔

۵- مقام رؤیت سے جو جگہ مختلف ہو بعید ہے اس کے علاوہ قریب ہے ”وفی ضبط البعید أوجه أحدهما اختلاف المطالع“ (نیل الاوطار ۳/۲۶۸)۔

۶- ایک مہینہ کی مسافت بعیدہ ہے اور اس سے کم مسافت قریب ہے۔ (فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۳۲۶)۔

۷- چوبیس فرسخ بعید ہے ایک فرسخ تین میل شرعی کے برابر ہوتا ہے اور ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے۔ ”الفرسخ ثلاثة أميال والمیل أربعة آلاف ذراع“ (شامی ۱/۵۸۰)۔

۸- ان کے علاوہ ایک قول یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان جتنی مسافت ہے وہ بعید ہے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے۔

مذکورہ بالا اقوال پر ایک نظر

ذکر کردہ اقوال پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو ہندوپاک میں کسی قول کے زیر اثر عمل درآمد نہیں ہے کیونکہ ہندوستان کے علاقے اور اس کے حدود ہزاروں میل تک پھیلے ہوئے ہیں کسی شہر میں رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو ہزاروں میل دور علاقے میں اس رؤیت پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً کلکتہ کی شہادت پر دہلی میں فیصلہ ہوتا ہے حالانکہ دونوں کے مابین تقریباً آٹھ سو کیلو میٹر کا

فاصلہ ہے اس عملی شہادت کی وجہ سے اس بات کو ثابت کرنا چنداں دشوار نہیں رہتا کہ ہندوپاک کے مابین اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، لہذا ہندوستان میں اگر ثبوت رویت ہو جائے تو پاکستان میں بھی ثابت ہو سکتا ہے اس لئے کہ نص (مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے) دلالت کرتی ہے کہ بلاد قریبہ میں وہ سب ممالک داخل ہوں گے جہاں جہاں عام تاریخ یکساں رہتی ہے اسی کو علامہ شبیر صاحب عثمانی نے یوں فرمایا:

”مناسب یہ ہے کہ ایسے مقامات کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے جہاں تاریخوں میں ایک دن سے زیادہ کا فرق عادتاً ہوتا ہو، کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے تو ایسی جگہ کی شہادت پر عمل نہیں کیا جائے گا جہاں کی شہادت پر عمل کرنے سے ۲۹ سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ کا مہینہ بن جاتا ہو“ (فتح الملہم شرح مسلم ۱۱۳/۳)۔

یعنی کسی جگہ کی رویت کی بناء پر دوسری ایسی جگہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا جہاں منصوص و مقرر تعداد ۲۹ یا ۳۰ دن میں فرق آجائے کہ اس صورت میں نصوص کی خلاف ورزی لازم آئے گی خاص طور پر آج کل، جبکہ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایک جگہ کی رویت کی خبر دوسری جگہ پہنچائی جاسکتی ہے، لیکن اس کی وجہ (عدم اعتبار اختلاف مطالع) سے کسی جگہ مہینہ ۲۸ کا تو کسی جگہ ۳۱ کا ہو جائے گا۔

خلاصہ بحث

حدود مطالع سے متعلق بالترتیب ۹ اقوال ذکر کئے گئے اور آخر میں ایک قول بطور فیصلہ کے ذکر کیا گیا اس طرح کل ۱۰ اقوال (عشرۃ کاملہ) ہوئے ان تمام اقوال میں سے آخری قول کو نص (مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے) کی روشنی میں ترجیح دی جاسکتی ہے علاوہ ازیں اس قول کے ذریعہ اختلاف مطالع کے مابین فرق کرنا بھی آسان تر ہے، یہی بات حضرت علامہ انور

شاہ کشمیری کے استدلال سے مترشح ہوتی ہے۔

”زیلعی کا قول تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ورنہ تو لازم آئے گا کہ عید ۲۷ اور ۳۱، ۳۲ تاریخ کو بھی پڑ سکتی ہے، اس لئے کہ قسطنطنیہ کے شہروں میں ہمارے یہاں سے کبھی کبھی دودن قبل چاند نظر آ جاتا ہے دریں صورت ہم اگر اپنے یہاں کے اعتبار سے روزے رکھنا شروع کریں تو بعد ازیں وہاں سے کوئی معتبر خبر چاند نظر آ جانے کی ہمارے پاس آ جائے (اور ہم اس پر فیصلہ کریں) تو ایک دودن قبل عید کرنا پڑے گی اور اس طرح وہاں سے خبر لانے اور روزہ رکھ کر آنے والے کو ۳۱ یا ۳۲ روزے رکھنا پڑ جائیں گے (اور اگر اس نے ہماری اتباع کی) اس آنے والے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے اس کا جواب مجھے فقہ حنفی کی کتابوں میں نہیں ملا (العرف الشذی ۱۳۹)۔“

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع ایک ہے اس لئے کہ ان علاقوں میں عامتا تاریخ ایک ہی رہتی ہے جب صورت حال ایسی ہے تو اگر پاکستان یا بنگلہ دیش سے شرعی رویت کی اطلاع ہندوستان پہنچ جائے تو یہاں والوں کے لئے اس رویت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

قاضی و حاکم کے حدود

جب کسی بلاد قریبہ میں رویت کا ثبوت ہو جائے اور اس کا اعلان بھی وہاں سے ہو جائے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اعلان کرنے والے کا دائرہ کہاں تک ہے اگر علاقائی قاضی ہے تو اس کا اعلان اپنے دائرہ تک محدود رہے گا اور دوسرے علاقہ میں وہ قاضی عام کا حکم رکھے گا اس لئے اعلان کے مطابق دوسرے علاقہ والوں پر عمل ضروری نہ ہوگا، البتہ اس علاقہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی تحقیق کر کے اپنے طور پر اعلان کرائے تو یہ لازم ہو جائے گا، لیکن اعلان کرنے والا حاکم

وقت یا من جانب حکومت مقرر عالم دین جو ان کاموں کے لئے ہو تو پھر پورے ملک کے لئے ایک ہی اعلان کافی ہوگا۔ فتح القدیر میں ہے۔

”لا یقبل إخباره (القاضی) قاضیا آخر فی غیره عمله أو غیره عملها ولو كان علی قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غیر أن لكتاب خص من ذلك بالإجماع (فتح القدیر ۱/۳۸۹)، اسی طرح مفتی شفیع صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں فرمایا۔

قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلے کو صرف اسی شہر اور اس کے مضافات کے اندر رہنے والوں کے لئے واجب العمل قرار دیا جائے گا جو اس کے دائرہ اثر میں ہیں (رسالہ ص ۵۰) اور اگر کوئی ملک یا علاقہ ایسا ہو جہاں مستقل قاضی یا حاکم نہ ہو (جیسا کہ ہندوستان کے اکثر مقامات) تو پھر علماء یا دیندار طبقہ پر مشتمل رویت ہلال کمیٹی ہو تو ان کے اعلان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

آلات جدیدہ کے احکام

دور جدید میں بہت سے ایسے آلات جدیدہ ایجاد ہو چکے ہیں مثلاً ریڈیو ٹیلی ویژن وغیرہ ان آلات کے ساتھ بعض احکام شرعیہ متعلق ہیں، لیکن ان کی وجہ سے ایک طرف بہت آسانیاں ہیں تو دوسری طرف بعض اعتبار سے پریشانیاں بھی ہیں اس کی وجہ بعض شرائط کا مفقود ہونا ہے اس لئے فقہاء کے ذکر کردہ شرائط کی روشنی میں ان آلات کا جائزہ لینا ہے تاکہ درپیش پریشانیاں دور ہوں اور امت کے درمیان اختلاف و انتشار نہ پیدا ہوں۔

ان آلات کے مابین شرائط و احکام کے اعتبار سے قدرے فرق پایا جاتا ہے اس لئے سب کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

ریڈیو

بذریعہ ریڈیو جو اعلان نشر کیا جاتا ہے، جیسے خبر اگر اسی نوعیت سے روایت کا بھی اعلان ہو تو ایسے اعلان کے سننے والوں پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا شرعاً ضروری نہیں ہوگا، مثلاً خبر دینا کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا نظر آیا یا دیکھا گیا خواہ ایک جگہ کی روایت کے بارے میں یہ اطلاع دی جا رہی ہو یا کئی جگہ کے بارے میں اس صورت میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ فقہاء نے اس نوعیت کی خبر کے متعلق صراحت کر دی ہے کہ اگر ایک جماعت بھی بیان کرے تب بھی اس پر اعتماد کر کے دوسری جگہ روایت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

”ایک جماعت اگر (کسی وجہ سے چاند دیکھے جانے کی بابت اس طرح) گواہی دے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن قبل چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور آج ان کے حساب سے ۳۰ تاریخ ہے حالانکہ ان گواہی دینے والوں نے خود چاند نہیں دیکھا تو (بلدہ روایت کے علاوہ) دو شہر کے لوگوں کو اگلے دن عید منانا جائز نہیں اور نہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر شہادت دی ہے (اس لئے اعتبار نہیں ہاں اگر کسی قاضی یا کمیٹی کی طرف سے اعلان کرے، مثلاً یوں کہے کہ فلاں قاضی یا کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ فلاں جگہ روایت ہوئی ہے لہذا اکل عید منائی جائے بشرطیکہ اعلان کرنے والا مسلمان ہو اگرچہ فاسق ہو اس لئے کہ دیانات میں کافر کی خبر غیر معتبر ہے“ (فتح القدیر ۲/۲۳۳)۔

”لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً“ (النساء)۔

”خبر منادی السلطان مقبول عدلاً كان أو فاسقاً كذا في جوهر

الإخلاص“ (عالمگیری ۳/۲۲۲)۔

(بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کی بات مانی جائے گی چاہے وہ دیندار ہو یا

نہ ہو)۔

ریڈیو کی خبر کی حیثیت

ریڈیو کے ذریعہ جو اعلان کیا جاتا ہے وہ ایک خبر کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ شہادت کی، اس لئے کہ شہادت میں شاہد کا موجود ہونا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے۔

”وفی عرف أهل الشرع أخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء“ (فتح القدیر ۶/۴۳۶)۔

روایت ہلال کا اعلان ایک خبر کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن چاند دیکھنے والا جب کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس خبر دے گا تو اس کی حیثیت شہادت کی جگہ لے لے گی، پھر جب اس خبر کو قاضی یا حاکم ریڈیو کے ذریعہ اعلان کرے تو اس کو بعینہ قاضی اور حاکم کی خبر سمجھی جائے گی اور اپنے اپنے دائرے کے لحاظ سے عمل لازم ہو جائے گا جیسا کہ مولانا برہان الدین صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔

مسلمانوں میں سے کسی ثقہ متدین عالم کو کم سے کم روایت کے اعلان کے بارے میں مختار عام بنادے جس کا فیصلہ تمام اہل ملک کے لئے نافذ ہو سکے اور پھر اس فیصلے کا اعلان ریڈیو کے ذریعہ کیا جائے (مذکورہ شرائط کے مطابق) تو وہ تمام اہل ملک کے لئے نافذ العمل ہوگا (ص ۹۱)۔

ٹیلی ویژن و ٹیلی فون

ٹیلی ویژن پر آنے والی خبر کا حکم بھی ریڈیو کی طرح ہے یعنی جو شرائط ریڈیو سے متعلق ہے وہی اس کے لئے وہ یہ کہ کسی کمیٹی یا قاضی کی طرف سے یہ اعلان ہو کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا ہے اور کل عید منائی جائے وغیرہ۔

ٹیلی ویژن سے ثبوت روایت کی ایک دوسری شکل

ثبوت روایت کی دوسری شکل یہ ہے کہ ٹیلی ویژن ایکس چینج کے ذمہ دار بعینہ چاند کی

رویت کرادیں اور ساتھ میں یہ بھی نشر کریں کہ فلاں قاضی یا ہلال کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ کل روزہ رکھیں یا عید منائیں تو اس رویت کی حیثیت بعینہ آسمان پر چاند دیکھنے کی طرح ہوگی، ایسی شکل میں اگر دیکھنے والوں کی ایک جماعت ہو تو استفادہ کی حیثیت حاصل ہو جائیگی چاہے نشر ایک ہی جگہ سے ہوا ہو، لیکن شرط ہے کہ یہ نشر ایسے وقت میں کیا جا رہا ہو جس وقت (غروب آفتاب کے وقت) چاند دیکھا جاتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو ایک خبر کی حیثیت رکھے گا۔

بخلاف ٹیلی فون کے کہ اس کی اطلاع کو اعلان کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ اطلاع محض ہے چونکہ اعلان کہتے ہیں ایسی اطلاع کو جسے بہت سے لوگ بیک وقت سن سکیں اور اطلاع محض کا درجہ اس وقت دیا جائے گا، جبکہ وہ آدمی پہچانا ہو نیز اس کی آواز پہچانتا ہو، اس لئے ایک آدمی دوسرے آدمی کی آواز کی نقل کر سکتا ہے جیسے الخط یشبہ الخط ہوتا ہے ویسے ہی الصوت یشبہ الصوت بھی ہوتا ہے۔

اس لئے اس بات کا یقین ہونا ضروری ہے کہ یہ اطلاع فلاں آدمی ہی کی ہے تو رمضان کے متعلق اس خبر کو مدار بناتے ہوئے اعلان کیا جاسکتا ہے، لیکن عید کے لئے یہ کافی نہ ہوگی، اس لئے کہ اس میں شہادت ضروری ہے جیسا کہ مفتی شفیع نے فرمایا۔

خط کی اگر بخوبی شناخت ہو جائے کہ فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے اور خط لکھنے والا مسلمان عادل ہو یا مستور الحال ہو تو ہلال رمضان میں خط کی خبر معتبر ہے اور ٹیلی فون کے ذریعہ جو خبر موصول ہوئی اگر اس میں سننے والوں کو خبر دینے والے کی آواز پوری طرح شناخت میں آجائے اور یہ یقین ہو جائے کہ اسی شخص کی آواز ہے تو خط پر قیاس کر کے ہلال رمضان میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ خبر دینے والا فاسق یا کافر نہ ہو اور اگر آواز میں تردد ہو تو جائز نہیں، لیکن ٹیلی فون میں بہ نسبت خط کے تردد و اشتباہ زیادہ ہے، اس لئے اس میں ایک پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ بلکہ جب متعدد مقامات سے بذریعہ ٹیلی فون دریافت کر کے اطمینان ہو جائے تب عمل کریں، ہلال عید وغیرہ

کا ثبوت خط اور ٹیلی فون سے نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ آواز پہچان کی جائے، کیونکہ اس میں شہادت کی ضرورت ہے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ٹیلی فون کے متعلق فرماتے ہیں۔

گوان دونوں ہلالوں کی شہادت میں بعض احکام اختلاف یعنی تفاوت بھی ہے لیکن یہ شرط مشترک ہے کہ شاہد عدل یا مستور بمعنی غیر معلوم الوصف ہو اور یہاں وہ خود غیر معلوم بالذات ہے باقی آواز تو ٹیلی فون میں صاف پہچانی نہیں جاتی دوسرے اگر پہچانی بھی جاوے تب بھی آوازوں میں تشبہ ہوا کرتا ہے اور جو شرط ہے محجب کے تعین کی۔ یہ یہاں ممکن نہیں، لہذا یہ شہادت ٹیلی فون کے واسطے سے رمضان یا فطر میں معتبر نہیں (امداد الفتاویٰ ۲/ ۹۳)۔

اس پر ایک حاشیہ ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر صورت وغیرہ سے خبر کا امتیاز ہو جائے اور وہ عادل بھی ہو تو رمضان میں یہ خبر معتبر ہے، البتہ فطر میں بہر کیف معتبر نہیں۔

اور ایسا کرنا ممکن بھی ہے کہ جس صاحب نے فون کیا ان سے فون نمبر لے کر دوبارہ فون کیا جائے تو اس طرح یقین ہو جائے گا کہ فلاں نے ہی فون کیا خود حضرت مولانا تھانویؒ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں غیر معتبر ہے اور ان میں حجاب مانع نہیں اس میں اگر قرآن قویہ سے متکلم کی تعین معلوم ہو جائے تو معتبر ہے (امداد الفتاویٰ ۲/ ۹۰)۔

جب قرآن قویہ سے خبر کی معرفت ہو جائے تو اس کی خبر کے مطابق عمل کیوں نہیں کیا جاسکتا جب کہ موجودہ اور بعض گزشتہ دور کے اکابر ٹیلی فون کو خط پر قیاس کرتے چلے آئے ہیں خط کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر تحریر سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں نے لکھا ہے، جیسا کہ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں بہت سے احکام خط کے ذریعہ ارسال کئے گئے اور اس پر عمل بھی ہوا اگرچہ اس میں جعل و تزویر کا احتمال ہے، لیکن جب یقین ہو جائے کہ فلاں کا خط ہے تو عمل کرنا درست ہوگا جب کہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

تحریر خط جو مثل دستور کے لکھا آیا ہے از طرف مثلاً اور مکتوب الیہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کا ہی خط ہے تو اس کا لکھنا خبر رویت ہلال کے بارے میں معتبر ہوگا وار اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

فتح القدر میں ہے:

”من نسی شہادۃ و وجد خطہ و عرفہ ہل یسعه ان یشہد قال: إذا کان الخط فی حرزہ یسعه ان یشہد“ (فتح القدر ۶/۲۶۰)۔

(جو شخص اپنی شہادت بھول گیا اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا واقعہ بھی خط دیکھ کر اس نے پہچان لیا) کہ یہ میرا ہی خط ہے اور وہ واقعہ اس میں مکتوب رہے تو (کیا اس کے لئے گواہی دینے کی گنجائش ہے؟)۔

فرمایا! اگر خط اس کے پاس محفوظ تھا تو گواہی دینے کی گنجائش ہے۔

دیکھئے فقہاء نے خط کے ذریعہ یقین ہو جانے کے بعد اس کو حقوق العباد میں بھی معتبر مانا ہے حالانکہ اس معاملہ میں پابندیاں زیادہ ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جہاں خطوط میں احتمال جعل و تزویر اور اس کا گمان نہ ہو وہاں ان پر عمل کرنا درست ہوگا اور اونچی خطوط جو عام طور پر باہمی تعلقات یا قرائتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو لکھے جاتے ہیں تزویر کا احتمال بہت کم ہوتا ہے اس لئے ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

ٹیلی فون کے بارے میں ابن ہمام کے قول سے لطیف استدلال

”ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له أن يرويه؛ لأن النعمة تشبه النعمة إلا إذا أحاط بعلم ذلك، لأن المسوغ هو العلم غيره أن رؤيته متكلما باتعصد طريق العم به؛ فإذا فرض يحقق طريق آخر جاز

(فتح القدیر ۶/۲۶۳)۔

غور کیجئے اس عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز یقین کا حاصل ہوتا ہے۔

ٹیلی فون سے ہلال عید کا ثبوت بھی ہو سکتا ہے

اکثر علماء فون کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو خبر کا درجہ دے کر ثبوت رمضان تک محدود رکھا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہوا) لیکن سید محمد میاں صاحب نے فرمایا کہ فون سے آنے والی خبر کو اگر استفاضہ کی شان حاصل ہو جائے تو اس کے مطابق عید بھی منائی جاسکتی ہے اور دلائل کی رو سے یہ بات رائج معلوم ہوتی ہے چنانچہ موصوف فرماتے ہیں۔

جب متعدد مقامات سے ٹیلی فون کر کے تحقیق کر لی جائے تو اس میں استفاضہ کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور استفاضہ کی بناء پر ہلال عید کا بھی فیصلہ دیا جاسکتا ہے (الرسالہ ص ۶۰)

خبر مستفیض کی تعریف اور اس کا حکم

مختلف مقامات پر خبر مستفیض کا تذکرہ آنے کی وجہ سے مناسب ہے کہ اس کی مختصر تحقیق کردی جائے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

”اعلم أن الهلال يثبت بالشهادة على الرؤية أو شهادة على الشهادة

أو شهادة على القضاء إلا فاضة أى التواتر“ (العرف الشذی حاشیہ ترمذی ۱۳۹/۱)۔

بہت سے فقہاء اور علماء کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خبر مستفیض اس کو کہتے ہیں جس سے علم یقین یا قریب بہ یقین حیثیت حاصل ہو جائے، اگرچہ مصداق میں اختلاف ہے، چنانچہ علامہ انور شاہؒ نے استفاضہ کو تواتر کے ہم معنی قرار دیا اسی طرح فقیہ ابن رشد کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

”إذا بلغ الخبر مبلغ التواتر لم يحتج فيه إلى الشهادة“ (بدایۃ المجتہد ۱)۔
ریڈیو ٹیلی ویژن اور فون کی اطلاع اگر خبر مستفیض کے درجہ کو پہنچ جائے تو علم یقین یا قریب بہ یقین کی حیثیت حاصل ہو جائے گی، اس لئے اس اعلان کے مطابق رمضان اور عید منائی جاسکتی ہے بشرطے کہ وہ اعلان خبر مستفیض کی حد کو پہنچ جائے۔

خبر مستفیض کے قائل دو افراد سے زیادہ ہونے چاہئیں

جس خبر کے لئے محدود طریق ہوں لیکن دو سے زیادہ ہوں تو اس کو محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت مستفیض کہتی ہے۔

”ماله طرق محصورة باكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين
سمى بذلك لوضوحه وهو المستفيض على رأى جماعة من أئمة الفقهاء“
(فتح القدیر ۲/۲۵۲)۔

تاریلیکس اور فیکس کا حکم

جب یہ بات واضح ہو چکی کہ فون کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو خط پر قیاس کرتے ہوئے معتبر مان لی گئی لیکن تاریلیکس کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے ان کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو قطعاً معتبر نہیں ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کے ذریعہ آنے والی اطلاع اور تحریر بعینہ مخبر کی تحریر نہیں رہتی یہی حال تاریلیکس کا ہے جس کی وجہ سے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ یہ خبر کس کی ہے یعنی کیا وہ عادل ہے یا نہیں، اس لئے کہ امیس جعلی و کذب کا غالب گمان ہے بخلاف فیکس کے کیونکہ اس کے ذریعہ آنے والی اطلاع و تحریر بعینہ مخبر کی تحریر ہوتی ہے بلکہ خط کے مقابلہ میں جعل و تزویر سے زیادہ محفوظ رہتی ہے اسی طرح فیکس کی اطلاع بھی مانی جاسکتی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ قاعدہ نکلتا ہے کہ ان آلات میں اصل مدار اعتماد کے حاصل ہونے پر ہے، اس قاعدہ پر نظر کرتے ہوئے تارکی اطلاع کو معتبر مان لیا جائے تو اس کے مطابق بھی عمل کیا جاسکتا ہے، لیکن آج کل خاص طور سے ہندوستان، جیسے ملک میں اعتماد حاصل نہیں ہو سکتا، اس لئے تار اور ٹیلیکس کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو خبر معتبر ہی سمجھا جائے گا۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ جن ذرائع سے شرعاً روایت کا اعلان معتبر ہو جاتا ہے اگر یہ حاصل ہو جائے تو مل گیر کمیٹی کی جانب سے اعلان ہو جانے کے بعد ہر ایک کو ماننا ضروری ہو جائے گا، اور اگر کسی علاقائی کمیٹی کی طرف سے اعلان ہو تو پھر دوسری کمیٹی کو چاہئے کہ قاعدہ کے مطابق ثبوت حاصل کر کے اعلان کرے چاہے ایک جگہ سے ہی اعلان کیوں نہ ہو۔

روایت کے بارے میں شریعت کی روح کیا ہے

شریعت اسلامیہ کے احکام تا قیامت اور ہر انسان کے لئے نازل کئے گئے ہیں چاہے وہ انسان دنیا کے کسی خطہ یا کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو اسی طرح کم پڑھا زیادہ پڑھا سب ان کے مخاطب ہیں۔

روایت ہلال کا مسئلہ ایک عمومی مسئلہ ہے اس کی ضرورت ایک شہری سے لے کر دیہاتی تک کو پڑتی ہے اسی وجہ سے ہلال کے ثبوت کا مدار روایت پر رکھا جاتا ہے کسی زر اور فنی چیزوں پر اس کا مدار نہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو بہت سے لوگوں، بلکہ اکثر کے لئے اس پر عمل مشکل ہو جاتا، کیونکہ اسلام جس کے مخاطب کالے اور گورے دیہاتی اور شہر غرضیکہ ہر طرح کے ہوگ ہیں اس کے قوانین میں سب کی رعایت کی گئی ہے، اس لئے ہر کام کا وہ طریقہ بتایا گیا ہے جو سب کے لئے آسان ہو اور اس پر عمل کرنا تکلیف بالا ایطاق کا مصداق نہ ہو۔

اس روایت کو یعنی چاند کو کھلی آنکھوں سے نظر آنے کو مدار حکم دیا گیا، یہی وجہ ہے کہ

حدیث پاک میں وہی فطری اور سادہ اصول بتایا گیا ہے صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ وإن أغمی علیکم فاقدرُوا لہ ثلاثین (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۷۷)۔

فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو لیکن کسی وجہ سے رؤیت نہ ہو تو ۳۰ دن مکمل کر لو کیا ہی سادہ حکم دیا گیا کہ جس میں کچھ پریشانی نہیں ہے ہر آدمی باسانی معلوم کر سکتا ہے اسی کو دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا۔

عن النبی ﷺ قال أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا تسعا وعشرين ومرة و ثلاثين (مسلم ج ۱ ص ۳۷۷)۔

(آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ حساب و کتاب سے ناواقف ہیں مہینہ (کبھی) ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا)۔

مہینہ کی آمد و رفت میں حساب دانوں کا قول غیر معتبر ہے سے متعلق حدیث اور بہت سے فقہاء قدیم و جدید کے اقوال منقول ہیں۔

ہوائی جہاز اور دور بین

اس لئے رؤیت ہلال کے لئے ہوائی جہاز دور بین اور فلکیاتی حساب کے درپے ہونا شریعت اسلامیہ کی روح کے خلاف ہے، البتہ تائید کے لئے اس سے مدد لے سکتے ہیں اور آلات جدیدہ و حساب کے ذریعہ رؤیت میں غلطی کا امکان زیادہ رہتا ہے، اس لئے چاند کی تولید چند ساعت سورج سے قریب ہونے کے بعد ہی شروع ہو جاتی ہے، لیکن ہلال کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک رؤیت بصری کی حد تک نہ پہنچ جائے اب اگر جہاز یا دور بین (جس سے دن میں ستارہ نظر آ سکتا ہے) کے ذریعہ حاصل ہونے والی رؤیت کو معتبر مان لی جائے تو وقت سے پہلے رؤیت ثابت ہو جائے گی جس کی وجہ سے بعض مرتبہ ۲۸ دن کا مہینہ ہو سکتا ہے جو

خلاف نص ہے لیکن ایسا دور بین جسے لوگ ہاتھوں ہاتھ لئے پھرتے ہیں اس طرح کے دور بین سے حال ہونے والی رویت معتبر ہوگی اس لئے کہ اس کی رویت بصری رویت کے ہم مانند ہے۔ اس کی مزید وضاحت مولانا تھانویؒ کے ایک فتویٰ سے ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

دور بین محض آلہ تحدید بصر است و رویت بہر واقع است پس حکمت مثل عینک یا شند و بریں دیدن رویت کہ مداد و جوہ احکام است صادق است پس لامحالہ صحیح و معتبر مناط احکام باشند البتہ اگر بدلائل فن ایس امر بہ ثبوت پیوند کہ خاصیت آن دور بین چنین است کہ ہلال باوجود تحت افق بودن بواسطہ آن بنظرے آید حتی کہ شمس ہم یا وجود طلوع از افق در آں مطالع می آید آرے صحیح و معتبر نباشد (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۹)

حسابی قواعد سے رویت ہلال کی پیش قیاسی

اس بات کو مولانا برہان الدین صاحب نے اپنی کتاب میں ایک مشہور صاحب قلم ضیاء الدین کے حوالہ سے لکھا ہے جو ضیاء الدین لندن آبروٹری کے شعبہ فزکس و علوم فلکیات کے رسنٹ ڈائرکٹر سے اس موضوع پر خط و کتابت کر کے معلومات حاصل ہوئیں، ڈائرکٹر صاحب نے جو اس خط کا جواب دیا اس کا خلاصہ ضیاء الدین صاحب کے الفاظ میں یہاں مختصر اُپیش کیا جا رہا ہے۔

آپ (ضیاء الدین صاحب کے استفسار کے متعلق کے رصد گاہی سائنس دان کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیش قیاسی کی جاسکے، مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، آگے چل کر ڈائرکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

در حقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا، مجھے افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے اس موقع پر اسلام کی ضروری شرائط

(آنکھ سے نیا چاند دیکھنے کی بابت) پوری کی جاسکیں۔

ضیاء الدین صاحب نے اپنے رسالہ میں مشہور عالم رصد گاہ گزین و بیج کی سائنسی ریسرچ کونسل کی فلکیاتی قرطاس کا ترجمہ بھی دیا ہے یہاں اس کا ایک حصہ نقل کیا جا رہا ہے: ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوئے جنہیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار نظر آنے کے لئے کافی ہوں۔

مزید لکھتے ہیں۔

یہ امر واضح ہے کہ رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی قیاسی غیر یقینی ہوتی ہے، ان سب تفصیلات کے پیش نظر صادق و مصدوق (ﷺ) کے ارشاد: ”أَنَا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتَبُ وَلَا نَحْسِبُ، الشَّهْرَ هَكَذَا وَهَكَذَا مَرَّةً تِسْعًا وَعَشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ“ کی معنویت و صداقت اور بھی زیادہ واضح اور مدلل ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتی ہے، امت مسلمہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت تک کے لئے جو اصول بتایا ہے وہ علمی طور پر بھی اٹل ہے (رویت ہلال ۴۳-۴۴)۔

رویت ہلال کے لئے افراد کی تعداد

غرض ثبوت رویت کا اصل مدار رویت بصری پر ہے، لیکن ثبوت رویت کے لئے ہر آدمی کو دیکھ لینا ضروری نہیں، بلکہ ممکن بھی نہیں ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے آسانی کے لئے تفصیل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آسمان صاف ہو تو ثبوت ہلال کے لئے ایک جم غفیر کا ہونا ضروری ہے، اور اگر آسمان صاف نہ ہو تو رمضان کے لئے ایک عادل آدمی کافی ہے اور عید کے لئے دو مرد یا ایک مرد و عورت سے رویت کا ثبوت ہو جائے گا بشرطیکہ چاند دیکھنے والا عادل ہو (نور الایضاح ۱۳۹)۔

عادل سے مراد

عادل سے مراد وہ شخص ہے جو صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو اور معاشرہ میں نیک سمجھا جاتا ہو وہ مراد نہیں ہے جو فقہاء کی اصطلاح میں مراد لیا جاتا ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ ایک ڈاڑھی منڈا شخص بظاہر فاسق ہے، لیکن کسی بات کو نقل کرنے میں بہت احتیاط کرتا ہے بخلاف بعض اس شخص کے جو بظاہر مشرّع ہے، لیکن کذب بیانی میں دروغ نہیں کرتا، اس لئے روایت جیسے ضرورت عامہ کے لئے ایسا شخص بھی کافی ہوگا جو مستور الحال ہو یا معاشرہ میں اچھا سمجھا جاتا ہو۔

چنانچہ قاضی خانؒ نے اس مسئلہ سے متعلق تفصیل کی ہے کہ بہت سے لوگ اگرچہ فاسق ہوتے ہیں، لیکن بامروت اور باوجاہت ہونے کی وجہ سے جھوٹ بولنے کو بہت برا سمجھتے ہیں، اس لئے کوئی فاسق ہو تو تحقیق کے بعد کہ وہ جھوٹ کے معاملہ میں محتاط ہے اسی کو باری تعالیٰ نے فرمایا ”إن جاء کم فاسق بنبا فتبینوا“ (سورہ حجرات) معاشرہ میں باوقار سمجھا جانا ہی تحقیق و تمییز ہے، اس لئے ایسے شخص کی بات مان لی جائے گی، مفتی نظام الدین نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

”ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈوانے والا شخص مثلاً اگر صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے معاملات کا سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا یا ذی وجاہت و ذی مروت ہے یا وقار ہے جھوٹ بولنے کو بالخصوص ایسے معاملات میں اپنی تحقیر و توہین سمجھتا ہے یا اس میں اس کی تحقیر و توہین لازم آئے گی تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی“ (نظام الدین ۲۲۲)۔

قاضی خانؒ فرماتے ہیں کہ شاہد بننے سے مانع فسخ ہونا نہیں ہے، بلکہ کذب کی تہمت مانع ہے خود ان کی زبانی ملاحظہ ہو:

”فسق کسی کو اس کو شاہد بننے کی صلاحیت سے نہیں روکتا، بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے شہادت ادا کرنے (اور قبول کرنے) سے روکتا ہے اور علماء نے اس فسخ کے بارے میں جو

ادائے شہادت سے روکتا ہے پوری گفتگو فرمائی ہے، علماء نے اتفاق کیا ہے کہ بئیرہ گناہ کو علی الاعلان کرنا قبول شہادت سے روک دیتا ہے اور صغائر کو بالا اعلان کرنے میں یہ تفصیل ہے اگر اس قسم کا ہو جس سے شنیع و فحش درجہ کافس نہایا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے عوام الناس اسکو فاسق سمجھنے لگتے ہوں تو اس کی شہادت بھی مقبول نہ ہوگی (فتاویٰ خانیہ ۲/۳۶۰)۔

اگر اس طرح کے کسی ایک شخص کی اطلاع پر رمضان کی ابتداء ہوئی لیکن رمضان کے تیس دن گزرنے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو کیا عید منائی جائے گی یا یہ سمجھ کر کہ اس کو غلط فہمی ہوئی یا غلط بیانی سے کام لیا ہوا گلے دن رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ کا فیصلہ کیا جائے گا؟ فقہاء اس کے متعلق تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ۳۰ رمضان کو آسمان صاف ہو پھر بھی چاند دکھائی نہ دے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس فرد واحد کو دیکھنے میں مغالطہ ہوا ورنہ کیا وجہ تھی کہ آج چاند نظر نہیں آیا، اس لئے کہ مہینہ ۳۰ کا ہوتا ہی نہیں لہذا عید نہیں منائی جائے گی، بلکہ ایک اور روزہ اور رکھا جائے گا اور اگر آسمان نا صاف ہو تو پھر افطار کیا جائے گا، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ چاند نکلا ہو، لیکن دیکھنے میں نہیں آسکا اور اگر دو شخص کی روایت سے رمضان کا ثبوت ہوا تھا تو پھر دونوں صورتوں میں افطار کیا جائے گا۔

”قال الشارح والأشبه أن يقال إن كانت السماء مصحية لا يفطرون لظهور غلطه وإن كانت مغيمة يفطرون لعدم ظهوره ولو ثبت برجلين أفطروا“
(منہ الآثار ۲/۲۶۷، بدائع الصنائع ۲/۸۲)۔

چاند دیکھنے والے کے قول کی حیثیت

جو شخص چاند دیکھ لے اگر وہ عادل یا مستور الحال ہو تو وہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس جا کر بتائے کہ میں نے چاند دیکھا ہے چاہے لفظ شہادت استعمال کرے یا نہ کرے بشرطیکہ یہ اطلاع رمضان کے چاند سے متعلق ہو اور اگر افطار سے متعلق ہو تو وہ عادل یا مستور الحال آدمی لفظ

شہادت کے ذریعہ گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا یہ تفصیل اس وقت ہے، جبکہ مطلع ابراؤد ہو اور اگر مطلع صاف ہو تو ہلال رمضان یا غیر رمضان سب میں عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمانوں کی شہادت (گواہی کے الفاظ کے ساتھ) اتنی تعداد میں ہو کہ رویت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب ہو جائے تب معتبر ہوگی، اگر مقام ایسا ہو کہ جہاں قاضی یا ہلال کمیٹی وغیرہ نہ وہ تو لوگ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق عادل یا مستور الحال کی خبر پر عمل کریں (در مختار ۲/۹۸)۔

شہادت حسبہ

اگرچہ بعض شکل میں رویت ہلال کی اطلاع شہادت کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اس کی نوعیت اور حکم عام شہادتوں کی طرح نہیں ہے، اس لئے کہ عام شہادتیں بعد طلب دی جاتی ہیں اور رویت سے متعلق بے غیر طلب کے دی جاتی ہے، اس لئے اس کا درجہ ”شہادت حسبہ“ کا درجہ رکھتی ہے، اس کا حکم فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ایسی شہادت میں اگر شاہد تاخیر کرے تو غیر معتبر ہوگا، لہذا چاند دیکھنے والے کو چاہئے کہ دیکھتے ہی قاضی یا ہلال کمیٹی کو مطلع کرے تاکہ اس کے مطابق اعلان کیا جاسکے۔ اس کی وضاحت صاحب ”البحر“ نے فرمائی ہے۔

”و فرعوا علیہ ما لو شہدوا فی تاسع عشرین رمضان إنہم رأوا ہلال رمضان قبل صومہم بیوم إن کانوا فی هذا المصر لا تقبل شہادتهم ترکوا الحسبة واذ جاءوا من خارج قبلت“ (البحر الرائق ۲/۲۶۷)۔

”(وقوله لأنہم ترکوا الحسبة) فإن شاهد الحسبة إذا أخر شہادته بلا عذر لفسق وإلا تقبل شہادته کما فی الأشباه والنظائر“ (۲/۲۶۷)۔

لیکن کسی عذر کی وجہ سے دیر ہوگی جیسے قاضی کسی دور مقام پر رہتا ہے اور چاند دیکھنے والا دیکھتے ہی اس کی طرف جانا شروع کر دے، مگر پھر بھی پہنچنے میں تاخیر ہو تو اس تاخیر کی وجہ سے

شہادت رہیں گی یا اس کے علاوہ کوئی اور عذر معقول ہو۔

یہ تفصیل ان علاقوں کے لئے ہے جہاں رویت ہلال کا وقوع اور امکان ہو، لیکن دنیا کے بعض ممالک سے بذریعہ ریڈیو یا ٹیلی ویژن یا فون رویت کی اطلاع آجائے اور اس اطلاع سے علم یقین یا قریب یہ یقین حاصل ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے، لیکن ریڈیو وغیرہ کے مذکورہ شرائط ملحوظ رہے اور علم یقین کے حاصل ہونے میں عام لوگوں کے علم کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے علم کا یقین کا اعتبار ہوگا اگر یہ دونوں نہ ہوں تو جامع مسجد کے خطیب صاحب اس اعلان کو سن کر اعلان کریں۔

”ولو كان ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين

معد العلة لضرورة“ (درمختار ۲/۸۸)۔

رؤیت ہلال کمیٹی

قاضی محمد حسین آسی ☆

۱: الف - رؤیت ہلال کے سلسلے میں مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟
الجواب نمبر ۱: الف - اس میں فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطارِ صوم میں یہ اختلاف معتبر ہے یا نہیں محققین فقہائے احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے، البتہ بلادِ قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں (مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ، اجلاس منعقدہ ۲۳/۴ مئی ۱۹۶۷ء)۔

ب - اگر مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟
بلادِ بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ اسکے حدود یہ ہیں کہ ان میں باہم اس قدر دوری ہو کہ عادتاً رؤیت میں ایک دن کا فرق ہو جاتا ہو اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱ دن کا قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ جہاں پر دن کا فرق جس حد تک نہیں پڑتا وہ ایک مطلع ہے اور اس کی یہی حد ہے (مجلس تحقیقات)۔

ج - ہندوستان بشمول پاکستان، بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟

☆ کنویر آل انڈیا ملی ٹولز ضلع ناسک۔

بالخصوص جب کہ ان علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے؟

الجواب: ج- ہندوستان بشمول پاکستان بنگلہ دیش و نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربے سے بھی یہی ثابت ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینے میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، لہذا ان ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔ (مجلس تحقیقات)

د- اگر مطلع ایک ہے تو کیا کسی حصے میں ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے اور ملک کے دوسرے خطے کے مسلمانوں پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضائہ ہو وہاں کی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں؟ اور کیا دوسرے اس خطے کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس اعلان کے پابند ہے؟

الجواب: د- جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو اور انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہو۔ تب دوسرے خطے کے ذمہ دار علماء یا قاضی یا ہلال کمیٹی پر لازم ہے کہ اس اعلان کو تسلیم کر کے اپنے خطے میں اعلان کریں (قادی نظامیہ)۔

ر- ایک خطے میں اگر رویت ہو جائے تو دوسرے خطے تک اس کی خبر بذریعہ فون یا ٹیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملتی ہے تو اس خبر پر عمل کرنا صحیح ہوگا؟ کیا ان کے اعتبار کے لئے کچھ شرائط ہیں؟ اور کیا ان کے مابین کچھ فرق ہے؟

الجواب: ر- یہ تو واضح ہے کہ ریڈیو فون، ٹیلی گرام وغیرہ کی خبر یا اعلان شہادت شرعیہ نہیں لیکن مطلقاً بہر حال میں بالکل ناقابل عمل اور ناقابل اتفاق قرار دینا بھی صحیح نہیں، بلکہ اس میں

کچھ تفصیل ہے کچھ قیود و شرائط ہیں ان کے ساتھ ریڈیو کا نشریہ اور اعلان معتبر و قابل عمل ہو سکتا ہے۔

جہاں حکومت کی جانب سے قاعدہ شرعی کے مطابق رویت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون و انتظام ہو اور اس پر عمل رائج و مشہور ہو تو وہاں مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر عمل کرنے کے لئے یہ مطلق اعلان ہی مثل اعلان قاضی و مثل طبل قاضی معتبر ہوگا۔ خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ اس اعلان اور نشریہ پر عمل کرنا لازم ہوگا اور اس صورت میں حدود مملکت سے باہر بھی اس اعلان و نشریہ پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ بشرطیکہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن ہونے کے بجائے ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔ ہمارے ملک میں آج کل ریڈیو کی خبریں اکثر ایسی ہوتی ہیں کہ عوام بھی اکثر بلا لحاظ شرائط و قیود اس کو معتبر اور قابل عمل قرار دے کر عمل کر بیٹھتے ہیں اور ان ہی وجوہ کی بناء پر بعض علماء نے ریڈیو کی خبروں کو مطلقاً غیر معتبر و ناقابل عمل قرار دیا ہے، ورنہ رائج اور محقق ہے کہ اگر بایں الفاظ اعلان یا نشر خبر ہو کہ، میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے یا فلاں ہلال کمیٹی نے جس کے تمام افراد با شرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے یا فلاں عالم مقتدی نے یا فلاں مسلمان حاکم یا مسلمان وزیر نے ثبوت شرعی حاصل کر کے ثبوت رویت کا حکم یا فیصلہ دے دیا ہے اور ان الفاظ کو نشر کرنے والا شخص بھی معلوم و معتبر ہو تو اس نشریہ پر عمل کرنا درست اور صحیح ہوگا۔ (فتاویٰ نظامیہ)

سوال نمبر ۲: ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے اور فضا میں ابر گرد و غبار یا مختلف قسم کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے، اس لئے قمری مہینے کی ۲۹ تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا تو:

الف- کیا رویت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پر چاند کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں۔

الجواب ۲ الف۔ موقنین کے کہنے سے لازم نہیں آتا کہ چاند اس رات آسمان میں موجود ہی ہو، گو یہ لوگ از روئے شرع عادل ہی کیوں نہ ہوں مذہب مختار کے مطابق موقنین کے قول کا کچھ اعتبار نہیں وہابیہ میں کہا ہے، کہ موقنین کے قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ (شامی ج ۲ ص ۱۲۵)

ب۔ بعض قدیم اور جدید علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اس کے باوجود اس خطے سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، یا یہ کہے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کر دی جائے گی؟

الجواب۔ ب۔ اگر رویت ہلال کی شرعی شہادت قیود و شرائط کے ساتھ ملتی ہے تو یہ شہادت قبول کی جائے گی فلکیاتی حساب کا کچھ اعتبار نہیں (شامی ۲/۱۲۵)۔

ج۔ چاند کی رویت کے لئے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لیا جاسکتی ہے۔ یعنی اس کے علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود و کثافت زدہ ہے اور چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں؟

الجواب: ج۔ دین کی بنیاد ہی سادگی اور فطرت پر ہے جو علوم ہندسہ و ریاضیہ کی کشاکش سے معری ہے اسی طرح تکلفات و تدقیقات سائنسیہ سے مبرہ و منزہ ہے۔ لہذا نہ خوردین سے تلاش ہلال کی ضرورت ہے نہ فضا میں پرواز کی حاجت ہے، بلکہ اگر نصوص صحیحہ و متون شرعیہ صحیحہ میں غور کیا جائے تو یہ امر بالکل واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے کہ تکلفات و تدقیقات غیر مطلوب ہی نہیں، بلکہ غیر مستحسن بھی نہیں بلکہ بعض اوقات مضر و غیر معتبر بھی ہوں گی، جس طرح اگر بغیر تدقیق و تحقیق اور بغیر اہتمام و التزام کے کوئی حکم ان سے مل جائے تو معتبر اور مقبول ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت رویت کا مدار یا تو خود رویت پر ہے یا شہادت پر ہے۔ شہادت

میں قاضی شرعی و مجلس قضاء وغیرہ شرط ہے اور بسا اوقات اس کا فقدان ہوتا ہے ایسے مواقع میں عادل مسلمان کی خبر بھی قواعد و شرائط کے ساتھ جب اس طرح پر ہو کے اس سے ثبوت کا ظن غالب حاصل ہو جائے تو کافی ہو جاتی ہے (کذا فی التئور)

”تنویر الابصار“ میں ہے کہ اگر لوگ ایسے شہر میں ہوں جس میں کوئی حاکم شرعی نہ ہو تو لوگ اس میں ایک ثقہ و معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھیں اور دو ثقہ عادل شخصوں کی خبر پر افطار کریں، یہ حکم ضرورت کی وجہ سے ہے (شامی ۱۲۵/۲)۔

د- اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو اس کے بعد رمضان کی ۳۰ تاریخ ہو چکی ہو ۲۹ رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا؟

الجواب: د- جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، لہذا دوسرے روز رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا (در مختار اردو ۲/۱۳)۔

سوال نمبر ۳ (الف) رمضان وعید کے ثبوت کے لئے جب مطلع صاف ہو تو کتنے افراد کی چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی، چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھے ہیں یا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرے میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے اور کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہوگی؟

الجواب: الف- جب آسمان صاف ہو اور گرد و غبار ہو، بادل نہ ہو تو اس وقت ایک

بڑے مجمع کا قول قبول کیا جائے گا۔

تاکہ ان کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو سکے اور امام اعظم سے دو آدمی کی شہادت بھی مطلع صاف ہونے کی صورت میں قبول ہونا مروی ہے، بلکہ اگر اونچی جگہ سے اور شہر سے باہر سے آیا ہو ایک معتبر شخص بھی گواہی دے باوجود مطلع صاف ہونے کے تو اس کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا (در مختار ردو ۲/۱۲۵)۔

چاند دیکھنے کے بارے میں ایک ثقہ معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھے اور وثقہ عادل خصوصوں کے قول پر افطار کریں جب کہ کوئی حاکم شرع نہ ہو۔ (شامی ج ۲ ص ۱۲۵) موجودہ دور میں رویت ہلال رمضان وعید میں مستور الحال کی گواہی معتبر ہے، جبکہ وہ نمازی اور خلافت شرع امور کا مرتکب نہ ہو۔

۳: ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضا ہو وہاں کے مقامی علماء یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے یا چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

الجواب ۳- ہلال فطر کے لئے بحالت ابرغبار نصاب شہادت وعدالت ضروری ہے ہلال رمضان کے لئے بحالت ابرغبار ہو تو صرف ایک عادل یا مستور الحال شخص کی خبر قبول کی جائے گی جس میں نہ دعویٰ کی ضرورت ہوگی اور نہ لفظ ”اشہد“ کہنے کی اور نہ مجلس قضا کی اس لئے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں ہے (در مختار ردو ۲/۱۳۲)۔

اور چاند دیکھنے والوں پر واجب ہے کہ قاضی یا ہلال کمیٹی یا علماء کرام کے پاس جا کر چاند ہونے کی گواہی دے (در مختار ردو ۲/۱۳۲)۔

۳: ج- دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے اور اگر چاند

دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کر دی جائے گی خصوصاً جب کہ رمضان و عید الفطر کے موقعوں پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید انتشار و اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

الجواب: ج۔ دیکھنے والوں کے لئے فوری طور سے شہادت دینا ضروری ہے یہاں تک کہ پردہ نشین لونڈی پر لازم ہے کہ وہ رمضان اور عید کا چاند دیکھنے والا رات میں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے اور قاضی کے پاس جا کر چاند ہونے کی گواہی دے اور یہی حکم آزاد عورت کے لئے بھی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اجازت کے بغیر نکل کر جائے اور گواہی دے (درمختار ۲/۱۳۲)۔

تاخیر چند گھنٹوں کی ہو یا ایک دن کی بلا عذر اگر شہادت میں تاخیر ہوگی ہو تو جو نماز اگلے دن بلا عذر پڑھی جائے گی وہ صحیح نہیں ہوگی اور اگر عذر کے ساتھ ہو تو صحیح ہوگی، لیکن وہ بھی قضا ہوگی ادا نہ ہوگی اور شہادت اگر شرعی قیود و شرائط کے ساتھ دی گئی ہو اور کسی وجہ سے تاخیر ہوگی ہو تو شہادت رد نہیں کی جائے گی۔

سوال نمبر ۴: الف۔ صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کے قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب: ۴: الف۔ جی ہاں! قاضی کے اعلان کے بعد اس حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ب۔ قاضی کے طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب: ب۔ جی ہاں! قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو یہ اعلان اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج۔ ہندوستان اور اس جیسے ملک میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا تو کیا صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے؟ یعنی دوسرے علاقے کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے یا ان کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

الجواب ۴: ج۔ قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اگر شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کرتے ہیں تو یہ اعلان پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا اور ان کے حق میں بھی یہ اعلان، اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے۔

د۔ ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کیلئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا کوئی بھی شخص اعلان کرے اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے تو کیا اس پر اعتماد کر لینا کافی ہے۔؟

الجواب: د۔ اگر رویت ہلال کمیٹی کا ایک ذمہ دار فرد بحیثیت معلن اعلان کر دے یا کمیٹی اپنی طرف سے ایک متعینہ تحریر لکھ کر دے دیں جو تحریر شرعی قاعدے کے مطابق رویت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے لکھی گئی ہو وہ ریڈیو سے نشر کی جائے چاہے نشر کرنے والا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو یہ اعلان واجب العمل ہوگا اور اس پر اعتماد کرنا کافی ہوگا۔

سوال نمبر ۵ (الف) بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابراؤدور بتاتا ہے اور بہت کم چاند کی ۲۹ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ کے سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹ تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایسی جگہوں پر ہمیشہ ۳۰ دن کا مہینوں شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے۔

الجواب: الف۔ جہاں بالعموم مطلع ابراؤدور بتاتا ہے اور بہت کم رویت چاند کی ۲۹ تاریخ کو ہوتی ہے وہاں ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کرنا غلط اور غیر شرعی ہے۔

ب۔ اگر ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے اور ۴ سال میں ایک ماہ کا فرق ہو جاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے، یا دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے؟

الجواب ۵: ب۔ جہاں مطلع بالعموم ابراہم اور رہتا ہے وہاں کے لوگوں کا ماہر فلکیات پر اعتماد کرنا جائز نہیں، بلکہ دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا ہوگا۔

ج۔ ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رویت ہلاکمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقے کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں اور اس کے لئے کیا کم از کم ۳ جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

الجواب: ج۔ ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی اگر ہلال کمیٹی رویت کا ثبوت حاصل کر کے ان کی طرف سے رویت کا اعلان کر دے تو اس اعلان پر دوسرے علاقوں کے ذمہ دار رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں اور ہلالی عید کے لئے کم از کم دو کی تعداد میں معتبر مضمون کا نشریہ مختلف مقامات سے آنا ضروری ہے اور اگر موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو تو ایک نشریہ بھی عمل کے لئے کافی ہے، اسی پر قیاس ٹیلیفون کا بھی کر سکتے ہیں۔

جہاں چھ مہینہ دن اور چھ مہینہ رات ہو

وہاں پر اطراف کے وہ ملک جہاں رات اور دن ۲۴ گھنٹے میں بدلتے رہتے ہیں ان سے رابطہ قائم کر کے ہلال رمضان وعید اور افطار و نماز کے اوقات چاند کی خبر شرعی قواعد کی روشنی

میں معلوم کر کے اور ان مقامات کی ہلال کمیٹیوں سے رابطہ قائم کر کے اپنا نظام الاوقات بنانا ہوگا۔ خلاصہ: یہ کہ ہندوستان کے کسی بھی خطہ یا صوبہ یا ضلع یا تعلقہ میں رویت ہلال رمضان ہو جائے اور شرعی قواعد کی روشنی میں وہاں کی ہلال کمیٹی اپنے متعینہ الفاظ میں ایک فون یا ایک نشریہ ریڈیو یا ٹیلی ویژن یا فیکس سے پورے ہندوستان کے ہر صوبہ کی ہلال کمیٹی کو کر دے تو ہر صوبہ کے ہلال کمیٹی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ شرعی قواعد کی روشنی میں کئے گئے اعلان کو واجب العمل اپنے اپنے علاقے میں قرار دیں، جبکہ ظن غالب ہو کہ معین صحیح اعلان کر رہا ہے اور ہلال عید کا مسئلہ ہو تو مختلف مقامات سے کم از کم دو فون یا دو نشریے آنا لازم ہوگا، جبکہ مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔

www.KitaboSunnat.com

جدید فقہی تحقیقات

دوسرا باب

مختصر تحریریں

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

رویت ہلال اور ریڈیو کے ذریعہ اعلان

مولانا عزیز الرحمن صاحب ☆

۸ ستمبر ۱۹۶۷ء کے ہفت روزہ الجمعیت میں ”مسئلہ رویت ہلال اور ریڈیو“ کے متعلق جمعیت علماء ہند کے ۱۹۵۱ء کے فیصلہ اور مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے فیصلہ پر چند سوالات قائم کئے ہیں:

اور اس مسئلہ پر پانچ مرتبہ کچھ سپرد قلم کیا ہے جو مختلف اوقات میں مدینہ منورہ میں شائع ہو چکا ہے، پھر ہر سال رمضان المبارک اور عیدین کے مواقع پر اس قسم کے سوالات دریافت کئے جاتے ہیں، بعض اہل علم اپنی تحقیقات پر مشتمل کتابچے بھی بھیج دیتے ہیں، اس لئے مختلف اوقات میں اس مسئلہ پر سوچنا پڑتا ہے اور اپنی فہم کے مطابق جواب بھی دینا پڑتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب زید مجدہم نے (جن کو اس مسئلہ سے خاص دل چسپی ہے اور وہ اس کی تحقیق میں بھی لگے رہتے ہیں) چند سوالات قائم کئے ہیں:

۱- ریڈیو کی خبر کی حیثیت کیا ہے؟

۲- ریڈیو کی خبر کا دائرہ عمل کیا ہوگا؟

مولانا مدظلہ کے پورے ایک صفحہ کے مضمون کا تجزیہ اور پھر اس کا نچوڑ یہ ہے، مولانا مدظلہ اگر اثبات رویت کے متعلق اظہار خیال چاہتے تو پھر مسئلہ بہت ہی زیادہ سہل تھا بہر حال

مسئلہ جس قدر حل طلب ہے اسی دائرہ میں کلام ہونا چاہئے۔

۱- بنیادی چیز یہ ہے کہ شریعت نے اس مسئلہ میں معیار، روایت کو قرار دیا ہے۔ اور روایت کے ثبوت کے لئے آسان پر کوئی علت ہونے کی حالت میں رمضان المبارک کے علاوہ گیارہ مہینوں کے لئے نصاب شہادۃ شرط قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے اور وہی موجب عمل ہے۔

”وقوله هو غلبة الظن؛ لأنه العلم الموجب للعمل لا العلم بالمعنى الميقات الخ“ (در المختار ۲/۱۰۰)۔

عدم شہادت کی صورت میں فقہاء کرام نے موجب عمل خبر استفاضہ کو قرار دیا ہے اور خبر استفاضہ کے بارے میں فرمایا ہے:

”ومعنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبرون عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن روية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه، كما قد تشيع اعتبار يتحدث بها سائر أهل البلدة ولا يعلم من إشاعها الخ“ (در المختار)۔

یعنی خبر استفاضہ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ لوگ اپنا مشاہدہ بیان کریں، نہ یہ کہ سنی سنائی باتیں نشر کرنی شرع کر دیں، اسی مشاہدہ کی بناء پر خبر استفاضہ کو یقین کا درجہ دیا گیا ہے۔

”الاستفاضة تفيد اليقين“۔

اس کے علاوہ خبر استفاضہ کو اسی شہر کے لئے نقل حکم حاکم کا درجہ دیا گیا ہے: ”فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل حكم الحاكم المذكور وهي أقوى من الشهادة الخ“ (رد المختار)۔

تیسری چیز اثبات روایت کے لئے علامات کا وجود ہے، یعنی شہر میں نقاروں اور سائرن

کا بجنا، قنادیل کا روشن ہونا یہ شہر سے متصل دیہات والوں کے لئے علامت ہے کہ چاند ہو چکا ہے بہر حال مندرجات بالا سے چند چیزیں ظاہر ہوئیں۔

۱- اثبات رویت ہلال کیلئے نصاب شہادۃ کا ہونا۔

۲- شہادت نہ ہونے کی صورت میں کسی دوسرے شہر سے آمدہ اطلاعات کا خبر استفاضہ بن جانا۔

۳- خبر استفاضہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مشاہدہ پر مبنی ہو نہ کہ سنی سنائی باتوں پر۔
۴- خبر استفاضہ نقل حکم حاکم کا درجہ رکھتی ہے جس کی حیثیت شہادۃ سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ جہاں سے خبر چلی ہے وہاں شرعی قیودات کے ساتھ فیصلہ کا ہونا ضروری ہے۔
۵- علامات اور اعلام سے بھی رویت ثابت ہو جاتی ہے۔

ان مندرجات کے بعد ریڈیو کی شرعی حیثیت متعین کرنا ہے۔ میرے نزدیک یہ بات غلط ہے کہ ریڈیو کی حیثیت مقامی حدود (جہاں ریڈیو اسٹیشن ہے) میں خبر مستفیض یا اعلان کی ہے۔ اگر ذرا غور کر لیا گیا تو مولانا کو اپنی بات کی کمزوری معلوم ہو جائے گی، کیونکہ ریڈیو کا ڈبہ اپنے مخصوص آلات کی بناء پر اس آواز کو نشر کر رہا ہے جو ریڈیو اسٹیشن میں گونج رہی ہے، وہ ڈبہ ریڈیو اسٹیشن کے متصل کمرہ میں بھی رکھا ہوا ہوتا ہے، اس سے بھی وہی آواز نکلتی ہے اور دس میل کے فاصلہ پر بھی رکھا ہوتا ہے اس سے بھی وہی آواز نکلتی ہے، آخر متصل والے ڈبہ کی آواز کو وجہ ترجیح کیوں، اس کی مثل بعینہ ایسی ہے کہ کسی جلسہ گاہ میں کچھ ڈبے اسٹیج اور مانک سے متصل ہوتے ہیں اور کچھ فاصلہ پر آخر اس جگہ کیوں نہیں قیاس کیا جاتا ہے اور یہاں تعامل کیا ہو گیا ہے؟ مولانا نے معاملہ کا لفظ بول کر بے سہارا دلیل تلاش کی ہے۔

بہر حال مولانا نے مقامی حد تک ریڈیو کو خبر استفاضہ یا اعلان کا درجہ دیدیا ہے، لیکن زیادہ مدلل اور قوی بات یہ ہے کہ ریڈیو کی خبر نہ مقامی طور پر خبر استفاضہ ہے اور نہ بیرونی طور پر

استفاضہ بلکہ وہ خبر محض ہے یا اعلان ہے، یاد رہے مقامی حدود سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے وہ خبر نشر ہو رہی ہے یعنی ریڈیو اسٹیشن۔

اب یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ ریڈیو کی اطلاع یا خبر محض ہے یا اعلان محض، ہم اکابر جمعیت علماء کے فیصلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

اگر ریڈیو کے ذریعہ آنے والی خبر کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ جس جگہ سے ریڈیو کی خبر دی جا رہی ہے وہاں کے علماء نے چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا حکم کر دیا ہے، خبر دینے والا بھی متعین ہو کہ کوئی مسلم معتمد خبر دیتا ہو تو اسی اعلان پر اعتماد کر کے دوسرے مقامات میں بھی چاند ہو جانے کے حکم پر حکم کیا جانا جائز ہے اور تمام شہروں اور قصبوں میں متعین ذمہ دار جماعات اس کے موافق حکم کریں تو اس پر عمل کیا جائے۔ یہ حکم تمام ہندوستان اور پاکستان کیلئے ہے۔

مذکورہ بالا فتوے میں لفظ ”خبر اور اعلان دونوں کا ذکر ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لفظ ”خبر“ اصطلاحاً بولا جاتا ہے اور مقصود اعلان ہے اور کسی اعلان کے معتبر ہونے کے لئے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہے کہ جس کا مذکورہ عبارت میں ذکر ہے ورنہ ہر کس کہ باشد کا اعلان قابل اعتماد قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اس لئے مولانا مدظلہ نے دفعہ ۲ میں اعلان کے لئے جو شرائط ذکر کر دی ہے وہ غالباً زائد ہیں، اس لئے کہ اس جگہ اعلان کرنے والا مقصود نہیں بلکہ اعلان کرنے والے مقصود ہیں ہاں فتوے کے اندر یہ الفاظ ”خبر دینے والا بھی متعین ہو کہ کوئی مسلم معتمد خبر دیتا ہو“ یا تو احتیاطاً ہیں کہ عبادات اور دیانات اسی طرح حلت اور حرمت میں احتیاط ہی عمل کرنا اولیٰ اور بہتر ہے یا یہ کہا جائے شاید ان حضرات کے سامنے ریڈیو اسٹیشن کے قوانین موجود نہ ہوں گے۔

علاوہ ازیں آخر میں مشہورہ دیا گیا ہے کہ تمام شہروں اور قصبوں میں متعین ذمہ دار

جماعات اس کے موافق حکم کریں، ان الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ اس خبر کو اعلان کا درجہ دیدیا گیا ہے ورنہ خبر محض پر یہ مشورہ ہرگز نہیں دیا جاسکتا اور نہ دینا چاہئے اور اگر کوئی دے تو اس پر عمل معتبر نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ریڈیو کی خبر (زیر بحث مسئلہ میں) اعلان کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ خبر محض کا اور نہ خبر مستفیض کا بشرطیکہ یہ خبر یا الفاظ دیگر اعلان، مندرجہ بالا صفات کا حامل ہو۔ اس جگہ یہ عرض کر دینا بھی مناسب ہے کہ یہ سب چیزیں اس وقت ہیں جب کہ رویت شرعاً ثابت ہو چکی ہو اور کسی ذمہ دار کمیٹی نے تحقیق کے بعد اعلان کر لیا ہو، رہا ذمہ دار افراد کا معاملہ کہ ان کو کس وقت یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ریڈیو اسٹیشن سے رویت کا اعلان کرائیں یہ بحث طلب مسئلہ ہے ہو سکتا ہے کہ اس مضمون کے آخر میں کچھ اس پر بھی روشنی پڑ جائے، اس جگہ نتیجہ کے اعتبار سے یہ ظاہر ہے۔

۱- ریڈیو کی خبر، اعلان ہے۔ خبر مستفیض یا خبر محض نہیں ہے۔

۲- اس اعلان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا انتساب کسی ذمہ دار کمیٹی کی طرف ہو۔

۳- احتیاط یہ ہے کہ خبر نشر کرنے والا مسلم ہو۔

۴- اس اعلان کو سن کر دوسرے شہروں میں بھی اس پر عمل کرنا جائز ہے، لیکن اس اعلان پر عمل کرانے کیلئے انتظاماً ہر جگہ کے ذمہ دار حضرات اعلان علی الاعلان کرائیں۔

فقرے کے آخر میں ہندوستان اور پاکستان کے لئے ہی یہ حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے (اگرچہ مولانا مدظلہ نے اس کے بیان سے گریز کیا ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو اس حکم میں عمومیت ہوتی، مگر میرے نزدیک یہ حکم بھی محل نظر ہے، اس لئے کہ ہندوستان کا ایک شہر کلکتہ ہے اور پاکستان کا ایک شہر کوئٹہ ہے یا پشاور ہے، ان دونوں جگہ کی رویت ۲۹ تاریخ کا چاند ہونے میں متحد نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ ۲۹ تاریخ کو

ظاہر ہوئے چاند کو اپنی آخری منزل میں غروب میں رہنے کا بہت تھوڑا وقت ملتا ہے، اس لئے وہ اہل مغرب پر گھنٹہ دو گھنٹہ کے فاصل سے ظاہر ہو سکتا ہے اتنے وقفہ کے لئے اہل مشرق کی رویت کے لئے ایک دن درکار ہوگا۔

اس بارے میں اہل فقہ نے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے:

”وقدر البعد الذی تختلف فيه المطالع مسيرة شهر“

وہ دوری جس میں اختلاف مطالع ہوتا ہے اس کی مقدار ایک مہینہ کی مسافت ہے فقہاء نے اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ پر قیاس کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”اعتباراً بقصة سليمان عليه السلام فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من

إقليم إلى إقليم و بينهما شهر“ (رد المحتار ۲/۱۰۵)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ پر قیاس کرتے ہوئے، کیونکہ وہ ہر صبح و شام ایک اقلیم سے دوسری اقلیم کی طرف منتقل ہوتے رہتے تھے اور ان کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہوتی تھی۔

عام حالت میں ایک دن کی مسافت ۱۶ میل اور تین دن کی مسافت ۴۸ میل اور ایک مہینہ کی ۴۸۰ میل یا ۵۰۰ میل قرار دی گئی ہے، یعنی ۵۰۰ میل کی دوری پر اختلاف مطالع ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ ۲۹ تاریخ کا چاند ہو، اس بارے میں علم ہیئت کے ماہرین کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، میرا انتشار اس قدر ہے کہ اگر کوئٹہ بلوچستان میں ۲۹ تاریخ کو رویت ہو جائے۔ اور وہاں کمیٹی پاکستان کے ریڈیو اسٹیشن سے اعلان کرادے تو کلکتہ کے مسلمانوں کے لئے یہ رویت متحقق نہ ہوگی اور اگر تسلیم نہ ہو تو پھر اختلاف مطالع کی بحث نکالنا بے کار ہے، پھر تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ تمام عالم میں کسی بھی جگہ رویت متحقق ہو جائے عید منائی جائے گی اور یہ حدیث ابن عباسؓ کے سر اسر خلاف ہے و نیز اس کے تسلیم کر لینے میں وحدتِ عید کا نظریہ بھی سامنے آجاتا

ہے اور اس کو تسلیم کر لینے کے بعد اور دوسرے مسائل پر بھی اثر پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے:

۱۔ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لیکن اس کے لئے حدود متعین کرنے ہوں گے اس کیلئے ضرورت ہے کہ علم ہیئت کی مدد سے اس فرق کو واضح کیا جائے کہ کتنے فرق سے مطلع بدل سکتا ہے۔

۲۔ یہ حدود متعین ہونے کے بعد مملکتین میں حکم نافذ کیا جاسکے گا۔

اس بحث کے خاتمہ پر یہ عرض کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقامی روایت کمیٹیوں کے لئے کوئی خبر استفاضہ کی تعریف میں کب آسکتی ہے، مثلاً:

۱۔ بعض جگہ سے ٹیلیفون آگیا۔

۲۔ بعض جگہ سے ٹیلی گرام آگیا۔

۳۔ بعض جگہ سے ریڈیو کی خبر آگئی اور اتفاق سے کسی اسلامی تقویم سے بھی اس کی

تائید ہوگئی۔ تو یہ سب چیزیں منفرد اگرچہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ تاہم خبر استفاضہ کی کسی حد تک نیابت کر سکتی ہیں، جس سے ہلال کمیٹیوں کو فیصلہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

مسائل رویت ہلال

مولانا انیس الرحمن قاسمی ☆

۱: الف - اختلاف مطالع

۱- مشرق و مغرب میں واقع دور دراز شہروں میں چاند کے مطلع کا مختلف ہونا ایک امر واقع و مشاہد ہے۔ چاند کا مطلع بھی اسی طرح مختلف ہوتا ہے جیسے سورج کا مطلع مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اس اختلاف کا اعتبار مہینوں کی تعیین بالخصوص اور رمضان کے روزے اور عیدین و حج کی تعیین میں ہے یا نہیں؟ اگر ”اختلاف مطالع“ کو شرعاً ان عبادتوں کے لئے کالعدم تسلیم کیا جائے تو ساری دنیا میں جہاں مسلمان آباد ہیں، ان کا روزہ بھی ایک ہی دن شروع ہوگا اور ایک ہی دن ختم ہوگا اسی طرح ان کی عیدین بھی ایک ہی دن ہوا کریں گی اور اس سے اتحاد امت کا اظہار بھی ہوگا یہ تصور و نظریہ ایک خوش کن نظریہ ہے اور اگر فقہاء احناف کے قول ظاہر اور مالکیہ و حنابلہ کے قول عام کو اختیار کیا جائے تو یہی نظریہ درست ہوگا۔

فقہاء احناف کے ”قول ظاہر“ کو تمام اصحاب متون و شروح نے ذکر کیا ہے (دیکھئے:

رد المحتار ۲/۳۹۳)۔

مالکیہ و حنابلہ کے اقوال ان کی کتابوں میں بھی ہیں جیسے امام قرانی کی ”الفرق“، صحیح،

خطاب کی ”مواعظ الجلیل“ اور ابن قدامہ کی ”المغنی“ ہیں (الفرق ۲/۲۰۳، مواہب

☆ ناظم امارت شرعیہ پھلواڑی شریف، پٹنہ۔

ابلیل ۲/ ۲۸۳، الحنفی ۳/ ۸۸-۸۹۔

لیکن اس قول پر عمل میں دشواریاں بھی ہیں اور انتشار و اختلاف بین المسلمین بھی، اور یہ قول کہ دنیا کے کسی گوشہ میں چاند نظر آجائے، اگر اس کا ثبوت بعید ترین ممالک کے لئے ہو جائے تو اس پر عمل واجب ہوگا، شریعت کے عمومی طرق عبادت، جیسے نمازوں کے اوقات، میں اختلاف کا اعتبار، سے دور ہے اور دلائل شرع بلا اس کے متقاضی نہیں ہیں، اسی لئے حضرت ابن عباس نے ”شام“ کی رویت کی اطلاع پر ”روزہ“ کی قضاء نہیں کی، اور اپنے یہاں ”مدینہ“ کی رویت کے حساب سے انہوں نے تیس روزے پورے کئے، اور جب ان سے کہا گیا:

”الا تکفنی برویة معاویة بصيامه“

تو انہوں نے جواب دیا: ”لا، ہکذا أمرنا رسول اللہ ﷺ“

اسی لئے مشائخ کے ایک طبقہ نے اس قول پر عمل نہ کر کے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، جیسا کہ قدوری و زیلعی اور صاحب ”فیض“ نے اختیار کیا ہے اسی طرح مالکیہ میں سے بھی بعض شیوخ نے ”بلاد البعیدہ“ کے لئے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے (الفروق ۲/ ۲۰۳)، شوافع کا بھی یہی قول ہے (المجموع شرح المہذب ۵/ ۲۷۳، ۲۷۵)، اور اسی قول پر موجودہ عہد کے علماء احناف کا عمل ہے (العرف الثذی ۳/ ۳۰۳)، اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مہینہ کبھی کسی ملک والوں کے لئے ۲۸ دن کا ہو جائے گا اور کبھی ۲۷ دن کا، اسی طرح اس کے برعکس کبھی ۳۱ اور کبھی ۳۲ دن کا جیسا کہ علامہ کشمیری نے لکھا ہے (العرف الثذی ۳/ ۳۰۳)۔

ب- اختلاف مطالع کے حدود

اختلاف مطالع کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے حدود کیا ہوں گے تو اس بارے میں فقہاء مشائخ میں سے امام قدوری نے یہ کہا ہے:

”إذا كان البلدة الأخرى، فأما إذا كان تفاوت يختلف المطالع لم يلزم حكم إحدى البلدين البلدة الأخرى“ (فتاویٰ تارخانہ ۲/۳۵۵)۔
اور اس تفاوت کے مقدار کی تعیین ”علامہ شبیر احمد عثمانی کے اس تحریر سے ثابت ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

”ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدين بأكثر من يوم واحد، لأن النصوص مصرحة يكون الشهر تسعة و عشرين أو ثلثين، فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها فيما دون أقل العدد ولا في أزيد من أكثره“ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ۳/۱۱۳)۔

حاصل یہ ہے کہ ایک شہر کی رویت کو تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں دوسرے شہر میں عادتاً مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زائد ہو جائے تو ایسے دو شہروں کا مطلع مختلف ہوگا اور ایسے دو شہروں میں سے ایک میں رویت کا ثبوت دوسرے شہر میں واجب التسلیم نہیں ہوگا، مثلاً ہندوستان میں شعبان کا مہینہ ۲۹ رجب کی مقامی رویت کے باضابطہ ثبوت کے بعد شروع ہوا اور جس دن یہاں ۲۸ دن شعبان ہو اس دن سعودی عرب میں ۲۹ تاریخ ہو اور وہاں چاند نظر آجائے تو ہندوستان میں شعبان کا مہینہ ۲۸ دن کا ہو جائے گا اگر وہاں کی رویت تسلیم کر لی جائے، اس لئے ایسے ممالک میں ایک کی رویت دوسرے کے لئے واجب التسلیم والتعمیل نہ ہوگی اور دونوں کا مطلع متحد ہوگا۔

غیر منقسم ہندوستان کا مطلع

ج۔ غیر منقسم ہندوستان یعنی پاکستان و بنگلہ دیش اسی طرح نیپال کا مطلع ایک ہے، اس لئے کہ ان ممالک کی رویت میں عموماً ایک دن کا فرق نہیں ہوتی ہے، اس لئے ان ممالک کے

علاقوں کی بلندی و پستی بھی رویت کی تسلیم میں مانع نہ ہوگی،

قضاء قاضی محدود ہے

۱۔ ملک کے جس خطہ میں چاند دیکھا گیا اور وہاں شہادت پیش کر کے فیصلہ کیا گیا تو اس کا نفاذ اسی خطہ و علاقہ تک محدود ہوگا جس میں شہادت پیش ہوئی ہے۔

”لأن اجتهاد القاضي لا يثبت في ولاية غيره“ (فتح القدیر علی الہدایہ ۳/.....)۔

”قضاء القاضي محدود في ولايته“ (ہدایہ ۲/.....)۔

”قال ابن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذي ثبت فيه الشهادة، إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم فيلزم الناس كلهم، لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد إذ حكمه نافذ في الجميع“ (فتح الباری ۴/۹۸)۔

لہذا ہندوستان جہاں پورے ملک کے لئے کوئی قاضی القضاۃ، یا امام المسلمین یا کل ہند مرکزی رویت ہلال کمیٹی نہیں ہے۔ اس کے کسی حصہ میں اگر چاند دیکھا گیا اور اس خطہ میں شہادت گزرنے کے بعد تسلیم کر کے ”رویت“ کا اعلان کر دیا گیا تو وہ اعلان اسی خطہ کے مسلمانوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا، دوسرے خطہ کے مسلمانوں کے لئے نہیں، جب تک اس دوسرے خطہ کے قاضی یا عالم (جہاں نظام قضا نہیں ہے) اس کو تسلیم کر کے اعلان نہ کر دیں، کسی بھی خطہ کی رویت کا اعلان سن کر دوسرے خطہ کے مسلمانوں کے لئے عمل جائز نہ ہوگا جب تک مقامی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی یا علماء اس کو تسلیم کر کے اعلان نہ کر دیں۔

فیصلہ رویت توسیع

۲۔ اگر کسی خطہ میں رویت ہو جائے اور چاند دیکھنے والوں نے مقامی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت دی اور اس شہادت کو قبول کر کے ”رویت ہلال“ کے ثبوت کا فیصلہ

کردیں تو اس فیصلہ کی اطلاع محتاط طریقہ پر بذریعہ فون یا فیکس دوسرے مقام کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کو دی جاسکتی ہے اور وہ قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس فون یا فیکس کی اطلاع پر اطمینان کرنے کے بعد اس کو قبول کر کے اعلان کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے اس بارے میں پاکستان کے لئے جو دستور العمل رویت ہلال سے متعلق شائع کیا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

”حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے اور ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی شہادت کا تجربہ رکھتے ہیں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر اگر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے۔ اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار آدمی مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے، ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دیدے“

(جواہر الفقہ ۲/۲۰۲-۲۰۳)۔

یہ مسئلہ اصلاً کتاب القاضی الی القاضی کا ہے، مگر رویت ہلال کے باب میں اعلان میں فقہاء کے اقوال سے توسع ملتا ہے قاضی کے اور فیصلہ کی اطلاع ڈھول بجا کر، یا کسی خاص مقام پر روشنی جلا کر دی جاسکتی ہے ان مذکورہ چاروں اکابر علماء کی تحریر ہمارے ملک کے لئے بھی موجودہ حالات میں معتبر ہے اور اسی صورت پر عمل ہونا چاہیئے۔

رویت ہلال کی شہادت اور فیصلہ کی اطلاع میں یہ چیز مد نظر رکھنی چاہئے کہ رویت ہلال کی اطلاع کی دو جہتیں ہیں، ایک شہادت کی اور دوسری روایت و اخبار کی (الفرق ۱/۱۰) اس لئے اگر اس کے فیصلہ کی اطلاع معتبر ذریعہ، جیسے فون یا فیکس سے فیصلہ کرا الفاظ کی رعایت و احتیاط کے

ساتھ پہنچتی ہے کہ اس کو قبول کیا جاسکتا ہے اور اس بنیاد پر دوسرے اصول سے اعلان کیا جاسکتا ہے، البتہ ریڈیو یا تار کی اطلاع پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

رویت ہلال کے لئے حساب پر اعتماد

۱: الف۔ روزہ کے وجوب اور عید الفطر کے لزوم کے لئے چاند کا نظر آنا یا مہینہ کا ۳۰ دن ہونا شرط ہے اور ماہرین حساب و موقتین کے قول کا اعتبار نہیں ہے، یہ قول جمہور فقہاء احناف و شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کا ہے اور اس کے برخلاف بعض فقہاء جیسے ابن سیرین شافعی وغیرہ سے جو حساب پر اعتماد کا قول نقل کیا گیا ہے اسے جمہور علماء نے مسترد کر دیا ہے، اس لئے حساب پر عمل کر کے رمضان کے روزے کو واجب نہیں کیا جائے گا، البتہ رویت کے لئے حساب کو اطمینان کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے اور اس طرح مدد لی جاسکتی ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ آج افق پر چاند کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں، اس طرح کی مدد اگر کوئی نہیں ہے تو اس کا یہ عمل غلط نہ ہوگا۔

رؤیت ہلال، اعلان اور آداب

مفتی داؤد احمد، مانگرولی ☆

الف- ظاہر الروایت یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے: ”ولا عبرة لاختلاف المطالع في ظاهر الرواية، كذا في فتاویٰ قاضی خان، وعليه الفتوى، الفقيه أبی الليث، وبه كان يفتي شمس الأئمة الحلواني قال: لو رأى أهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم على أهل مشرق، كذا في الخلاصة“ (فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۱۹۸، ۱۹۹ مکتبہ رشیدیہ پاکستان)۔

ب- مگر بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا گیا ہے اور بلاد بعیدہ سے مراد دو شہر کے درمیان ایک دن یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو، اس لئے کہ نصوص مصرح ہے کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوگا یا تیس دن کا، اس لئے ۲۹ دن سے کم کی صورت میں ۲۸ دن کا مہینہ، یا ۳۰ سے زیادہ کی صورت میں ۳۱ دن کا مہینہ لازم آتا ہو تو نہ شہادت قبول کی جائے گی اور نہ اس پر عمل ہوگا۔ ”نعم فینبغی أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدین بأكثر من يوم واحد، لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها في مادون أقل العدد ولا أزيد من أكثره“ (فتح البہم شرح مسلم بحوالہ فتاویٰ رحمہ ۷/ ۳۸۷)۔

☆ دارالعلوم حسینیہ، مانگرولی، ضلع جونا گڑھ۔

ج۔ ہندو پاک کا مطلع متحد ہے، ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے (رویت ہلال ۱۱۵)۔

د۔ جب مطلع ایک ہو اور کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کا اعلان کر دیا جاوے تو دوسرے خطہ کے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مقامی قاضی یا کسی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں، دوسرے خطہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی جب تک شرعی موجب طریقے سے شہادت حاصل نہ کر لیں تب تک کسی دوسرے خطہ کی پابندی ضروری نہیں ہے (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۷۷)۔

ھ۔ ایک خطہ میں اگر رویت ہو جاوے تو دوسرے خطہ تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام سے اگر ملے تو مطلقاً عمل کرنا صحیح ہوگا، اس کے اعتبار کے فقہاء نے شرائط بیان فرماتے ہیں، یوم الشک میں مطلع صاف ہونے کی صورت میں دو عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے خبر محض کافی نہیں، نہ ریڈیو کی نہ تار کی اور نہ فیکس نہ ٹیلیفون کی، اس طرح ان ذرائع سے جو شہادت ہے وہ بھی کافی نہیں، البتہ اگر رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شرعی باقاعدہ شہادت شرعیہ حاصل کر کے اعلان کرے یا کرائے کہ شرعی شہادت سے چاند کا ثبوت ہو گیا ہے، اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج فلاں روز رویت ہو گئی ہے تو یہ اعلان شرعاً معتبر ہوگا (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۷۷)۔

۲۔ الف: رویت کے لئے فلکیاتی حساب غیر معتبر ہے: ”لا اعتماد علی ما یقولہ علماء النجوم والحساب فی إثبات الشهر لعدم اعتباره فی الشرع المعلق فیہ وجوب الصوم أو الفطر علی الرؤیة لا علی القواعد الفلکیة“ (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان ۲۳۹)۔

ب۔ کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہو تو اسے قبول کیا جائے گا اور شہادت قابل قبول ہوگی (بحوالہ مذکورہ)۔

ج۔ ایک شخص کی شہادت پر آغاز رمضان کا اعلان کر دیا اور ۳۰ رمضان کی شام عید کا چاند دیکھنے کے باوجود دکھائی نہ دیوے تو اگلے دن عید الفطر کا دن قرار دے کر عید نہیں منائی جائے گی اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس فرد واحد سے مغالطہ ہو گیا ہے:

”وقد صح أن النبی ﷺ قبل شهادة الواحد في رؤية هلال رمضان ثم إذا قبل الإمام شهادة الواحد وصاموا ثلاثين يوماً لا يفطرون، یعنی إذا لم يروا الهلال“ (ہدایہ ۱/۱۹۵)۔

۳۔ الف: مطلع صاف ہو تو مجمع کثیر کی شہادت کی ضرورت رہے گی، تعداد کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے:

”فان كانت مصحة فشهدوا على رؤية الهلال في المصر لا يقبل إلا شهادة من يقع العلم بشهادتهم، واختلفوا في تقدير ذلك عن أبي يوسف أنه قدره بخمسين كما في القسامة، و عن محمد حتى يتواتر الخبر من كل جانب، و هكذا روى عن أبي يوسف وروى أنه يقبل شهادة أهل محله وإن جاء الواحد من خارج المصر وشهد برؤية الهلال ثم أنه تقبل شهادة“ (عالمگیری ۱/۱۹۶)۔

موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں ذی وقار ہو، اور ظن غالب صحیح ہونے کا عادی ہو، صوم و صلوة کا پابند ہو (بحوالہ فتاویٰ عبدالحی ۲۳۵)۔

ظاہر الروایہ کے پیش نظر مستور الحال کی گواہی معتبر ہوگی۔ ”و قبل بلا دعوى ولفظ اشهد للصوم مع علته كغيم وغبار وخبر عدل أو مستور على ما صححه البزازی على خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقاً“ (درمختار ۲/۹۰)۔

ب۔ چاند دیکھنے والے پر نظام قضا یا مقامی علماء یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کو جا کر شہادت دینا لازم ہے۔ ”إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمه أن يشهد بها

ليقلته حراً كان أو عبداً ذكراً كان أو أنثى حتى الجارية المنحدرة تخرج
وتشهد بغير إذن مولاهما“ (فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۹۷)۔

اصولی طور پر یہ خبر ہے نہ کہ شہادت، اور اگر ہلال کمیٹی یا مجلس قضاء میں جا کر گواہی
دیوے تو یہ شہادت ہے۔ ”قبل بلا دعویٰ وبلا لفظ اشہد وبلا حکم وبلا مجلس
قضاء لأنه خبر لا شهادة“ (درمختار ۲/۹۰۲ نمائیہ)۔

ج۔ فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے جیسا کہ عالمگیری نے بیان کیا ہے کہ اسی
رات میں گواہی دیدے، اگر ایک دن یا اس سے زیادہ تاخیر کی اور شاید اسی شہر کے ہیں تو ان کی
شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اور اگر دور جگہ سے شہادت دینے آئے ہیں تو ان کی شہادت قبول
کی جائے گی۔

”وإذا شهد الشهود على هلال رمضان في اليوم التاسع والعشرين
أنهم رأوا الهلال قبل صومكم بيوم إن كانوا في هذا المصر ينبغي أن لا تقبل
شهادتهم؛ لأنهم تركوا الحسبة وإن جاءوا من مكان بعيد جازت شهادتهم
لانتفاء التهمة كذا في الخلاصة“ (عالمگیری ۱/۱۹۸ قاضیاں ۱۹۸)۔

۳۔ الف: جہاں نظام قضاء موجود ہو وہاں کا قاضی ثبوت ہلال کا اعلان کرتا ہے تو اس
کے جلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، اگر جماعت علماء کے سامنے تحت
احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جاوے تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم
ہوگا، اور اس کے ایسے بیان پر غلبہ ظن بھی حاصل ہو:

”إذا ثبت الصوم أو الفطر عند حاكم تحت قواعد الشرع بفتوى
العلماء أو عند واحد أو جماعة من العلماء الثقات ولاهم رئيس المملكة أمر
رؤية الهلال وحكموا بالصوم أو الفطر ونشروا حكمهم هذا في راديو لزم على

من سمعها من المسلمين العمل في حدود ولايتهم“ (بخاری المصنوع ۲۷۰)۔
 ب۔ قاضی کی طرف سے متعین الفاظ میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو اعلان ہوتا ہے تو یہ اعلان اعلان سلطان کے حکم میں ہے۔

ج۔ ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر باقاعدہ شرعی شہادت ذمہ دار حضرات حاصل فرمائیں، مثلاً قاضی شرعی، مسلمان وزیر، رویت ہلال کمیٹی، جمعیت العلماء، امارت شریعہ جب کہ ان کے افراد با علم اور متبع سنت ہوں، اور پھر ان کی طرف سے ریڈیو پر اس طرح اعلان کیا جائے کہ ہمارے پاس چاند دیکھنے والے ثقہ گواہوں نے شہادت دی ہے اور ان کی شہادت سے رویت ہلال تسلیم کر لی گئی ہے، لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے، تو یہ اعلان یوم الشک سے متعلق مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں معتبر ہوگا، خواہ ہندوستان کا اعلان ہو یا کسی اور جگہ کا، جس مقام پر اعلان کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ دن کا رہ جائے یا ۳۱ دن کا ہو جائے وہاں یہ اعلان تسلیم نہ ہوگا، تاوقتیکہ خبر مستفیض کے درجہ تک نہ پہنچ جائے“ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۸۱)۔

د۔ معلن کا مقبول الشہادۃ ہونا ضروری نہیں بلکہ ذمہ دار مقبول الشہادۃ حضرات کی طرف سے اگر غیر مقبول الشہادۃ شخص اعلان کر دے تو وہ بھی کافی ہے، جیسا کہ منادی کا حال ہوتا ہے (بخاری المصنوع ۲۷۰)۔

الف۔ جہاں ہمیشہ آسمان ابراؤد رہتا ہو وہاں مہینوں کا تعین جنتری اور قمری مقامات کی تحقیق سے ہو سکتا ہے جہاں چاند نظر آتا ہے (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۱۳۰)۔

ب۔ اگر ہر مہینہ تیس دن کا شمار کیا جائے اور چار پانچ سال میں ایک مہینہ کا فرق پڑ جاتا ہو تو ایسی جگہوں میں چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، بلکہ دیگر ممالک میں شرعی قواعد کے تحت شہادت موجب طریقہ سے ہو تو رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا۔

جواب متعلقہ سوال رویت ہلال

☆ مولانا محفوظ الرحمن صاحب

۱- (الف): اختلاف مطالع کا اعتبار ان دور کے شہروں میں ہوگا جن کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے..... مفتی کفایت اللہ صاحب (کفایت المفتی ۴/۲۰۹) میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔ ”فتاویٰ دارالعلوم“ میں بھی ہے کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، یعنی اختلاف مطالع تو درحقیقت واقع ہے، لیکن شرعاً اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے (فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۹۵)۔

ب- اختلاف مطالع میں حدود کی تعیین مقرر نہیں کی گئی ہے، اس لئے اس کی تحدید نہیں کی جاسکتی۔

ج- ہندوستان میں حدود اربعہ میں بعد مسافت کے باوجود علماء ہند کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

د- جہاں مطلع ایک ہو اور انتیس کی رویت کا ثبوت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا دوسرے خطہ کے لوگوں کو لازم نہیں جب تک کہ اس خطہ کا قاضی یا رویت ہلال کمیٹی تصدیق نہ کر دے۔
 ہ- فون، فیکس، ٹیلی گرام وغیرہ سے ملنے والی خبر معتبر نہیں، یعنی شہادت ہونی چاہئے،

☆ جامعہ عربیہ مفتاح العلوم، شاہی کٹرہ (منو)۔

البتہ رویت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے یا کوئی معتمد شخص یہ اعلان کرے اور اسے پہچانا بھی جاسکے تو خبر معتبر ہوگی۔

۲- الف - رویت ہلال کیلئے فلکیاتی حساب سے مدد نہیں لی جائیگی۔

ب - فلکیاتی حساب سے اتیس کی رویت کا امکان نہ ہونے کے باوجود اتیس کی شرعی شہادت مل جائے تو قابل قبول ہوگی۔

ج - محکمہ موسمیات سے مدد لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

د - عید نہیں منائی جائے گی، شہادت دینے والے کو مغالطہ ہو گیا تھا، روزہ رکھا جائیگا۔

۳- الف - رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو اتنے آدمی کی شہادت ضروری ہے کہ جس پر یقین ہو جائے، اور تعداد کی تحدید قاضی یا کمیٹی کی رائے پر مفوض ہے، اور عدل کا معیار اب بھی وہی ہوگا جو فقہاء نے لکھا ہے، اختلاف عصر سے عدل کی تعریف میں کوئی فرق نہیں ہوگا، مستور الحال کی شہادت رمضان کے ثبوت میں معتبر ہوگی، لیکن عیدین میں معتبر نہ ہوگی۔

ب - چاند دیکھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی رویت کی شہادت دیں، اور ان کا بیان شہادت ہوگا، اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا یا ایسا معتمد عالم جس کی باتوں کا عوام یقین کرتی ہو، اور شہادت کی دوسری شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

ج - رمضان اور عید الفطر کی شہادت فوری طور پر دینا ضروری ہے۔

۴- الف - ہندوستان میں محکمہ قضا شرعاً قائم نہیں ہو سکتا، ہاں محکمہ شرعیہ قائم کرنا ضروری ہے، اس لئے نظام قضا کے ذریعہ کیا ہوا اعلان دوسرے لوگوں پر لاگو نہیں ہوتا۔

ب - قاضی کی طرف سے اعلان ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ اعلان سلطان کے حکم میں نہیں ہوگا۔

ج۔ معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۵۔ الف۔ جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابراؤد ہو کہ انتیس کی رویت بہت کم ممکن ہوتی ہے وہاں بھی رمضان اور عیدین کے لئے رویت لازمی ہے۔

ب۔ البتہ ان ممالک میں کہ جہاں زیادہ تر رویت تمیں کی ہوتی ہے اگر اس کے قریب کے علاقے میں رویت کا شرعی ثبوت ہو جائے اور بذریعہ اعلان یقینی ان کو معلومات حاصل ہو جائے تو عمل کر لینا درست ہے۔

ج۔ ایک جگہ کی رویت کا شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد اس پر اعتماد کر کے اور ذریعہ اعتماد شرعی ہو تو دوسرے علاقے کے لوگ اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں۔

رؤیت ہلال کے اعلان کا شرعی ضابطہ

مولانا عبدالوہاب ویلور ☆

”اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب فیلزم اہل المشرق برویة اہل الغرب وقدرا بعد الذي تختلف فيه المطالع مسيرة شهر رد المحتار مع الدر المختار بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشهادة أو یشهد علی حکم القاضی أو یتستفیض الخبر“۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہلال کے مد نظر ایک ماہ انتیس کا ہوتا ہے ایک ماہ میں کا (بخاری و مسلم) شعبان کے آخر روز میں چاند رو برو دیکھ کر رمضان کے تیس روزے رکھے، تیس روز ہلال دیکھ کر عید الفطر منائے دونوں ماہ رو برو طلوع ہوا، تمام ہندوستان والوں کو نظر آیا تو تمام کے لئے اتفاق ہو گیا ہلال بعض ماہ بالکل شمالی طرف طلوع ہوتا ہے تو جنوب والوں کو نظر نہیں آتا، بعض ماہ جنوب طرف طلوع ہوتا ہے تو شمال والوں کو نظر نہیں آتا، جیسا کہ ۱۹۹۱ء کے عید الاضحیٰ کا ہلال شمال طرف طلوع ہونے پر جنوب والوں کو نظر نہیں آیا، لہذا جنوب والے ایک روز پیچھے منائے بالکل درست ہے۔

ٹیلیفون سے خبر پر عمل کرنے کیلئے خبر واحد غریب، دو شخص کا دینا جس کو عزیز کہتے ہیں، تین افراد کو خبر دینا جن کو مشہور کہتے ہیں، چار شخص کا کہنا جس کو متواتر کہتے ہیں جن میں سے ایک دو

کو پہچانتے ہوں متواتر عدد یقینیات پر دلالت کرتا ہے: ”التجربات من اليقینیات“ تجربہ یقین پر دلالت کرتا ہے، فون کی خبر سے چار عدد یقین پر دلالت کرتا ہے۔

روزہ رکھنے کے لئے اور روزہ چھوڑنے کیلئے یہی متواتر مناسب ہے۔

قانون حد کے اندر ریڈیو سے ایک شخص اطلاع دیں عمل کر سکتے ہیں جب کہ ہلال کمیٹی سے اس کا ثبوت ہو جائے، انہیں کے طرف سے شخص کا اعلان کافی ہے۔

ہر جگہ ہلال کمیٹی ضروری ہے، ہلال کمیٹی سے ثابت ہونے کے بعد اطلاع کر سکتے ہیں، کسی بہتی میں مطلع صاف ہے تو دو آدمی کی خبر سے عید منانہیں سکتے بلکہ جماعت کثیر میں عدد تو ضروری ہے۔

بیان دینے میں فوراً دیدے، جبکہ وہ نیک ہوں، صوم و صلوٰۃ کے پابند جن کو عادل کہتے ہیں، کسی صوبے کا قاضی اعلان کرتا ہے تو حد شرعی ما قابل بتائے تاکہ موافق ہو، رویت ہلال میں دیانت کے مد نظر مسلمان کی گواہی معتبر غیر مسلم کا معتبر نہیں، ہاں معاملات میں اعتبار کر سکتے ہیں۔

”يقبل قول الفاسق والكافر والعبد في المعاملات لكثرة وقوعها

وشرط العدالة في الديانات“ (در مختار مع رد المحتار ۲۲۰/۵)۔

رؤیت ہلال کے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا محمد نعیم الدین ☆

۱، الف- رؤیت ہلال کے سلسلے میں مطلع کے بارے میں مذاہب اربعہ کے مشائخ کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے، حتیٰ کہ اہل مغرب کی رؤیت کی خبر شرعی طریقہ سے اہل مشرق کو پہنچے تو مشرق والوں پر روزہ واجب ہے اور یہی ضیفہ کی ظاہر الروایہ ہے کما فی رسائل ابن عابدین، ”فتح القدیر، در المختار بدائع الصنائع“ وغیرہا۔

دوسری جماعت کی رائے: ہے کہ مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح کہ غروب و طلوع شمس اور اوقات صلوٰۃ و افطار میں مختلف اماکن میں اختلاف ہوتا ہے۔

تیسری جماعت کی رائے: یہ ہے کہ بلا دفریبہ میں اعتبار نہیں کیا جائیگا اور بلا دبعیدہ میں اعتبار کیا جائے گا فقہاء احناف میں سے صاحب کنز علامہ زیلعی صاحب ”بدائع“ علامہ کاسانی صاحب تجرید نے اس آخری قول کو اختیار فرمایا ہے (کمانی فتح القدیر ۵۳/۲)۔

ب- شاہ انور کشمیریؒ اور حضرت شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی العرف الشذی شرح ترمذی و فتح الملہم شرح مسلم میں اس آخری قول کو ترجیح دی ہے، ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ اگر مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو بعضوں کے حق میں مہینہ ستائیس یا اٹھائیس دن کا اور بعضوں کے لئے

اکتیس یا بتیس دنوں کا ہو جائے گا حالانکہ نصوص سے ثابت ہے کہ کوئی مہینہ اکتیس سے کم اور تیس سے زائد کا نہیں ہوگا۔

جن حضرات نے بلاد متبادلہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے انہوں نے قریب و بعد کا حد فاصل ایک مہینہ کی مسافت مقرر کیا ہے، لیکن حضرت عثمانؓ نے بلاد کے درمیان قرب و بعد کا معیار یہ قرار دیا ہے کہ جس مسافت میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ میں اعتبار کرنے سے مہینہ میں ایک یا دو دنوں کی کمی زیادتی ہو جائے اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ قرب و بعد کا اعتبار ”مفوض الی رأی المبتلیٰ بہ“ ہے۔

احقر کے نزدیک تیسری جماعت کا قول اشبہ اور ارفق ہے، کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں مغرب کی رویت کی شہادت مشرق میں اور مشرق کی مغرب میں پہنچانا غیر ممکن اور نادر الوجود تھا یہ صرف ایک فرضی حیثیت کا اعتبار تھا اور نادر کو کالمعدوم قرار دینا فقہاء کے نزدیک معروف رواج ہے، لہذا اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں سائنس کے ذریعہ ایسی صورتیں نکالی ہیں کہ ایک ہی سکند میں مغرب کی خبر مشرق میں پہنچتی ہے، لہذا اب اعتبار کرنا پڑے گا، ورنہ مہینہ میں کمی زیادتی ہو جائے گی۔

ج۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع ایک ہی قرار دیا جائے گا اگرچہ ان علاقوں میں بلندی کی سطح مختلف ہے لیکن اس اختلاف کی وجہ سے ان علاقوں میں مہینہ میں کمی زیادتی کا سوال نہیں آئے گا، لہذا ان سب ملکوں کو ملا کر ازروئے مطلع قمر ایک ہی خطہ قرار دیا جائے گا۔

د۔ مذکورہ چاروں ملکوں کا مطلع ایک قرار دینے کی تقدیر میں اگر کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت اور اس کا اعلان بھی ہو جائے تو دوسرے حصوں کے مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ مقامی قاضی اور بر تقدیر عدم نظام قضاء مقامی ہلال کمیٹی کے

اعلان کا انتظار کریں، اور دوسرے حصے کے قضاة اور ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند بھی نہیں ہیں، البتہ اعلان اگر خبر مستفیض کے درجہ میں پہنچ جائے اور مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی اس خبر مستفیض پر اعتماد کرے یا شرعی طریقہ سے رویت مذکورہ کا ثبوت ان کے پاس ہو جائے تو اعلان کر سکتے ہیں، ہاں اگر پہلے اعلان کرنے والا کوئی مرکزی قاضی یا ہلال کمیٹی ہو تو ماتحت سب قاضی اور ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں۔

ایک حصہ کی رویت اور اعلان کے مطابق دوسرے حصوں کے مسلمانوں پر عمل کرنا اگرچہ لازم نہیں ہے، لیکن اس حصہ کے مسلمان اپنے مقامی قاضی کے فیصلہ کے مطابق روزہ رکھ کر تیس روزے پورا کریں اور دوسرے حصوں کے مسلمانوں نے انیس روزہ رکھ کر عید کیا تو ان کو ایک وزہ کا قضاء کرنا واجب ہے

ھ۔ ہلال رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں کے لئے ثبوت رویت کے واسطے باقاعدہ شہادت یا خبر مستفیض کی شرط ہے اور ہلال رمضان کے لئے شہادت یا خبر مستفیض کی نہیں ہے۔
لہذا ہلال رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں کی رویت مطلقاً فون، فیکس، ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ ثابت نہیں ہوگی، بلکہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ان ذرائع سے خبر کی نشر کی جائے تو اس خبر کا اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔

۱۔ جس علاقہ میں رویت ہوئی اس علاقہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر مطمئن ہو کر ثبوت رویت کا فیصلہ دیں۔

۲۔ قاضی یا ہلال کمیٹی نے جن الفاظ سے اعلان کیا ہے، ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں بعینہ وہ الفاظ نشر کئے جائیں۔

۳۔ ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں فیصلہ دینے والا قاضی یا ہلال کمیٹی کا تعارف ہو۔

۴۔ ریڈیو یا ٹیلی ویژن اسٹیشن کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے

فیصلہ کے علاوہ دوسرے کسی کی خبر یا اعلان کا نشر نہ کرے۔

اسی طرح خبر مستفیض کا آلات مذکورہ کے ذریعہ شائع ہونے اور اس کے اعتبار کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ مختلف علاقوں کے ریڈیو اسٹیشنوں سے شائع ہو اور چاند دیکھنے والے یا قاضی کے فیصلہ سننے والے جو خبر شائع کرتے ہیں مختلف ہو، اگر ایک ہی دیکھنے والے یا سننے والے سے مختلف اسٹیشنوں سے شائع ہو تو خبر مستفیض نہیں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، نیز چاند دیکھنے والوں یا قاضی کا فیصلہ سننے والوں کا نام مع پتہ اور فیصلہ دینے والے قاضی کا نام مع پتہ نشر خبر میں بتایا جائے۔

خلاصہ یہ کہ خبر دینے والے کی شناخت پوری طرح ہو جائے اور بیان کریں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کی سامنے شہادت پیش کئے ہیں اور انہوں نے شہادت کا اعتبار کر کے ثبوت رویت کا فیصلہ دیا ہے..... (شامی ۱۵۱/۲)۔

اور فون کے ذریعہ خبر پہنچنے میں شرط یہ ہے کہ آواز پہچانی جائے اور خبر مستفیض میں ریڈیو کی طرح مختلف اشخاص سے فون ہو اور فون کرنے والے کی شناخت حاصل ہو۔
ٹیلی گرام کی خبر معتبر نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں ٹیلی گرام کرنے والے کا نہ خط ہوتا ہے اور نہ آواز ہوتی ہے، لہذا خبر یا اعلان کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

۲- الف - رویت کے لئے فلکیاتی حساب کے معتبر ہونے میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن محقق بات یہ ہے کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے۔

”وإنه لا يعتمد على ما يخبر به أهل الميقات والحساب والتنجيم لمخالفته شريعة نبينا عليه أفضل الصلوة والتسليم...“ (رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۳)۔
البتہ تائید کے لئے مدد لی جاسکتی ہے، لیکن اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، بلکہ چاند کو تلاش کرنا ضروری ہے۔

ب۔ فلکیاتی حساب کے خلاف اگر کسی خطہ میں مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بھری رویت ہو جائے اور شرعاً مقبول شہادت مل جائے تو رویت ثابت ہو جائے گی اور فلکیاتی حساب کو غلط قرار دیا جائے گا۔

”كما في الظهيرة عن ابن عباس أنه كان يعتبر في حق كل بلدة رؤيته أهلها، وفي الهداية لقوله ﷺ صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم الخ. وفي فتح القدير ۵۲/۲ في الصحيحين عنه عليه الصلوة والسلام صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان الخ.“

ج۔ محکمہ موسمیات سے رویت ہلال کے لئے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس پر اعتماد کر کے چاند کے تلاش سے باز رہنا درست نہیں ہوگا بلکہ باقاعدہ چاند کا تلاش کرنا واجب ہے کما مر الدلائل المذكورہ۔

د۔ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو مطلع ابراؤد ہو اور ایک شخص کی شہادت پر قاضی نے ابتدائے رمضان کا فیصلہ دے کر اعلان کر دیا اور اس کے بعد ۳۰ رمضان کی شام کو مطلع بالکل صاف ہونے کے باوجود چاند دیکھنے کی بہت کوشش کر کے چاند نہیں دیکھا گیا تو اگلے دن کا روزہ رکھنے کا حکم ہے، اس چاند دیکھنے والے شاہد کو مغالطہ ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

”ثم اعلم) أنه إذا تم عدد رمضان ثلاثين بشهادة فرد و لم ير هلال الفطر والسماء مصحية لا يحل الفطر اتفاقاً لظهور غلط الشاهد“ (رسائل ابن عابدین ۲۳۶/۱)۔

۳۔ الف۔ جبکہ مطلع صاف ہو تو رمضان وعیدین کے چاند دیکھنے کی شہادت کے لئے جم غفیر کی شرط ہے، جم غفیر کے لئے کوئی عدد معین نہیں، بلکہ امام قاضی کو جتنی عدد سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے اتنی عدد کافی ہے (الفتاویٰ الہندیہ ۱۰۱)۔

موجودہ زمانہ میں جو شخص فرائض و واجبات کا پابند ہو اور معاشرہ میں صادق شمار کیا جاتا ہو رویت ہلال کی شہادت میں اس شخص کو عادل قرار دیا جائیگا۔ اسی طرح مستور الحال کی شہادت معتبر ہے۔

والعدل هو الذی غلبت حسناته سیئاته (الفقہ الاسلامی ۲/۵۹۹)۔

ب۔ ہلال رمضان کے علاوہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ یا کسی دوسرے مہینہ کے لئے ثبوت ہلال باقاعدہ شہادت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور شہادت کے لئے شاہد کا قاضی کے پاس یا جہاں نظام قضا نہیں ہے۔ وہاں کے مقامی علماء کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے، غائبانہ خبروں کے ذریعہ شہادت ادا نہیں ہو سکتی چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر ہلال رمضان کے علاوہ شہادت ہے اور شہادت کے لئے مجلس قضاء اور اس کے دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے (ہدایہ ۶۱/۲)۔

ج۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے، یعنی چاند دیکھنے کی رات میں شہادت دینا ضروری ہے، کیونکہ وہ اگر اسی رات میں شہادت نہ دے تو پہلی رمضان میں لوگ روزہ کو ترک کر دیں گے، ایسا ہی اگر عید کا چاند ہو تو روزہ رکھ کر حرام کا مرتکب ہوگا علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو چاند دیکھا کر اپنے بھائی مسلمانوں کو روزہ رکھوانے کی ذمہ داری ملنے کے بعد حق تلفی کیا قبول نہ کی جائے گی، البتہ اگر شاہدوں کے گھر دور ہوں تو کچھ دیر کے بعد اگر شہادت دے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی، کیونکہ ان پر ترک حبیہ کا الزام ہوگا تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی ہاں اگر کسی نے چاند دیکھا اور شہادت قبول کی جائے گی۔ جیسے فتاویٰ قاضی خان میں تصریح موجود ہے، بناء علیہ قاضی صاحب کے پاس شاہدین جب گواہی دیں گے تو شاہدوں کی شہادت سے بروقت باز رہنے کے لئے ان کی طرف سے کوئی غفلت نہ ہونے کا یقین ہو جائے تو شہادت کو قبول کریں گے ورنہ نہیں (فتاویٰ ہندیہ ۱/۹۷)۔

۴- ہندوستان کے جن صوبوں میں نظام قضاء موجود ہے، مثلاً بہار، اڑیسہ، آسام، کرناٹک وغیرہ، اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت کے بعد اعلان کریں تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلیفون کے ذریعہ متعینہ الفاظ نمبر اول کے شق (د) میں مذکور شرائط کے ساتھ اگر اعلان ہوئے تو وہ اعلان قاضی کے متعینہ حدود میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا، کیونکہ متعینہ حدود کے اندر سکونت کرنے والے مسلمانوں کی طرف سے۔ وہ اس قسم کے حکم دینے کے لئے مجاز ہے۔

ج- ایک صوبہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی شرعی اصولوں کی بناء پر رویت ہلال ثابت ہونے کے بعد اعلان کریں تو وہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے وہ خبر کے درجہ میں ہوگا، کیونکہ قاضی کو جس متعین حد کے لئے منتخب کیا گیا وہ اسی متعین حد کے اندر حکم دینے کے لئے مجاز ہے۔

د- بندہ کے خیال میں ریڈیو سے ہلال کے اعلان کا معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہ ہونا چاہئے، بلکہ تجربہ سے اگر ظن غالب ہو جائے کہ معلن قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف کی صحیح نسبت کرتا ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے، کیونکہ غلبہ ظن حجت موجبہ للعمل ہے۔

کما صرح به في رد المختار ۱۲۸/۲، قلت والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع والمدافع أو رؤية القناديل من مصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، و غلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به الخ۔

الف- جن علاقوں میں مطلع عموماً براؤدور ہوتا ہے اور عموماً چاند کی رویت ۲۹ ویں تاریخ کو ممکن نہیں ہوتی ہے ایسے علاقوں میں ہمیشہ رمضان وعیدین کے فیصلہ کے لئے ۳۰ دن کا مہینہ

شمار نہ کرنا چاہئے۔

ب۔ اگر ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جائے تو تقریباً ۳۶ سال میں ایک سال کا فرق ہو جائے گا، اس لئے ایسی جگہوں میں دوسرے بلاد متقاربہ کے اعلان پر اعتماد کرنا چاہئے۔

ج۔ ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے رویت ہلال کے ثبوت کا فیصلہ ہونے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشنوں کی طرف سے رویت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اعلان اگر خبر مستفیض کے درجہ میں پہنچ جائے تو دوسری جگہوں کے مقامی ذمہ دار اس خبر پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے علاقہ میں اعلان کر سکیں گے۔

البتہ اس خبر مستفیض کو اعتبار کرنے کے لئے سوال نمبر اول کے شق (د) میں مذکورہ شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا۔

رمضان کب شروع ہو، امکانی یا یقینی رویت پر

جناب عمر افضل ☆

گذشتہ دو دہائیوں سے جب سے چاند دکھائی دینے کی پیشگوئی کے بارے میں (سائنسی و ٹیکنالوجیکل) تیز رفتار ترقی کے ساتھ ہی پہلے سے ترتیب کردہ اسلامی قمری کلینڈر کا مطالبہ بڑھتا جا رہا ہے، اکثر وہ لوگ جو امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے حساب لگاتے ہوئے اسلامی کلینڈر کی حمایت کرتے رہے ہیں، انہوں نے ان مسائل پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا جو ایک عالمی اسلامی کلینڈر مرتب کرنے میں درپیش ہوں گے، کئی سالوں سے ایک ساحرانہ تکرار سنائی دے رہی ہے کہ ”امکان اس کا حل ہے“۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ایک اسلامی مہینہ کے آغاز کے لئے امکانی رویت کو ایک جائز شرعی دلیل تسلیم کر سکتے ہیں؟

مندرجہ ذیل امور کی بنیاد پر ”امکان“ کے خلاف ایک مضبوط دلیل قائم کی جاسکتی ہے:

- یہ واقعی (حقیقی) رویت نہیں ہے۔

- قرآن و سنت کے تحت ہلال کی واقعی رویت مطلوب ہے، محض اس کے واقع یا وجود کا

علم ہونا کافی نہیں ہے، نیز یہ شہادت (گواہی) کے مسلمہ اصول کے بھی خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ۲۹ تاریخ کی شام کو رویت کے امکان کی طرف اشارہ فرمایا

تھا، چاہے تو ہمیشہ موجود ہوتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ محض امکان

پر ہی نہ جائیں، بلکہ چاند دیکھنے کا اہتمام کریں، تاکہ شک و شبہ نہ رہے، آپ ﷺ چاند کی تحقیق ہو جانے پر ہی دوسرے ماہ کا آغاز فرماتے تھے، چاند کی رویت نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے قمری مہینے کے ۳۰ دن پورے کرنے کی ہدایت فرمائی، کیونکہ ۳۰ تاریخ کی شام کو چاند ہمیشہ دکھائی دیتا ہے۔

ب۔ مسلم نج (قاضی) رمضان کے آغاز اور اختتام کے لئے اصول اور معیار وضع کرنے کی غرض سے ”غلبۃ الظن“ اور ”غلبۃ الیقین“ جیسی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔ رویت ہلال کے بارے میں کسی مسلمان کے دعوے کو تسلیم کرنے کی بابت اعرابی والی حدیث (جو اکثر بیان کی جاتی ہے) کے برخلاف امیر مکہ والی حدیث جس میں علاقے کے کم از کم دو شاہدوں کی گواہی کو ضروری قرار دیا گیا ہے، بھی موجود ہے، امام مالک، امام ابو حنیفہ، اور دیگر فقہاء کے نزدیک مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی جم غفیر (لوگوں کی معتد بہ تعداد) کی رویت کی شرط لگائی جاتی ہے، امام جعفر صادق کے نزدیک کم از کم ۵۰ آدمیوں کی گواہی ضروری ہے، جب غلطی اور دھوکے کا اندیشہ بڑھ گیا تو امام ابو یوسف نے قاضی بغداد کی حیثیت سے فتویٰ دیا کہ ۵۰ آدمیوں کی گواہی ضروری ہونی چاہئے، بعد کو انہوں نے اس میں اضافہ کر دیا کہ شہر کی ہر مسجد سے ایک بڑی جماعت رویت کی شہادت دے، بخارا میں امام خلف بن ایوب نے ۵۰۰ آدمیوں کی گواہی کا فتویٰ دیا۔

ان فقہاء اور قضاة نے مجمع کثیر کی جو شرط لگائی تو ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے اعرابی یا دیگر احادیث جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں کو نظر انداز کر دیا یا ”امکان“ کو سنجیدگی سے پیش نظر نہیں رکھا، بلکہ ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے ”غلبۃ الظن“ کے اصول پر عمل کیا، ظاہر ہے جس دن مطلع صاف ہوگا تو ایک یا دو نہیں، بلکہ وہ تمام لوگ جو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں گے انہیں چاند دکھائی دے گا، اسی طرح حضرت عمرؓ سے لے کر اسلامی دنیا کے ہزار ہا قضاة نے متقی مسلمان کی

شہادت کو مسترد کر دیا، کیونکہ دیگر قرآن ان کی شہادت کے خلاف تھے۔

ج۔ ”امکان“ ہمیشہ ایک غیر یقینی صورت حال ہے جو اسے ایک درست معیار بنانے یا قرار دینے سے مانع ہے۔

امکان میں کسی فرد کی ترجیح کے مطابق وسعت نہ ہو سکتی ہے، یعنی امکان بعید یا محض امکان یا ”تقریباً یقین کی صورت“۔ عملی طور پر حالیہ برسوں میں مسلمانوں نے دینی شعائر کی ادائیگی کی غرض سے ناقابل قبول تاریخوں کا جواز پیش کرنے کے لئے برابر ”امکان“ کا سہارا لیا ہے۔ متعدد مسلم ممالک میں سرکاری طور پر ”امکان“ کی بنیاد پر اسلامی تاریخوں کا اعلان کیا جانے لگا ہے۔

مثال کے طور پر سعودی عرب کے تازہ ترین کلینڈر کی ترتیب کے مطابق جب سورج کے بعد چاند غائب ہوتا ہے تو اسلامی مہینہ کا آغاز ہوتا ہے، اس سے قبل امکان سے متعلق ان کی تعبیر و تعریف کے سبب سعودی تاریخیں چاند کی واقعی رویت سے ایک یا دو دن پہلے شروع ہو جاتی ہیں۔

۱۔ مصر میں ۱۹۶۷ء سے غرب آفتاب کے امکان کے بعد ۵ منٹ کا وقفہ رائج تھا۔

۱۹۸۸ء سے اب اسے غروب آفتاب کے بعد ایک منٹ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ انڈونیشیا، ملیشیا، برونی وغیرہ اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کا تعین کرنے کے لئے ان کا اپنا ”امکان“ کا درجہ ہے۔

۳۔ ترکی کا ۸ ڈگری زاویہ ۵ ڈگری ارتفاع کا اصول و معیار بھی امکان کی بنیاد پر ہی قائم ہے۔

شمالی امریکہ میں متعدد جماعتیں (گروپ) سورج کے ساتھ غروب قمر یا سیکنڈوں کا وقفہ رمضان اور عیدین کی تعین اور اعلان کے لئے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں واقعی رویت کے فضول دعویٰ کو تسلیم کرنے کے لئے امکان کافی ہے۔

عالمی رویت کے بارے میں فقہی پوزیشن

سنت اور فقہ کے مطابق صرف مقامی رویت ہی معتبر ہے، امام مسلم، امام ترمذی اور بہت سے دیگر محدثین نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہر شہر کی اپنی رویت ہے، ان کا قول ہے کہ اس مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہے: ”لکل بلدة رؤية وعليه إجماع أهل العلم“۔

شروع میں مسلمانوں کو کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا، کیونکہ اس وقت ۱۵-۲۰ میل کے فاصلے پر بھی رویت کی فوری اطلاع بھیجنے کے وسائل موجود نہیں تھے (اعرابی والی حدیث کے لئے دیکھئے: سنن الترمذی کتاب الصوم ۷۴/۳۳ حدیث نمبر ۶۹۱)، بعد کو جب فقہاء نے ”صوموا....“ (والی حدیث) کو تمام مسلمانوں کے لئے عمومی حکم ہونے کی تعبیر پیش کی تب یہ سوال پیدا ہوا کہ دو شہروں کے درمیان رویت کو درست ماننے کے لئے کتنا فاصلہ شمار کیا جائے گا، علماء اس مسئلہ پر بحث و استدلال میں مشغول تھے کہ آیا پوری دنیا ایک مطلع ہے یا رویت صرف اسی علاقے تک کے لئے محدود ہے جہاں چاند دیکھا گیا، تب ہی ۱۹۵۰ء میں خبریں بھیجنے کے ذرائع میں انقلاب آ گیا، ریڈیو سے رویت ہلال کی خبر ہزاروں میل دور ان مقامات پر پہنچا سکتا ہے جہاں چاند نہیں ہوا یا نہیں دیکھا جاسکا، جب ٹیلیفون اور ٹیلی ویژن نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا تو علماء کوئی حکمت عملی تیار کرنے میں ناکام رہے، آج رویت ہلال کی خبر چند سیکنڈوں میں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہے، لیکن پوری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمان الجھن میں ہیں، کیونکہ مسلم ممالک اور مسلم ممالک کوئی ایسا معیار قائم کرنے پر متفق نہیں ہو پا رہے ہیں جس کے مطابق اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کا تعین کیا جاسکے۔

حساب کا اعتبار

اسلامی تاریخوں کا تعین کرنے کے لئے بعض لوگ حساب کو معتبر تسلیم نہیں کرتے اور

اس کے خلاف استدلال کرتے ہیں، لیکن ان کی دلیل کا مغالطہ بالکل واضح ہے۔

۱- قرآن مجید اس کی تصدیق کرتا ہے کہ چاند کی گردش حساب کے مطابق ہوتی ہے (۶:۹۵، ۵:۵۵ وغیرہ)۔ نئے چاند کا حساب لگانے کا طریقہ ۳۰۰ سال سے بھی زیادہ سے رائج تھا، لیکن ہلالِ قمر کے لئے حساب لگانے کی بات پوری نہ ہو سکی، لیکن ۱۹۸۰ء میں کمپیوٹر کے ذریعہ چاند کی رویت کے افق (مطلع) کی حدود کا گراف تیار کر لیا گیا، ۱۹۸۱ء کے بعد ہی مشاہدہ نے ماہ بہ ماہ اس کے صحیح ہونے کی تصدیق کی ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ اس بات کو ہرگز ممنوع قرار نہیں دے سکتے تھے جس کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے (۵:۵۵، ۶:۹۶ وغیرہ)۔

۳- حساب کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کسی خاص سیکنڈ میں چاند کس منزل میں ہے۔

۴- یہ سنت کی اس ہدایت کے مطابق ہے کہ ”أحصوا ہلال شعبان لرمضان“۔

۵- حضور اکرم ﷺ کے فرمان: ”فاقدروا لہ“ سے جو مراد ہے، یہ اسی کی پیروی ہے۔

۱- اس سے غلطی کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور صوم و افطار کا بالکل صحیح تعین ہوتا ہے۔

۶- امیہ کی حدیث اس وقت کی پوزیشن کو واضح کرتی ہے اور اسے لکھنے اور حساب لگانے کے خلاف ایک عمومی حکم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے (بعض لوگ اسے ایک مستقل حکم قرار دیتے ہیں، لیکن اسے صرف چاند کا حساب لگانے تک محدود کر دیتے ہیں، جبکہ اس اختصاص کے لئے ان کے پاس کوئی معقول وجہ نہیں ہے)۔

۷- تابعین، محدثین اور فقہاء، مثلاً امام ابو حنیفہ اور شافعی اس دور میں حساب لگانے کی اجازت دی، جبکہ وہ شمار صحیح نہیں ہوتا تھا، بسکی سے لے کر قرضایوں تک متعدد علماء شہادتوں کی

بنیاد پر ہونے والے خلل اور الجھنوں سے بچنے کے لئے ”حساب“ پر اصرار کرتے ہیں، حساب سیکنڈ کے ایک جزء کی حد تک صحیح ہوتا ہے۔

اسلامی مہینے اور اسلامی ایام یا تاریخ

منازل قمر کا حساب بالکل درست ہے، لیکن اسی بارے میں متعدد مسائل تصفیہ طلب ہیں، اسلامی مہینہ غروب شمس کے بعد رویت ہلال کے ساتھ شروع ہوتا ہے، ایک اسلامی تاریخ غروب شمس کے بعد سے شروع ہوتی ہے، کلینڈر مرتب کرنے والے کے لئے دیگر عوامل مشکلات پیدا کرتے ہیں، مندرجہ ذیل مشکل مسائل کو حل کئے بغیر امت مسلمہ کے کسی ”مرتب کردہ“ کلینڈر پر متفق ہونا تقریباً محال ہے۔

۱- رویت ہلال ہر ماہ ایک مختلف مقام سے شروع ہوتی ہے۔

۲- افق پر سب سے پہلی رویت مغرب کی سمت جھکاؤ کے ساتھ ہوتی ہے، یہاں تک کہ دو یا تین شمس ایام میں پورے آفاق پر چھا جاتی ہے۔

۳- زمین ایک کرہ کی مانند ہے، یہ پھیلے میدان کی طرح نہیں ہے، ایک شہر میں چاند دکھائی دیتا ہے، لیکن دوسرا شہر جو پہلے شہر سے چند میل پر مشرقی یا شمالی جنوبی سمت واقع ہے، دوسری شام تک چاند طلوع نہیں ہوتا۔

- رویت کے بارے میں یہ اور ایسے تمام عملی مسائل و مشکلات یکساں عالمی قمری کلینڈر مرتب کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ ان تاریخوں کے بارے میں عالمی طور پر متحد ہوں، وہ ایک ”رویت“ چاہتے ہیں، وہ قرآن و سنت کی پیروی پر اصرار کرتے ہیں، یورپ اور امریکہ میں وہ اپنے وطن کے حساب سے منانا چاہتے ہیں، اور اس کے لئے ہر ایک کے پاس ایک مکمل اور آسان حل ہے، جبکہ رویت کے بارے میں مسئلہ کی ابجد سے ہرگز واقف نہیں ہیں۔

جغرافیائی قطعیت پر مبنی ”امکان“

ایک پہلے سے مرتب اسلامی قمری کلینڈر کے لئے ہمیں بعض دشوار انتخاب (Choice) کرنے ہوں گے اور کچھ سادہ لوحی کے حل پر انحصار کرنا ہوگا، جیسے ”امکان“ کو قبول کرنا جس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

کئی سالوں سے بعض مسلم دانشور اس بات کی وکالت کر رہے ہیں کہ اسلامی قمری مہینے کے آغاز کے لئے نئے چاند (ہلال) کے اجتماع (Conjunction) (قرآن) کو اختیار کر لیا جائے، لیکن وہ اس بات کا ادراک نہیں کرتے کہ قرآن کو قبول کر لینے سے طلوع ہوئے چاند سے متعلق کیا دشواریاں پیش آئیں گی، قرآن (Conjunction) دن یا رات میں کسی وقت بھی واقع ہو سکتا ہے، تو ہم پہلی تاریخ کا تعین کیسے کریں گے اور کرہ (Globe) کے کس نقطہ سے کریں گے، اسلامی دن (یوم) کی تعین کیسے کی جائے گی، اس وقت اسلامی دن و تاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے بعد جب کہ ہلال پہلی بار دیکھا جاتا ہے، سے ہوتا ہے، اگر ہم اجتماع یا قرآن کو اختیار کر لیں تو مثال کے طور پر کہیں دوپہر سے اس کا آغاز ہوگا، دوسرے مقامات پر اوقات کے اعتبار سے یہ نصف صبح سے نصف شب تک سے شروع ہو سکتا ہے، مثال کے طور پر اگر قرآن ساڑھے بارہ بجے دوپہر کو واقع ہوتا ہے تو کیا ہم دوپہر ساڑھے بارہ بجے سے روزہ شروع کریں گے یا افطار کریں گے؟ کیا دوپہر کو عید منائیں گے اور اگر یہ قرآن (اجرام فلکی) سورج غروب ہونے سے ۱۰ منٹ قبل یا بعد کو واقع ہو تو پھر کیا ہوگا؟ دن اور تاریخ کا حساب کیسے کیا جائے گا، اگر ہم ”امکان“ کی راہ اختیار کریں تو امکان الرؤیہ کی تعین کیسے کی جائے گی؟ اس کا انحصار سب سے پہلی نوشتہ روایت پر ہوگا یا چند نوشتہ روایت ہلال کا وسیلہ ہوگا، سال بہ سال ہمیں لوگوں کی طرف سے واقعی روایت کے دعوے موصول ہوتے ہیں، یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جن کی زیادہ دلچسپی اس میں ہوتی ہے کہ ریکارڈ کی کتابوں میں ان کا نام درج ہو جائے، جیسا کہ ایران سے موصولہ یہ دعویٰ

..... ۷ جنوری ۲۰۰۰ء جمعہ کے دن غبار آلود مطلع میں چاند دیکھنے میں کامیاب ہوئے، اگر ۸ء ۶۵ ڈگری کا بعد درست ہے تو ہم ساری دنیا میں پہلے مقام پر ہیں، اس وقت ہلال (نیا چاند) کا سب سے کم زاویائی بعد ۵۳ء ۸ ڈگری ہے، یہ امریکہ کے مسٹر جیمس کا قول ہے (یہ ہلال ۷ جنوری جمعہ کے دن شام کو ۸:۱۰ بجے تک نیویارک سے سنت موئی ایم او) تک نہیں دیکھا گیا (جو کہ مشرقی اور وسطی ریاستیں ہیں)، جبکہ مطلع صاف تھا اور معتبر مشاہد اسے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

امکان کا بطور دلیل شرعی جواز ثابت کرنے کے لئے اجتماع مطلوب ہوگا، امت اسے صرف اسی صورت میں قبول کرے گی جب یہ روایت کے مسلمہ اصول و معیار پر اور تقریباً قطعی جغرافیائی اصطلاح پر پورا اترے۔

یک طرفہ نکات پیش کرنے کے بجائے ہم اس کی تعریف مندرجہ ذیل انداز سے کر سکتے ہیں:

۱- ایک مقررہ نقطہ وقت

۲- ایک مقررہ قمری نصف النہار

قرآن وقت میں ایک مقررہ نقطہ ہے جس کا پوری صحت کے ساتھ حساب لگایا جاسکتا ہے اور اسی طرح بین الاقوامی نصف النہار خلا میں مقرر کی جاتی ہے، ایک دستور اختیار کیا جاسکتا ہے کہ

- اگر قرآن (اجرام فلکی) (Conjunction) آئی ڈی ایل (۱۶۰ ڈبلیو-۱۱۰۰) کے

آس پاس واقع ہوتا ہے تو ایک اسلامی مہینے کی تاریخ دوسری قمری تاریخ (۱۱۸۰ ای بین الاقوامی نصف النہار) پر غروب آفتاب سے شمار کی جائے گی۔

- اور اگر قرآن (۱۱۰۰ ای-۱۶۰ ڈبلیو) کے درمیان واقع ہوتا ہے تو اسلامی مہینہ کی

پہلی تاریخ دوسری قمری تاریخ (۱۱۸۰ھ) پر غروب آفتاب تک موخر کر دی جائے گی۔
یہ وضع و تشکیل سے قیاس ہوتا ہے۔ (۱) قرآن، آئی ڈی ایل (دونوں مقررہ) کے آس پاس، (۲) ۱۸۰ ڈبلیو سے قبل قیاسی رویت، دونوں صورتوں میں نئے چاند (ہلال) کی حقیقی رویت یقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے، پہلی صورت میں اسلامی مہینہ کی پہلی تاریخ آئی ڈی ایل سے شروع ہوگی، جبکہ چاند کی عمر تقریباً ۱۸ سے ۲۸ گھنٹہ تک ہو چکی ہوگی، دوسری صورت حال میں چاند ۳۶ گھنٹے پرانا ہو چکا ہوگا۔

بلاشبہ دنیا کے کونے کونے میں آباد تمام مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں چاند اچھی طرح نہیں دیکھ سکیں گے، تاہم دنیا کے بڑے حصے کے لئے اس سے قرآنی شرط پوری ہو جائے گی، اگر ہمیں ۱۱۸۰ھ کی ہی تاریخ تک گھٹا دیں تو ہم ”رویت کو بالکل نظر انداز کر دیں گے، اس صورت میں دنیا میں کہیں بھی رویت ہلال نہیں ہو سکے گی (ماسوائے امریکہ کے انتہائی مغرب یا ہوائی (Hawaii) میں کبھی کبھار ہی)۔“

رویت ہلال کا مسئلہ

سید قدرت اللہ باقوی

جواب (۱)

الف- جدید ماہرین فلکیات کے حساب میں مہارت، محیر العقول آلات رصدیہ کی ایجاد، اس علم کی گہرائی و گیرائی سے حاصل شدہ قوت و مشاہدہ کی وسعت، مستقبل قریب و بعید میں ہونے والے کائناتی حوادث کے متعلق پیش گفتہ واقعات کی آئے دن کی صداقت، اور اس طویل و عریض کائنات کی مسافت کو چند گھنٹوں اور منٹوں میں سمیٹ لینے کی سائنٹفک ایجادات کے علاوہ قرآن وحدیث کا مفہوماتی توسع، مثلاً: ”هو الذي جعل الشمس ضياء والقمر نوراً وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلك إلا بالحق يفصل الآيات لقوم يعلمون“ (سورہ یونس: ۵)۔

(اللہ کی ذات وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن کر دیا اور اس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم کو برسوں کی گنتی اور حساب معلوم رہے، اللہ نے یہ سب نہیں بنایا مگر تدبیر سے، اس لئے سمجھو اقوم کے لئے نشانیاں بیان کی ہیں)۔

اس جیسی مفہوم والی آیات کی روشنی میں ہر شہر اور ہر ملک کا الگ مطلع مقرر کر لینا غیر معقول سا لگتا ہے۔

☆ میمور۔

ب۔ اگر مطالع کے اختلاف کے اعتبار پر اضرار ہو تو ان دو ملکوں کا الگ الگ مطلع ہو جائے جن کے درمیان ایک دن کا فرق ہے، اور علم فلکیات کی روشنی میں فضائی مسافت پیش نظر رہے۔

ج۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے، خواہ ممالک کے وقوع میں بلندی و پستی کا کافی تفاوت ہو، اس دور میں یہ چاروں الگ الگ ممالک تصور کئے جاتے ہیں مگر عہد قدیم میں ان چاروں ممالک کا شمار ایک ہی ملک میں ہوتا تھا اور ان کا مطلع بھی ایک تھا، اب حکومت کے بدلنے سے مطالع کا اختلاف قبول کرنا غیر معتبر ہے۔

د۔ جب مطلع ایک ہو گیا ہے تو کسی بھی حصہ میں ہلال کی رویت کے ثبوت کا شرعی طور پر اعلان ہو تو دوسرے علاقوں کے مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ اس اعلان پر عمل پیرا ہوں، ”جب ایک شہر میں رویت ہو جائے تو تمام شہروں کے لئے حکم لازم آتا ہے“ (فتح الباری ۴/۹۸)۔

ہ۔ اگر کسی خطہ میں رویت ہو جائے اور دوسرے خطہ تک بذریعہ فیکس، ریڈیو اور ٹی وی نشر ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے بشرطیکہ معین مجہول و مستور الحال نہ ہو۔

جواب (۲)

الف۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے موسم و فضا میں یکسانیت نہیں رہتی، لہذا فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے: ”التعلموا عدد السنين والحساب“ اس پر دال ہے، کیونکہ قمر کے سلسلہ میں طے ہے: ”قدرناہ منازل“، یہ حکم الہی ہے۔

ب۔ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اس شرعی شہادت کو مغالطہ شمار کیا جائے اور شہادت رد کردی جائے، کیونکہ ماہرین فلکیات نے ”مکمل

ہجری لأجل مسمیٰ“ کے مطابق نظام شمسی کے کیل کانوں کے پرچہ نقل و حرکت کو مقید و محفوظ کر لیا ہے، چاند گہن اور سیاروں کے طلوع و غروب کے اوقات فلکیاتی حساب کی بنیاد پر صحیح اور سچے ثابت ہو رہے ہیں، اس میں شک کی گنجائش نہیں دکھائی دیتی۔

ج۔ چاند کی رویت کے لئے محکمہ موسمیات سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

د۔ اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی ہو، ۳۰ تاریخ کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو بھی عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے۔

جواب (۳)

الف۔ رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا ہو، فلکیاتی حساب و آلات رصدیہ کی موجودگی میں چاند دیکھنے والے افراد کے سلسلہ میں جو حدیث میں آیا ہے اسی پر عمل کیا جائے۔

ب۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ قاضی یا مقامی ذمہ دار علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کو اطلاع دیں، چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے، مگر اس کے لئے شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں، ”فمن شهد منکم الشهر فلیصمه“۔

ج۔ چاند دیکھنے والے فوری طور پر شہادت دیں، اگر کافی تاخیر ہو جائے تو شہادت پر شک و شبہات کی گنجائش نکل آتی ہے اور انتشار و اختلافات کا امکان ہے، لہذا تاخیر سے آنے والی شہادت رد کی جاسکتی ہے۔

جواب (۴)

الف۔ ملک میں کسی بھی جگہ صحیح نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل ضرور ہوگا۔

ب۔ قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہو تو اس کا اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج۔ ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کا قاضی یا رویت ہلال کمیٹی شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کرے تو اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا مگر دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے محض ایک خبر ہوگی، اور اس علاقہ کے ذمہ داروں کا اعلان اس حلقہ کے مسلمانوں کے لئے اعلان سلطان کا حکم رکھتا ہے۔

د۔ ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان اگر کسی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی جانب منسوب ہو تو قابل اعتماد ہے۔

جواب (۵)

الف، ب۔ جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابراؤد رہتا ہے، وہاں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے گا۔

ج۔ کسی ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے رویت کا ثبوت ہو جائے اور ریڈیو اشیشن سے اس کا اعلان ہو تو دوسرے علاقوں کے لئے بھی قابل عمل ہوگا۔

مناقشہ

رویت ہلال

قاضی صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم، جناب صدر! حضرات شرکاء سمنار!

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت کا جو اجلاس ہے وہ مسئلہ رویت ہلال پر غور کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے، رویت ہلال کا مسئلہ ہمارے لئے اس لئے غیر معمولی طور پر اہمیت کا حامل ہے کہ روزہ جیسی عبادت اور عید الاضحیٰ اور حج اور عید الفطر ان سب کے احکام جو شرعی احکام ہیں ان عبادات کے، وہ رویت ہلال پر ان کی بنیاد ہے، پتہ نہیں مجھے یہ بات کہنی چاہئے یا نہیں کہ شریعت نے جب یہ بات کہی کہ ہم سب کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر ہمارے ماں باپ قربان جب یہاں پر اس کائنات میں مبعوث فرمایا تو کہا گیا کہ ”بعثت بالحنفیۃ السمیاء“ میں ایک ایسا دین لے کر آیا ہوں جو دینی حنفی ہے اور جس میں سماج ہے جس میں سہولت ہے اور ایک بڑا اسے بڑا عالم ایک بڑا اسے بڑا فلسفی ایک بڑا اسے بڑا سمجھتا ہے اور ایک عامی سے عامی انسان بھی اس دین کے مخاطب ہیں اور اگر آپ پورے نظام شریعت پر نظر ڈالیں گے تو یہ بات آپ کو صاف محسوس ہوگی کہ ہر ایک کے لئے اس دین کا نظام اور اس پر عمل کرنا سہل ہے ہر ایک کے لئے اس دین پر چلنا آسان کر دیا گیا ہے بلکہ آنحضور ﷺ نے جو زندگی گزاری آپ کے تمام ہی زندگی کے حصوں میں وہ معاشرتی حصہ ہو، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی معاملات ہوں حضور کا اسلوب ایسا ہے کہ ان کی اتباع ہر شخص کے لئے آسان ہے اور ایمان کی بات تو آپ نے

حضرت نجم الدین کبریٰ اور خود امام غزالی اور امام رازی کے ہاں پڑھی ہوگی، اور ہمارے بزرگوں نے آخر میں یہی کہا کہ ہم دیہات کی اس معصوم اور علم و فلسفہ سے بہت دور اس بھولی بھالی بوڑھی عورت کے ایمان پر ہم مر رہے ہیں جو انتہائی درجہ کامل یقین کا ہوتا ہے میں اس مناظرہ کو جو ان بزرگوں کے ساتھ شیطان کا بوقت موت ہوا ہے اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا آپ سب اس سے خوب واقف ہوں گے تو دین کی یہ ساحت، دین کا یہ سر اور دین کی یہ سہولت، اس معنی میں غیر معمولی اہم ہے کہ ہر کس و نا کس کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے۔

جیسا کہ مولانا نے یہ کہا بھی قرآن کی آیت پڑھی ”الشمس والقمر بحسبان“، واقعی یہ ایک طبعی حقیقت ہے، کہ نظام قدرت جس طرح مرتب فرمایا گیا ہے اس میں ایک بال کے برابر بھی کوئی فرق نہیں ہوتا، لیکن جو اصل قرآن کی تعبیر کی خوبی ہے کہ عالم تکوین کا یہ بینس اور عالم تکوین کا یہ توازن اور عالم تکوین کا یہ بالکل نپا تلا حساب کے ساتھ جو پورا اسٹم خالق نے قائم کیا ہے وہ اس کو استدلال کے طور پر پیش کرتا ہے کہ تم اپنی زندگی میں بھی اسی بینس اور اسی توازن کو برتو جو کائنات کے خالق نے کائنات کے نظام میں رکھا ہے، اور ہر فساد کی جڑ اسی توازن کا فقدان ہے، وضع المیزان، اگر یہ کائنات کے خالق نے ہر جگہ ایک توازن اور بینس قائم رکھا ہے تو آپ سے بھی یہی کہا گیا کہ آپ توازن اور اعتدال میں کوئی بے اعتدالی ہرگز پیدا مت ہونے دیجئے اور ہمیں بطور علم ایک عام انسان کو یہ بتا دیا گیا، ”یسئلونک عن الأہلۃ قل ہی موافقۃ للناس“، اس طرح اس چاند کا گھٹنا بڑھنا ہمارے لئے وقت اور تاریخوں کی شناخت کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کو ہر ونا کس آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا ہے جو آج پر اہل مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے عید کے معاملہ میں، رمضان کے معاملہ میں اس کے پیچھے میں پورے اطمینان سے کہتا ہوں کہ نہ شریعت کا نقص ہے نہ حاکمین شریعت کا نقص ہے بلکہ سموات کا فقدان ہے اور شارع علیہ السلام کے حکیمانہ ارشاد پر قربان جائیے کہ انہوں نے ہر بات کو کس طرح دور فرمایا کہ صاحب

شب قدر گزر گئی مولویوں نے ہماری شب قدر خراب کر دی، جب لوگوں نے یہ کہا تو اس وقت شارع حکیم کا وہ خطاب سامنے آیا ”الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والأضحى يوم تضحون“ ممکن ہے کہ واقعہ کے اعتبار سے چاند مطلع پر آ گیا ہو لیکن ثبوت روایت کے لئے جو معیار شریعت ہے وہ پورا نہیں ہونے کی وجہ سے علماء نے اس کا ثبوت تسلیم نہیں کیا ہو یا ممکن ہے کہ جن شہادات پر اعتماد انہوں نے کیا ہے جو معیار شریعت پر اترتی تھیں ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ غلطی بھی ہوئی ہو لیکن اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میاں ان جھگڑوں میں تم مت پڑنا جس دن تم نے افطار کیا وہی دن یوم افطار ہے تمہارے اجتماعی فیصلوں سے جس دن روزہ کا قرار پایا وہی دن روزہ کا آغاز ہے اور جس دن قربانی اور جس دن حج طے پایا وہی دن یوم حج ہے اور وہی دن یوم اضحیٰ ہے اس طرح اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر وہ پچھلی رات گزر گئی تو اب کبھی شب قدر آنے کا سوال ہی نہیں ہے، شب قدر کے جو فضائل ہیں یا اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ تم پریشانی میں مت پڑنا جس دن طے ہو جائے کہ اس دن شب قدر ہے اسی دن تم کو شب قدر کے تمام فضائل سے استفادہ ہوگا انشاء اللہ اور اسی دن فطر اور اسی دن صوم اور اسی دن اضحیٰ اور اسی دن یعنی سارے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دی شارع حکیم نے، اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے دین پر ہم سب کو قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے صلی اللہ علی سیدنا محمد۔

تو اسی لئے میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جو جھگڑے ہمارے یہاں کھڑے ہوتے ہیں وہ بات نہیں ماننے کا نتیجہ ہیں، شریعت کا کوئی نقص نہیں ہے اور میں طارق صاحب کی موجودگی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فقہاء نے ایک عجیب صراحت کی ہے کہ اگر ماہرین فلکیات یہ سمجھتے ہیں کہ آج روزہ کا دن نہیں ہے، یا ماہرین فلکیات سمجھتے ہیں کہ آج روزہ کا دن ہے لیکن اگر قاضی کا فیصلہ ہوتا ہے کہ آج روزہ کا دن ہے تو آپ کو روزہ رکھنا پڑے گا اس ماہر فلکیات کو بھی، اور اگر معلوم ہوتا

ہے کہ آج روزہ کا دن نہیں ہے تو اس ماہر فلکیات کو بھی نہیں رکھنا پڑے گا جو جانتا ہے کہ آج روزہ کا دن ہے، یہاں تک کہ اگر شخص نے اپنی کھلی آنکھوں سے چاند دیکھا لیکن کسی وجہ سے قاضی نے اس کی شہادت کو معتبر نہیں مانا تو ایک عجیب حکم دیا ہے شریعت نے کہ اگر اس نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا اور قاضی کا فیصلہ ہے کہ آج رویت نہیں ہوئی تو یہاں پر اس کو روزہ رکھنا پڑے گا اور عید کے دن اس کی شہادت نہیں بھی مانی تو اس کو افطار کرنے پڑے گا یعنی رویت بصری کے مقابلہ میں بھی جو فیصلہ قضاء ہے وہ نافذ ہے یہ ساری چیزیں ایسی فقہاء نے لکھ دی ہیں کہ مسئلہ کی نوعیت میں کہیں پر کوئی الجھن اور ابہام مجھے نہیں محسوس ہوتا ہے پچھلے تقریباً ۶۲ء سے میں سمجھتا ہوں کہ ۳۲ سے ۳۳ برس ہو گئے ہوں گے، ۳۲، ۳۳ برس کے طویل عرصے میں رمضان اور عید کے فیصلے میں کرتا رہتا ہوں لیکن مجھے کبھی الجھن اس میں الحمد للہ نہیں ہوئی، مسئلہ جو کچھ آتا ہے نہ ماننے کا آتا ہے، جب نہ ماننے کا مزاج جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے یا منمائی کرنے کا رجحان جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے وہیں وہیں پر مشکلات پیدا ہوتی جاتی ہیں، بہر حال میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ کچھ موٹے موٹے اصول ہمیں مرتب کر کے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر دینی چاہئے اس سلسلہ میں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اجتماعات کا ذکر کروں جو اس موضوع پر مختلف مواقع پر ہو چکے ہیں، جیسے جمعیت علماء ہند کا اجلاس مراد آباد، سب سے پہلی چیز جو ہمارے علم میں ہے وہ ہے اس میں مطلع کے بارے میں ایک بڑا اہم فیصلہ ہمارے اس زمانے کے بزرگ علماء نے لیا تھا جو اصحاب تحقیق اور اصحاب علم تھے۔ جس میں غیر منقسم ہندوستان کے مطلع کو ایک تسلیم کیا گیا تھا، تجربات سے کچھ دشواریاں ہو سکتی ہیں، اور جس سے مجھے واسطہ پڑا ہے اس لئے کیرالہ کے فیصلہ کے بارے میں میرا تجربہ یہ ہے کہ عام طور پر کیرالا کا جو فیصلہ ہوا کرتا ہے اور وہ بھی کیرالا میں ایک طبقہ کا ان کا اپنا فیصلہ صحیح ہوگا لیکن اگر کیرالا کی حد تک شہادت ہوتی ہے تو وہ پورے ملک سے میل نہیں کھاتی، اکثر ان کی جو قرعہ دوسرے ممالک ہیں ان سے ان کی رویت جڑ جاتی ہے مگر ملک کا جو عام حصہ

ہے ہندوستان کا اس سے اس کی شہادت نہیں جڑ پاتی۔

ابھی ہمارے کیرالا کے دوست نے جو تحریر بھیجی ہے اس میں مجھے یہ علم میں نہیں تھا انہوں نے کہا کہ صاحب دس بیس میل اندر سمندر میں کشتیوں پر بیٹھ کر لوگ چلے جاتے ہیں اور سمندر میں چاند دیکھ کر آتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں پانی کا بڑا اثر ہے چاند کے دیکھنے میں اور آئینہ کا، یہ ہمارے طارق صاحب اس کو ہم لوگوں کو سمجھائیں گے کہ اس کی کیا تاثیر ہوا کرتی ہے یہ چونکہ فلکیات کے ماہر ہیں اس لئے اسے بتائیں گے لیکن یہ فرق پڑتا ہے کبھی ہم نے محسوس کیا کہ کشمیر کے کسی آخری علاقے میں رویت ہوتی ہے لیکن وہ رویت یہاں وہاں سے لے کر پورے ملک میں نہیں ہو پاتی ہے وہاں ہمیں دشواری ضرور ہوتی ہے لیکن وہ رویت یہاں وہاں سے لے کر پورے ملک میں نہیں ہو پاتی ہے وہاں ہمیں دشواری ضرور ہوتی ہے یا پاکستان مطلع بھی ہمارے بزرگوں نے ہندوستان کے مطلع کے مساوی مانا، لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر تفصیل سے آپ سنیں گے پاکستان کے اعلان کو جب سے خاص طور سے علماء کا باضابطہ اہتمام کے ساتھ اعلان ہوتا ہے تو اگر وہ کوئٹہ یا زیارہ یا افغانستان یا ایران کے بورڈر پر جو حصہ پاکستان کا ہے وہاں اگر کسی گاؤں میں دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ انتظامی وحدت کی بنیاد پر وہ پورے ملک پاکستان کے لئے اس کو تسلیم کر کے رویت کا اعلان کر دیں گے جیسے اگر بھروج میں دیکھا جائے اور مجھے بذریعہ اگر اس کا علم صحیح حاصل ہو جائے تو میں بہار میں اس کا اعلان کروں گا، میں اس کو بالکل صحیح سمجھتا ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ صاحب جو ایران کے بورڈر سے ملا ہوا گاؤں ہے یا افغانستان سے ملا ہوا گاؤں ہے اس گاؤں کی رویت کو اساس بنا کر ہم اعلان کر سکتے ہیں یا نہیں بہار میں اور نیپال میں اور یہاں اور وہاں اس میں تھوڑی دشواریاں ہوتی ہیں، دوسرا اجتماع جس میں شریک رہا ہوں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کی تحریک پر حضرت حکیم الامت حضرت مولانا قاری طیب صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید

میاں صاحب، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب دس بزرگوں کی طرف سے جن میں جہاں تک میری یادداشت ہے کہ ابھی دو صاحبان یعنی حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم یہ دو بزرگ ابھی موجود بھی ہیں اور ان آٹھ میں کئی کے بارے میں بتایا کہ وہ گزر چکے ہیں ان حضرات کی طرف سے ایک اجتماع منعقد ہوا تھا ان کی دعوت پر اور وہ مسجد عبدالنبی میں ہوا اس میں ایک بڑی مضبوط تحریر مرتب کی گئی تھی سبھی شرکاء علماء کے اتفاق رائے سے جس میں پورے ہندوستان کے مطاع کو ایک تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ایسی تشکیل پانی چاہئے جس کی برانچیز ان تمام صوبائی جماعتوں یا ذمہ داروں کو تسلیم کرنا چاہئے جو اپنی اپنی جگہ پر رویت ہلال کا اعلان کرتے آرہے ہیں، اگر ممبئی میں امام جامع مسجد اعلان کرتے ہیں دہلی میں اگر امام جامع مسجد اعلان کرتے ہیں پٹنہ میں اگر امارت شریعہ اعلان کرتی ہے کلکتہ میں اگر زکریا مسجد کے امام اعلان کرتے ہیں تو ان سب کو ایک حصہ مانا جائے اس مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا اور ان میں سے اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ پوری آل انڈیا مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ تسلیم کیا جائے، یہ راستہ اختلاف کو دور کرنے کے لئے نکالا گیا تھا، بہت مفصل وہ تحریر ہے دلائل کے ساتھ ہے، بہر حال بد قسمتی ہماری یہ رہی کہ صاحب جامع مسجد میں مار پیٹ ہو گئی کہ میرا نام ریڈیو پر آئے کہ میرا نام ریڈیو پر آئے اس کی تفصیل میں میں کہاں جاؤں بہت افسوس ہوتا ہے لیکن ایک بہترین نظام جو طے کیا گیا تھا اور مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کو اس کا کنویر بنایا گیا تھا وہ ایک بہترین صورت تھی امت کو متحد رکھ کر کے چلنے کی لیکن وہ ہمارے بزرگوں کی بڑی قیمتی کوشش اس طرح ضائع ہو گئی تو ہماری بد قسمتیوں کے جو بہت سے سلسلے ہیں ان میں سے ایک سلسلہ یہ بھی ہوا، لیکن اب پھر وہ انتشار روز بروز چونکہ عام رجحان منہانی ہونے لگا ہے اور ہوائے نفس کی اتباع جو ہونے لگا ہے تو پھر وہ جھگڑا کھڑا ہوتا ہے۔

بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ یہ سمینار ایسی رہنمائی دے سکتا ہے جس میں ہم پورے ملک کے نظام اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑے گی میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں سے سب کچھ ہو جائے گا لیکن ایسے رہنما اصول آپ تیار کر دے سکتے ہیں شرع کی روشنی میں جن کی بنیاد پر ہم پورے ملک کے، تمام مسلمانوں کو ہر مسلک کے، جمع کر کے ہم ان سے درخواست کر سکیں کہ آپ ان اصولوں کو سامنے رکھیں اس میں جو کچھ غور و فکر سے حذف و اضافہ کرنا ہو وہ کریں لیکن کوئی ایسا سسٹم ابھاریں کہ جس سے خواہ مخواہ اسلام کی بدنامی ہوتی ہے وہ بند ہو یا پھر לכל اہل بلد رؤیتہم کہہ کر کے چھوڑ دیجئے، کوئی اعلان کسی کا، کوئی ریڈیو پر نہ ہونے پائے جس کو جہاں نظر آئے چاند دیکھیں نماز پڑھ لے یا روزہ رکھ لے اور نہ دیکھے نہ پڑھے، جیسا کہ ہم لوگوں کے بچپن میں ہوتا تھا کہ ہم اپنے گھر سے عید پڑھ کر جاتے تھے اپنی خالہ کے گھر میں پچیس میل کی دوری پر تو وہاں دوسرے دن کی بھی عید کی نماز مل جاتی تھی بڑا مزہ آتا تھا کہ کل بھی عید منائی اور آج بھی عید منائی تو یہ رہنے دیجئے تاکہ امت جھگڑوں سے بچ جائے اور خونریزی کی نوبت نہ آئے اور ہتک عزت اور ہتک حرمت، مجھے اس وقت ایک بڑی اچھی یاد آتی ہے قطب بے نور کی مشہور بزرگ گزرے ہیں..... کے انہوں نے ایک بات یہ رکھی کہ عجیب بات ہے کہ مستحبات و نوافل پر جنگ کی جاتی ہے اور محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، یہ ہمارا عام مزاج ہے کہ ہم بعض چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی حیثیت مستحب کی ہو سکتی ہے آداب کی ہو سکتی ہے لیکن ارتکاب حرام میں عار نہیں آتی اور سنت و مستحب اور آداب کے نام پر ہم اڑتے ہیں یہ بڑی خطرناک بات ہے ہتک حرمت مسلم، قتال مسلم، جدال مسلم، سباب مؤمن فتنی ہے آپ جانتے ہیں، سباب المؤمن فسوق وقتالہ کفر، میں سمجھتا ہوں کہ علماء کی اتنی بڑی جماعت جو ملک کے مختلف حصوں سے یہاں جمع ہو گئی ہے اللہ کا اس پر ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے، ہر مسلک کے علماء موجود ہیں ہر علاقے کے علماء موجود ہیں ہم میں ہر شخص کا ذاتی فریضہ ہونا چاہئے کہ اس مسئلہ میں ممکن حد تک ہم امت کو اضطراب

وامنتشار سے بچانے کے لئے اقدام کریں چاہے اس کے لئے ہم کو کتنا ہی جھکنا کیوں نہ پڑے کہ ”من تواضع لله رفعه الله إن شاء الله“۔

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، صدر محترم! رفقاء کرام علماء عظام! چاند کے بارے میں ہمارے مولانا حبیب صاحب اور حکیم صاحب کے مقالات ماشاء اللہ مکمل مدلل تھے اب کوئی ایسی بات رہتی نہیں ہے جس کو کہا جائے چاند کا مسئلہ آپ جس ملک میں ہیں اس میں اتنا پیچیدہ نہیں ہے جتنا کہ ان ممالک میں ہے کہ جن ممالک میں ہمیشہ افق غبار آلود رہتا ہے، یورپ کے وہ ممالک کہ جس میں ہمیشہ افق دھندلا رہتا ہے اور وہاں پر چاند کی رویت شاذ و نادر ہوتی ہے پچیس سال کے تجربوں میں بہت ہی کم مہینوں میں سال کے وہاں چاند دکھائی دیتا ہے سورج کا بھی مسئلہ ہے چاند کا کہاں تو ان ملکوں کے لئے بہت بڑا مسئلہ ہے یہ ان ملکوں میں چونکہ وہاں مقامی رویت کا مسئلہ نہیں ہوتا اس لئے باہر کی خبروں کے اوپر انحصار ہوتا ہے، اگر باہر کے خبروں پر انحصار نہ کریں اور تیس دن تو تیس دن کس سے گنیں، کونسی تاریخ سے تیس دن گنیں یہ ایک مسئلہ ہوتا ہے بہر حال یہ ہمارے یہاں کے ایسے پیچیدہ مسائل ہیں، اقتدار مسلموں کا نہیں ہے اس لئے وہاں جتنے اختلافات ہیں آپ کے یہاں اس کا عشرہ عشر بھی نہیں، جہاں پر الحمد للہ فضا افق صاف ہوتا ہے وہاں کے جو کلینڈر بنتے ہیں اس کلینڈر میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی وہ تقریباً امکانی رویت پر بنتے ہیں اور اس سے آگے پیچھے چاند کی رویت کا مسئلہ کوئی زیادہ مشکل ہوتا نہیں، اب جن ممالک میں یہ مسائل ہیں وہاں پر چونکہ اقتدار مسلمانوں کا ہے نہیں اس لئے یہ مسئلہ اور پیچیدہ ہو جاتا ہے اور جیسے ہمارے ایک فاضل نے بتایا کہ وہاں دو دو تین تین چار چار دن رمضان شروع کرتے رہتے ہیں عید ہوتی رہتی ہے ۱۹۹۲ء میں یہ شکل صورت ہوئی

پورے کرۂ ارض پر کہ چار دن تک رمضان شروع ہوا، ۱۹۹۲ء کی چار مارچ سے لے کر کے مارچ مسلسل چلتا، پہلی ایک جگہ تین کی رویت کے بعد چار کا اعلان ہوا دوسری جگہ چار کی رویت کے بعد پانچ کا ہوا تیسری جگہ پانچ کی رویت کے بعد چھ کا ہوا اور آپ کے ہندوستان میں اور دوسری جگہوں میں اس کے بعد سات کا اعلان ہوا، چار دن تک، اب یہ غیر فطری فرق ہے یہ مشکل سے برسوں میں جا کر کے دو دن کا فاصلہ ورنہ ایک دن کا فرق ہوتا ہے، یہ غیر فطری فرق اس وجہ سے ہوا کہ محقق رویت نہیں ہوئی یا محقق رویت کے اوپر فیصلہ نہیں ہوا اگر محقق رویت کے اوپر فیصلہ ہو جاتا تو بہت بڑے کرۂ ارض کے اوپر زمین کے بہت بڑے حصہ کے اوپر ایک دن یکسانیت کے ساتھ رمضان وعید شروع ہو سکتے ہیں اور رمضان وعید منائی جاسکتے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ایسا ہے کہ اب اس کو نہ کہے بنے نہ سبے بنے جو جہاں ہیں وہ وہاں بھگتے اس لئے ہم سمجھتے ہیں بھائی کہ یہ یہاں آپ کے یہاں اتنا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے اور جن کے لئے پیچیدہ مسئلہ اس کے حل کے لئے ان کے پاس کوئی قوت و اختیار نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ جو ہے مسلمانوں کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے اس میں ایک بات ضرور میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا بالعلمانہ طور پر کہ ہمیں علم ہیئت کے سلسلہ میں تھوڑی بہت شد بدرکھنی بہت ضروری ہے آج کا ہمارا طالب، یا ہمارے علماء رویت کے مسائل یا چاند کے مسائل میں زیادہ تر مباحث اختلاف مطالع پر ہماری ہوتی ہیں کہ معتبر ہے کہ غیر معتبر ہے لیکن ارض البلد کے اختلاف سے اس پر کتنا فرق پڑتا ہے یا اس کا علم ہیئت کے ساتھ کتنا جوڑ ہے اس سے ہم واقف نہیں ہوتے۔ حکیم صاحب نے ہمارے قمر کو اور اجتماع شمس و قمر بیان کیا میرے پاس مفتی حضرات کے خطوط ہیں جنہوں نے یہ جملہ لکھا ہے کہ اجتماع شمس و قمر کیا بلاء ہے اب بتائیے کہ ایک مفتی اپنے منصب افتاء پر بیٹھ کر کے اس قسم کا جملہ اگر کوئی لکھے اور اگر کوئی ایسا آدمی پڑھے تو اس سے افتاء کا کیا یہ ہوتا، تو اس لئے اس کا بہت بڑا جوڑ ہے بے شک ثبوت شہر میں اور اسلامی مہینے کے ثبوت میں رویت ہی کا اعتبار ہے علم

Islamic 2076

جدید فقیہی تحقیقات

مناقشہ

University

91-Babar Block, Garden Town, Lahore

حساب، علم فلک یہ سب کچھ کچھ کے لئے ہے۔ چاند کی دوری یہ چاند کی رویت کا سبب ہے، مہینے کے ثبوت کا سبب نہیں ہے کہ بھائی یہ دور ہوگی اگر چاند نظر آ گیا تو مہینہ ثابت ہو جائے گا نہیں نظر آئے تو تیس دن پورے کریں گے لیکن نفی کی صورت میں جب قطعی حساب یا ماہرین ہیئت قطعی طور پر یہ بتائے کہ بھائی اس وقت ہمیں ہندوستان کے افق پر چاند جو ہے نیچے چلا گیا ہے افق سے اور شہادتیں مل رہی ہیں اس کو ان شہادتوں کو مشکوک قرار دے کر کے اور اس کو قرار دے کر کے اس کو رد کر دیا جانا چاہئے، اس لئے کہ جو چیز ابھی شہود کے لئے وجود شرط ہے، شہود کے لئے وجود شرط ہے وجود ہی نہیں ہے افق تک، شہود کس بات کا تو یقیناً کوئی شبہ ہوا ہے۔ میرا جہاں تک خیال ہے کہ آج تک جتنی مؤتمرات اور سمینار اس موضوع پر ہوئے ہم نے اپنے مقالے میں اس کی لسٹ دی ہے ان ساری مؤتمرات نے قدرے مشترک علماء اور علماء ہیئت اور فلک نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر علم ہیئت عدم امکان رویت کو بتائے یا قطعاً عدم رویت کو بتائے اور کوئی ایسی شہادت موصول ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم نے دیکھی، اس شہادت کو رد کر دیا جانا چاہئے، اگر یہ چیزیں نہیں ہوں گی تو پھر شہادت کے سلسلہ میں فیصلہ کرنے والا بصیرت پر نہیں ہوگا، اس کے فیصلہ میں غلطی ہوگی، اس لئے امام مالکؒ نے اور دوسرے نے اس بات کو لکھا ہے میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے حوالہ اس وقت ذہن میں نہیں ہے کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ قاضی اور فیصلہ کرنے والے کو خود یا تو علم ہیئت کے علم جو بنیادی ہیں وہ ہونا چاہئے یا ایسے آدمی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہئے کہ جو اس علم کو رکھتا ہوتا کہ فیصلہ میں غلطی نہ ہو، بہر حال اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں یکسانیت اور وحدانیت کو پیدا کرنے کی، قاضی صاحب نے جیسا کہ شروع میں فرمایا کہ ماننے کا مسئلہ ہے سموات کا، سموات کا انسان کی طبیعت اتنی جلد باز ہے کہ مسلمان عید کے کرنے میں کہ بھائی کب کر لے عید، جلد باز ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق نصیب فرمائے، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

www.KitaboSunnat.com



IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708, Jamia Nagar, New Delhi - 110025

Tel : 26981327, 26983728 Email: ifapublications@gmail.com